Delhi University Urdu Studies

GANJ-I-KHUBI

by

MIR AMMAN DIHLAVI

Text based on the copy in Mir Amman's own handwriting, transcribed for his pupil John Romer

With a critical introduction by

Dr. Khwaja Ahmad Faruqi
Professor & Head, Department of Urdu,
University of Delhi

Published by

The Department of Urdu,
UNIVERSITY OF DELHI,
DELHI (INDIA)

قابل ہو اور جو روزمرّۂ اردو میں اپنے مطالب کو ادا کرسکیں۔ ایسے لوگوں میں میر امن دھلوی کا نام خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر ہے۔

میر امن کے حالات گارساں دتاسی، کریم الدین، عنایت اللہ، بیل، فوربس اور ڈاکٹر عبدالحق نے لکھے ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی ان حالات پر اضافہ نہیں کیا جو خود میر امن نے باغ و بہار یا گنج خوبی میں لکھے ہیں۔ موخرالذکر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ میر امن «کثیرالعیال» تھے اور انہوں نے اس کتاب کو «واسطے پرورش اطفال کے حکم عام کی تعمیل میں سنہ ایک ہزار دو سے سترہ ہجری میں مطابق اٹھارہ سے دو عیسوی کے باغ و بہار کو تمام کرکے ... لکھنا شروع کیا» تھا۔

سنہ ۱۹۵۸ ع میں ممتاز حسین نے باغ و بہار کو کراچی سے شائع کیاہے اور اس میں مفتی انتظام اللہ شہابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نصراللہ خان خور جوی نے میر امن کا سال وفات سنہ ۱۲۱۷ھ متعین کیا ہے اور اس کی مزید توثیق مواقیت الفواتح کے بیان سے کی ہے اور مواقیت الفواتح کی سند ارمغان یاور سے بہم پہنچائی ہے۔ مفتی صاحب ساقط الاعتبار راوی ہیں، وہ جتنی قسمیں کھاتے ہیں، ہمارا شبہہ بڑھتا جاتا ہے۔ ان کی مواقیت الفواتح کا حال «دختِ افراسیاب» کا سا ہے، آج تک سوائے ان کے اور کسی نے اسے نہیں دیکھا۔ رہا نصراللہ خان خور جوی کا تذکرہ، وہ رام پور میں موجود ہے اور رشید حسن خاں صاحب نے ابھی اسے اس نظر سے دیکھا ہے، وہ تذکرہ میر امن کے ذکر سے خالی ہے۔ مجھے تو یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جس طرح ممتاز حسین صاحب نے نصراللہ خان خور جوی کا تذکرہ نہیں دیکھا، اسی طرح میر امن کی گنج خوبی بھی ملاحظہ نہیں فرمائی، ورنہ ممکن نہیں کہ وہ ان دونوں کتابوں کے نام غلط لکھیں۔ نصراللہ خان کے تذکرے کا نام گلشن ہمیشہ بہار ہے، صرف ہمیشہ بہار نہیں، اسی طرح میر امن کے ترجمۂ اخلاق محسنی کا نام گنج خوبی ہے، ممتاز صاحب نے ہر جگہ گلشن خوبی لکھا ہے، اور یہی تہمت صاحب مواقیت الفواتح کے سر بھی لگائی ہے۔

میر امن فورٹ ولیم کالج میں ۴ مئی سنہ ۱۸۰۱ع کو چالیس روپے ماہوار کے «ماتحت منشی» مقرر ہوئے[1]، جہاں سے وہ ۱۸۰۶ع میں علیحدہ ہوگئے۔ فورٹ ولیم کالج کی روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۱۸۰۶ع میں کافی ضعیف اور ناتوان ہوگئے تھے اور انھوں نے ایک طالب علم کو پڑھانے سے انکار کردیا تھا، اسی لیے ان کو کالج کی خدمات سے سبکدوش کردیا گیا[2]۔

۹ اگست سنہ ۱۸۰۳ع کو ڈاکٹر گل کرسٹ نے کالج کاؤنسل کے سامنے ان ہندوستانی مصنفین کی فہرست رکھی جو انعام کے مستحق تھے، اس میں میر امن کی گنج خوبی کے لیے چار سو روپے کی سفارش کی گئی تھی[3]، لیکن ۳۱ اگست سنہ ۱۸۰۴ع کی روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو صرف ڈھائی سو روپے ملے[4]۔ یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ خود میر امن کے مربی ڈاکٹر گل کرسٹ ۲۴ فروری سنہ ۱۸۰۴ع کو کالج سے مستعفی ہوگئے تھے[5]، اور ان کے بعد میرامن اِس ادارے میں دل نہاد اور مطمئن نہیں رہے۔

بیل نے Oriental Biographical Dictionary میں اور ڈاکٹر گل کرسٹ نے Hindee Manual میں میرامن کے تخلص لطف کا ذکر صراحت سے کیا ہے، لیکن وہ نہ کسی کے استاد تھے نہ کسی کے شاگرد، گنج خوبی کے دیباچے میں انھوں نے خود لکھا ہے:

«اور قریب ہزار بیت استادوں کی جو مصنف نے تمام کتابوں سے چُن چُن کر ہر ایک مضمون کی ہر موقع پر تشنہ ڈالیں ہیں (کذا) ان کو بھی

---

1 Proceedings of the Council of the College of Fort William-Home miscellaneous records 559, National Archives of India. New Delhi.

2 Proceedings of the College of Fort William-Home miscellaneous records No. 560, dated 4th June, 1806, P 136 National Archives of India, New Delhi.

3 Proceedings of the College Council vol. I p 272 National Archives of India New Delhi

4 Proceedings of the College of Fort William-Home Miscellaneous records dated 31st. August, 1804.

لیکن مخطوطۂ گنج خوبی مخزونہ رائل ایشیا ٹک سوسائٹی لندن کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ میرامن کو اس کتاب پر چار سو یا پانچ سو روپے کا انعام ملا تھا۔ یہ تحریر جان رومر John Romer (تلمیذ میر امن) کے ہاتھ کی لکھی ہوی ہے اور ہم نے اسے مخطوطے کے تعارف میں نقل کردیا ہے۔

5 Proceedings of the College Council Vol I, p272

اپنی سمجھ کے موافق جوں کا توں ہندی میں نظم کیا ہے، اگرچہ شعر
سخن کہنے کی ساری عمر نہیں کی، ہاں مگر خود بخود جو کوئی مضمون
دل میں آیا تو اسے باندھ ڈالا، نہ کسو کا استاد نہ کسو کا شاگرد، بیت :

فقط میں نے کی اپنی طبع آزمائی[1]»
نہ شاعر ہوں میں اور نہ شاعر کا بھائی

ان کی شہرت کی اصلی بنیاد باغ و بہار اور گنج خوبی پر قائم ہے، لیکن ان
دونوں میں بھی جو شہرت باغ و بہار کو حاصل ہوئی، وہ گنج خوبی کو نہ ہوسکی۔

مخطوطۂ گنج خوبی کا میرے پاس وہ عکس موجود ہے جو میر امن کے
ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور ذخیرۂ Codrington لندن کی زینت ہے۔ اس کو
ہم شعبۂ اردو کی طرف سے شائع کر رہے ہیں۔

گارسان دتاسی کے قول کے مطابق گنج خوبی سب سے پہلے ناگری
رسم خط میں سنہ ۱۸۰۵ع میں کلکتے سے شائع ہوئی، اس کے بعد وہ اردو
میں کلکتے ہی سے ۱۸۴۶ع میں طبع ہوئی۔ یہ نسخہ بھی میرے پاس موجود
ہے، یہی محمڈن پبلک لائبریری مدراس میں بھی ۹۳۱ نمبر پر موجود ہے۔
جو در اصل گورنر مدراس کا عطیہ ہے، اس میں غلط نامہ بھی ہے، جو
میرے نسخے سے غیر حاضر ہے۔ گنج خوبی کا تیسرا ایڈیشن اردو رسم خط
میں بمبئی سے ۱۸۷۵ع میں شائع ہوا تھا، اس کی ابتدائی عبارت مندرجۂ
ذیل ہے :

«کتاب سعادت انتساب گنج خوبی، ترجمہ کیا ہوا میر امن دلی والے کا،
زبدۂ نوئینان عظیم الشان، مشیر خاص حضورِ فیض معمور ملکہ قمر درجۂ
بارگاہ انگلستان، اشرف الامرا نواب گورنر جنرل سر ہنری ہارڈنگ بہادر دام
اقبالہ کے عہد حکومت میں اور جناب معلی القاب، خوش خلقی اور خوبی کے
گنج، علم و فضل کے گہر سنج، کپتان ترنبل مارشل صاحب بہادر دامت حشمتہ،
سکریٹری فورٹ ولیم کالج کے وقت میں، اہتمام سے بندۂ عاصی غلام حیدر
ساکن ہوگلی کے، شہر کلکتے کے درمیان، مطبع احمدی میں جناب حاجی

۱ دیباچہ گنج خوبی عکس مخطوطہ رائل ایشیا ٹک سوسائٹی لندن

سید عبداللہ صاحب کے، سنہ ۱۲۷۲ھ میں، مطابق سنہ ۱۸۴۶ع کے، چھاپی گئی تھی۔ الحال بہ سبب عدم یابی و کثرت شائقین کے بندۂ درگاہِ کریم قاضی ابراھیم بن جناب قاضی نور محمد صاحب ساکنِ پل بندر نے جزیرۂ معمورۂ بمبئی کے مطبع محبوب ہر دیار میں ۱۲۹۲ھ میں چھاپی:

میں اس کو پری نثر کہوں یا صنم ہند ہے جس کی سہیلی گویا انوار سہیلی»

میر آمن کی باغ و بہار کا پہلا ایڈیشن کلکتے سے سنہ ۱۸۰۳ع میں شائع ہوا تھا. اس کے بعد سے اس کے متعدد یوروپی اور ہندوستانی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں. اور ابھی تک اس کی مقبولیت میں فرق نہیں آیا. اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اردو کی پرانی کتابوں میں کوئی کتاب «زبان کی فصاحت اور سلاست کے لحاظ سے اس سے لگا نہیں کھاتی.» لیکن افسوس ہے کہ اس نثر نگار کی دوسری کتاب گنج خوبی کی طرف پوری توجہ نہیں کی گئی، یہ باغ و بہار کی طرح ہمیشہ بہار نہ سہی لیکن ہے میر آمن ہی کے قلم سے نکلی ہوئی، جس کے متعلق سر سید نے لکھا ہے کہ جو درجہ میر کا شاعری میں ہے، وہی میر آمن کا اردو نثر میں ہے.

باغ و بہار کے مقابلے میں گنج خوبی کی طرف زیادہ توجہ نہ ہونے کے دو سبب ہیں: ایک تو باغ و بہار نے اس کے ستارے کو بے نور کردیا اور اس کی خوبیوں پر نظر نہیں جمنے دی، دوسرے وہ بہرحال اخلاقی صحیفہ ہے، باغ و بہار کی طرح ایک دلچسپ داستان نہیں کہ ایک کڑی دوسری کڑی سے پیوست ہو، اسی لیے وہ کم چھپی اور کم بکی۔ سیرالمصنفین میں اس کی کمیابی کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

«(میر آمن) نے باغ و بہار کے علاوہ اخلاق محسنی کا بھی اردو میں آزاد ترجمہ کیا جو ایک قابل قدر کتاب ہے لیکن کمیاب ہے اور گنج خوبی کے نام سے مشہور ہے[1].» ارباب نثر اردو کے مؤلف نے تو اسے بالکل ہی تحت‌الثری میں گاڑ دیا، لکھتے ہیں: «گنج خوبی یہ میر آمن کا دوسرا مگر بالکل

---

۱ سیرالمصنفین ج اول ص ۷۳ پہلا ایڈیشن

غیر معروف کارنامہ ہے اس کا صرف نام ہی نام سنا جاتا ہے۔ مگر اس کی تفصیل نظر سے نہیں گزری اور نہ یورپ کے کسی کتب خانے میں اس کے قلمی یا مطبوعہ نسخہ کا پتا چلا[1]۔»

یہ بیان صحیح نہیں، ہمارا متن انگلستان کے قلمی اور میر امن کے خود نوشت نسخے پر مبنی ہے۔ اسی طرح فورٹ ولیم کالج لائبریری کا قلمی نسخہ بھی ابھی تک محفوظ ہے اور میں نے دیکھا ہے۔ گارسان دتاسی[2] نے گنج خوبی کے ایک اور مکمل قلمی نسخے کا ذکر کیا ہے جو پہلے Sandfort Arrot کی ملک تھا، اور اب اس کے کتب خانے کی زینت ہے۔ اس کا یہ بھی قیاس ہے کہ میر امن صاحب دیوان شاعر تھے اور مسٹر رومر کے پاس ایک مخطوطہ ہے جس میں میر امن کے بہت سے اشعار مندرج ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بھی گنج خوبی ہی کی طرف اشارہ ہے۔

سید محمد صاحب کی صراحت کے خلاف، گنج خوبی کے مطبوعہ نسخے لندن، حیدرآباد، مدراس، بمبئی اور کلکتہ میں موجود ہیں، سید محمد صاحب نے بھی مطبع محبوب بمبئی کے نسخے سے جو سنہ ۱۸۷۵ع میں چھپا ہے، ذرا سا اقتباس نقل کیا ہے، لیکن اسے بہت پرانا اور بوسیدہ دیکھ کر زیادہ لائق اعتنا نہیں سمجھا۔

ارباب نثر اردو کے مؤلف کی یہ رائے بھی نظر ثانی کی محتاج ہے کہ گنج خوبی «بالکل غیر معروف کارنامہ ہے، اس کا صرف نام ہی نام سنا جاتا ہے۔» سنہ ۱۸۵۲ع تک اس کے اقتباسات اخباروں میں نقل ہوتے رہے، میرے سامنے اخبار الحقائق و تعلیم الخلائق کے پرچے ہیں جو آگرہ سے مسٹر فالن کے زیر اہتمام شائع ہوتا تھا، اس کے ۱۵ مئی سنہ ۱۸۵۲ع اور ۲۹ مئی ۱۸۵۲ع کے پرچوں میں گنج خوبی کی حکایتیں نقل کی گئی ہیں، یہی کیفیت سنہ ۱۸۵۲ع کے قران السعدین کی ہے۔

---

۱ ارباب نثر اردو پہلا ایڈیشن ص ۵۴

۲ گارسان دتاسی : تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی طبع پیرس، اشاعت ثانی، جلد دوم ص ۶۵۔

میرا خیال یہ ہے کہ ہماری تاریخوں میں فورٹ ولیم کالج اور میر امن کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے ، اور ان کے سلسلے میں جو رائیں ظاہر کی گئی ہیں ، وہ بھی کچھ غیر متوازن سی ہیں ۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کالج کے مخاطب ہندوستانی نہیں ، انگریز تھے ، اور ان کے مقاصد جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ، ادبی اور تہذیبی نہیں بلکہ انتظامی اور سیاسی تھے ۔ اس سے اردو کو جو کچھ فائدہ پہنچا وہ صرف ضمنی طور پر ، وہ اس کا مقصود حقیقی نہیں ہے ۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اس دور کے عالم اور ادیب کمپنی بہادر کی ملازمت کو « حمالی » اور عزت و افتخار سے کچھ گرا ہوا سمجھتے تھے ، میر بڑھاپے کی وجہ سے نہیں گئے ، لیکن جو لوگ اس کالج میں گئے ان میں سے بعض درجۂ اول کے لوگ نہیں تھے ، لطف نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بعض « جوانان نو مشق » تھے۔[1] نثر گوشۂ گم نامی میں پڑی تھی اور نثر لکھنے والوں کو ابھی تک ادبی تاریخ میں کوئی بڑی جگہ نہیں مل سکی تھی ، سخن فہمی عالم بالا کا حال یہ تھا کہ تارنی چرن متر اردو کے ہیڈ منشی تھے جن کے تخلیقی کمالات پر ایمان بالغیب ہی لایا جا سکتا ہے ۔ انشائے اردو کے مؤلف نے طعنۂ تیر بار صرف کرتے ہوئے لکھا ہے : « اگر ترجمہ (صاحبان عالی شان کو) اردوے خوب میں منظور نہ ہوتا ، ایک بنگالی اس امر کے واسطے کافی تھا »[2] تارنی چرن متر کی تنخواہ سو روپے ماہانہ مقرر ہوئی لیکن میر امن صرف « چالیس کے لائق » ٹھہرے اور ان کا درجہ ماتحت منشیوں میں چوتھا قرار پایا ۔ باوجود اس کے کہ ان کی باغ و بہار لا فانی کتاب ہے لیکن کسی اہل علم نے کبھی باغ و بہار یا فورٹ ولیم کالج کی دوسری درسی کتابوں کو بطور ادب کے نہیں پڑھا ۔ خود میر امن نے بھی باغ و بہار کے دیباچے میں اپنے نئے محاورے کے متعلق عذر خواہی کی ہے ۔ اس لیے یہ کالج بھی

---

۱ لطف تذکرہ گلشن ہند مطبوعہ علی گڑھ ص ۲۰۹ ۲ انشائے اردو قلمی ناقص الاول ص ۲ مؤلف کا نام نا معلوم سنہ ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ع) میں بعہد محمد علی شاہ بادشاہ لکھی گئی ۔

صرف «زبان دانی» کا کالج ہوکر رہ گیا، اور اس کا اثر بھی طرز و اسلوب کی سرحد سے آگے نہ بڑھ سکا، علامہ عبداللہ یوسف علی نے اسے ایک «جزیرہ» سے تعبیر کیا ہے۔ جہاں تک بیرون کالج کے مصنفین کا تعلق ہے (بعض وہابی مصنفین کو چھوڑکر) ان کے طرز پر بھی فارسی کا گہرا اثر تھا۔ وہ بدستور ظہوری اور بیدل کی نثر کے دلدادہ تھے اور حد یہ ہے کہ پرائیویٹ خطوں میں بھی «محمد شاہی روش» کو برتنا ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن جب نئی ضرورتوں کی صبح طلوع ہوئی اور یہ صبح ذرا دیر میں طلوع ہوئی، تو رات کا یہ غازہ اور نرگسی آنکھوں کا سرمہ دھل گیا۔

میر امن کے متعلق معاصرین کی رائے کچھ بہت ہمت افزا نہیں تھی، مرزا رجب علی بیگ سرور کا اعتراض صرف ایک فرد کا اعتراض نہیں، پورے ایک روایتی معاشرے کا اعتراض ہے، لیکن سب سے معقول رائے راجہ شیوپرشاد ستارۂ ہند نے ظاہر کی ہے، ان کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزوں کی فرمایشِ اردو (یا اِس «صاحبی») پر غالب ھی نہیں[1] میر امن بھی حیران ہوئے ہوں گے:

«انیسویں صدی کے شروع میں ڈاکٹر گل کرسٹ صاحب نے میر امن دھلوی مصنف باغ و بہار اور للو لال جی ساکن اکبر آباد مصنف پریم ساگر کو حکم دیا کہ نثر کی کچھ کتابیں اس ملک کی زبان میں ایسی تصنیف کریں کہ جن کو پڑھ کر صاحب لوگ اس ملک والوں کی بولی سمجھ سکیں اور اس ملک والے جو کچھ کہ صاحب لوگ ان سے بولیں ان کو سمجھ لیویں۔ دونوں مصنف بے شک حیران ہوئے ہوں گے، کیوں کہ یہ ان کے لیے بالکل نئی بات تھی، دونوں نے کتاب لکھی مگر دونوں کو ایک ایک نئی زبان بنانی پڑی»[2]

بلا شبہہ میر امن نے وہ نئی نثر ایجاد کی جس کے جماے آج مصری کی ڈلیاں اور شربت کے گھونٹ ہیں لیکن اُس وقت یہ انداز شان و شکوہ

---

۱ - غالب نےہنری اسٹوآرٹ کی فرمایش اردو کےجواب میں لکھا تھا (جناب ریڈ صاحب صاحبی کرتے ہیں میں اردو میں اپنا کمال کیا ظاہرکرسکتا ہوں اس میں گنجائش عبارت آرائی کی کہاں ہے) اردوے معلی حصہ اول مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۸۹۹ ع ص ۲۷۶

۲ - راجہ شیو پرشاد - کچھ بیان اپنی زبان کا - مطبوعہ بنارس ۱۸۹۸ ع

کے منافی تھا۔ ہماری ادبی روایت اور تمدنی وراثت تو یہ تھی کہ لوگ اکبر کی تلوار سے زیادہ ابوالفضل کے قلم سے ڈرتے تھے۔ انگریز اجنبی دیس سے آئے تھے، ان کی ضروریات مختلف تھیں، ان کا علمی مزاج الگ تھا، چنانچہ میرامن نے بھی ہر جگہ ان ہی کی ضروریات کو ملحوظ رکھا ہے۔ «اس کتاب کے ترجمہ کرنے کی حقیقت» میں لکھتے ہیں:

«خداوند نعمت صاحب خلق و مروت جان گل کرسٹ صاحب نے کہ زبان اردو کے قدردان اور فلک زدوں کے فیض رساں ہیں اس بعید الوطن میر امن دلیؔ والے کو لطف و عنایت سے فرمایا کہ اخلاق محسنی جو فارسی کتاب ہے اس کو اپنی زبان میں ترجمہ کرو تو صاحبانِ عالی شان کے درس کی خاطر مدرسے میں کام آوے[1]»

شیوپرشاد کی رائے صحیح ہے کہ میر امن نے ایک نئی زبان بنائی ہے اور اس سلسلے میں انھیں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آگے چل کر یہ اتنی مقبول ہوئی کہ مرزا غالب کے خطوں کی اساس بنی لیکن ایک زمانے تک وہ اس میں لکھنا شکوہ سخن وری کے منافی خیال کرتے تھے اور وہ زبان اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھی کہ اس میں «معانی نازک» بھرے جائیں، اسی لیے میر امن کا یہ ترجمہ بھی اس زمانے میں کسی ہندوستانی درس گاہ کے نصاب میں شامل نہیں ہوا اور نہ کسی شہزادے کو پڑھایا گیا، حالانکہ یہ «حکم رانی کا دستورالعمل» ہے۔

اخلاق محسنی کی نثر دقیق اور مشکل ہے، اس میں جا بجا قافیہ پیمائی کا اہتمام ہے، میر امن نے اسے «لچ اردو» میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے اور بعض بعض جگہ اس میں باغ و بہار کی سی شادابی پیدا ہوگئی ہے لیکن باغ و بہار کے مقابلے میں اس کے مضامین و مقاصد مختلف تھے اسی لیے یہ ترجمہ ہر جگہ تخلیق کی اعلیٰ سرحدوں کو نہ چھو سکا۔ اس پر وہ محنت بھی نہ ہوسکی جو مثلاً افلاطون نے اپنے بعض مکالمات پر کی ہے کہ پہلے پیراگراف

---

۱ - مخطوطۂ گنج خوبی ورق ۲ ب

کا مسودہ ستّر ستّر دفعہ لکھا ہے، تا ہم اس میں «خاص و عام» کی دھلوی بول چال کے نمونے «بہ طرز سہل» مل جاتے ہیں اور یہی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔

یہ نمونہ ملاحظہ ہو:

«کہتے ہیں کہ ایک امیر پادشاہ کے روبرو دست بستہ کھڑا تھا اور اور بادشاہ کسو مہم کی اس سے مصلحت کر رہے تھے، اتفاقاً ایک بچھو اس کے جامے میں تھا، ہردم اس کے بدن میں ڈنک مارتا، یہاں تک کہ نیش اس کا سست ہو کر نکمآ ہو گیا۔ اپنا زہر سب خرچ کیا لیکن وہ مرد ہرگز چیں بجبیں نہ ہوا اور اس کے رنگ میں تفاوت نہ آیا۔ جس طرح پادشاہ سے عرض معروض کر رہا تھا اور باتیں دانائی کی کہتا تھا، کہتا رہا، قطع کلام نہ کیا۔ جب رخصت ہوکر گھر آیا اور پوشاک اتاری، نیمے کے تلے سے اس کژدم کو نکالا۔ دیکھا تو پژمردہ ہو کر ادھ موا ہورہا ہے۔ یہ خبر خفیہ نویس نے پادشاہ کو پہنچائی، اس کی مضبوطی سن کر تعجب کیا اور حیران ہوئے۔ دوسرے دن جب وہ امیر دربار کے وقت حاضر ہوا سلطان نے فرمایا کہ دفع کرنا ضرر کا اپنی ذات سے واجب ہے، تونے کیوں کل آزار کژدم کا سہا اور اس کو دور نہ کیا۔ اس نے عرض کی کہ «جہاں پناہ: آپ اس غلام کی طرف متوجہ تھے اور ہم کلامی سے سرفراز فرما رہے تھے، مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ ایک بچھو کے نیش کے باعث ایسی سعادت سے محروم رہوں، اگر آج ایسی خوشی کی مجلس میں کژدم کے نیش پر صبر نہ کر سکوں گا، تو کل لڑائی کے میدان میں تلوار نیزے اور تیر کے زخم کیوں کر اٹھاؤں گا،

سلطان کو اس کی دلاوری کی بات بہت پسند آئی اور منصب اس کا زیادہ کیا اور مرتبہ اس کا بڑھایا[1]۔»

حکایت نگاری کا یہ نمونہ بھی ملاحظہ ہو۔ میر امّن نے یہ کمان اس

---

[1] مخطوطۂ گنج خوبی ورق ۱۲ الف

حد تک زہ کی کہ کوئی ان کا مقابلہ نہ کرسکا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ملا حسین واعظ کاشفی بھی یہ تأثر نہ پیدا کرسکے۔

میر امّن

کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی شہر میں کئی شبانہ روز یکساں مینہ برسا۔ ایسی جھڑی لگی کہ وہاں کے باشندوں کو کار و بار دنیاوی کرنا مشکل پڑا۔ راہ آمد شد کی مسدود ہوئی۔ حویلیاں اور مکان ڈھنے لگے۔ سب کے جی میں خطرہ پیدا ہوا نجومی اور جوتکھی کہتے تھے کہ ستاروں کی گردش سے یوں بچار میں ٹھہرتا ہے کہ تمام شہر پانی کے طوفان سے غرق ہوجاوے۔ یہ سن کر اور بھی وہاں کے رئیس اور ساکن اعلا ادنا غنی غریب نے حواس کھوئے اور جان و مال سے ہاتھ دھوئے۔ رونے پیٹنے اور توبہ دھاڑ مچانے لگے۔ جب نہایت بے قرار ہوئے، جمع ہوکر سلطان کے روبرو گئے اور احوال اپنی مایوسی کا عرض کیا۔ بادشاہ بڑا عادل اور نیک خصلت اور خدا ترس تھا شہر والوں کو بہت سی تسلی دلاسے دے کر کہنے لگا «خدا کے کرم و فضل پر نظر رکھو وہ کریم ہے آخر رحم کرے گا» یہ

کاشفی

آورده اند که در شهرے از بلاد اسلام چند شبانه روز متصل باران بارید، بمثابه که کارہا بر مردمان دشوارشدوراهِ آمد و شد فروبسته گشت، منزلها روی بویرانی نهاد و دغدغه در خاطر خرد و بزرگ افتاد۔ جمعے از اهل تنجیم می گفتند که از نظرات فلکی استدلال می توان کرد که تمام این شهر بواسطهٔ کثرتِ آب خراب خواهد شد۔ مردم دل از خان و ماں برداشتند و جزع و فزع در خلائق افتاد۔ چوں کار از حد گذشت و طاقت طاق شد، رجوع بسلطان کردند۔ او مردِ عادل و پاکیزه سیرت بود۔ اہل شہر را تسلی داد و خود بخلوت در آمد و روے نیاز بر خاک نہاد و گفت۔ بار خدا یا همه خلق بر خرابی این شهر اتفاق کرده اند۔ تو قادری که تصور ایشان را باطل کنی و آثارِ قدرتِ خود بخلاف آنچه در خیالها می گزرد ظاہر گردانی۔ فی الحال باران منقطع شد و آفتاب بر آمد و این

کہہ کر انھیں تو رخصت کیا اور آپ اسی وقت اٹھ کر خلوت میں گئے اور خاک پر پیشانی رکھ کر نہایت عاجزی سے خدا کی جناب میں دعا مانگنے لگے۔ کہ «بار خدا یا تمام خلق اللہ متفق ہو کر کہتی ہے کہ یہ شہر پانی سے ڈوبے گا۔ تو قادر ہے ان کے خیال کو باطل کر اور اپنی قدرت سے برخلاف اس کے جو ان کے دھیان میں سمایا ہے، ظاہر کر۔ وو ہیں بادل پھٹ کر سورج نکل آیا۔ دھوپ چٹک گئی مینہہ برسنا موقوف ہوا[1]۔»

دلیل روشن است که چون پادشاه پاک اعتقاد بود و دل او با رعیت راست باشد، هر دعا که درباره خود و ایشان کند بشرف اجابت اقتران می یابد[2]۔

میر امن کی نثر ارتقا کا وہ نقطہ ہے جس کو اردو کی تاریخ عرصے سے طے کر رہی تھی۔ ان سے پہلے سب رس، کربل کتھا اور غالباً قصۂ مہر افروز و دلبر اور قانون النسا لکھی جا چکی تھیں۔ سب رس کو انجمن ترقی اردو ہند نے شائع کردیا ہے۔ فضلی کی کربل کتھا کے نسخے کو جو ذخیرہ اشپر نگر جرمنی سے حاصل کیا گیا تھا، دہلی یونیورسٹی کا شعبۂ اردو سنہ۱۹۶۱ع میں شائع کرچکا ہے۔ قانون النسا ایک نا معلوم الاسم مصنف کا نثری رسالہ ہے جس کا عکس ٹیوبن گن سے حاصل ہوا ہے اور جو ہمارے شعبۂ اردو کی طرف سے چھپ رہا ہے، اس میں ان رسموں اور عقیدوں کا بیان ہے جن پر عورتوں کو «اعتقاد کلی ہے اور وہ ان کو واجبات سے جانتیاں ہیں[3]۔» قصہ مہر افروز و دلبر کا خطی نسخہ مجھے جامعۂ ملیہ کی جوبلی میں مخدومی آغا حیدر حسن صاحب دھلوی نے دکھلایا تھا جو ان کو حضرت فقیر محمد غنی حضرت جی کی وساطت سے ملا ہے۔ آغا صاحب کا خیال ہے کہ اس کا

---

۱ مخطوطہ گنج خوبی ورق ۹ الف ۲ اخلاق محسنی: نولکشور لکھنؤ، طبع ۱۹۴۱ع ص ۱۲

۳ مخطوطہ قانون النساء- ذخیرہ اشپر نگر عکس مملوکہ شعبۂ اردو دھلی یونیورسٹی ورق ۱ (الف)

مصنف عیسیٰ خان، جہانگیر ابن اکبر کا معاصر ہے، لیکن میرا قیاس یہ ہے کہ یہ قصہ اتنا قدیم نہیں اور غالباً شاہ عالم کے ابتدائی زمانے میں لکھا گیا ہوگا۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

«اقلیم ہندوستان میں ایک شہر تھا تس کا نانو عشق آباد تھا۔ تس میں حکم روا اوس جگہ کا عادل شاہ بادشاہ تھا۔ ہفت اقلیم کے جوہر ایک..... (یہ عبارت کٹ گئی ہے) سو پیش کش اور نوکری اوس کے میں سب حاضر رہتے تھے۔ اطاعت اوس کی مانتے تھے جہاں تک کہ ملک اس کا تھا سو عدالت اور انصاف اور بخشش و انعامات سے کوئی ایسا نہ تھا کسی بات سے محتاج ہوئے اور اس شہر کے بیچ میں کدھی عید اور شادی نہ معلوم ہوتی تھی کیوں کہ عید اور شادی رات دن رہتی تھی اور چھوٹا بڈا جو اس شہر میں رهتا سو سوائے راگ اور نانچ عیش عیش کے اور وہ (ص۲) بات نہ جانتا تھا۔ اور اوس شہر کی ایسی خوبی تھی کہ وہاں کے رہنے والے تو اس جگہ سے خوش تھے ہی لیکن جو مسافر ملکوں کے آئے نکلتے سو دیکھ اوس شہر کی خوبی باغ و تالاب و ندی و نہریں اور شہر کے لوگوں کا عمدا ہٹ و حسن اور بازار کی رونق دیکھ کے دل اونہو کا نہ ہوتا تھا کہ کسی اور جگہ جائے بلکہ اکثر سیاح سیر کرتے آوتے سو اوسی شہر میں رہتے۔ اور اوس بادشاہ کو اپنی حکم رانی کا و رعیت کی آسودگی کا و نوکروں کا اور دولت کا بڈا آرام تھا پر اس بادشاہ کی اولاد نہ جیوتی تھی۔ سو بادشاہ کو کیا رعیت کو اور نوکروں کوں اس سوائے اور غم نہ تھا ایک روز بادشاہ نے اپنے وزیر اور ندیم اور امیر سب اکھٹے کئے اور کہا کہ فضل خدا کے سے میریں حکم رانی میں و دولت میں کسی بات میں کمی نہیں (ص۳) لیکن اولاد نہیں جیوتی۔ تس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرے جو گناہ ہیں تس کے اوپر خدا تعالےٰ نے نظر کی ہے اور ملک یہ بغیر وارث کام نہیں آوتا اور چار دن کی یہ زندگانی ہے تس سے میں فقیر ہوں گا اور عبادت خدا کی کروں گا۔ تس کے اوپر جتنے کچھ وزیر و امیر تھے تن سبھوں نے عرض کی کہ اس بات کا علاج کیجئے تدبیر کیجئے بادشاہوں کوں فقیر ہونا لازم نہیں۔ اور یہ ملک کس طرح رہے گا۔ بادشاہ نے

کہا کہ ملک جانو تم جانو۔ مجھے سلطنت سے کام نہیں میں فقیر ہوں گا۔
جتنا امیروں نے عرض کیا بادشاہ نے قبول نہ کیا۔ فقیری کا ٹھاٹ کیا از بس
کہ اس کے عدل و انصاف و بخشش و انعامات و مہربانی سے رعیت و نوکر
و محل کے ایسے راضی تھے اور آسودہ تھے اس فقیر ہونے میں بیس ہزار آدمی
اور فقیر ہوگئے۔ جس وقت کہ یہ بادشاہ بیس ہزار آدمی (ورق ۳ الف) فقیر
ہو کے چلا اوس وقت شہر والوں نے بڑا ہجوم کیا اور چھوٹے وبڑے جہاں
تاہیں تھے سو سب بے اختیار ہو کے روئے اور وزیر و امیر جہاں تاہیں تھے
سو سب بادشاہ کو سمجھاوتے جاتے تھے اور کسبی جو ساتھ فقیر ہوئے تھے
سو گاوتے جاتے تھے کہ راجہ چھوڑی نگری جو چاہو سو لیو۔ ایسا سما
بندھ گیا کہ تس سے جانور کیا چرندہ و پرندہ بھی جمع ہوئے تھے
اور روتے تھے[1] »

اس کے مقابلے میں میر امن کی نثر ترقی یافتہ ہے لیکن قدامت سے
خالی نہیں ہے، گنج خوبی کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

«نجومی اور جونکھی کہتے تھے (ص ۱٦)

«کل دونو فوجیں سنمکھ ہوں گی» (ص ۲۵)

«میں نے کام خدا کی مہربانگی پر چھوڑا ہے» (ص ۲۵)

تم کیوں اتنی عاجزی اور بھل منسائی کرتے ہو» (ص ۷۷)

«جتنی خلقت اس وقت موجود تھی حیران اور بھچک ہو رہی» (ص ۱۰۰)

«احمد حرب .... دیر تک سر نہوڑائے رہے» (ص ۱۱۲)

«دل نہ قبول کیا کہ خلاف وعدگی کروں» (ص ۱۲۱)

میر امن نے گنج خوبی میں روز مرۂ دہلی کو اس سلیقے سے صرف کیا
ہے کہ بعض حکایتیں بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور صاف معلوم ہوتا
ہے کہ اردو نثر نے ارتقا کی بہت سی منزلیں طے کرلی ہیں، اور اس میں
نئے برگ و بار پیدا ہوگئے ہیں، یہ اقتباس ملاحظ ہو:

---

[1] عیسی خان (عیسوی خان)' قصۂ مہر افروز و دلبر (قلمی) مملوکہ آغا حیدر حسن دہلوی۔

«کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ مامون خلیفہ کے وقت میں کوئی اعرابی جنگلی تھا کہ زمین شور میں پیدا ہوا تھا اور وہیں جوان ہوا، ساری عمر سوائے کڑوے اور کھاری پانی کے نہ دیکھا اور نہ چکھا۔ بیت:

جس مرغ نے میٹھا پانی چکھا بھی نہ ہو
ہو کھاری ہی پانی کی اسے پینے کی خو

ایک سال اس کی قوم میں قحط پڑا، لاچار ہو کر اپنے وطن یعنی اس بن سے واسطے کمانے اور قوت لانے کے باہر نکلا، جب رہڑی اور لونی زمین کی حد سے آگے بڑھا، ایک مکان پر پہنچا کہ وہاں کی زمین ستھری لائق کھیتی کے تھی، ایک ڈبرا دیکھا کہ اس میں تھوڑا سا پانی مینھ کا جمع ہو رہا ہے اور ہوا کے چلنے سے کوڑا تنکا اس میں کچھ نہیں۔ اعرابی نے وہ موتی سا پانی نتھرا اور صاف جو دیکھا حیران ہوا اس لئے کہ ایسا نسوت پانی تمام عمر نہ دیکھا تھا، آگے بڑھکر تھوڑا سا چاو میں لے کر پیا، نہایت شیریں اور خوش مزہ معلوم ہوا۔ دل میں کہنے لگا، میں نے سنا ہے کہ بہشت میں اللہ نے ایسا پانی پیدا کیا ہے کہ مزہ اس کا ہرگز تغیر نہیں ہوتا۔ خدا جھوٹھ نہ کرے میرے فقر و فاقے پر کریم نے ترس کھا کر میری لاچارگی اور فاقہ کشی کے بدلے یہ پانی جنت سے دنیا میں بھیجا ہے۔ اب صلاح یہ ہے کہ اس میں سے تھوڑا سا خلیفۂ وقت کے پاس لے چلوں، وہ مقرر اس تحفۂ غیب کے عوض مجھسے سلوک کرے گا اور خوش ہوکر بہت سا انعام دے گا۔ اس وسیلے سے مجھے مع واستوں فراغت ہوجائے گی۔ اور اس کال کی سختی سے چھٹ جاؤں گا۔ یہ خیال پکاو پکاکر مشکیزہ جو اس کے پاس تھا بھر لیا اور بغداد کی راہ لی، پوچھتا ہوا چلا۔ جب شہر تھوڑی دور رہا ایک بارگی فوج اور سواری ماموں رشید کی نمودار ہوئی۔ اعرابی نے معلوم کیا کہ یہی خلیفہ ہے شکار کی خاطر سوار ہوا ہے وہیں عین راہ پر آکر کھڑا رہا جب بادشاہ نزدیک آیا دعا دے کر تعریفیں کرنے لگا ماموں نے متوجہ ہو کر پوچھا کہ اعرابی! تو کہاں سے آتا ہے جواب دیا کہ فلانے بادیے سے کہ وہاں کے باشندے قحط کے عذاب میں گرفتار ہوئے ہیں میں وہاں سے نکل بھاگا ہوں» پوچھا اب کہاں جاتا ہے؟ بولا

کہ ,, تیرے ہی پاس آیا ہوں اور خالی ہاتھ نہیں ہوں بلکہ ایک ایسا تحفۂ معقول پیشکش اور نذر کے لئے لایا ہوں کہ آج تلک دنیا میں کسو نے نہ دیکھا اور نہ کسو کے ہاتھ لگا ہوگا۔،، خلیفہ سن کر حیران اور ششدر ہوا۔ فرمایا ,, لاتو دیکھوں وہ کیا ہے،، اعرابی نے مشک دکھلائی اور کہا ,, یہ پانی بہشت کا ہے کہ دنیامیں کسونے نہ زبان پر رکھا اور چکھا ہوگا،، بیت:

پانی نہیں مصری کا ہے شربت — اور آبِ حیات کی سی لذت

خلیفہ نے صراحی بردار کو فرمایا کہ «اس میں سے تنھی بھر کر لا»۔ اس نے ایک آب خورہ بھرکر دیا۔ خلیفہ نے دیکھا کہ رنگ اس کا تغیّر ہو رہا ہے اور بھکراہند آتی ہے اور مشک کی بو نے بھی اس میں اثر کیا ہے۔ لاچار ایک گھونٹ پیا اور دانائی سے اس کے سبب کو دریافت کیا لیکن شرمِ کرم سے مناسب نہ سمجھا کہ اس پانی کا احوال زبان پر لاوے اور اسے شرمندہ بناوے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ «اے سردار عرب کے، واقعی تونے سچ کہا تھا، عجب لطیف اور شیریں اور نادر پانی ہے جو تو میری خاطر بہ طریق تبرک کے لایا، مقرر یہ تحفہ بہشت کا ہے»۔

رکابدار کو فرمایا کہ اس قدح کا پانی خاص مطہرہ میں اُلینڈ لے اور مشکیزے کے پانی کو گوشے میں ڈال دے اور بہت تاکید کی کہ اسے اچھی طرح رکھیو، اور میرے سوا کسی کو نہ پلائیو۔ پھر اعرابی سے مخاطب ہوکر کہا «اب بول تیری حاجت اور خواہش کیاہے» اس نے عرض کی کہ «گرانی کے باعث عیال و اطفال میرے فاقہ کشی اور مفلسی سے مرتے ہیں لاچار حیران ہوکر خلیفہ کے روبرو آیا ہوں» بادشاہ نے بھلہ بردار کو حکم کیا کہ ہزار دینار اس کو دے اور اس بدّو کو فرمایا کہ یہ روپے لے کر اس جگہ سے جلد پھر کر اپنے وطن کو چلا جا۔ اس نے بھی انعام پاتے ہی اپنے ڈیرے کی راہ لی[1]۔»

یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق و نصیحت اور داستان کا رنگ شیر و شکر ہوگیا ہے جو میر امّن کا لائق فخر کارنامہ ہے اور یہیں وہ ملا حسین

---

۱ مخطوطہ گنج خوبی ورق ۱۵ ب

واعظ کاشفی سے سبقت لے گئے ہیں۔ اہلِ اطالیہ کا خیال ہے کہ لفظی ترجمہ ایک قسم کی غدّاری ہے، میر امّن پر اس بے وفائی کا الزام عائد نہیں ہوسکتا، انھوں نے اصل کا مطلب لے کر اس کو اپنے محاورے میں ڈھالا ہے اور اس حد تک آزادی برتی ہے کہ بعض جملے بڑھادیے ہیں اور بعض نکال دیے ہیں، انھوں نے دیباچے میں خود بھی اس کی صراحت کی ہے:

« لیکن فقط فارسی کے ہو بہو معنی کہنے میں کچھ لطف اور مزہ نہ دیکھا اس لیے اصل کا مطلب لے کر اپنے محاورے میں سارا احوال بیان کیا اور جس طرح شیخ سعدی شیرازی کی گلستاں بہ سبب اُلچ فارسی کے مکتب میں پہلے کام آتی ہے ویسے ہی میں نے اردوے معلیٰ کی زبان کو بے پیچ و رکاو جیسے بادشاہ سے لے کر امراؤ اور ان کے ملازم بولتے ہیں، بولا، والاّ نہ، عربی اور فارسی کی لغتیں اور اصطلاحیں چاہتا تو بہت سی بھر دیتا، لیکن یہ زبان کچھ کیفیت نہ پاتی بلکہ آمیزش پاکر کچھ اور کی اور ہوجاتی۔ اب یہ مبتدی کے واسطے فائدے مند اور منتہی صاحب دریافت کو پسند آوے گی کہ کیا بے لگاو دریاو کی مانند اس کی عبارت رواں اور مثال گھوڑے بادپا کے کہ میدان ہموار اور صاف پاتا ہے، دواں ہے »[1]

یہاں میر امّن نے « سارا احوال » « محاورے » میں بیان کیا ہے اور زیادہ تر روز مرۂ دہلی ہی کو اپنی نثر میں برتا ہے اس لیے گنج خوبی کی لسانی خصوصیات کا ذکر دلچسپی اور فائدے سے خالی نہوگا۔

میر امّن نے جمع الجمع کو کثرت سے استعمال کیا ہے اور قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ عربی کی جمعوں میں اردو کے حروفِ جمع کا اضافہ کیا ہے، مثلاً مشایخوں، اکابروں، سلاطینوں، امراؤں، اصحابوں، اشرافوں، ملوکوں، اقرباؤں۔

ایسے مفرد الفاظ کی جمع بنائی ہے جو آج کل بطورِ واحد ہی استعمال کیے جاتے ہیں، مثلاً رعیتوں، سلوکوں، معاملتوں۔

اعدادِ جمع کے ساتھ کہیں کہیں معدود واحد بھی آیا ہے مثلاً (۱) اور نشان ثبات کا دو چیز ہیں (۲) ان دو نوپل میں سے کون سا پل اچھا معلوم

---

۱ مخطوطہ گنج خوبی ورق ۳ الف

ہوتا ہے (۳) اور تھوڑے فائدے کی خاطر سیکڑوں جان کا نقصان کرتا (۴) غیر پر سیاست کرنے کی دو قسم ہیں۔ اور کہیں عدد واحد کے ساتھ معدود جمع بھی آیا ہے مثلاً (۱) ایک امرا اس گھڑی حاضر تھا (۲) ایک اصحاب نے حضرت رسالت پناہ سے سوال کیا۔

میر امن نے علامتِ فاعلی « نے » کے استعمال میں خاصی آزادی سے کام لیا ہے۔ جن لازم یا متعدی افعال کے ساتھ « نے » آنا چاہیے وہ اس کے بغیر بھی ملتے ہیں اور اس کے برعکس بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک اس کے استعمال کے اتنے سخت ضابطے بنے ہی نہیں تھے۔ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

(۱) « خواجہ سن کر سوچا اور متنبہ ہوا » (۲) « بادشاہ نے یہ جواب معقول اس سے سن کر رودیا » (۳) « میں اپنے کانوں سے سنا ہے » (۴) « ہارون نے سن کر رودیا » (۵) « بوجھی دل سے بنا کی میں تاریخ »

« کو » علامتِ مفعولی کو قدما بے تکلف سے میں کا اور پر کی جگہ استعمال کرتے تھے۔ گنج خوبی میں بھی اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں:

(۱) « پیغمبر کی اطاعت کو حکم کیا » (۲) « ایک روز اپنے بیٹے کو کہا » (۳) « خدائے پاک و برتر اپنے دوست کو فرماتا ہے » (۴) اپنے گناہوں کو نگاہ کرے » (۵) « اگر آدمی اس نکتے کو غور کرے » (٦) « طبیب کو میری طرف سے کہہ » (۷) « حق تعالا نے اپنے دوست کو فرمایا » (۸) « اپنی آستین اس لڑکی کے سر کو چھوائی » (۹) « فرمایا کہ اگر روز کو آسایش کروں »

بعض جگہ « کو » کے محل پر « کی » بھی ملتا ہے مثلاً « اگر تم اپنے قول کی وفا کرو » اس کے علاوہ جن مقامات پر علامتِ مفعول کی ضرورت نہیں پڑتی ، وہاں بھی اس کو لایا گیا ہے مثلاً « روز حساب کو عتاب میں پڑوں »

گنج خوبی میں « کو » کی طرح « پر » بھی « سے » کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے : « اپنے بیٹے کو ایک دشمن پر لڑنے کے واسطے بھیجا تھا » اور « کو » کی طرح زائد بھی آیا ہے ، مثلاً « اپنی ہمت کے ذمے پر لازم جانے »

جن لفظوں کے آخر میں قاعدے کے مطابق صرف یاے مصدری کا اضافہ ہونا چاہیے ، ان میں کہیں کہیں «گی» کا اضافہ کیا ہے مثلاً : ہموارگی ، لاچارگی ، مہربانگی ، غمخوارگی ، نمک خوارگی -

بعض مفرد لفظ جن کے آخر میں الف ہے ، ان میں کہیں کہیں الف کے بعد واو کا اضافہ ہے جیسے : دریا اور امرا کو دریاؤ اور امراؤ بنا لیا گیا ہے «بلکہ دریاؤ اس تعمیر کو دیکھ کر جو جاتا ہے اور اس کی خوبیاں سمندر کو سناتا ہے»- «جسے بادشاہ سے لے کر امراؤ اور ان کے ملازم بولتے ہیں»

میر امن نے مؤنث اسم کے ساتھ ہر جگہ مؤنث مصدر استعمال کیا ہے ، مثلاً : رشوت لینی ، جگہ پیدا کرنی -

گنج خوبی میں جگہ جگہ ضرب الامثال کو صرف کیا گیا ہے ، بعض امثال مروجۂ حال امثال سے کچھ متغائر نظر آتی ہیں اور یہ بہ طورِ خاص توجہ طلب ہیں :

(۱) دور کے ڈھول سہاؤنے (۲) کیا پدری کیا پدری کا پلیو (۳) نہ تیر نہ کمان ناحق کا پٹھان (۴) میرے تلوے دیکھ کر اور کا منہ نہ دیکھے (۵) اکیلا اکیلا ہے اور دو آدمی کو کہتے ہیں ایک اور ایک گیارہ (٦) پانچ پنچ مل کیجے کاج ، ہارے کھاگے آوے نہ لاج (۷) مرد مرے نام کو ، نامرد مرے نان کو (۸) جیب کی کہوں یا تلوے کی -

میر امن نے متعدد لفظوں میں بعض قریب المخرج حروف میں ابدال روا رکھا ہے بلکہ صحیح معنی میں انھوں نے کچھ لفظوں میں محاورۂ عوام کی پوری طرح قبول کرلیا اور ان کو اسی طرح لکھا جس طرح وہ ,,عوام،، کی بول چال میں مستعمل تھے اور آج بھی وہ ,,عوام،، ہی سے مخصوص سمجھے جاتے ہیں . یہ اگرچہ گنتی کے چند لفظ ہیں لیکن ایک رجحان کی نمایندگی کرتے ہیں- مثلا انھوں نے تقریباً ہر جگہ مذاق کو مزاخ لکھا ہے اور قزّاق کی جگہ قزّاک - عصا بردار کے بجاے آسے بردار لکھا ہے- دھول کی بجاے دھور اور دیوار کے بجاے دوال استعمال کیے گئے ہیں . اردو اور ہندی دونوں

میں لفظ ریوڑ مستعمل ہے، انہوں نے ہر جگہ ایوڑ لکھا ہے۔ اسی طرح کب کی جگہ کد اور کبھو کی جگہ کدھو بے تکلف استعمال ہوئے ہیں (۱) "پر اثر اس کا مدت کے بعد کدھو نہ کدھو کُھلا چاہیے" (۲) "بیت اللہ کی طرف کد گئے تھے"۔

گنج خوبی میں بہ کثرت ایسے فعل ملتے ہیں جو فارسی افعال کا لفظی ترجمہ ہیں اور اردو محاورے میں میل نہیں کھاتے اور انکی وجہ سے عبارت میں اجنبیت سی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے جملوں کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ میرامن نے جگہ جگہ لفظ پر لفظ بٹھا دیا ہے کاوش نہیں کی۔ ان وجوہ سے گنج خوبی کی عبارت باغ و بہار کی شادابی کو نہ پا سکی، یہ تسلیم کہ دونوں کا موضوع مختلف ہے لیکن صاف معلوم ہوتا ہے کہ باغ و بہار کی عبارت پر زیادہ جلا کی گئی ہے اور گنج خوبی اس ریاضت سے محروم رہی ہے۔ ایسے کچھ افعال ملاحظہ ہوں:

(۱) سب آدمیوں کا حج قبول پڑا۔ (۲) اس کو خوب سیاست کروں اور تنبیہ دوں۔ (۳) اس پانی کا حق ہے کہ خاک پر بیٹا تھا۔ (۴) کمینی ذات والے کو پالنا اپنی آبرو بٹانی ہے (۵) تازیانہ عذاب کا مجھ پر کھینچتا تھا۔ (۶) اسی کو مار کر کباب کیجے۔ (۷) پر اس کی طبیعت میں تفاوت نہ کرسکے۔ (۸) بلکہ ان کو اپنا دوست پہچان۔ (۹) جو دعا مانگے مقرر جناب الٰہی میں قبول پڑے۔ (۱۰) بادشاہ کسو مہم کی اس سے مصلحت کر رہے تھے۔ (۱۱) حاتم کی جواں مردی نے تمام عرب کے ملکوں میں شور پکڑا۔ (۱۲) اس گناہ گار سے کنارہ پکڑے۔ (۱۳) میرا ادب کرنا اسے خوش آیا۔ (۱۴) اپنے تئیں جان بوجھ کر نیند میں ڈالو۔ (۱۵) اس نے گوش نہ کیا۔ (۱۶) اپنی نیت ظلم پر رکھی۔ (۱۷) اس عزیز کو یہ بات خوش آئی۔ دل میں کہا اور سوچ کیا۔ ۱۸ گناہ بخشنے کی خصلت پکڑ۔ (۱۹) بہت سے انعام دینے کا دعدہ دیا۔ (۲۰) جو دم درویش پرسی سے تو مارے۔ (۲۱) باغ کا دروازہ بند کر کے قفل مار دیتا ہوں۔ (۲۲) اپنی بیٹی کا نکاح اس خانہ زاد سے باندھ دیا۔ (۲۳) اکثر گناہ گاروں کی سزا شمشیر سے کرتا، (۲۴) یہ مناسب نہ جانا کہ رو بہ رو یہ بات اس کے منہ پر دھریں۔ (۲۵) تکیہ عزت اور رتبے کا اپنی پیٹھ کے پیچھے سے اٹھا ڈالو۔

اسی طرح ایسے افعال بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں جو پڑھنے والے کو فارسی افعال کا لفظی ترجمہ نہیں معلوم ہوتے لیکن بجائے خود اسی قدر اجنبی نظر آتے ہیں اور عبارت کو فصاحت اور شگفتگی سے عاری کردیتے ہیں۔ حقیقتہً یہ افعال بھی یا تو فارسی افعال کے ترجمے ہیں یا ذرا سے تغیر کے ساتھ صورت پذیر ہوئے ہیں، لیکن دونوں صورتوں میں فصاحت زبان ان سے مجروح ہو جاتی ہے، مثلاً: (۱) بادشاہ کے یہاں کیا مالگزاری کرتا ہے۔ ۲ جس روز بادشاہت کا چھتر اس کے سر پر پھیرا گیا۔ (۲) تمہاری بی بی نے کوئی یار پیدا کیا ہے۔ (۴) کسی نے خلیفہ معتصم کو عرضی کی۔ (۵) جو شخص کام کرنے میں غفلت اور سستی مچاوے۔ (۶) اس مرد نے سارے سوالوں کا جواب پورا اتارا۔ (۷) غیرت کی رو سے اس پر غضب ہو جاویں۔ (۸) ایک شخص نے کسو کا مکان بھاڑے لیا تھا۔ (۹) کتابیں فراست کے علم میں بنائی تھیں۔ (۱۰) ایک سال عضدالدولہ نے لشکر بہت سا لے کر اس کی ولایت کو عمل کر لیا۔ (۱۱) اس جگہ یہ رباعی بہت موقع اور بجا پڑی ہے۔ (۱۲) اور شور اس کی بخشش کا جہاں میں کھنڈا تھا۔ (۱۳) جب تک وہ قیدِ حیات میں ہے اور سخاوت میں ڈنکا مار رہا ہے۔ (۱۴) علی علیہ السلام کو جب خلافت ظاہری ہوئی۔ (۱۵) اور ضعیف اور زیر دستوں کو شفقت و رحمت سے لحاظ کرے۔ (۱۶) اور ڈھنڈھورا دیں۔ (۱۷) انگوٹھی بنا کر اس نگ کو اس پر سوار کر دے۔ (۱۸) جو کوئی عامل کہلاوے اور خدمت کماوے۔ (۱۹) روزمرہ کی بھلی بری خبریں جیسی کی تیسی لگاوے۔ (۲۰) دوستوں اور آشناؤں سے رعایت و مروت کرنے کی کوشش مچاوے۔ (۲۱) قیصر روم کو پیغام کیا۔ (۲۲) اس کی حرکت پسند نہ پڑے۔

میر امن نے افعال کی ان صورتوں کو بھی استعمال کیا ہے جو آج متروک ہیں: (۱) سپاہی اور سردار جو کہاوے (۲) کیوں میرا سر دُکھاوے ہے (۳) کنارے پر مسند کے بیٹھایا (۴) یقین جانا چاہیے (۵) اور مقبول کہاتا ہے (۶) ہر ایک مظلوم پناہ پاوے ہے (۷) ضرور خاک کا باز رکھے ہے (۸) سلام ہوجیو خدا کا ان پر (۹) احسان سے ہوہے وحشی بھی قید۔

اسی طرح پھولیں ہیں، جھومیں ہیں، آتیں ہیں، کرتیں ہیں، بھی استعمال ہوئے ہیں۔ افعال کی مندرجۂ بالا شکلیں التزاماً استعمال نہیں کی گئیں ہیں، جگہ جگہ موجودہ طریقۂ استعمال کے مطابق، کرتی ہیں، آتی ہیں، وغیرہ صورتیں بھی ملتی ہیں۔

کچھ اسم جمع ایسے ہیں جن کے ساتھ آج کل فعل ہمیشہ واحد لایا جاتا ہے، میر امن نے ایک دو جگہ اس سے مختلف صورت اختیار کی ہے مثلاً: «رعیت بھی اسی کام میں رغبت اور دلدہی کریں۔»

آج کل اظہارِ کثرت کے لیے مکرر الفاظ پر مشتمل مرکبات بغیر درمیانی حرف کے مستعمل ہیں، میر امن نے ایسے متعدد مرکبات میں حرف «بہ» شامل کردیا ہے، جیسے قِسم بہ قِسم، طرح بہ طرح، خوشی بہ خوشی، (۱) «اور خوشی بہ خوشی دعائیں دیتے چلے جاتے ہیں» (۲) «قسم بہ قسم کے کھانے» (۴) «طرح بہ طرح کی نعمتیں»۔

گنج خوبی میں شترگربگی عام ہے، مثلاً: «آپ بڑے بادشاہ ہیں، بہت سی عورتیں نکاح میں لاؤ جو ڈھیر سی اولاد تمہارے یہاں ہو»۔

میر امن کی عبارات نثر میں ایسے الفاظ خاصی تعداد میں ملتے ہیں جو آج کل متروک ہیں۔ باغ و بہار اور گنج خوبی کی عبارتوں میں بہت زیادہ فرق کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ باغ و بہار میں ایسے الفاظ نسبتاً کم ہیں مثلاً گنج خوبی کی یہ مثالیں لائقِ توجہ ہیں:

الفاظ کے آگے یاے زائد کا اضافہ کیا گیا ہے، جیسے (۱) خوشی، بجاے خوش: «مسندِ دولت پہ کب بیٹھے گا وہ ہوکر خوشی» (۲) خوشبوئی: «اس کی خوشبوئی سے دماغ بادشاہوں کا معطّر کیا» (۳) بدبوئی: «دروغ کی بدبوئی سے مغز اُن کا پراگندہ کرے۔»

بعض مرکبات جو اسم فاعل کے معنی دینے کے لیے کسی ایک لفظ کے اضافے کے محتاج ہیں، اُن کو اضافے کے بغیر اُس معنی میں استعمال کیا ہے۔ مثلاً: خوش بو، بمعنی خوشبودار اور بدبو بمعنی بدبودار: (۱) «وہ پانی سخت بے مزہ اور بد بو تھا» (۲) «اور مہک اس کی سے خوشبو ہے یہ دنیا کا چمن»

گنج خوبی سے متروکات کی چند اور مثالیں پیش کی جاتی ہیں: تو، کاف علّت کی جگہ اکثر آیا ہے، «وہ بزرگ اُٹھا تو نماز پڑھے» - اِتنا کے بجائے وتنا اور اِتنا ہی کی جگہ وتنا ہی کئی جگہ آیا ہے - سے، کی جگہ سیتی بھی مل جاتا ہے، مثلاً: «پیڑ جو ہووے بُرا وہ جڑ سیتی اُکھڑا بھلا» - ایک جگہ نظم میں اسم صفت سستی میں قدیم روش کے مطابق ی ن کا اضافہ کرلیا گیا ہے: «خوشی سے پھریں، چیزیں ہوں سستیاں» - تیں بمعنی تو (ضمیر واحد حاضر) قبیلہ، بمعنی بی بی - یتیم، بمعنی غلام - رنڈی، بمعنی عورت ڈنڈیوں، بمعنی سپاہیوں - واگر کا مخفّف ور، مثلاً: «ور ہے تو سچا سب غم سے چھوٹا» ایسے، کی جگہ ویسے، مثلاً: «کہ ویسے وقت میں کوئی ذکر حاتم کا کرنے لگا» - اصرار کرنے اور ضد کرنے کے مفہوم میں بجد ہونا، مثلاً: «بہت منت کرکے اور بجد ہوکر» - لفظ تئیں عام طور سے استعمال کیا گیا ہے، مثلاً: اپنے تئیں، میرے تئیں، اس کے تئیں - میرے پاس اور تیرے پاس کی جگہ مجھ پاس اور تجھ پاس - کسی کی جگہ بالعموم کسو لکھا گیا ہے اور کبھی کی جگہ کبھو -

نہیں، یاں اور واں کو، اشعار میں، قدما کے استعمال کے مطابق بہ ہائے مخلوط بھی نظم کیا گیا ہے اور اکثر - مثلاً (۱) خوبی اس میں نہیں جو ہووے خوب رو - (۲) مول زاری کا جو وہاں ہے سو کہاں -

کس نے کے بجائے، بالعموم کنے ملتا ہے، اور اس کی کے بجائے اس ہی کی - بجز کی جگہ چھٹ - مثلاً: چھٹ خدا کے جو ہے سب ہے برباد - جگہ کے بجائے جاگہ اور پروا کی جگہ پرواہ - اسی طرح بے پروائی کی جگہ بے پرواہی ملتا ہے - پھیر اور کیدھر (بہ اضافۂ یا) عام طور سے استعمال کیے گئے ہیں، پیدا بمعنی آمدنی، مثلاً: «کئی گلّے گھوڑوں اور اُونٹوں اور دُنبوں کے رکھتا ہے، اس کی پیدا سے ایسا کون سا کام کرے گا» - بزدلی کے معنی میں ڈرپوکنا، مثلاً: «علامت نامردی اور ڈرپوکنے کی» - میر شکار بمعنی صیّاد مثلاً: ,,وہ تیرا شکار اور تو اس کا میر شکار ٹھہرا،، - لفظ علاوہ کو مفرد استعمال کیا گیا ہے، مثلاً: ,,علاوہ، بادشاہ اپنے ملک میں ایسا ہے جیسے بدن

میں جان،،۔ اچھی طرح کی جگہ خوب طرح، مثلاً: ،،اپنے دل میں خوب طرح سوچ،،۔

میر امن کے بعض جملے غرابت آمیز ہیں. (۱) خدا سے تمھیں کیسی بنی۔ (۲) اس کا دام دے کر مجھے راضی کر۔ (۳) حکم محکم اور فرمان گاڑھا لایا ہے. (۴) وہ چتیرا اس کی شکل کو لکھ کر افلاطون کے پاس لے جاتا۔ (۵) فلانے فلانے کا دل آپ کی طرف سے برگشت ہو رہا ہے. (۶) لے گیا پر وہ بٹّا دولت کا۔

میر امن نے تصرّفات بھی کیے ہیں: خفگی کے قیاس پر، غضب سے غضبی بنالیا ہے. مثلاً: ،،خفگی اور غضبی اُن کی دل کی خوشی سے قبول کرے،،. یاد دہی بجائے یاد دہانی، مثلاً: «تم سے آگے کی ملاقات اور جان پہچان نہ تھی کہ از سرنو آشنائی یا یاد دہی کرتا،، بہتات کی جگہ بہتایت، اور تھپڑ کی جگہ تھپیڑا، مثلاً: «ایک زبردست کو تھپیڑا مارا،،.

میر امن نے زائد حروف کا استعمال بے تکلف کیا ہے، مثلاً: (۱) «بادشاہوں کی خدمت کو از جملہ محالات سے گننا چاہیے» (۲) «اس کام کو جو اس کے ذمے میں سپرد ہے»۔

میر امن کی تحریر کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ عام ہندی الفاظ کو سلیقے کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور کبھی ان سے ایسے مصادر بنالیتے ہیں جن میں نئے پن کی چمک پیدا ہوجاتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) چاروں طرف سے بادل گھمنڈ آیا۔ (۲) اس نے دہائی تہائی مچائی۔ (۳) بعد ایک دم کے سرت میں آیا۔ (۴) رعیت جوت میں داچلی نہیں کرتی۔ (۵) اور اس کا جس گاوے۔ (۶) اس پر سے پاروار آنا جانا آسان ہو۔ (۷) اجل کے مگر مچھ نے منہ پسارا۔ (۸) جو کوئی نکبیا کر بولے۔ (۹) مناسب ملاقات کے سمجھتا تو بلاتا، نہیں تو وہیں سے بدا کراتا۔ (۱۰) نہایت کوہتّا با نہیں ہونے لگی۔ (۱۱) چپکے چپکے آپس میں نہ بتیائیں۔ (۱۲) اور بِروے بیٹھاتا تھا۔ (۱۳) ان ناوؤں کی تلی ماردو۔ (۱۴) آپ مارے شرم کے تھوڑا تھوڑا ہوا جاتا

تھا۔ (۱۵) جتنی خلقت موجود تھی، حیران و بھچک ہو رہی تھی۔ (۱۶) میں تازے انگور کو نہایت چاہ کر کھاتا ہوں۔ (۱۷) اوروں نے جو بوئے تھے، ہمارے کام آئے، ہم جو بیٹھاتے ہیں، اوروں کے نیگ لگیں گے۔ (۱۸) بے لم رہنا مشکل نظار آتا ہے۔ (۱۹) اچھی اچھی باتوں کی چونپ دلاوے۔ (۲۰) پھر کاہلی پڑا۔ (بیمار پڑا)۔

اس کے برعکس میر امن کی تحریر میں ایسے ہندی الفاظ بھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں جن کا آج اردو میں چلن نہیں۔ یہ لفظ ان مقامات پر آئے ہیں جہاں عربی فارسی کے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً:
تھیوا، جوتکھی، ڈبرا، بت، بھاتی، کنکوت، چونپ، ٹارا، اچل، جوگا، چتیرا، سرت، کنونڈا، منہے، کھاتی، منگری، بہبھی، الوپ، سرس، دونگ، بھینٹا، کاٹھرا، اپڈر، چارے، بروے، پھاند، سومپنا، ٹھیکیاں، سوڑا موڑی، بیل بیہن، پڑتی، ستھراپا، سرے پاو، نمہا، پال پرتل، جھونرے بھونرے، جھجھتا، بندی وان، ندھڑک، سنمکھ، پین۔

میر امن کے یہاں ایک ہندی اور ایک غیر ہندی لفظ پر مشتمل مرکبات اور دو ہندی الفاظ سے مرکب ترکیبیں خاصی تعداد میں ملتی ہیں۔ مثلاً:
دلچل، دلچلی، بے بناوٹ، لچ فارسی، بے پیچ و رکاو، بے لگاو دریا، تلوار و نیزہ، نشان و چھتر، بھلہ بردار، دودلا، آرام و چین، بھس تکیے، بنڈت خانہ، بھٹیاری سرا، بت باھرا، بت بنا، لکھ لٹ، تھیلی مار، (ٹھگ) ان گنتی، بخت بلی، بانو بلی، من چلی، خوش گپ، بے سدھ، خوش ڈول، ھت چل، غرضو آدمی، روھت گرا، منہ لگوا، دکھ دہندے۔

گنج خوبی میں فارسی ترکیبیں کم استعمال ہوئی ہیں، لیکن جو ہیں وہ بری نہیں۔ مثلاً: ہردم خیالی، خلاف وعدگی، کم محنتی، پیش نمازی۔

میر امن نے ذیل کے الفاظ کو مونث استعمال کیا ہے:
غور، لغت، فکر، دینار، آش، آئین، تپ، خم، سانس، جنیو۔
اور مندرجہ ذیل کو مذکر:
التماس، درود، توجہ، لاف، دستخط۔

میر امن نے بہت سے الفاظ کو مع ضبط حرکات لکھا ہے، یہ اس مخطوطے کا سب سے اہم پہلو ہے۔ اس سے نہ صرف میر امن کا تلفظ ظاہر ہوجاتا ہے

بلکه اس عہد کے تلفظ کی بھی ایک حد تک نشان‌دہی ہوجاتی ہے۔ ان میں کئی لفظ ایسے ہیں جو بہ لحاظِ لغت دو طرح صحیح ہیں۔ مثلاً: زبان، یہ بہ فتح اول بھی درست ہے اور بہ ضم اول بھی۔ میر امن نے ہر جگہ ز پر پیش لگایا ہے۔ اس لیے میر امن کی تحریروں میں اسے بہ ضم اول ہی پڑھنا درست ہوگا۔

عربی و فارسی کے ایسے سہ حرفی لفظ جن کا درمیانی حروف ساکن ہے، ان میں سے بعض لفظ ہماری بول چال میں بہ فتح دوم مستعمل ہیں۔ میر امن نے کئی جگہ نظم میں ایسے الفاظ کو بہ فتح دوم ہی استعمال کیا ہے اور بعض جگہ نثر میں ایسے الفاظ کے دوسرے حرف پر زبر لگا دیا ہے۔ ذیل میں ان الفاظ کی فہرست پیش کی جاتی ہے جن پر میر امن نے بطور خاص اعراب لگائے ہیں:

زُبان، سِجدہ، بہادُر، قِطعہ، معامِلات، سِر، قِلعہ، سِمت، صاحِب، مُقام (بمعنی مرتبہ) نبُوّت، عالِمیاں، قدَردانی، کِشتی، وارِدات، ضُرور، آپس، صِفتیں، رِوایت، جِہد، طَمَع، چِھپنا، ہِرنی، کسَب، بِچھُونا، مانِند، پہِنوائی، تِشنہ، جاں فشانی، پایمال، مُہار، اِعرابی، گِرانی، وِزارت، خاوِند، روشناسی، نَفع، سَطَر، سِلاح، قِناعت، باہِر، قَدردانی، رِزالت، عِجز، اِصفہان، کیفیّت، نیّت مبالِغہ لوازِمہ۔

گنج خوبی اخلاق کی کتاب ہے، اسلامی اخلاق اپنی ترقی یافتہ شکل میں بہت سے عناصر کا مجموعہ ہے، اس میں ظہور اسلام سے قبل کی عربی روایتیں شامل ہیں، اس پر ایران، ہندوستان اور یونان کے فلسفوں کا نقش ہے، اس کی رگ وپے میں قرآن مجید، احادیث نبوی (ص) اور صحابہ (رضا) کی سیرت کا اثر ہے۔ تصوف کی تحریک نے اس کو ایک نیا رنگ و آہنگ بخش دیا ہے۔ غرض اس کے عناصر ترکیبی مختلف اخلاقی نظاموں سے حاصل کیے گئے ہیں۔ یہ مختلف عناصر ایک ہی جگہ ملتے ہیں، ان میں کوئی آویزش و پیکار نہیں ہے۔ مثلاً اسلام سے پہلے عربوں کی قبائلی زندگی تھی، ان کے قبائلی رسم و رواج تھے۔ اسلام نے اِس اخلاق کو بالکل ختم نہیں کیا، اس کے صحت مند عناصر کو باقی رکھا، بلکہ بعض اقدار کو مزید ترقی دی۔ مثلاً شجاعت، حلم، مہمان نوازی، جن کی بنیاد قطعی نا مذہبی ہے۔ اس میں

شک نہیں کہ رسول اکرم (ص) کی تعلیمات نے اخلاقی اقدار میں زبردست تبدیلی پیدا کی اور اخلاق کا سر چشمہ قرآن و حدیث بن گئیں، جس میں سب سے زیادہ زور خوفِ خدا اور روز جزا پر تھا۔ نویں صدی عیسوی میں اخلاق کی ساری بنیاد حدیث پر قایم ہوگئی، لیکن اسلام کے پھیلنے سے ایرانی، یونانی اور عیسائی اثرات بھی نفوذ کرنے لگے۔ تصوف نے عقل پرستی کے خلاف اور خلوت گزینی کی تائید میں آواز اٹھائی۔ اس کی بدولت فقرو فاقہ، غنا و توکل، جود وسخا اور صبر وحیا، زندگی کی اہم قدریں بن گئیں۔ ایران کے اثر سے اسلام کی حیثیت ایک ریاستی مذہب کی بن گئی اور مذہب و حکومت میں چولی دامن کا ساتھ ہوگیا۔ کہیں تو ملک و دین ہم آمیز ہوگئے اور بادشاہ کی حیثیت ظل اللہ کی ہوگئی۔ لیکن غزالی نے احیــاءالعلوم اور نصیحۃالملوک کے ذریعے اس نظریے کی تردید کی اور اخلاق کی بنیاد، دوبارہ تصوف، حق گوئی اور آزادی پر قایم کی۔

امام غزالی نے مختلف اخلاقی نظاموں کی کثرت میں اسلامی وحدت پیدا کی ہے اور ان کے صحت مند عناصر کو اسلام کے اخلاق میں سمویا ہے۔ طوسی، دوانی، اور ملا حسین واعظ کاشفی اس کوشش کو ادب کے پیمانے میں ظاہر کرتے ہیں۔ جب غزالی نے احیاءالعلوم کو فارسی میں منتقل کیا اور کیمیاے سعادت لکھی، تو فارسی زبان میں کثرت سے اخلاقی کتابیں لکھی جانے لگیں۔ جن میں اخلاقِ ناصری، اخلاق جلالی اور اخلاق محسنی خاص طور پر مشہور ہیں۔ ان کی شہرت کا دارومدار اسلوب بیان پر نہیں ہے اگرچہ وہ اسلوب سے عاری بھی نہیں ہیں۔ روسو کے معاہدۂ عمرانی، پین (Paine) کی عقل سلیم اور مارکس کی تحریروں نے یورپ، امریکہ بلکہ پوری دنیا کو متاثر کیا ہے، لیکن اپنے طرز نگارش سے نہیں، اپنے خیالات سے۔ میر امن نے ملا حسین واعظ کاشفی کے خیالات کو، جن کے پیچھے اخلاق کے ارتقا کی کہانی ہے، اردوے معلی کی زبان میں «بے پیچ ورکاؤ» پیش کیا ہے اور اس خوبی سے کہ اس موضوع پر اردو کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

مخطوطے کا تعارف :

گنج خوبی کا یہ مخطوطہ جو میر امن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور جس پر ہمارا متن مبنی ہے، رائل ایشیاٹک سوسائٹی [لندن] کے کتاب خانے کی زینت ہے۔ اصل کتاب سے پہلے تین مزید اوراق ہیں۔ پہلے ورق کے صفحۂ اول پر مخطوطے کا نمبر Old Mss. n. 79. درج ہے۔ دوسرے ورق کے پہلے صفحے کی پیشانی پر ,,۱،، لکھ کر، دوسری سطر میں یہ عبارت لکھی گئی ہے : «کتاب گنج خوبی من تصنیف میر امن» یہ عبارت میر امن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ لفظ خوبی کی ب کے نیچے تین نقطے لگے ہوئے ہیں اور یاے معروف کے بجاے، یاے مجہول لکھی ہوئی ہے(خوبے)۔ جو بہ ظاہر سہو قلم ہے۔ اس کے نیچے یہ عبارت ہے :

Ganj-i-Khubi-Translation of the Persian
Akhlaq-i-**Muhsani** by Mir Amman.

تیسرے ورق کے پہلے صفحے پر بائیں طرف پیشانی پر رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کی ایک مہر ثبت ہے جس کی عبارت یہ ہے :

Presented to the Royal Asiatic Society by

اور اس کے آگے John Romer Esqr لکھاہوا ہے۔ اس سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ جان رومر کا عطیہ ہے۔ اس کے نیچے لکیر کھینچ کر، درج ذیل عبارت لکھی گئی ہے، یہ سوسائٹی کے کسی کارکن کی تحریر ہے :

Ganj-i-Khoobee-A Translation from the Persian of the Ukhlaq-i-Moohsinee
by Meer,Umman Lootf.

اس کے نیچے جان رومر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ عبارت ہے :

Hindoostanee Moonshee in the College of the Fort William attached to me
in 1802-3-4 JR.

اس عبارت کے نیچے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی دوسری مہر ہے، لیکن نسبةً غیر واضح —— جس صفحے سے کتاب شروع ہوتی ہے اس کی پیشانی پر تین مہریں ثبت ہیں، ان میں سے ایک تو اس قدر سیاہی زدہ ہے کہ پڑھنے میں نہیں آتی، باقی دونوں مہریں جان رومر کی ہیں جس کا نام صاف پڑھنے میں آتا ہے، یہ در اصل ایک ہی مہر ہے جس کو دوبار لگادیا گیا ہے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ مہر ہندی میں ہے اور ہندی کے

ہندسوں میں سنہ ۱۸۰۴ع منقوش ہے ، اسی صفحے کے داہنی طرف جان رومر کے دستخط ہیں جو صاف صاف پڑھے جاتے ہیں۔

مخطوطے کے آخری صفحے پر ذیل کی انگریزی عبارت درج ہے ، جس سے قطعیت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ میر امن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ، یہ تحریر جان رومر کے قلم کی ہے ، اس کے نیچے اس کے دستخط موجود ہیں :

This copy of the Ganj-i-khubi is in Meer Umman's own handwriting transcribed for me from the original which he submitted to the College of Fort William and received the reward of Five (Four?) hundred rupees.

J. R.

ہم نے اس آخری صفحے کا اور مخطوطے کے پہلے صفحے کا عکس اپنے اس مطبوعہ نسخے میں شامل کردیا ہے۔

مخطوطے کی خصوصیات :

گل کرسٹ نے املا اور رموز اوقاف کے کچھ قاعدے منضبط کیے تھے اور کالج کی مرتب کرائی ہوئی کتابوں میں ان کی پابندی کی جاتی تھی ، اس مخطوطے میں بھی ان کو بڑی حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے۔

رموز اوقاف :

۱ ۔ واو اور ی ما قبل مفتوح پر علامت (^) لگائی گئی ہے ، جیسے پیغمبر ، اوصاف ، اور ، ہیں۔

۲ ۔ واو ما قبل مضموم مجہول پر نشان (ٗ) بنایا گیا ہے جیسے : کوٗ جوٗ ، دوٗ عالم ، بچھوٗنا۔

۳ ۔ ی ما قبل مکسور مجہول کے لیے بھی یہی علامت اختیار کی گئی ہے مثلاً : بھیجا ، میں۔

۴ ۔ جملہ جہاں ختم ہوتا ہے وہاں تین نقطے (∴) لگائے گئے ہیں۔

املا :

۵ ۔ یاے ما قبل مفتوح اگر لفظ کے آخر میں آئی ہے تو اُسے عموماً نصف لکھا گیا ہے ، اس صورت سے : ہی ، می۔

۶ ۔ مشدد حروف پر اکثر تشدید لگائی گئی ہے۔

۷ - ھ اور ہ اور یاے معروف و مجہول کا امتیاز بھی اکثر ملحوظ رکھا گیا ہے -

۸ - ایک عجیب بات یہ ہے کہ بہت سے الفاظ کا املا مختلف جگہ مختلف ملتا ہے، مثلاً پانو، پاؤں، تعالا، تعالی، خشنودی، خوشنودی، مینے، میں نے، دسخط، دستخط -

اعراب :

ایک خاص بات یہ ہے کہ بہت سے الفاظ پر زبر زیر لگائے گئے ہیں - یہ پہلو اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ اس طرح ہم کچھ اہم الفاظ کا وہ تلفظ معلوم کرسکتے ہیں جو اس زمانے میں رائج تھا، یا خود میر امن کا پسندیدہ تھا - ایک بات یہ بھی ہے کہ جو لفظ دو طرح بولے جاتے ہیں، اور دونوں طرح صحیح بھی ہیں، اس کتاب ہی میں نہیں، میر امن کی دوسری کتاب باغ و بہار میں بھی ان کی قراءت اسی طرح صحیح ہوگی اور اس کے علم کا اس مخطوطے کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں - اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ضبطِ حرکات کا التزام نہیں کیا گیا ہے، بہت سے اہم لفظ اس سے عاری ہیں اور بہت سے غیر ضروری الفاظ اس سے مزین ہیں - اس سلسلے میں غالباً انگریز طلبہ کی سہولت کو مد نظر رکھا گیا ہے - یہ مخطوطہ نہایت صاف اور پختہ نستعلیق میں لکھا ہوا ہے اور جیسا کہ جان رومر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے، میر امن نے یہ نقل اسی کے لیے تیار کی تھی -

مطبوعہ نسخہ :

موجودہ معلومات کے مطابق گنج خوبی (اردو رسم خط میں) پہلی بار سنہ ۱۸۴۶ع میں کلکتے کے مطبع احمدی میں چھپی تھی اور نستعلیق ٹائپ کے ۴۶۴ صفحات پر مشتمل ہے، آخر میں فہرستِ ابواب شامل کی گئی ہے، جس سے مخطوطہ خالی ہے - اس میں ان رموز اوقاف کی پابندی کی گئی ہے جن کا مخطوطے کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے، اور ڈ، ٹ، ڑ، کے لیے مخطوطے کی طرح د، ت، ر، پر ایک چھوٹی سی لکیر ملتی ہے، اس کے سر ورق کی عبارت یہ ہے :

« ھوالاول، کتابِ سعادت انتساب گنج خوبی، اخلاق محسنی کا ترجمہ کیا ہوا میر امن دلّی والے کا، زبدۂ نوئینانِ عظیم‌الشان، مشیرِ خاص حضور فیض معمور ملکہ قمر درجۂ بارگاہِ انگلستان، اشرف‌الامرا نواب گورنر جنرل

سر ہنری ہارڈنگ بہادر دام اقبالہ کے عہد حکومت میں اور جناب معلی القاب خوش خلقی و خوبی کے گنج، علم و فضل کے گھر سنج، کپتان جارج ترنبل مارشل صاحب دامت حشمتہ سکریٹری فورٹ ولیم کے وقت میں، اہتمام سے بندۂ عاصی پر معاصی غلام حیدر، ساکن ہوگلی کے، شہر کلکتہ کے درمیان، مطبع احمدی میں جناب حاجی سید عبداللہ صاحب کے سنہ ۱۲۶۲ھ میں مطابق سنہ ۱۸۴۶ع کے چھاپی گئی۔ شعر

میں اس کو پری نثر کہوں یا صنم ہند
ہے جس کی سہیلی گویا انوار سہیلی»

خاتمے کی عبارت یہ ہے:

«هوالآخر۔ شکر خدا کا کہ کتابِ سعادت انتساب گنج خوبی، اخلاق محسنی کا ترجمہ، کیا ہوا میر امن دلی والے کا، اہتمام سے خاکسار گنہگار غلام حیدر ساکن ہوگلی کے، دارالحکومت شہر کلکتے کے درمیان، احمدی چھاپے خانے میں جناب حاجی سید عبداللہ صاحب کے، سنہ ۱۲۶۲ھ میں موافق سنہ ۱۸۴۶ع کے، بخوبی تمام قواعد اردو کی رعایت کے ساتھ، چھاپی گئی تا کہ اردو آموز زبان اردو بہ آسانی سیکھیں اور جو کوئی اس کتاب کو عاصی غلام حیدر کی مہر سے خالی پاوے، خریدنے کا قصد نہ کرے بلکہ اگر اس بیچنے والے کو پکڑ کر اس عاصی کے پاس لاوے گا تو لانے والا ایک کتاب انعام پاوے گا۔»

اصول ترتیب:

ہم نے اپنے متن کی بنیاد میر امن کے اس خطی نسخے پر رکھی ہے جس کی اہمیت کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ مطبوعہ نسخے اور اس مخطوطے میں خاصے اختلافات ہیں۔ ان مقامات پر بالعموم مخطوطے کو ترجیح دی گئی ہے اور اختلاف کو حاشیے میں ظاہر کردیا گیا ہے۔ معدودے چند مقامات پر اس اصول سے انحراف کیا گیا ہے اور اس کی صراحت مع وجہِ ترجیح حاشیے میں کردی گئی ہے۔ مطبوعہ نسخے میں بعض مقامات پر کچھ ایسے الفاظ، جملے یا عبارتیں ملتی ہیں جن سے مخطوط خالی ہے، ان کو متن میں شامل نہیں کیا گیا، البتہ حاشیے میں درج کردیا گیا ہے۔

میر امن نے اکثر مشدد حروف پر تشدید لگائی ہے، اس بنا پر ہم نے تشدید لگانے کا انتظام کیا ہے - یہی صورت اضافت کے زیر کی ہے۔ اگر کسی جگہ یہ موجود نہ ہوں تو اس کمی کو طباعت کی غلطی سمجھا جائے۔

ہماری خواہش تھی کہ جن الفاظ پر میر امن نے اعراب لگائے ہیں، ان کو اسی طرح مع ضبطِ حرکات لکھا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ ٹائپ کی بعض ناگزیر دقتوں کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کیا جاسکا۔ اس کمی کو اس طرح پورا کیا گیا ہے کہ ایسے اہم الفاظ کی فہرست پیش کردی گئی ہے۔ حواشی میں مخ اور مط بہ طور مخففات آئے ہیں۔ مخ سے مراد مذکورہ خطی نسخہ ہے اور مط سے مطبوعہ نسخہ مراد ہے جو سنہ ۱۸۴۶ع میں کلکتے کے احمدی پریس میں چھپا تھا۔

املا:

مخطوطے میں متعدد الفاظ کا املا مختلف ملتا ہے، یہ واقعی تعجب کی بات ہے کے ایک مصنف ایک ہی لفظ کو ایک جگہ ایک طرح لکھتا ہے اور دوسری جگہ دوسری طرح — ذیل میں ایسے اہم اختلافات کی نشان دہی کی جاتی ہے:

۱۔ جن لفظوں کے آخر میں الف مقصورہ بہ صورت یٰ ہے، وہ کہیں الف سے لکھے گئے ہیں، کہیں یٰ سے۔ جیسے: اعلیٰ، اعلا۔عقبیٰ، عقبا، تعالیٰ، تعالا۔ متن میں ان الفاظ کو اسی طرح لکھا گیا ہے، جس طرح مخطوطے میں وہ مختلف مقامات پر لکھے ہوئے ہیں۔ اس اختلاف املا سے اس بات کا بہ خوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے الفاظ کو آج کل الف سے لکھنے پر جو زور دیا جاتا ہے یہ خیال اب سے بہت پہلے عملی صورت اختیار کر چکا تھا۔

(۲) درجِ ذیل الفاظ میں اختلافِ املا خاص طور سے قابلِ ذکر ہے، ان میں زیادہ لفظ ایسے ہیں جن میں کہیں ھاے مخلوط کا اضافہ کیا گیا ہے، یا ں کا، اور کہیں نہیں:

ٹھٹّھا، ٹھٹّا۔ جھوٹھ، جھوٹ۔ ھاتھ، ھات۔ پھینکا، پھیکا۔ (میٹھا کی ضد)۔ دسخط، دستخط۔ جونہیں، جوہیں۔ مینے، میں نے۔ (مینے اکثر، میں نے کمتر) خوشنودی، خشنودی۔ ان لفظوں کو ہر جگہ اسی طرح لکھا گیا ہے جس

طرح وہ مخطوطے میں لکھے ہوئے ہیں۔

(۳) لیے، کیجیے، زیبایش، جیسے لفظوں میں کہیں ہمزہ ہے اور کہیں نہیں۔ یعنی کہیں «لیے» لکھا ہوا ہے اور کہیں «لئے»۔ صحت املا کے مروجۂ حال قواعد کی رعایت کے لحاظ سے ان کو بغیر ہمزہ لکھا گیا ہے، یعنی: لیجیے، دیجیے، لیے، آسایش، دیے، پیے۔ اگر ایسے لفظوں میں کہیں ہمزہ ہو تو اسے طباعت کی غلطی سمجھا جائے

(۴) مخطوطے میں مرکب لفظ کہیں ملا کر لکھے گئے ہیں، کہیں علاحدہ۔ جیسے ایکبار، ایک بار، انکے، ان کے۔ ہم نے ہر جگہ ایسے مرکبات کو علاحدہ علاحدہ لکھا ہے۔ مخطوطے میں نون نفی ہر جگہ افعال میں ملا کر لکھا گیا ہے، جیسے: نہوا، نکیا، ندیا۔ ہم نے اس کو بھی علاحدہ لکھا ہے: نہ ہوا، نہ دیا، نہ کیا۔

(۵) جن لفظوں کے آخر میں ہ ہے اور محرّف ہونے کی صورت میں ان کو ے سے لکھنا چاہیے، مخطوطے میں یہ دونوں طرح ملتے ہیں۔ مثلاً: کعبہ میں، کعبے میں۔ ہم نے ہر جگہ آخرالذّکر صورت کو اختیار کیا ہے

(۹) جن لفظوں کے آخر میں اصلاً واو ساکن ہے، ان کو مخطوطے میں دو طرح لکھا گیا ہے: مثلاً: گانو، گانوں، ۔ پانو، پاؤں، ۔ گھاو، گھاؤ، ۔ ناو، ناؤ، ۔ چھانو، چھاؤں، — ان دونوں صورتوں میں ہم نے اس صورت کو ترجیح دی ہے جو موجودہ اصول املا کے مطابق ہے، مثلاً: پانو، گانو، چھانو، ناو، گھاو،

(۷) اسی طرح ہندی کے وہ لفظ جن کے آخر میں اصلاً الف آنا چاہیے، مخطوطے میں کہیں الف سے لکھے گئے ہیں کہیں ہ سے مثلاً: بھروسہ، بھروسا۔ ہم نے ایسے الفاظ میں دوسری شکل کو ترجیح دی ہے، مثلاً: بھروسا، پتا، پتّا، ڈبّا۔

(۸) جن مصادر میں دو ن ایک ساتھ آئے ہیں، وہ مخطوطے میں بالعموم بہ نونِ مشدّد لکھے گئے ہیں، جیسے: بنّا، سنّا۔ اسی طرح بعض اور لفظوں میں بھی یہی صورت نظر آتی ہے، مثلاً: کن نے کو کنّے لکھا گیا ہے۔ ہم نے ان الفاظ کا یہی املا بر قرار رکھا ہے۔

(۹) مخطوطے میں ڈ ، ٹ ، ڑ ، کے لیے طؔ کے بجاے تؔ ، دؔ ، رؔ ، پر ایک چھوٹی سی لکیر کھینچ دی گئی ہے : بگرؔ (بگڑ) دَر (ڈر) اَر (اڑ) مرہٹؔے (مرہٹے) ہم نے مروجہ صورت کو اختیار کیا ہے۔

(۱۰) ذیل میں مخطوطے کے وہ الفاظ درج کیے جاتے ہیں جو بہ لحاظِ املا قابل ذکر ہیں۔ ہم نے ان الفاظ کو متن میں اسی طرح برقرار رکھا ہے جس طرح وہ مخطوطے میں ہیں :

علاحدہ ، اندیشمند ، سامھنے ، (سامنے)، کیدھر ، سنّا ، (سننا) ، بنّا ، (بننا) ، شبہ ، تھانبنا ، (تھامنا) ، لنبا ، (لمبا) ، گِھوں ، چینوٹا ، لوں ، (لو) ، ما ، (ماں) ، دونو ، (دونوں) ، پرواہ ، بے پرواہی ، ڈھہنا ، اٹھارھواں ، اٹھتیسواں ، مجہر ، مجکو ، مجمیں ، مجسے ، کونواں ، کوئیں ، کہاں ، پودھا ، کانسہ ، جست جو ، مصالح ، ہتکڑی ، پایمال ، لایق ، مضایقہ ، روپے ، پچتاوا ، تیش (طیش) ، سیکڑوں ، کیونکے ، اچنبھا ، پایداری ، دھوکھا ، اسماعیل ، بیٹھے بیٹھائے ، زرہ بکتر ، بانسلی (بانسری) ، ذرا ، بونٹا (بوٹا) ، شمیانہ (شامیانہ) ، وحدانیّت ، انسانیّت ، خاصیّت ، دلّی ، گلکرسٹ ، جھنجلایا ، رہڑو ، بیپاری ، آدھوں آدھ ، ہٹھیلا ، اژدہام۔

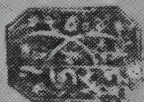
(۱۱) کچھ الفاظ میں اختلاف املا سہو قلم کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے مثلاً اللہ و اکبر ، ایزا ، پرشش ، کیونکہ دوسرے مقامات پر ایذا اور پرسش موجود ہے۔ ہم نے ان لفظوں کو صحّت کے ساتھ لکھا ہے۔

گنج خوبی کی تیاری اور طباعت میں جناب رشید حسن خاں مددگار شعبۂ اُردو ، مسز ڈیوس لائبریرین رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ، اور جناب سید شہاب‌الدین دسنوی مہتمم ادبی پبلشرس بمبئی نے بڑی مدد کی ہے اور میں ان حضرات کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

Mornington



بسم اللہ الرحمن الرحیم



مخلوق کی کیا مجال جو خالق کے اخلاق اور اوصاف بیان میں لاوے ایک سر مو شکر اسکے
اگر تمام عالم کے ہونٹوں کو زبان بناوے انسان کو واجب ہے کہ اپنی خلقت کو نظر تامل سے دیکھے
اور سجدے شکر کے بجا لاوے کہ خلاق دو عالم نے اسے اشرف المخلوقات خلق کیا اور
انبیا خلیق پیغمبر ہدایت کے لیے بھیجا کہ حسن خلق میں بے بدل ہے چنانچہ خلق محمدی ضرب المثل
ہے اور درود بر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور انکی آل خاص اور اصحاب با اخلاص
پر بعد حمد و نعت کے بعد لازم ہے کہ صاحب ملک اور حاکم وقت یعنی اشرف الامرا
ولزلی مارکوئیس گورنر جنرل لارڈ مارننگٹن بہادر کا وصف جو کچھ زبان یاری کرسکے کہوں جنکے عمل
میں آرام اور چین سے زندگی بسر ہوتی ہے اور انکے دامن دولت کے سایہ میں کسو
کو گرم ہوا نہیں لگتی جب خدا نے اپنے بندوں کو نہایت حیران و پریشان دیکھا رحم کھا کر کسو
کو وا

تاریخ گنج خوبی

گنج خوبی جب کیا میں نے تمام — تب کہا دل سے کہ کر میری مدد — گنج خوبی لطف سے مشہور ہے

کہی اک تاریخ ہجری بے نقط جو در — وہ لگا کہنے بہ شادی و سرور — لیکر بد کو لو اس صبح سے دور

میر امن لطف

The author's handwriting

This Copy of the Gunj-e-khoobee is in Meer Ummun's own hand writing. Transcribed for me from the original which belonged to the College of F. W. and received the reward of five hundred Rs.

M. H. 1219 A.D. 1804

[illegible] sheets

[illegible]	20
[illegible]	50
[illegible]	3
[illegible]	100
[illegible]	6
[illegible]	2
[illegible]	4
[illegible]	30
[illegible]	9
[illegible]	80
[illegible]	60
[illegible]	10
[illegible]	10
[illegible]	70
[illegible]	40
[illegible]	6
[illegible]	200
[illegible]	5
[illegible]	10
	1237
[illegible]	2
[illegible]	4
[illegible]	20
[illegible]	6
	32
	1289

بسمِ اللهِ الرّحمٰنِ الرّحیم

مخلوق کی کیا مجال[1]، جو خالق کے اَخلاق اور اَوصاف بیان میں لاوے۔ ایک سَرِ مُو نہ کہہ سکے، اگر بدن کے رونیں رونیں کو زُبان بناوے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنی خِلقت کو نظرِ تاَمّل سے دیکھے اور سجدے شُکر کے بجالاوے کہ خَلّاقِ دو عالم نے اُسے اَشرَفُ المَخلُوقات خلق کیا اور ایسا خلیق پیغمبر ہدایت کے لیے بھیجا کہ حُسنِ خُلق[2] میں بے بَدَل ہے، چنانچہ خُلق مُحمّدی ضربُ المَثَل ہے۔ اور درود، رسولِ مقبول صلی اللہ عَلَیہِ وآلہ وسلّم پر اور اُن کی آلِ خاص اور اَصحابِ با اِخلاص پر بھیج کر، حمد و نعت کے بعد لازم ہے کہ صاحبِ مُلک اور حاکمِ وقت یعنی اَشرفُ الاشراف ولزلی مارکویس گورنر جنرل[3] لارڈ مارنگٹن بہادُر کا وصف، جو کچھ زُبان یاری کر سکے، کہوں۔ جن کے عمل میں آرام اور چَین سے زندگی بسر ہوتی ہے، اور اُن کے دامنِ دولت کے سایے میں، کسوکو گرم ہوا نہیں لگتی۔

جب خدا نے اپنے بندوں کو نہایت حیران و پریشاں دیکھا، رحم کھاکر، کسو سردارِ عمدہ، صاحبِ تدبیر، عالی دماغ، دِلچَل کے سپرد کرنے کو چاہا، تب حِکمتِ الٰہی نے بادشاہ انگلستان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اپنے مُعتَمَد اور مُقرّب اور صلاح کار، صاحبِ شمشیر و قلم کو، قائم مَقام حکمِ سلطنت کے سمجھ کر، واسطے آبادی اور خبر گیری ملک کے اور قدر دانی اور فیض رسانی ہندوستان کے رئیسوں کے (جن کی حالت بادشاہت کے بگڑنے سے بگڑ گئی ہے) مُتَعَیّن فرمایا۔ چنانچہ جس روز سے اِس مُملکت میں تشریف لائے، بڑے بڑے کام سر انجام پائے۔ رات دن جاہ و جلال جِلَو میں حاضر ہے، اور مُلک گیری کا عزم تمام مُلکِ میں ظاہر ہے۔ بیت:

---

۱ مط: بساط۔ ۲ مط: کہ وہ حسن خلق میں۔ ۳ مخ: لاڈ

جو دُھن ملک گیری کی ٹک دل میں آئی ٭ جدھر فوج بھیجی، اُدھر فتح پائی

مرہٹے، جو عالمگیر پادشاہ کے بعد، عالمگیر ہوکر، ہندوستان میں چھا گئے تھے، سو[1] حضور کی فوجِ دریا موج کے سامھنے مرہٹے اور کائی سے پھٹ گئے[2]۔ قطعہ:

وہ اقبال ہیں تیرے جن کے حضور ٭ جو رستم بھی آوے تو ڈر کر ہٹے

پھر اوروں کا مذکور کیا[3] اے امیر ٭ اگر مرہٹے مرہٹے مرہٹے

اور عین مقابلے کے وقت کا یہ قطعہ لطف کا ہے، قطعہ:

پلٹنیں اور توپیں جب سنمکھ ہوئیں ٭ مرہٹے، ہیبت کے مارے مُڑ گئے

فیر سُنتے ہی فِرَر[4] ہو چلے ٭ چھوٹی جب بندوق، کوّے اُڑ گئے

اور صاحبانِ عالی شان جو ارکان سلطنت کے ہیں، اُن کے حق میں مُعاملاتِ ملکی کے سمجھنے بوجھنے کے لیے یہ غور فرمائی کہ جلد خبردار اور واقف کار ہوکر، کارروائی عدالت اور تحصیل کی کریں۔ لہذا بِنا مدرسے کی ڈالی اور مُدرّس صاحبِ فہم و فراست چُن چُن کر، ایسے تجویز فرمائے کہ قانون اور ترکیب سمیت، جس تربیت اور تعلیم کو بارہ برس چاہییے، سو[4] تین برس کے عرصے میں بخوبی ہوجاتی ہے۔ بلکہ ہر ایک ملک کی زُبان سیکھنے میں آتی ہے۔ اور اَشْرَفُ البِلاد کلکتّے میں حاکم نشیں محل، سرِ شہر، مُقابِل قلعے کے ایسا تعمیر فرمایا کہ آج تک ہندوستان میں اِس نقشے کا مکان کسونے نہ آنکھوں سے دیکھا اور نہ کانوں سے سنا تھا۔ اگر قلعے کی طرف سے کھڑے ہوکر دیکھیے[5] تو گویا شہر کی ناک ہے کہ اُس کے سبب سے شہر کی صورت اَور سے اَور ہوگئی، یا یہ بات دھیان میں ٹھہرتی ہے کہ قلعہ بجائے سر کے ہے اور شہر جیسے دھڑ، اِس عمارت کے بننے سے اُس[6] میں جان پڑگئی۔ اور جو حویلی کی سَمت سے نظر دوڑائیے تو جہاں تک نگاہ کام کرے، ایک طرف سبزہ لہلہاتا ہے اور دوسرے کنارے دریا لہریں کھاتا ہے، بلکہ دریا و اِس تعمیر کو دیکھ کر جو جاتا ہے

---

۱ مط: میں "سو" نہیں ہے۔ ۲ مط: اور کائی سے پھٹ کر تری بری ہوگئے۔ ۳ مط: ہے۔ ۴ مط: سو وہ۔ ۵ مط: دیکھے ۶ مط: ان میں جان پڑی۔

اور اِس کی خوبیاں سمندر کو سُناتا ہے تو اُس کا بھی دل لہراتا ہے اور دریا کا بھیس بناکر ، ہر روز دیکھنے کو آتا ہے اور مُجرا کرکے چلا جاتا ہے ، اُس کو لوگ سمجھتے ہیں کہ جوار بھاٹا ہے ۔ اور چاروں طرف ِ گرد و پیش دور دور تک رستوں میں ِچھڑکاو جو ہوتا ہے تو اصل یہ ہے کہ اُس کی تعمیر کے فیض سے وہ سارا مُحلّہ آبرو پاتا ہے اور اُتنی زمین کا کلیجا ٹھنڈا ہوجاتا ہے ۔ اور جلو خانے کی شان تعلّق دیکھنے سے رکھتی ہے ، کلام میں اِتنی گنجا یِش کہاں جو اُس کی وُسعت کو بیان کرسکے ۔ غرض مُرقِع کا عالم آنکھوں کے تلے پھرتا ہے ۔ تاریخ ِبنا کی دل میں یہ آئی ۔ تاریخ :

جب بنا یہ مکانِ عالی شاں ✿ وصف کر سکتی نہیں ہے جس کا زباں
پوچھی دل سے ِبنا کی مَیں تاریخ ✿ بولا ہے «جُفتِ طاقِ نَوشیرواں»

جب دل نے یہ تاریخ برجستہ کہی ، میں نے اپنے دل سے خوش ہوکر بہت سی[1] شاباشی دی اور سراہا کہ یہ تو تونے بے بناوٹ جتنی بات ٹھیک ہے سو بیان کی ، ہرگز اِس میں دھوکا نہیں ، کیونکہ، بیت :

اِس عمارت کا جو کہ بانی ہے ✿ خود بھی نَوشیروانِ ثانی ہے

آگے ارادہ زیادہ تعریف کرنے کا جی میں لاؤں تو علاحدہ ایک کتاب بناؤں ، اِس سے یہ بہتر ہے کہ اب فقط دعا پر تمام کروں اور آگے اپنا کام کروں ، قطعہ :

سلامت رہیں وازلی[2] لاڈ صاحب ✿ رہے قائم اُن کی یہ فرماں روائی
کوئی ایسا عادل قَدر دان عمدہ ✿ ہوا[3] ہے نہ ہوگا خدا کی دُہائی

پس اب اِس کتاب کے ترجمہ کرنے کی حقیقت لکھتا ہوں کہ خداوندِ نعمت ، صاحبِ خُلق و مُروّت ، جان ِگلکرسٹ[4] صاِحب نے ، کہ زبانِ اُردو کے قدر دان اور فلک زدوں کے فیض رساں ہیں، اِس بعیدُالوَطن میراَمّن دلّی والے کو لطف و عنایت سے فرمایا کہ اَخلاقِ مُحسنی (جو فارسی کتاب ہے) ، اُس کو اپنی زبان میں ترجمہ کرو ،

---

۱ مط : بہت سی اسے ۔ ۲ مخ : لاڈ ۔ ۳ مخ : نہ ہوا نہ ہوگا ۔ ۴ مخ اور مط : دونوں میں ٹ کے بجاے ت ہے ۔

تو صاحبانِ عالی شان کے درس کی خاطر مدرسے میں کام آوے۔ بموجب[1] حکم کے سِر آنکھوں سے قبول کیا، اِس لیے کہ مرہون اُن کے احسان کا ہوں۔ آدمی سِر پر سے تنکا[2] اُتارنے کا احسان یاد رکھتا ہے، اُنھوں نے تو روزی میں لگا دیا اور میں نے بھی اُنھیں کے سبب سے یہ پیشہ قبول کیا۔ قطعہ:

رہیں شاد و آباد گِلکرِسٹ صاحب
رہیں اُن کے خوش آشنا، یار، بھائی
دلی مہ-ربانی جو تھی روزِ اوّل
اُسی لطف سے تابہ آخر نبھائی

اور بہ اُمید صلے کے، حکمِ عام حضور کا ہوا ہے، واسطے پرورشِ اَطفال کے اِس کثیرُ العیال نے سنہ ایک ہزار دو سو سترہ ہجری میں، مطابق اٹھارہ سے دو عیسوی کے، باغ و بہار کو تمام کرکے، اِس کو لکھنا شروع کیا از بس کہ جتنی خوبیاں انسان کو چاہئیں، اور دنیا کی نیک نامی اور خوش معاشی کے لیے درکار ہیں، سو سب اِس میں بیان ہوئیں، اِس واسطے اِس کا نام بھی گنجِ خوبی رکھا۔

اب پڑھنے والے صاحبانِ والا شان کی خدمتِ شریف میں عرض کرتا ہوں کہ یہ کتاب عمل داری اور حکم رانی کے حق میں ایسی خوب ہے کہ اگر سیرْ میں رکھیں اور اِس پر عمل کریں، تو بہت سے فائدے حاصل ہوں اور اپنے اپنے وقت پر کام آویں۔ بیت:

لازم ہے اُس کو جو پڑھے اَخلاقِ مُحسِنی
مطلب کو سمجھے اور کرے اَخلاق مُحسِنی

لیکن فقط فارسی کے ہو بہو معنی کہنے میں کچھ لطف اور مزہ نہ دیکھا اِس لیے اَصْل کا مطلب لے کر، اپنے محاورے میں سارا اَحوال بیان کیا اور جس طرح شیخ سعدیِ شیرازی کی گلستاں، بہ سبب ُلچ فارسی کے

---

1 مط: بموجب حکم ان کے۔ 2 مط: ایک تنکا۔

مکتب میں پڑھے کام آتی ہے ؛ ویسے ہی میں نے بھی اردوے مُعلّا کی زبان
کو بے پیچ و رُکاو، جیسے بادشاہ سے لے کر امراء[1] اور اُن کے مِلازم بولتے
ہیں، بولا ـ والّا نہ عربی[2] اور فارسی کی لُغتیں اور[3] اصطلاحیں چاہتا تو بہت
سی بھر دیتا، لیکن یہ زبان کچھ کیفیّت نہ پاتی، بلکہ آمیزش پاکر، کچھ[4]
اور کی اور ہوجاتی ـ اب یہ مُبتدی کے واسطے فائدے مند اور مُنتہی صاحبِ
دریافت کو پسند آوے گی ـ کہ کیا بے لگاو دریاو کی مانند اِس کی عبارت
رواں، اور مثال گھوڑے بادپا کے، کہ میدان ہموار اور صاف پاتا ہے،
دواں ہے ـ اور قریب ہزار بیت استادوں کی، جو مُصنّف نے تمام کتابوں
سے چن کر، ہر ایک مضمون کی ہر موقع پر تشنہ ڈالیں ہیں،
اُن کو بھی اپنی سمجھ کے موافق جوں کا توں ہندی میں نظم کیا ـ اگرچہ
فکر سخن کہنے کی ساری عمر نہیں کی، ہاں مگر خود بخود جو کوئی
مضمون دل میں آیا تو اُسے باندھ ڈالا ـ نہ کسو کا اُستاد، نہ کسو[5] کا
شاگرد ـ بیت:

نہ شاعر ہوں میں اور نہ شاعر کا بھائی
فقط میں نے کی اپنی طبع آزمائی

یہ واجبی اِس لیے کہتا ہوں کہ جو کوئی اِس کو دیکھے یا پڑھے، زبان
طعنے کی نہ کھولے اور اپنے بھی گریبان میں منھ ڈالے کہ سَہوْ و خطا
سے کوئی بشر خالی نہیں اور ناحق کی عیب جوئی خُلقِ انسانیّت سے بعید
ہے اور کہنے اور کرنے میں بڑا تفاوُت ہوتا ہے، کیوں کہ ایک شخص
خونِ جگر کھاتا ہے اور دوسرا نری باتیں[6] بناتا ہے ـ اِس بات کو جو جانے
گا، سو مانے گا اور جو نہ جانے گا، سو کیا مانے گا ـ ابیات:

یوں تو دانا ہیں بہت کچھ کہہ گئے
پر مجھے دو یاد نُکتے رہ گئے

---

۱ مط: میں ،، امراو،، ہے مخ میں ،، امراؤ،، ـ ۲ مط: عربی و فارسی ـ ۳ مط: لغتیں اصطلاحیں ـ ۴ مط: کچھ زبان اور کی اور ہوجاتی ـ ۵ مط: کسی ـ ۶ مط: نری باتیں ہی ـ

آدمی کو چاہیے خود بیں نہ ہو
دوسرے کے واسطے بد بیں نہ ہو

اب اِس جگہ سے اصل کی نقل شروع ہوئی :

حضرت پادشاہِ مختار نے کہ جس کا فیض عام ہے اور بزرگ اُس کا کلام اور برتر اُس کا مقام ہے ، فرمانِ رسالت سیّدُ المُرسلین محمّد[1] کا ، کہ اُمّی ، مکّی اور امین اُن کا نام اور خوش خُلقی اُن پر تمام ہے ، مُہرِ نبُوّت سے سنوارا اور آراستہ کیا اور فرمایا کہ اے محمّد ! تیرا خُلق سب سے زیادہ ہے ۔ پس اپنے دوست کو اِس لیے نیک خوئی کی صفت سے یاد کیا ، تو خلقُ اللہ سمجھے اور دریافت کرے کہ خُلق ، نورِ الٰہی اور زیورِ پادشاہی ہے کہ اُس نورِ بزرگ سے چشمِ حق بیں روشن ہوتی ہے اور اُس زیورِ خوب سے انسان آراستگی اور زیبایش پاتا ہے ۔ اور حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ « میں پیغمبر ہوا واسطے تمام کرنے بزرگیِ اَخلاق کے » پس اِس فرمانے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ رسول ہونا حضرت کا ، سارے اَخلاق اور نیکیوں کی تعلیم کرنے کی خاطر ہوا ، اِس لیے زبانِ مبارک سے سب کو حکم کیا کہ تم بھی خُلق کرو موافق اَخلاق اللہ کے ۔

پس چاہیے کہ اُمّت کے جو عالی ہمّت ہیں ، یقین سمجھیں کہ خُلق کے برابر کوئی وصف انسان میں نہیں ، مُقرّر اِس پر عمل کیا چاہیے کہ روزِ قیامت کو میزانِ اَعمال میں سب سے پہلے خلقِ نیک تولا جائے گا ، اُس کے بعد عملِ خوب ۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مومن کو خوش خُلقی کے سبب وہ درجہ ملے گا جو مرتبہ روزہ داروں اور شب بیداروں کا ہے ۔ اور حکیموں کا بھی قول ہے کہ نیک خوئی ایسی سیدھی راہ ہے کہ سوائے اِس رستے کے ، کوئی شخص بزرگی اور سرداری کے ٹھکانے پر پہنچ نہیں سکتا اور بغیر نیک چلن کے ، حیوانِ ناطق سے ، انسانِ کامل بن نہیں سکتا ۔ ابیات :

---

۱ ۔ مط : محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ۔

جس کی خُو ہے نیک اور خصلت بھلی
سارے انسانوں میں وہ ہے آدمی
خوبی اِس میں نہیں جو ہووے خوب رو
نیک ہے وہ مرد جو ہے نیک خو

خوش خوئی اور نیک خصلتی عَوامُ النّاس کو زیب و زینت بخشے ہے، خصوصاً جن کو حق تعالیٰ نے اپنے کرم و فضل سے مختار بناکر، سب طرح[1] کا اِختیار اُن کے ہاتھ میں دیا اور صاحبِ قُوّت اور قُدرت کیا[2] اور سلطنت روے زمین کی عنایت فرمائی ہے بیت:

خُلقِ خوش، جو دین[3] و دنیا کے لیے زیور بنا
سب کو دے ہے زیب، پر، شاہوں کو زیادہ خوش نُما

شکر خدا کا، کہ شہنشاہِ دیں پناہ، جن کی ذات میں نورِ الٰہی چمکتا ہے، پادشاہِ عادل، خدا کا سایہ، جمشید کا سا پایہ، فریدوں سا دبدبہ، نقطہ آرام اور چَین کے دائرے کا، سکندرِ ثانی، سلطنت کے قاعدوں کا بانی۔ ابیات:

ابو الغازی وہ شاہ عالی مقام
زمانے نے دی جس کو اپنی لگام
ہے جمشید سا مرتبے میں وہ شاہ
خدا کا ہے سایہ، جہاں کی پناہ
قدَر دانی سے اُس کی، سب کو ہے چَین
شہنشاہ عالم کا، سلطانِ حُسَین

اللہ اُس کی سلطنت کا سایہ روزِ قیامت تک خلقُ اللہ پر قائم و دائم رکھے۔ اور اولادِ نیک بخت اوز نام آور اُس پادشاہ کی کہ ہر ایک آسمانِ دولت اور جہاں داری کا ستارہ ہے، اور اَخلاقِ نیک اور اَوصافِ پسندیدہ

---

[1] مط. سب طرح اختیار۔ [2] مط: میں اس جملے کے بعد، یہ جملہ بھی ہے " اور مالک دولت اور حشمت کا بنایا "۔ [3] مط: دین دنیا۔

سے آراستہ اور خدا کا سنوارا ہے اور ہمّتِ عالی سب کی، طرف خوبی اور بزرگی کے مائل اور متوجہ رہتی ہے۔ بیت:

نیک خُلقی سے اپنی ہر اک نے ٭ گھیرا عالم کو آفتاب کی طرح

خصوصاً شہزادۂ عالمیاں، موتی انمول شہر یاری اور بختیاری کے دُرج کے، روشن ستارے بزرگی اور سرداری کے بُرج کے، بلند کرنے والے نشانِ دین و دولت کے، روشن کرنے والے شمعِ ملک و مِلت کے۔ ابیات:

ہے قوی طالع[1] اور غالب، بادشاہِ تاج و تخت
باغِ دنیا میں وہ ہے گا پھول کا جیسے درخت
سرکشوں کے ماتھے پر داغِ غلامی دے دیا
صاحبِ لشکر جو آیا سامھنے[2]، لے ہی لیا

خلاصہ سلاطینِ عظیم الشّان کے اور یادگار پادشاہان عالی مقدار کے۔ قطعہ:

شاہ ابو المحسن، مدد دی جس نے ملک اور مال کو
سورج اُس کا مرتبہ یہ دیکھ کر خادم ہوا
شہسوار ایسا، چڑھا دشمن[3] پہ جب لڑنے کو وہ
اَبلقِ ایّام اُس کے واسطے گھوڑا بنا
بس کہ تھا فرمانِ دل پر سب نشانِ مُنصِفی
آج اُس کے نام کو درجہ بزرگی کا ملا

حق تعالا اُن کی زندگی کی کشتی کو سلطنت کے دریا میں جاری رکھے، شور اُن کے انصاف و عدالت کا ادنا اعلا کے کان میں پہنچا اور شُہرہ اُن کے خُلق اور خوبیوں کا تمام دنیا میں پھیلا۔ مصرع:

جدھر کو کان رکھو، اُس کا وصف ہوتے سنو۔

اِن سب خوبیوں کے وصفوں میں، باعث سرافرازی اور نیک نامیِ دنیا کا اور سبب نیک بختی اور بزرگیِ عُقبا کا یہ ہے کہ شب

---

۱ مط: اور مخ دونوں میں مصرع اسی طرح ہے۔ ۲ مط: سامنے۔ ۳ مخ اور مط: دونوں میں "پر" ہے۔ لیکن اس سے مصرع ساقط الوزن ہوجاتا ہے۔ اس لیے اس کی جگہ پہ لکھا گیا ہے۔

و روز دل و جان سے رضا مندی اور خُشنودی[1] پادشاہِ ظلّ اللہ کی منظور رکھتے ہیں۔ اِتّفاقاً ایک بار یوں اِتّفاق ہوا کہ جہاں پناہ کا مزاج، کسی حرکت کے واقع ہونے سے برہم ہوا۔ لہٰذا شاہزادۂ عالی قدر کے دل میں نہایت رعب و وسواس پیدا ہوا۔ اس وارداتِ ناگہانی سے فیما بَین حجاب آگیا۔ ظاہر میں ایسی کدورت کی صفائی نہایت بعید معلوم ہوتی تھی، کہ اِس عرصے میں فرمان طلب کا حُضورِ پُرنور سے صادر ہوا۔ باوجودیکہ اکثر ملازم اور مُشیر مانِع ہوتے، بلکہ خوف اور ہراس دلواتے[2] تھے، لیکن شاہزادۂ عالمیاں نے کسو کی صلاح نہ مانی، اُن کے کہنے کو پوچ پادر ہوا جان کر، بےخطرۂ و بیم، دارُالملکِ مَرْو سے، کہ ہمیشہ وہاں مقام رکھتے تھے، کوچ فرمایا۔ اور منزل بہ منزل جاتے جاتے، تھوڑے دنوں میں پہنچ کر، ملازمت کی اور بادشاہ کے تخت کے پایے کو بوسہ دیا اور سعادت[3] دونو جہان کی حاصل کی۔ رضا مندی پر والدِ بزرگوار کی (کہ موافق فرماں برداریِ خدا کے ہے) عمل کیا۔ از بس کہ بہت مُدّت تلک جُدا رہنا ہوا تھا، اِس یوسفِ ثانی کے دیکھنے سے، چشم اُس یعقوبِ کنعانی کی روشن ہوئی. اور پادشاہ کی قدم بوسی سے شاہزادے کو موجب سر بلندی کا ہوا، سب کے دلوں کو خوشی اور چین ہوگیا۔ ہر ایک[4] نے مبارکباد کی نذریں گُزرانیں[5]۔

قطعہ:

اللہ کے فضل سے جو شہزادے کے
آنے[6] سے پڑا شہر میں شادی کا غُل
تب باغِ مراد سب کے سر سبز ہوئے
غنچے بھی دلوں کے ہوگئے پھول کے گُل

جب شہزادے[7] نے اِس صورت سے اپنے ہم چشموں اور اقرباؤں سے امتیاز پایا

---

۱ مط: خوشنودی۔ ۲ مط: دلواتے۔ ۳ مط: دونوں۔ ۴ مط: اور ہر ایک نے۔
۵ مط اور مخ دونوں میں ”گذرانیں“ ہیں۔ ۶ مط: آنے سے بڑی شہر میں شادی کی غل — مخ میں بڑا اور کا، واضح نہیں ہیں۔ غالباً پہلے بڑی اور کی لکھا گیا تھا، پھر انھیں کو بڑا اور کا بنایا ہے، لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اول الذکر صورت کو قلمزد کیا گیا ہے یا آخر الذکر کو۔ یہاں بڑا اور کا کو محض قیاساً ترجیح دی گئی ہے۔ ۷ مط: شاہزادے۔

اور جہاں پناہ نے نہایت توجّہ و لطف فرمایا، دوست شاد، دشمن پامال ہوے۔ شاہزادے کا بول بالا اور بدخواہوں کا مُنھ کالا ہوا۔ اہلِ دربار، شفقت و عنایت قبلۂ عالم کی اور فرماں برداری شہزادے کی دیکھ کر، اور رعایا برایا سُن کر، خوش و خرم ہوئے، اور اِس شعور و لیاقت پر تحسین و آفریں کرنے لگے۔ قطعہ:

دعا کا تیر، جو صاحب دلوں کے دل سے چلا
ہزار شکر، اِجابت کے تودے میں وہ لگا
سبھوں کے دل پہ[1] تو چھاگئی تھی شامِ مایوسی
پر اُن کے دولت و اقبال سے یہ دن دیکھا

ادنا اعلا شاد ہوکر، دعائیں دینے لگے۔ عجب طرح کا سُکھ سب کے دلوں کو ہوگیا اور اِس خوشی کی خبریں چاروں طرف دوڑ گئیں۔ اکثر بزرگوں نے واسطے ادا کرنے شکر و ثنا کے پادشاہزادے کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ یہ فقیرِ حقیر حُسین واعظ کاشفی، بھی قصد حضورِ پرنور کا کرکے، جا پہنچا اور سعادت دست بوسی کی حاصل کی اور بعد عرض کرنے دُعا کے، دیکھا کہ فضلِ الٰہی سے خُرّمی اور بشاشت شاہزادے کے چہرۂ مبارک سے ظاہر اور ہُویدا ہے۔ یہ ارادہ کیا کہ دعا گویوں اور دولت خواہوں کی طرح، تھوڑا سا اَحوال خوش خُلقی اور نیک خصلتی اُس ذاتِ بابرکات کا لکھیے تو ورقِ روزگار پر یادگار رہے اور دستورُ العمل پادشاہوں کی اولاد اور وارثانِ تخت و تاج کا ہو۔ اِس واسطے اِس رسالے کو، کہ اخلاقِ محسنی نام رکھّا، لکھنا شروع کیا۔ خُدا توفیق دے کہ بہ خوبی تمام ہو۔

پہلے بہ طور تمہید کے عرض کرتا ہوں کہ خِلقت انسان کی، فی الحقیقت طبیعتِ حیوانی رکھتی ہے، یعنی اِن کو باہم الفت اور مُوافقت ضرور ہے۔ لیکن خُو اور خصلت ہر ایک کی مختلف پیدا ہوی ہے۔ کسو کی طبیعت کچھ چاہتی ہے اور کسو کا دل کچھ مانگتا ہے۔ پس اِن کے درمیان کچھ قاعدہ چاہیے کہ اُس دستور پر آپس میں زندگی بسر کریں اور کسو پر ظلم

---

[1] مخ میں پر ہے، لیکن اس سے مصرع ساقط الوزن ہوجاتا ہے۔ مط، میں پہ ہے۔

نہ ہو۔ سب باہم خوش رہیں۔ سو اِس قانون کا نام شریعت ہے کہ اُس کا حکم مُوافق وَحیِ الٰہی کے ہے، اور اس کے رَواج دینے والے کا نام پیغمبر ہے۔

پس جب رسول کوئی قاعدہ مُقرّر کرے، تو اُس کی حِمایت اور حفاظت کے لیے ایک شخص ایسا چاہیے کہ اپنے[1] زور و قُوّت سے، اُسے زور و قُوّت دے، اور کسوکو اُس کی حد سے قدم باہر نہ رکھنے دے، ویسے شخص کو پادشاہ کہتے ہیں۔ پس درجہ پادشاہت کا، حامی و حافِظ اور پیروی کرنے والا نُبُوّت کا ہے۔ کیونکہ نبی، حاکم شریعت کا ہے اور سلطان نگہبان اور رکھوالا۔ چُنانچہ دانا کہہ گئے ہیں کہ مُلک اور دین تَوامْ ہیں۔ ابیات:

شاہی و پیغمبری کو جان یوں ٭ ایک انگوٹھی کے دو تھیوے ہوں جوں
قول یہ اُن کا ہے جو آزاد ہیں ٭ شاہی و پیغمبری ہمزاد ہیں

اِسی خاطر، حق سُبحانہ تعالیٰ نے، اپنی طاعت کے بعد، پیغمبر کی اِطاعت کو حکم کیا، اور اِن دونو کے پیچھے، فرماں برداری سَلاطین اور مُلوکِ اُولُوالاَمر کی فرمائی۔ پس پادشاہ کو واجِب ہے کہ قَول و فِعل میں صاحبِ شریعت ہو، تو شَرعِ مُحمّدی کے حدود کو بموجب شرائط کے بجا لاوے اور جاری کرے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ اپنے[2] دل میں تامّل و غَور کرے، کہ خداے کریم نے اِس کے حق میں کیسا احسان کیا ہے کہ اپنے بندوں پر حاکم اور فرماں رَوا بناکر، سب سے زیادہ عِزّت و حُرمت بخشی اور سلطنت کا تخت عنایت کرکے، چھتر مُختاری کا اِس کے سر پر پھیرا ہے اور مالک اَمْر و نَہیْ کا بنایا۔ جو چاہے سو کرسکتا ہے۔ کوئی اِس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ پس اِس نعمتِ بے حد کے شُکرانے میں، لائق ہے کہ اپنی ذات کو صِفاتِ پسندیدہ سے آراستہ اور مُزیّب کرے۔ اور وے چالیس صفتیں ہیں کہ پادشاہوں کو درکار اور ضرور ہیں، اور اُن کی رِعایت واجب اور لازِم۔

---

۱ مط: کہ اسے زور و قوت دے۔ ۲ مط: کہ اپنے دل میں خوب تامل اور غور کرے۔

اُن چالیسوں میں، بعضی صفتیں ایسی ہیں کہ خُدا اور بادشاہ کے درمیان کام آتی ہیں، اور بعضی بادشاہ میں اور خَلقُ اللہ میں جاری ہیں۔ اب یہ چالیس صفتیں، چالیس باب میں لاتا ہوں اور حکایتیں اور روایتیں ہر باب میں، مُوافِق مضمون و مُدّعا کے، جو اِس وقت زُبان یاری دیتی ہے، لکھتا ہوں۔ لیکن، خُدا کے فَضل کی مدد اور اعانت چاہیے۔

پہلا باب، عبادت میں
دوسرا باب، اِخلاص میں
تیسرا باب، دعا میں
چوتھا باب، شکر میں
پانچواں باب. صبر میں
چھٹا باب، رضا میں
ساتواں باب، توکّل میں
آٹھواں باب، حیا میں
نواں باب، غَضَب میں
دسواں باب، ادب میں
گیارہواں باب، عُلوِ ہِمّت میں
بارہواں باب، عَزم میں
تیرہواں باب، جدّ و جہد
چودہواں باب، ثَبات و اِستِقامت میں
پندرہواں باب، عدالت میں
سولہواں باب، عَفو میں
سترہواں باب، حِلم میں
اٹھارہواں باب، خُلق و رِفق میں
اُنیسواں باب، شفقت و مرحمت میں
بیسواں باب، خیرات و مَبرّات میں
اکیسواں باب، سخا و احسان میں
بائیسواں باب، تواضع و احترام میں
تیئیسواں باب، امانت و دیانت میں
چوبیسواں باب، وفاے عہد میں
پچّیسواں باب، صِدق و راستی میں
چھبّیسواں باب، اِنجاحِ حاجات میں
ستّائیسواں باب، تَاَنّی و تامّل میں
اَٹھائیسواں باب، مشورت و تدبیر میں
اُنتیسواں باب، حَزم و دور اندیشی میں
تیسواں باب، شجاعت میں
اکتیسواں باب، غیرت میں
بتّیسواں باب، سیاست میں
تینتیسواں باب، تَیَقُّظ و آگاہی میں
چونتیسواں باب، فِراست میں
پینتیسواں باب، کِتمانِ اَسرار میں
چھتّیسواں باب، اِغتِنام فرصت میں
سینتیسواں باب، رعایتِ حُقوق میں
اڑتیسواں باب، صُحبتِ اَخیار میں
اُنتالیسواں باب، دفعِ اَشرار میں
چالیسواں باب، تربیتِ خدَم و حشَم میں

پہلا باب - عبادت میں:

یعنی خدا کی بندگی کرنے میں: ایسا خدا کہ پاک اور برتر ہے، لیکن ساتھ ادا کرنے فرض اور واجب کے، اور ترک کرنا بدی اور حرام کا، اور محکوم ہونا اُس کے حکم کا، اور نہ کرنا اُس کو جو اُس نے منع کیا ہے، اور تابع ہونا اور پیروی کرنی سُنّتِ حضرتِ رسالت پناہ کی۔ اور یہ یقین جانا چاہیے کہ بندگی حق سبحانہ تعالیٰ کی کہ دنیا میں سبب سلامتی اور رہ نمائی کا ہے اور عاقبت میں وسیلہ خلاصی اور رہائی کا۔ بیت:

دنیا میں نیک بختی کی پونجی ہے بندگی ☆ اور عاقبت میں زیبِ بزرگی ہے بندگی

پس، بادشاہ کو چاہیے کہ اپنی زندگانی کے صفحے کو نقشِ عبادت سے آراستہ کرے تو خداوند تعالیٰ اپنی توجّہ سے دونو جہان میں جو اس کو چاہیے اور اُس کے لائق ہو، عنایت کرے۔ اور فرماں برداری خدا کی موافق اپنی حکم رانی کے لازم پہچانے۔ دن کو انصاف و عدل اور سلطنت کا کام کرے، اور رات کو بندگی اور عبادت میں تمام کرے۔

روایت: کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین مرتضیٰ علی علیہ السّلام کو جب خلافتِ ظاہری ہوی، یعنی، نبی کی مسند پر بیٹھے، ہمیشہ دن کو خلقُ اللہ کے کاروبار میں مشغول رہتے اور رات کو بندگی خالق کی بجا لاتے۔ اصحابوں نے عرض کی کہ اے سردار مومنوں کے! اتنی محنت اپنے اوپر کیوں روا رکھتے ہو کہ نہ دن کو آرام فرماتے ہو اور نہ رات کو ذرا چین سے سو جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر روز کو آسایش کروں تو رعیّت خراب و تباہ ہو اور جو شب کو اِستراحت کروں تو کل روزِ حشر میں، میں حیران و پریشان رہوں، اور خدا کو کیا جواب دوں۔ اِس لیے دن کو آدمیوں کا کام کرتا ہوں، اور رات کو خدا کے کام میں مشغول رہتا ہوں۔

حکایت: ہرات کے کسو بادشاہ نے شاہ سنجان سے التماس کیا کہ مجکو کچھ نصیحت کرو۔ فرمایا: اگر دُنیا میں رُستگاری اور عُقبا میں مرتبہ اور

مخلصی چاہتا ہے تو رات کو خدا کی درگاہ میں فقیر ہوکر اپنی حاجت مانگ، اور دن کو پادشاہ بن کر دربارِ عام کر بیٹھ اور محتاجوں کی حاجت برلا۔ قطعه :

بندے خدا کے جب ترے محکوم سب ہوے
تو بھی خدا کی بندگی اور حکم اُس کا کر
جو پادشاہ خدمتِ حق میں بہت ہے چُست
خدمت میں اُس کی خلق بھی باندھےگی سب کمر

اور خُو رعیّت کی، پادشاہ کی خُو کے تابع ہے، اور آدمیوں کا دین، پادشاہوں کے دین کے موافق۔ پس جس وقت پادشاہ خواہش طاعت اور بندگی کی رکھے، رعیّت بھی اُسی کام میں رغبت اور دلدہی کریں۔ اور ثواب رعیّت کی عبادت کا بھی پادشاہ کے نام لکھا جائے۔

دوسرا باب۔ اخلاص میں:

یعنی، اپنے[1] دل کو مکر اور طمع اور ظاہری اسبابوں سے صاف کرے اور اپنی نیّت کو خداے برتر کے ساتھ راست و درست رکھے۔ بیت :

بندگی یہ نہیں جو خاک پہ ماتھے کو گھسے
صدق و اخلاص سے تو چاہیے سجدے کو کرے

اخلاص کا بڑا درجہ ہے اور مخلصوں کا بلند مرتبہ۔ بیت :

جو کوئی اخلاص میں رکھے قدم ☆ وقت کا عیسٰی ہے جو مارے ہے دم

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو خلیفۂ مصر کے حکم سے، ایک بے ادب کو سیاست گاہ میں کھڑا کرکے، فرّاشی کوڑے مار رہے تھے۔ اُس شخص نے عین مار کھانے کی حالت میں بدزُبانی شروع کی اور خلیفہ کو بے تحاشا[2] گالیاں دینے لگا۔ سلطان نے فرمایا «اِس کی تعذیر سے ہاتھ اُٹھاؤ اور اِس کو آزاد کرو»۔ ایک خواصِ خاص نے التماس کیا «اے جہاں پناہ! جس وقت میں کہ ادب دینا اِس نڈر، بے حیا کو زیادہ لازم تھا، سبب بخشش اور رہائی کا کیا ہوا؟» — خلیفہ نے کہا «میں اِس کو موافق حکمِ خدا کے

---

۱ مط: یعنی اپنے دل کو خداے برتر کے ساتھ راست و درست رکھے۔ ۲ مط اور مخ دونوں میں "بے تحاشہ"۔

تنبیہ کرتا تھا۔ جب اِس نے میرے تئیں نالائق اور بد کہا، میرا دل رنجیدہ اور دِق ہوا، اِس واسطے میں نے نہ چاہا کہ خدا کے کام میں اپنی غرضِ نفسانی کو شامل کروں۔ کیونکہ یہ بات اِخلاص کی راہ سے دور ہے اور جو حاکم صاحبِ غرض ہووے، ثواب کی نعمت سے بے نصیب اور مہجور ہے۔ ابیات:

اُس کی باتوں سے مجھے غصہ چڑھا ٭ کارِ حق میں مطلب اپنا مِل گیا
خواہشِ دل جس کے تئیں منظور ہے ٭ پھر تو کیا اِخلاص کا مذکور ہے
کام جو اِخلاص سے ہووے جُدا ٭ ترک ہے اُس کام کا سب سے بھلا»

تیسرا باب۔ دعا میں:

یعنی، درگاہِ الٰہی میں عاجزی اور غریبی اپنی عرض کرے اور دل کی مراد اور آرزو کریمِ کار ساز سے کہ اُس کے فضل و کرم کو حدّ و نہایت نہیں، مانگے۔ کہ حق تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اے بندو! تم دعا مانگو، میں قبول کروں۔ پس جس طالع مند اور صاحبِ دولت کو کُنجی دعا کی ہاتھ لگی، اُس کی کوئی مشکل اٹکی نہیں رہتی اور اُس کے سامھنے ہمیشہ دروازہ قبولیت کا کُھلا رہتا ہے۔

پر، دعا کی دو قسم ہیں: ایک تو اپنی مُنفَعَت کی خاطر۔ دوسری رَدِّ بلا کے واسطے۔ خصوص پادشاہوں کو اِن دونوں صورتوں سے مُخلِصی نہیں، بلکہ ضرور ہیں۔

لیکن جو دعا نفع کے لیے ہے، اُس سے آراستگی اور مضبوطی سلطنت کی ہے۔ ہر طرح ایسی دعا کو زاری و نیاز سے درگاہِ غنیِ بے نیاز سے مانگا کرے تو خوشی خاطر سے تختِ سلطنت پر قائم اور برقرار رہے۔ بیت:

مسندِ دولت[1] پہ کب بیٹھے گا وہ، ہوکر خوشی
جس نے اپنی خُو نہ کی ہو بندگی اور عاجزی

---

[1] مخ میں پر ہے۔ مط میں پہ۔ پر سے مصرع ساقط الوزن ہوجاتا ہے۔ اس لیے پہ کو ترجیح دی گئی۔

اور دوسری جو دفعِ ضرر کے لیے ہے، وہ غلبہ دشمن کا یا اور بلائیں جیسے غم و فکر یا دُکھ بیماری ہو، تو یہ بھی سوائے گریۂ و زاری اور دعا کے دفع نہیں ہوتی۔ چنانچہ مولویِ روم مثنوی میں فرماتے ہیں، ابیات:

تو اگر چاہے، بلا سے جاں بچے
جان و دل سے عاجزی کی جنس لے
عاجزی کے مرتبے ہیں حق کے یاں
مول زاری کا جو واں ہے سو کہاں
عاجزی کے ساتھ رہ، تو خوش رہے
رویا کر تو دل سے تو ہنستا رہے
خوب ہے وہ آنکھ جو رویا کرے
ہے بھلا وہ دل جو جلتا ہی رہے
بعد ہر رونے کے، ہم کو ہے خوشی
عاقبت اندیشی ہے سب سے بھلی

روایت ہے کہ دعا پادشاہِ عادل کی قبول ہوتی ہے۔ جو تیر دعا کا کہ پادشاہِ منصف کمانِ اِعتقاد میں رکھ کر نیّتِ درست سے چھوڑے، یقین ہے کہ نشانۂ قبولیّت اور تودۂ اِجابت پر پہنچے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی شہر میں کئی شبانہ روز یکساں مینہ برسا۔ ایسی جھڑی لگی کہ وہاں کے باشندوں کو کاروبارِ دنیاوی کرنا مشکل پڑا۔ راہ آمد و رُشد کی مسدود ہوی۔ حویلیاں اور مکان ڈھہنے لگے۔ سب کے جی میں خطرہ پیدا ہوا۔ نجومی اور جوتکھی کہتے تھے کہ ستاروں کی گردش سے یوں بِچار میں ٹھہرتا ہے کہ تمام یہ شہر پانی کے طوفان سے غرق ہوجاوے۔ یہ سُن کر اور بھی وہاں کے رئیس اور ساکن، اعلا ادنا، غنی غریب نے حواس کھوئے اور جان و مال سے ہاتھ دھوئے۔ رونے پیٹنے اور توبہ دھاڑ مچانے لگے۔ جب نہایت بے قرار ہوئے، جمع ہو کر، سلطان کے روبہ رو گئے اور احوال اپنی مایوسی کا عرض کیا۔ پادشاہ بڑا عادل اور

نیک خصلت اور خدا ترس تھا۔ شہر والوں کو بہت سی تسلّی دلاسا دے کر کہنے لگا «خدا کے کرم و فضل پر نظر رکھو، وہ کریم ہے، آخر رحم کرے گا»

یہ کہہ کر اُنھیں تو رخصت کیا اور آپ اُسی وقت اُٹھ کر، خلوت میں گئے اور خاک پر پیشانی رکھ کر، نہایت عاجزی سے خدا کی جناب میں دعا مانگنے لگے کہ «بار خُدایا! تمام خلقُ اللہ مُتفق ہوکر کہتی ہے کہ یہ شہر پانی سے ڈوبے گا۔ تو قادر ہے، اِن کے خیال کو باطل کر اور اپنی قدرت سے برخلاف اُس کے جو اِن کے دھیان میں سمایا ہے، ظاہر کرے» ووہیں بادل پھٹ کر، سورج نکل آیا، دھوپ چھٹک گئی، مینہ برسنا موقوف ہوا۔

پس، یہ دلیل روشن ہے کہ جس پادشاہ کا اعتقاد درست ہو، اور رعیّت کے حق میں اُس کی نیّت نیک ہو، وہ جو دعا اپنے واسطے یا خلقُ اللہ کے لیے مانگے، مُقرّر جنابِ الٰہی میں قبول پڑے۔ قطعہ:

جس خدا نے کہ کرم سے تجکو
سلطنت کا ہے دیا تخت و کُلاہ
مانگے جو کچھ، سو اُسی سے تو مانگ
دیوے گا تجکو جو کچھ ہے تری چاہ

چوتھا باب۔ شُکر میں:

یعنی، سراہنا نعمت دینے والے کو موافق اُس کی بخشش اور اِنعام کے:
پس، نعمت سلطنت کی سب نعمتوں میں بزرگ ہے۔ پادشاہ کو چاہیے کہ ہردم شکر اِس نعمتِ عُظمیٰ کا دل و جان اور دست و زبان بلکہ ہر ایک عُضو سے ادا کیا کرے۔ لیکن، شکر دل کا یہ ہے کہ مُنعِم حقیقی کو پہچانے اور جانے کہ جو نعمت مجھے پہنچی ہے، اُس کے کرمِ بے حد اور فضلِ بے نہایت سے ہے۔ اور شکر زبان کا یہ ہے کہ ہمیشہ خدا کی یاد

میں رہے اور کلمہ اَلحمدُ للہ کا بہت کہے، کہ اِس کلمے کے وِرد کرنے سے شکر نعمت کا ادا ہوتا ہے۔ اور شکر اَعضا کا یہ ہے کہ قُوّت سب اَعضا کی خالق کی فرماں برداری میں صرف کرے۔ اور جس عُضو سے جو طاقت عِلاقہ رکھتی ہے، بجا لاوے۔ اور اُس کو اِس میں مشغول رکھّے۔

مثلاً، طاعت آنکھ کی یہ ہے کہ خلقُ اللہ کو نَظَرِ عِبرت سے دیکھے اور عُلَما و صُلَحا کو بہ چشمِ حُرمت و عِزّت نگاہ کرے اور ضعیف و زیردستوں کو شفقت و رحمت سے لحاظ کرے۔ اور طاعت گوش کی یہ ہے کہ کلامِ اِلٰہی اور حدیث نَبوی کو اور قولِ اَولیا اور قصّے خُدا پرستوں کے اور نصیحتیں مَشایخوں کی گوشِ دل سے سُنے، اور یقین لاوے۔ اور طاعت دست کی یہ ہے کہ فقیر اور محتاجوں کو کچھ دیوے اور ہر طرح سے دست گیری کرے۔ اور طاعت پانو کی یہ ہے کہ مسجدوں[1] اور مَعبدوں میں جاوے اور اَولیاؤں کے مزاروں کی زیارت کرے۔ اور درویشِ بے طمع اور گوشہ نشین بے ریا کو جہاں سُنے، جا کر دیکھے اور خدمت بجا لاوے۔ اِس طرح[2] تامقدور جو اُس سے ہوسکے، نیکی کرتا رہے۔ اِس واسطے کہ خُدا فرماتا ہے، اے بندو! اگر تم شکر کروگے، تو میں نعمت زیادہ دوں گا۔ پس شکر کرنے سے حق تعالا ملک و مال اور جاہ و جلال زیادہ کرتا ہے اور برکت دیتا ہے۔ رُباعی:

گر شکر کرے تو زیاد ہو جاہ و حشم
دل سے بھی مٹے وسوسۂ بیش و کم
پھر منزل مقصود کو جلدی پہنچے
گر شکر کی رہ[3] سے نہ ڈِگے تیرا قدم

جتنا شکر زیادہ کرے گا، اُتنا درجہ بڑھے گا۔ بیت:

شکر نیکی کی طرف ہے راہ بر ٭ نیک بختی چاہیے[4]، زیادہ شکر کر

---

۱ مط: مسجدوں میں جاوے۔ ۲ مط: اسی طرح۔ ۳ مط: راہ۔ ۴ مخ میں ,,چاہیے،، ہے۔ مط میں ,,چاہے،،۔ وزن شعر کی بنا پر مط کو ترجیح دی گئی ہے۔

حکایت: سلطان سَنجرِ اوّل، روشن کرے اللہ دلیل اُس کی، سوار ہوا جاتا تھا۔ ایک درویش سرِ راہ کھڑا تھا۔ اُس نے پادشاہ سے سلام علیک کی۔ سلطان کچھ پڑھتا تھا، سر ہِلایا، زبان سے جواب سلام کا نہ دیا۔ خرقہ پوش نے کہا «اے پادشاہ! سلام کرنا، سُنّت نبی کی ہے اور سلام کا جواب دینا، فرض خدا کا۔ میں نے سُنّت کو ادا کیا، تو نے فرض کو کیوں ترک کیا؟»۔ پادشاہ نے مُنصِفی اور ہیبتِ اسلام سے باگ تھانبی اور گھوڑے کو کھڑا کیا اور عذر و معذرت کرکے کہا کہ «شاہ صاحب! میں شکر گزاری میں مشغول تھا، لہذا، تمھارے سلام کے جواب میں غفلت ہوئی، علَیکُمُ السّلام نہ کہا، مُعاف رکھّو»۔ فقیر نے کہا «کس کی شکر گزاری کرتے تھے»؟۔ سلطان نے فرمایا «خدا کی درگاہ میں شکر کرتا تھا کہ وہ بے شبہہ[1] نعمت دینے والا ہے اور یہ سب نعمتیں اُس ہی کی بخشی ہوئی ہیں۔ بیت:

عرش و مہ سے، فرش و ماہی تک جو ذرّے ہیں یہاں
سب اُسی کے بحرِ نعمت میں ہیں ڈوبے سر بسر»

درویش نے پوچھا «کس طرح سے شکر کرتے تھے»؟۔ جواب دیا کہ کلمہ «اَلحَمدُ لِلہ رَبّ العَالمین کا پڑھتا تھا کہ سب نعمتوں کا شکر اِس میں ادا ہوتا ہے»۔ اُس نے کہا کہ «تم اب تک شُکر کی قدر نہیں جانتے اور خدا کا شکر ادا نہیں کرسکتے۔ چاہیے کہ اپنی ذات پر لحاظ کرو اور سمجھو کہ خداے کریم نے تمھیں کیا کیا نعمتیں دی ہیں۔ پہلے تو سلطنت عنایت کی کہ اپنے بندوں کو تمھارے تابع اور فرماں بردار کیا۔ اور دوسرے، بدن میں قُوّت اور سب طرح کی قدرت دی ہے۔ پس، تمھارا شکر، موافق اُس کی بخشش کے واجب ہے، نہ کہ ایسی ایسی شفقتوں کے عوض یہ شکر کرو کہ طوطے مَینا کی طرح فقط اَلحَمد پڑھا کرو اور دل میں خوش رہو کہ میں بھی خدا کا شکر بجا لاتا ہوں، یہ خوب نہیں۔ ہرایک انسان کو لازم ہے کہ موافق اُس

---

۱ مطہ میں ,, بے شبہہ " ہے۔

کی پرورِش اور خداوندی کے شکر کیا کرے۔ تم پادشاہ ہو، تم اپنے لائق شکر کرو۔ اِس لیے کہ شکر کرنے والا سزاوار زیادتی کے ہوتا ہے»۔

سلطان سنجر نے التماس کیا «جو کچھ حق شکر گزاری کا ہے، مجھے بتاؤ، تو اُس پر عمل کروں»۔ درویش نے کہا «اگر تم پوچھتے ہو تو دل لگا کر سنو: شکر پادشاہ ہونے کا یہ ہے کہ تمام عالم اور بنی آدم پر عدل اور احسان کرے۔ اور شکر زیادتیِ سلطنت اور آبادیِ ملک کا یہ ہے کہ رعیّت کے حصّے اور مال میں طمع نہ کرے۔ اور شکر حکومت کا یہ ہے کہ اپنے فرماں برداروں کا حق پہچانے۔ اور شکر خوش طالعی اور اِقبال کا یہ ہے کہ بے کس اور غریبوں پر رحم کرے۔ اور شکر افزونیِ خزانہ کا یہ ہے کہ روز راتب آلتمغاء ائمہ، جو عاجز عیال دار ہوں، یا بے کس اور بیوہ ہوں، اُنھیں مقرر کردے۔ اور شکر قدرت اور قوت کا یہ ہے کہ عاجز اور ضعیف[1] کم‌زوروں پر شفقت اور بخشش کرے۔ اور شکر صحّت اور تندرستی کا یہ ہے کہ بیماروں اور اپاہجوں اور مظلموں کو عدل و انصاف سے راضی اور خوش رکھے۔ اور شکر بہت فوج اور لشکر کا یہ ہے کہ اُن کے ظلم اور زبردستی سے غریبوں کو پناہ میں رکھے۔ اور شکر بلند عمارتوں اور بہشت کے سے باغوں کا یہ ہے کہ حویلیاں اور جھوپڑیاں رعیّتوں کی اپنے نوکروں کے اُترنے اور رہنے سے محفوظ رکھے۔ اور خلاصہ شکرگذاری کا یہ ہے کہ غُصّے کے وقت اور خوشی کی حالت میں خدا کو یاد رکھے۔ اور کسو کا حق تلف نہ کرے۔ اور خلق اللہ کے آرام کو اپنی آسایش پر مُقدّم سمجھے۔ بیت:

نہ تیرے ملک میں کوئی پاوے آرام
جو آسایش سے اپنی تجکو ہو کام»

---

[1] مط: ضعیف و کمزوروں۔

سلطان نے درویش کی باتوں کا مزہ جو پایا، چاہا کہ گھوڑے پر سے اُترے اور اُن سے دست بوسی کرے۔ جو دیکھا تو اُن کو نہ پایا، اور کسو نے اُن کا نشان بھی نہ بتایا کہ کیا ہوئے اور کدھر گئے۔ پادشاہ نے افسوس کیا، اور فرمایا کہ اِن نُکتوں کو لکھ لو۔ اُس روز سے دستورالعمل اپنا بنایا۔ بیت:

دانا کی پند، آینۂ دل کی ہے جِلا
دونو[1] جہاں کا مطلب اِسی پند سے ملا

پانچواں باب۔ صبر میں:

یعنی راضی رہنا ہر ایک سختی اور بلا میں، جو خدا کی طرف سے بندے کو پہنچے:

صبر نہایت خوب صفت ہے، کہ اِس کے سبب سے آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے، اور مقبول کہاتا ہے۔ اور صبر کی تعریف میں فقط معنی اِس آیت کے بہت ہیں کہ «تحقیق، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے»۔ یعنی، دنیا میں خدا کی مدد اُن کے شامل ہے، اور عُقبا میں، جو کوئی صابر ہے، اجر بے شمار پاوے گا، یعنی، صبر کی مزدوری عاقبت میں بے حد و پایاں ہے۔ چنانچہ، منقول ہے روایت[2]، کہ حق تعالا نے حضرت داؤد علیہ السّلام کو وحی بھیجی کہ «اے داؤد! کوشش کر اور میرے اخلاق سیکھ، تو تیری ساری عمر نیکی میں گزرے، اور سب صفتیں، جو میرے لائق ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ صابر ہوں»۔ بیت:

صبر بہتر مرد کو ہر بات میں ٭ تو مُراد اپنی کو لاوے ہاتھ میں

پس، جو کوئی غم اور مصیبت کے وقت صبر کو کام فرماوے گا، البتّہ، اُس کی اُمّید کا تیر مرادکے نشانے پر جلد پہنچے گا۔ اِس واسطے کہ صبر

---

۱ مط: دونوں۔ ۲ مط: روایت ہے۔

کُنجی کُشایش کی ہے۔ اور دروازہ خوشی کے گھر کا سوائے اِس کنجی کے نہیں کُھلتا۔ ابیات:

صبر کنجی ہے گنجِ مقصد کی ٭ سخت مشکل ہے صبر سے کُھلتی
جوں کا توں ہے لباسِ کوہ و فلک ٭ اِن کی پوشاک صبر سے نہ گھسی

کلماتِ ملوکِ ترکستان، میں لکھا ہے کہ افراسیاب اپنے امراؤں سے اکثر کہتا کہ اپنے سپاہیوں کی صورت شکل اور اُن کی شان و شوکت پر مغرور و بے فکر نہ رہو، اور جو شیخی یا ڈینگ ماریں، اُس کو راست نہ سمجھو، جب تک کہ اُن کو میدانِ جنگ میں نہ آزماؤ۔ اگر صبر اور ثبات کی کسوٹی پر خالص پاؤ، تو اُن کی مردُمی اور مردانگی باور کرو۔ بیت:

لافؔ سے قدر آدمی کی نہیں ٭ مرد وہ ہے، جسے ہے صبر و یقیں

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک امیر پادشاہ کے روبرو دست بستہ کھڑا تھا، اور پادشاہ کسو مُہم کی اُس سے مصلحت کررہے تھے۔ اِتّفاقاً ایک بِچّھو اُس کے جامے میں تھا۔ ہر دم اُس کے بدن میں ڈنک مارتا، یہاں تک کہ نیش اُس کا سُست ہوکر، نِکمّا ہوگیا۔ اپنا زہر سب خرچ کیا، لیکن، وہ مرد ہرگز چیں بہ جبیں نہ ہوا، اور اُس کے رنگ میں تفاوُت نہ آیا۔ جس طرح پادشاہ سے عرض معروض کر رہا تھا، اور باتیں دانائی کی کہتا تھا، کہتا رہا، قطعِ کلام نہ کیا۔ جب رخصت ہوکر گھر آیا، اور پوشاک اُتاری، نیمے کے تلے سے اُس کژدُم کو نکالا۔ دیکھا، تو پژمردہ ہوکر آدھ مُوا ہورہا ہے۔ یہ خبر خفیہ نویس نے پادشاہ کو پہنچائی۔ اُس کی مضبوطی سُن کر، تعجّب کیا اور حیران ہوئے۔ دوسرے دن، جب وہ امیر دربار کے وقت حاضر ہوا، سلطان نے فرمایا کہ دفع کرنا ضَرَر کا اپنی ذات سے واجب ہے، تو نے کیوں کَل آزار کژدُم کا سہا اور اُس کو دور نہ کیا؟

اُس نے عرض کی کہ «جہاں پناہ! آپ اِس غلام کی طرف متوجّہ تھے اور ہم کلامی سے سرفراز فرما رہے تھے، مجھسے یہ نہ ہوسکا کہ ایک بچّھو کے نیش کے باعِث، ایسی سعادت سے محروم رہوں۔ اگر آج ایسی خوشی کی مجلس میں کژدُم کے نِیش پر صبر نہ کرسکوں گا، تو کل لڑائی کے میدان میں تلوار نیزے اور تیر کے زخم کیونکر اٹھاؤں گا»۔

سلطان کو اُس کی دلاوری کی بات بہت پسند آئی، اور منصب اُس کا زیادہ کیا اور مرتبہ اس کا بڑھایا۔ اِتنا صبر کرنے سے اِس درجے کو پہنچا۔ بیت:

جو تجکو نوح سا ہو صبر عین طوفاں میں
بلا بھی بھاگے اور جو آرزو کرے سو ملے

چھٹا باب۔ رضا میں:

یعنی، جو کچھ خدا کی طرف سے بندے کو پہنچے، اُس پر خوش رہے:

یقین جانو کہ تیرِ قضا کے لیے کوئی سپر بہتر رضا سے نہیں۔ جس نے سر اپنا رضا و تسلیم کی چوکھٹ پر رکھا، وہ جلدی سرداری اور سر بلندی کی مسند پر بیٹھا۔ خدا کا یہ حکم کہ «راضی ہے اللہ اُن سے، اور وے راضی ہیں اللہ سے» اِس کی تائید ہے، اور رضاے اِلٰہی پر خوش رہنے کی بڑی تاکید ہے۔ بیت:

قسمت کے لکھے کو تو نے جانا تو کیا
کیا فائدہ اب ہے غیرِ تسلیم و رضا

روایت: کسو نبی بزرگ نے، دُرود اللہ کا اُن پر، دعا مانگنے کے درمیان کہا «اے بارِ خدا! جس علم سے کہ تو بہت خوش ہوتا ہے، مجھے تعلیم فرما» خِطاب آیا کہ «میری خوشنودی اور رضامندی یہ ہے کہ تو میری قضا و قدر

سے خوش اور راضی رہ - جو تو میری خواہش سے راضی رہے گا، میں بھی تجھسے خوش رہوں گا» - ابیات[1]:

خواہش سے خدا کی جو کوئی راضی ہے
اُس بندے سے کردگار بھی راضی ہے

جو دل کہ رضا کے نور سے روشن ہوا، ہرگز وہ تقدیر سے منہ نہیں موڑتا بلکہ خدا کی خواہش سے محبت اور الفت پکڑتا ہے، اور جو کچھ قضا و قدر سے اُس کو پہنچتا ہے، خوشی اور رضامندی سے قبول کرتا ہے - ہر طرح کسو سبب سے غم و فکر اُس کی خاطر کے گرد نہیں پھرتی - ہمیشہ خوش و خُرّم رہتا ہے - ابیات:

جس نے خو اپنی کی رضا کے ساتھ
راضی رہتا ہے وہ خدا کے ساتھ
دل قضا و قدَر سے باہم کر
جس طرح سے ملے ہے[2] شیر و شکر

ساتواں باب - توکّل میں:

یعنی، اسبابِ ظاہری سے اپنے دل کو اُٹھالے، اُن پر بھروسا نہ رکھے، اور مُسبّبُ الاَسباب کی طرف جان و دل سے رُجوع رہے، اور اپنے کاموں کا انجام خداے کریم سے چاہے - جو کوئی اپنے کام کو خدا کے حوالے کرتا ہے اور جو کچھ اُس کے پیش آتا ہے، خدا کے فضل پر اعتماد رکھتا ہے، تو اُس کا جو کاروبار ہوتا ہے، مُقَرّر مُوافق مرضی کے سر انجام پاتا ہے - بیت:

خدا کو سونپ تو کام اپنا اور دل خوش رکھ
کہ مُدّعی نہیں کر سکتا جو خدا چاہے

---

۱ مخ اور مط: دونوں میں یہی ہے، جبکہ شعر صرف ایک ہے - یہاں لفظ ,,بیت،، ہونا چاہیے -
۲ مط: ع، جس طرح سے ملے ہے وہ شیر و شکر - یہ صریحاً غلطی طباعت ہے -

خصوصاً پادشاہ کو ضرور ہے کہ ہر وقت ہر حال میں شرط توکّل کی نہ چھوڑے، تو عنایتِ الٰہی سب کام اس کے موافق مُدّعا و خواہش کے برلاوے اور سنوارے۔

حکایت: ایک روز کسو پادشاہ نے ایک عالم سے پوچھا کہ مدد اور قوّت صاحبِ ایمان کو کتنی چیزوں سے ہوتی ہے۔ جواب دیا، دو باتوں سے: ایک تو، نماز بہ دِل پڑھے۔ دوسرے، توکّل کریمِ کار ساز پر رکھے۔ پادشاہ نے اس روز سے اپنے کام کی بِنا اِن دونو چیزوں پر مقرّر کی، اور اِن دونو خصلتوں کی عادت کی، کہ پانچوں وقت نماز دھیان سے پڑھتے، اور ہر ایک کام میں توکّل خدا پر کرتے۔

اچانک اُن پر کوئی غنیم بہت سا لشکر لےکر چڑھ آیا اور اُن کی سلطنت کی سرحد میں آ پہنچا۔ اُس پادشاہ پاس بھی جتنی فوج تھی، ساتھ لےکر، اس طرف مُتوجّہ ہوا۔ جب دونو کے درمیان تھوڑا سا میدان رہا۔ بعد سوال جواب کے آخر بات لڑائی پر ٹھہری کہ کل دونو فوجیں سَنمُکھ ہوں گی۔ فتح دادِ الٰہی ہے، خدا جس کو دے۔ جس رات کی صبح کو صفِ جنگ مُقرّر ہوئی۔ اُس پادشاہِ مُتوکّل نے تمام رات نماز پڑھی اور بندگی خدا کی کی۔ ایک بڑے امیر نے کہ مُقرّب پادشاہ کا تھا، کہا کہ قبلۂ عالم! ذرا آرام فرمائیے، کہ صبح جنگ در پیش ہے۔ سلطان نے فرمایا کہ آج رات مَیں خدا کا کام کرتا ہوں، کل دن کو جو خدا چاہے گا سو کرے گا، مجھے اُس سے کچھ کام نہیں، اور فتح اور شکست میں میرا کیا اختیار ہے۔ اُس نے کہا کہ تیّاری لڑائی کی ضرور ہے، اُس کا اسباب درست کرکے، مُستعِد ہوجیے۔ پادشاہ نے کہا: زِرہ اور بکتر توکّل کا میں نے پہنا ہے، صبح کو صبر کے گھوڑے پر سوار ہوکر، رضا کے میدان میں حاضر ہوں گا۔ اور مجھسے کیا ہوسکتا ہے۔ میں نے اپنا کام خدا کی مہربانگی پر چھوڑا ہے۔ بیت:

مرا جو کام ہے، میں کار ساز پر چھوڑا
اب آگے دیکھیے اُس کا کرم ہے کیا کرتا

جس وقت فَجُر ہوئی، اور دونو پادشاہ سوار ہو کھڑے ہوئے، اور فوجوں کی صفیں دونو طرف دُرست ہوئیں، اور مار و دمامے بجنے لگے، مدد الٰہی آن پہنچی کہ اُسے کسونے نہ دیکھا ع مدد کا حق کی جو لشکر تھا، غَیب سے نکلا۔ جونہیں[1] حریف کے لشکر نے اِس پادشاہ با توکّل کی فوج کو دیکھا اور نشان و چھتر پر نظر پڑی، بے اختیار سب کی باگیں مُڑ گئیں اور ساری سپاہ گھونگھٹ کھاگئی۔ بھاگنے کو غنیمت جانا۔ بغیر لڑائی بھڑائی، ایسی فتح اُس کو مُیسّر ہوئی کہ کسو کے سان[2] گمان میں نہ تھی۔ پادشاہ نے دوگانہ شکر کا ادا کیا۔ سچ ہے، جو شخص اپنے خدا سے سچّا ہے، اُس کا کام سب اچّھا ہے۔ بیت:

صُبح اُمید کی مشرق سے خوشی کے نکلی
اور غَرَض والوں کی اب رات اندھیری نِبڑی

آٹھواں باب۔ حیا میں:

یعنی، شرم رکھنی خالق اور خلق سے:

حیا کی خصلت، سب خصلتوں میں بہتر اور سب کے پسند ہے۔ حضرت رِسالت پناہ « صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَم » نے حیا کو « ایمان کے درخت کی ایک شاخ » فرمایا ہے۔ اِس واسطے کہ حیا کے سبب تمام عالم کا بندوبست اور بناو ہے۔ اگر، شرم دنیا سے اُٹھ جائے، اور کسو کو کسو سے لاج نہ رہے؛ تو عجب طرح کا خَلَل پیدا ہووے کہ جہاں کا سارا کام برہم ہوجاوے؛ اور ہر ایک شخص جو چاہے، سو کرے۔ حیوان اور انسان میں حیا ہی سے تفاوُت ہے کہ جو فعلِ بد سے حیا باز رکھتی ہے۔ بیت:

---

[1] مط: جو ہیں۔ [2] مط: شان گمان۔

حیا ہی مانع ہے فسق و فجور کی یارو
حیا ہی کرنے نہیں دیتی لہو و لعب کی خو

پس، معلوم ہوتا ہے کہ خاص و عام کو حیا سے بڑا فائدہ ہے۔ حیا کے آفتاب کی تابش سے تمام عالم روشن ہے کہ اپنا بیگانہ پہچانا جاتا ہے۔ خدا نخواستہ، اگر، حیا درمیان سے اُٹھ جائے، تو، نام و نشان عصمت کا باقی نہ رہے اور کوئی کسو سے حجاب و پردہ نہ رکھے۔ بیت:

حیا نہ ہووے، تو عصمت جہاں سے اُٹھ جائے
رہے نہ شرم کسو کو کسو سے یک سر مُو

لیکن، حیا کی کئی قسمیں ہیں: ایک حیا گناہ کرنے کی ہے۔ یعنی، گنہ گار اپنے گناہ سے شرمندہ ہو۔ جیسے حضرت آدم علیہ السّلام نے جب بہشت میں گیہوں کھایا؛ لباس جو پہنے ہوئے تھے، تن سے جدا ہوگئے؛ گھبرا کر داہنے بائیں بھاگنے لگے۔ جس درخت کے پیچھے چھپنے کو جاتے؛ خدا کی طرف سے خطاب آتا کہ «اے آدم! ہم سے بھاگتا ہے»۔ یہ کہتے کہ «نہیں اے بار خدا! تجھ سے کیونکر بھاگوں اور کہاں بھاگ کر جاؤں! لیکن، اپنے گناہ سے شرمندہ اور خجل ہوں»۔ مصرع: گناہ بخشیں، پہ شرمندگی نہیں جاتی۔

دوسری قسم، سخاوت کی حیا ہے کہ جو سخی کو ہوتی ہے کہ سائل میرے دروازے سے خالی پھر جائے[1]۔ حدیث میں آیا ہے کہ حق سُبحانہ تعالا میں حیا و کرم کی دونو[2] صفتیں ہیں۔ جب کوئی بندہ دعا کی خاطر اپنے دونو[3] ہاتھ اُس کی درگاہ میں اُٹھاتا ہے؛ خدائے کریم کو شرم آتی ہے کہ اپنے فضل و رحمت سے اُس کے ہاتھ خالی پھیرے؛ بلکہ، نقد مراد کا اُس کی ہتھیلی پر دھر دیتا ہے۔ بیت:

جو اِس در پہ تو سر کو اپنے دھرے
تو کیوں کر ترا ہاتھ خالی پھرے

پس، کرم کی حد یہ ہے کہ جو کوئی سوال کرے، اُسے اپنے پاس سے مقدور بھر شرمندہ نہ پھیرے۔

---

۱ مط: پھر جاوے۔ ۲ مط: دونوں۔ ۳ مط: دونوں۔

حکایت: کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ مامون خلیفہ کے وقت میں کوئی اِعرابی جنگلی تھا کہ زمینِ شور میں پیدا ہوا تھا اور وہیں جوان ہوا۔ ساری عمر سوائے کڑوے اور کھاری پانی کے نہ دیکھا اور نہ چکھا تھا۔ بیت:

جس مُرغ نے میٹھا پانی چکھا بھی نہ ہو
ہو کھاری ہی پانی کی اُسے پینے کی خو

ایک سال اُس کی قوم میں قحط پڑا۔ لاچار ہوکر، اپنے وطن یعنی اُس بَن سے، واسطے کمانے اور قوت لانے کے، باہر نکلا۔ جب رِہڑی اور اونی زمین کی حد سے آگے بڑھا، ایک مکان پر پہنچا کہ وہاں کی زمین ستھری لائق کھیتی کے تھی۔ ایک ڈبرا[1] دیکھا کہ اُس میں تھوڑا سا پانی مینہہ کا جمع ہورہا ہے اور ہوا کے چلنے سے کوڑا تنکا اُس میں کچھہ نہیں۔ اِعرابی نے وہ موتی سا پانی نِتھرا اور صاف جو دیکھا، حیران ہوا؛ اِس لیے کہ ایسا نسوت پانی تمام عُمر نہ دیکھا تھا۔ آگے بڑھہ کر، تھوڑا سا چلّو میں لےکر پیا؛ نہایت شیریں اور خوش مَزہ معلوم ہوا۔ دل میں کہنے لگا: مینے سُنا ہے کہ بہشت میں اللہ نے ایسا پانی پیدا کیا ہے کہ مَزہ اُس کا ہرگز تغیّر[2] نہیں ہوتا۔ خُدا جھوٹھہ نہ کرے؛ میرے فقر و فاقے پر کریم نے ترس کھاکر، میری لاچارگی اور فاقہ کشی کے بدلے، یہ پانی جنّت سے دنیا میں بھیجا ہے۔ اب صَلاح یہ ہے کہ اِس میں سے تھوڑا سا خلیفۂ وقت کے پاس لے چلوں۔ وہ مُقرّر اِس تحفۂ غیب کے عوض مجھسے سلوک کرےگا اور خوش ہوکر بہت سا اِنعام دےگا۔ اِس وسیلے سے مجھے مع وابستوں[3] فراغت ہوجائےگی اور اِس کال کی سختی سے چھوٹ جاؤں گا۔

یہ خیال[4] پلاو پکاکر[5]، مشکیزہ جو اُس کے پاس تھا، بھر لیا۔ اور بغداد کی راہ پوچھتا ہوا چلا۔ جب شہر تھوڑی دور رہا؛ ایک بارگی

---

[1] مط: ڈبڑا۔ [2] مط: متغیر۔ [3] مخ اور مط دونوں میں معہ۔ [4] مخ اور مط دونوں میں یہی ہے۔ [5] مط: پکا،۔

فوج اور سواری ماموں رشید کی نمود ہوی۔ اِعرابی نے معلوم کیا کہ یہی خلیفہ ہے، شکار کی خاطر سوار ہوا ہے، وہیں عَین راہ پر آکر کھڑا رہا۔ جب بادشاہ نزدیک آیا؛ دُعا دے کر، تعریفیں کرنے لگا۔ ماموں نے مُتوجہ ہوکر پوچھا کہ اے اِعرابی! تو کہاں سے آتا ہے؟ جواب دیا کہ «فُلانے بادیے سے، کہ وہاں کے باشِندے قَحط کے عذاب میں گرفتار ہوئے ہیں۔ مَیں وہاں سے نکل بھاگا ہوں»۔ پوچھا «اب کہاں جاتا ہے»؟ بولا کہ «تیرے ہی پاس آیا ہوں، اور خالی ہاتھ نہیں ہوں؛ بلکہ، ایک ایسا تُحفہ معقول پیشکش اور نذر کے لیے لایا ہوں کہ آج تلک دُنیا میں کسو نے نہ دیکھا اور نہ کسو کے ہاتھ لگا ہوگا»۔ خلیفہ سُن کر حیران اور شَشدر ہوا۔ فرمایا «لا تو، دیکھوں وہ کیا ہے!» اِعرابی نے مَشک دکھلائی اور کہا «یہ پانی بہشت کا ہے کہ دُنیا میں کسو نے نہ زبان پر رکھّا اور نہ چکھّا ہوگا»۔ بیت:

پانی نہیں، مِصری کا ہے شربت ☆ اور آبِ حیات کی سی لذّت

خلیفہ نے صُراحی بردار کو فرمایا کہ «اِس پانی سے ایک تُنتھی[1] بھر کر لا»۔ اُس نے ایک آبخورہ بھر کردیا۔ خلیفہ نے دیکھا کہ رنگ اُس کا تغیُّر ہورہا ہے اور بُھکراہند آتی ہے اور مَشک کی بُو نے بھی اُس میں اثر کیا ہے؛ لاچار، ایک گھونٹ پیا اور دانائی سے اُس کے سبب کو دریافت کیا؛ لیکن شرمِ کرم سے مناسب نہ سمجھا کہ اُس پانی کا اَحوال زبان پر لاوے اور اُسے شرمندہ بناوے۔ پادشاہ نے فرمایا کہ «اے سردار عرب کے! واقعی تو نے سچ کہا تھا؛ عجب لطیف اور شیریں اور نادِر پانی ہے جو تو میری خاطر بہ طریق تَبرُّک کے لایا۔ مُقرّر یہ تحفہ بہشت کا ہے»۔ رکابدار کو فرمایا کہ اِس قَدح کا پانی خاص مُطہّرہ میں اُلینڈ لے اور مشکیزے کے پانی کو گوشے میں ڈال دے۔ اور بہت تاکید کی کہ اِسے اچّھی طرح رکھیو اور میرے سوا کسو کو نہ پلائیو۔ پھر اِعرابی سے مخاطب ہوکر کہا «اب بول، تیری حاجت اور خواہش کیا ہے»؟

---

۱ مط: نتھی۔

اُس نے عرض کی کہ "گرانی کے باعث، عیال و اطفال میرے فاقہ کشی اور مفلسی سے مرتے ہیں۔ لاچار، حیران ہوکر، خلیفہ کے رو بہ رو آیا ہوں"۔ پادشاہ نے بہلہ بردار کو حکم کیا کہ ہزار دینار اُس کو دے۔ اور اُس بدوؔ کو فرمایا کہ یہ روپے لے کر، اِسی جگہ سے جلد پھر کر، اپنے وطن کو چلا جا۔ اُس نے بھی اِنعام پاتے ہی اپنے ڈیرے کی راہ لی۔

ایک امیر نے خلیفہ سے پوچھا کہ اِس میں کیا حکمت تھی جو یہ پانی کسو اور کو چکھنے کے لیے عنایت نہ ہوا، اور عرب کو اِسی مکان سے رخصت فرمایا۔ ماموں نے کہا "وہ پانی سخت بے مزہ اور بدبو تھا۔ لیکن، جس پانی سے اِعرابی نے پرورش پائی اور ساری عمر پیا تھا؛ اُس کی نسبت اُس کو یہ پانی بہشت کا معلوم ہوا؛ پادشاہوں کے لائق سمجھ کر، میرے واسطے تحفہ لایا تھا۔ اگر مَیں تم میں سے کسو کو دیتا؛ وہ اِس نکتے کو دریافت نہ کرتا اور اِعرابی کو لعنت ملامت کرتا۔ وہ بے چارہ شرمندہ ہوتا۔ اور اگر اُس کو یہیں سے نہ پھروا دیتا؛ شاید آگے جا کر، دجلے کے پانی کو دیکھتا اور پیتا، اپنی[1] حرکت سے اور اُس پانی کے لانے سے کھسیانا ہوتا۔ مجھے شرم آئی کہ ایک شخص کسو وسیلے سے میرے نزدیک آوے اور توقّع رکھے، اور خالی اپنا سا منہ لے کر پھر جاوے؛ یہ شرط سخاوت کی نہیں۔ بیت:

سخی کو شرم آتی ہے کہ سائل ☼ خجل ہو، اُس کے دروازے سے پھر جائے

تیسری قسم، حیا ادب کی ہے۔ یعنی، اکثر ایسے کام ہیں کہ شرع کے موافق اور عقل کے نزدیک اُن کو عمل میں لانا دُرست ہے اور کسو طرح منع نہیں؛ لیکن حیا ادب کی اُس شغل سے باز رکھتی ہے اور کرنے نہیں دیتی۔ جیسے سنا ہے کہ نوشیروانِ عادل، جس گھر میں نرگس کا پھول ہوتا، بیگموں کے ساتھ یا حرموں سے جماع نہ کرتا اور کہتا کہ نرگس کے پھول کی صورت، چشمِ بینا سے مشابہ ہے۔

---

۱ مط: تو اپنی حرکت سے۔

اصل میں یہ صورت، جو نوشیرواں سے ظُہور میں آئی؛ اِس کو حیا نہیں کہتے۔ اِس لیے کہ حیا وہ ہے کہ ایمان سے پیدا ہوئی ہو، اور کسریٰ[1] آتش پرست تھا۔ یہ بات جو اُس سے عمل میں آئی، فقط ادب ہے کہ[2] وہ بجا لاتا تھا۔ پس اگر، بادشاہ اِسلام کے ایسی حرکت کریں؛ اُسے حیا ادب کی کہیں گے۔ ابیات:

جو دل کہ حیا کے وصف سے ہے گا بنا
وہ آئنہ ہے نورِ الٰہی کا بنا
جس آنکھ میں شرم نہیں، وہ کس کام کی ہے
داناؤں کے نزدیک فقط نام کی ہے

نواں باب۔ عفّت میں:

یعنی، پرہیز کرنا کوششِ حرام سے، خصوصاً خواہشِ حرام سے۔ اور یہ پرہیزگاری بھی اَخلاق کا بڑا جُز ہے۔

نصیحت: داناؤں نے کہا ہے کہ آدمی میں دو صفتیں موجود ہیں: ایک صِفت مَلَکی کہ اُس کے سبب سے[2] دل انسان کا عِلم کی اور نیک عَملوں کی خواہش کرتا ہے۔ دوسری صِفت بَہائمی، کہ اُس کے باعِث حیوانوں اور چار پایوں سے مُناسبت رکھتا ہے اور کھانے پینے پر اور زِنا پر حریص رہتا ہے۔ پس، شرط عقل کی یہ ہے کہ تا مقدور صِفتِ مَلکی کو زور و قُوّت دے اور صِفتِ حیوانی کو کم زور اور بے بس رکھّے۔ بیت:

خُو فرشتوں اور حَیوانوں کی، ہے تجھ میں بَہم
خَصلتِ مَلَکی بڑھا، کر خُوئے حیوانی کو کم

کیونکہ، جس وقت حرص کھانے پینے کی غالب ہوئی، تو انسان حلال و حرام میں فرق نہیں کرے گا۔ ایسے ہی جب شَہوت کا مغلوب ہوا، تو نکاح اور زِنا میں امتیاز نہیں رکھّے گا۔ اور عِفّت کے یہ معنی ہیں کہ جس دم

---

۱ مط میں ,, کہ ,, نہیں ہے۔ ۲ مط میں ,, سے ,, نہیں ہے۔

شہوت غلبہ کرے اور نَفسِ اَمّارہ سرکشی مچاوے، تو اُس کی باگ کو تھانبے؛ جو اُس کا دامن حرام کی ناپاکی سے آلودہ نہ ہونے پاوے۔ سواے حکمِ شَرع کے ہرگز پیش قدمی نہ کرے، اور نالائق کاموں کی طرف نہ دیکھے، تو دروازہ نیکی اور خوبی کا اور دولت اور نجات کا اُس پر کھلے۔

پہلے، یہ صفت بادشاہ کو لائق ہے، کہ مُتّقی اور پارسا ہو، تو اُس کے خوف اور دہشت سے، تمام ملک میں کوئی بدکاری اور زِنا نہ کرسکے؛ بلکہ یہ رسم بِالکل مرد و زن سے اُٹھ جائے، اور کسو کے زن و فرزند پر اِس بد نامی کا داغ نہ لگے۔ ابیات:

جہاں عِفّت کا ہو نشان بلند
دل و دیں دونو[1] ہوویں فائدے مند
نَفسِ اَمّارہ کو وہ زیر کرے
روح کو پاک اور دِلیر کرے

اَلحَمدُ لِلّٰہ! کہ شہزادۂ صاحبِ بخت، نام آورِ عالی قَدر کہ دولت اور بخت سے پَھل کھاتا رہے، اِس صِفَتِ پسندیدہ اور نیک خَصلَتی سے نیک نام اور مشہور ہے۔ بیت:

مُتّقی اور ہُنر مند ہے اور نیک جمال
اِس لیے، اہلِ صَفا اُس کو دعا کرتے ہیں

دسواں باب۔ ادب میں:

یعنی، اپنی ذات کو نامعقول باتوں اور نالائق کاموں سے باز رکّھے، اور خلق اللہ کی اور اپنی حُرمت و آبرو کو بچاوے۔ ایسی حرکت نہ کرے، جس میں اپنی اور اوروں کی عزّت میں خَلَل آوے۔

لیکن، ادب کے یہ معنی ہیں کہ ہر وقت، ہر حالت میں، پَیرَوی پَیغمبرِ خُدا کی کرے، کہ وہ پورے ادب کے سکھانے والے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے خُدا نے ادب سکھایا اور میں نے[2] خوب سیکھا۔

---

[1] مط: دونوں [2] مط: میں نے اُسے خوب سیکھا۔

اِس[1] سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کے برابر کوئی ادب میں آراستہ نہیں ہوا۔ قطعہ:

ادب، ایسے ادیب سے سیکھو ٭ جس نے اللہ سے ادب سیکھا

علم کو بھی پڑھو اُس عالم سے ٭ لوح سے علم جس نے سب سیکھا

ادب ایسی نعمت ہے کہ ہر واحد سے خوش نما ہے، خصوصاً پادشاہوں سے، جو صاحب ملک و خزانے کے ہیں۔ اِس لیے کہ جب اُنھوں نے راہ ادب کی اختیار کی، تو اولاد اور ملازم اُن کے بھی ادب سے رہیں گے۔ پس، یہ حال دیکھ کر، رعیّت کی بھی مجال نہ ہوگی کہ ادب کو چھوڑیں؛ تو اِس سبب سے، جتنے کام ملک کے انتظام اور خلقُ اللہ کے آرام کے ہیں، اچھی طرح سر انجام پاویں۔ ابیات:

میں ادب کو ہوں خدا سے مانگتا

بے ادب، محروم رحمت سے رہا

ہے ادب کرنے سے روشن آسماں

اور ادب سے پاک ہیں کرّو بیاں

بزرگوں نے کہا ہے کہ سب میں بڑی دولت اور سب سے بہتر زیور حضرت آدم کی اولاد کو، خصوصاً سلاطینِ عالم کو، ادب ہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ سلطانِ مصر نے پادشاہِ روم سے طرح یگانگت کی ڈالی۔ یعنی، اُس کی بیٹی کو، اپنے بیٹے سے منسوب کیا، اور اپنی لڑکی کو، اُس کے لڑکے سے نکاح کر دیا۔ اِس اپنایت کے باعث، دونو[2] طرف سے نامہ و پیام اور تحفے تحائف آنے جانے لگے، اور اُن دونو[3] بادشاہوں کی دوستی کے سبب سے، سلطنتیں آباد اور شاد ہوئیں۔ جو کام پیش آتا،

---

۱ مخ کے متن میں "پس یہ معلوم ہوتا ہے" لکھا ہوا ہے۔ لیکن اُس کے حاشیے میں، "پس" پر ۱ کا نشان دے کر، حاشیے میں اس کا بدل "اس سے" لکھا گیا ہے۔ مط میں "پس یہ معلوم ہوتا ہے" لکھا ہوا ہے۔ ۲ مط: دونوں۔ ۳ مط: دونوں۔

آپس کی صلاح سے انجام پانا۔ بغیر پوچھے ایک دوسرے کے، کسو بات میں سبقت نہ کرتے۔

ایک روز مَلِکِ عرب نے قیصرِ روم کو پیغام کیا کہ انسان کی زندگانی کے باغ کے پھل اور حیات کے چمن کے پھول، بیٹے ہوتے ہیں۔ اور ہمارا تمہارا نام بعد وفات کے، سوائے اُن کی حیات کے، باقی اور قائم نہ رہے گا۔ بیت:

دنیا میں وہ شخص ہے گا جیتا ٭ بیٹا رہے یادگار جس کا

پس، آدمی کو ضرور ہے کہ جس میں اُن کو خوشی اور فراغت اور جمعیّت وحشمت ہو، اُس پر اپنا قصد اور دھیان رکھّے۔ چنانچہ، میں نے اپنے بیٹے کی خاطر بہت سے گنج اور تحفہ اسباب اور لونڈی غلام اور ہاتھی گھوڑے اور گانو اور باغ اور پرگنے علاحدہ کیے ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ نے اپنے شاہزادے کے واسطے کیا کیا تجویز فرمایا ہے؛ اِس دوستدار کو بھی اطلاع دیجیے۔

جب یہ پیام قیصر نے سنا، مسکرا کر کہا: دنیا کا مال اگرچہ محبوب اور عزیز ہے، لیکن بے وفا اور ناپائدار۔ دانا اُس کی گنتی نہیں کرتے۔ پس، اِس جہانِ فانی کے اسباب پر مغرور نہ ہوا چاہیے۔ میں نے اپنے فرزند کو ادب کے زیور سے آراستہ کیا، اور خزانے خوش خُلقی و نیک خصلَتی کے اُس کے لیے جمع کیے ہیں۔ اِس واسطے کہ ادب ایسی دولت ہے کہ جس کو ہرگز زوال و نقصان نہیں۔

جب یہ خبر پادشاہِ مصر کو پہنچی؛ قائل ہوکر، مُنصِفی سے بولے کہ سچ کہتے ہیں۔ دانا بھی کہہ گئے ہیں کہ ادب، سونے کا گنج ہے۔ ابیات:

ادب گنجِ قاروں سے بھی خوب ہے
اور ملکِ فریدوں سے بھی خوب ہے
بزرگوں کے نزدیک کچھ نہیں ہے مال
کہ سب مال کو آخر ہے گا زوال

ادب کی طرف باگ کو موڑ گئے
نکو نامی اُس کے سبب چھوڑ گئے

گیارھواں باب ۔ علوے ہمّت میں :

یعنی، اپنی ہمت کو بلند رکھنے۔

حدیث میں آیا ہے کہ خدا عالی ہمتوں کو دوست رکھتا ہے، اور بڑے کاموں کو قبول کرتا ہے۔ لہٰذا، طالع مندی، بلند ہمتی سے ملی ہوئی ہے، کہ اِن دونو کی جُدائی آپس میں مشکل ہے۔ قطعہ[1] :

باز ہمت کا جب کرے پرواز ٭ اُس کا اِقبال آشیان بنے
آگے چوگانِ ہمت عالی کے ٭ چھوٹا سا گوے آسمان بنے

خصوصاً بادشاہوں کا بلند ہمتی[2] ہی سے کام نکلتا ہے اور پُشت قوی رہتی ہے۔ اِس لیے کہ جس میں ہمت زیادہ ہوتی ہے، وہی درجے اور مرتبے میں اَوروں سے بڑھ جاتا ہے۔ بیت :

ہمت بلند رکھ کہ خدا اور خلق پاس
ہمت ہو جتنی، وِتنا ترا اِعتبار ہو

حکایت : یعقوب لیث کو عَین شروعِ جوانی میں ایک بوڑھے دانا نے، کہ اُس کے ناتے میں تھا، کہا کہ میرا دل تیری خاطر دو دِلہ ہے کہ تو جوان ہوا؛ اب تجھ پر شہوت کا جوش اور جوانی کا گھمنڈ غالب ہے۔ کچھ نقد مَہر کے واسطے جمع کر، تو مَیں تیرے لیے کسی بڑے گھرانے کی لڑکی صاحبِ عصمت تجویز کرکے، شادی کروا دوں۔ یعقوب نے جواب دیا کہ جس دُلھن کو مَیں نے پسند کیا ہے، اُس کا کابَین میرے پاس تیّار ہے۔ پیر مرد نے کہا کہ مجھے دکھا، تو میں دیکھوں کہ کتنا ہے۔ اور عَروس

---

۱ مخ میں اس طرح لکھا ہوا ہے ”ابیات قطعہ“، مط میں ”قطعہ“ ہے۔
۲ مط: بلند ہمتی سے۔

کا پتا دے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ یعقوب گھر میں گیا، اور ایک شمشیر باہر لے آیا، اور بولا کہ مَیں مشرق اور مغرب کی دُلھن سے بیاہ کروں گا؛ جس کا مَہر، یہ تلوارِ جوہر دار، زِرہ[1] و چِلتے کی کاٹنے والی، میرے پاس تیّار ہے۔ بیت:

جو نیک بخت ہے، اُس سے کسو کو نہیں ہے بگاڑ
عَروسِ مُلک کا ہے مَہر، تیغِ جوہر دار

اِسی مضمون کی اور[2] بَیت کہہ گئے ہیں۔ بیت:

عَروسِ ملک کو اپنی بغل میں وہ بھیچے[3]
کہ بوسہ جو لبِ شمشیرِ آبدار کا لے

نقل: کہتے ہیں کہ جن دنوں سکندر نے چاہا کہ جھنڈا ملک گیری کا روم کی سرحد سے بڑھاوے، اور تمام عرب و عجم اپنے عمل میں لاوے، اور خشکی اور تری میں سیر فرماوے؛ نہایت خفا اور دِق رہتا تھا۔ اَرَسطاطالیس حکیم کہ وزیر اُس پادشاہِ اُولوالعزم کا تھا؛ نشان فکر و اندیشے کا سکندر کی پیشانی پر دیکھ کر، اور قول و فعل سے معلوم کرکے، عرض کرنے لگا کہ اے پادشاہ دنیا کے! اَسباب پادشاہت کا جتنا چاہیے موجود، اور لشکر و اُمَرا بندگی میں دست بستہ محکوم کھڑے ہیں، اور ملک بڑا اور آباد، اور خزانہ بے شمار، طالِع زور آور، اور باغ سلطنت کا بے خار، اقبال موافق اور جاہ و جلال کمر باندھے شب و روز درِ دولت پر حاضر، اور ہمّتِ عالی تمام روے زمین و دریا کے مسخّر کرنے پر مستعد؛ پس، ایسے وقت میں رُکاوٹ اور خفگی کا کیا باعث! سکندر نے فرمایا کہ مَیں جو خوب غور کرتا ہوں اور تامّل فرماتا ہوں، تو میدان اِس جہان کا اور بساط ہفت اِقلیم کی نہایت مختصر ہے۔ شرم آتی ہے کہ اِتنے سے ملک کے لینے کی خاطر مَیں

---

۱ مط: زرہ چلنہ کی۔ ۲ مط: اور ایک بیت۔ ۳ مط: بھینچے۔

سوار ہوں، اور خیال اِس ادنا دنیا کے مُسخّر کرنے کا دل میں لاؤں۔ قطعہ:

نہیں یہ چاہتی ہمّت کہ کیا ہے ہفت اقلیم
کہ جس کے قصد پہ[1] تسخیر کے سوار مَیں ہوں
ہزار عالم اگر ایسے ہوئیں، تو بھی ہیں کم
کہ اُن کے لینے کی خاطر میں اُس طرف کو چلوں

اَرسطو نے اِلتماس کیا کہ درست ہے؛ اِس میں شک نہیں کہ حکومت اور فرماں روائی اس دنیا کی آپ کی ہمّتِ عالی اور عزمِ شہنشاہی کے لائق نہیں۔ لیکن، مملکتِ عُقبا کو، کہ پایدار ہے، اِس کے ساتھ باہم کیجیے۔ یعنی، جس طرح تیغ زنی کرکے، اِس سرائے فانی کو تصرّف میں لائیے؛ اُسی طرح انصاف اور غریب پروری فرما کے، ملکِ آخرت کو، کہ وہ ہمیشہ باقی اور قائم ہے، اپنے ہاتھ میں لیجیے[2]؛ تو اِس کا نقصان اور اُس کا کمال، اِس کی کمی اور اُس کی زیادتی، برابر ہو کر، رونق پکڑے گی۔ ابیات[3]:

دین کا لے مُلک، جو ہے خوب و نیک
جس کے آگے نہیں ہے دنیا سَو میں ایک
سَعی کر، دنیا میں جب تک ہے قیام
مُلک عُقبا کا بھی ہاتھ آوے تمام

سکندر کے مزاج کو اِس سخنِ معقول کے سُننے سے تسلّی ہوئی، اور وزیرِ دانا کو بہت سی آفریں کی۔ ایسی بلند ہمّتی کے سبب سے آج تک سکندر کا نام بہ خوبی مذکور ہوتا ہے، اور جو پادشاہ صاحبِ عَزم ہے، اُس کی ریس کرتا ہے۔ کیونکہ، اُس کی ہمّت کا عَنقا، اِس دنیا کی طرف، کہ خالی ہڈّی ہے، مُتوجّہ نہ ہوا۔ بیت[4]:

باز ہے تو دشتِ شاہی کا، نہ تاک اِس ہاڑ کو
اپنی ہمّت کے ہُما کو سب سے تو اونچا اُڑا

---

1 مخ میں "پر" لیکن مصرع ساقط الوزن ہوجاتا ہے، مط میں "پہ" ہے۔ 2 مط: کیجیے۔
3 مط: نظم۔ 4 مط: فرد۔

بارھواں باب ۔ عزم میں :

یعنی قصدِ بلند رکھنا ، کہ وہ راہ بری کر کے ، منزلِ مقصود کو پہنچا دیتا ہے ، اور اُس کی مدد سے دل کی مرادیں پوری ہوتی ہیں[1] ، اور جو ارادہ کرتا ہے ، بن آتا ہے ۔ خصوصاً آج تک کسو پادشاہ نے ، بغیر عزمِ درست کے ، کوئی ملک عمل نہیں کیا ۔ اور بِدوں تکدو[2] اور نہایت کوشش کے ، سلطنت کے تخت اور حکومت کی مسند کو نہیں لیا ۔ بیت :

جب تک نہ کرے گا عزم پورا ☆ رہ جائے گا کام سب ادھورا

اور [3]عزمِ جزم اِس کو کہتے ہیں کہ جس کام پر کمر باندھے یا جس مُہم پر دل لگاوے ، کسو کے منع کرنے سے باز نہ آوے اور کسو طرح اپنے ارادے کو موقوف نہ کرے ۔

پند : ایک حکیم سے پوچھا کہ عزم پادشاہوں کا کس جگہ خوش نما ہے اور کس وقت کام آتا ہے ؟ اُس نے جواب دیا ، کہ جب دشمن سلطنت کے پیدا ہوں ، اُن کے دفع کرنے کے لیے اگر یہ عزم کرے ، تو نہایت خوب ہے ۔ کیونکہ ، جس وقت پادشاہ خدا پر توکّل کر کے ، جنگ کے واسطے سوار ہوتا ہے ، تو لشکر فتح و اقبال کا اُس کا استقبال کر کے ، جِلَو میں حاضر رہتا ہے ۔ اِس لیے عزمِ درست ، نشان غالب ہونے اور فتح پانے کا ہے ۔ بیت :

عزم پکّا کر کے ، شہ گھوڑے پہ[4] جب ہووے سوار
ایسا گھبرا جاوے دشمن ، ہاتھ سے چُھٹ جائے باگ

حکایت : کہتے ہیں کہ کسو پادشاہ کو مٹّی کھانے کی خُو ہوئی ۔ ہر چند حکیم اور طبیب مانع ہوتے اور نقصان اُس کا ظاہر کرتے ، وہ باز نہ آتا

---

۱ مط : ہوتی ہی ہیں ۔ ۲ مخ اور مط میں اسی طرح ہے ۔ ۳ مخ میں ''عزم و جزم'' ہے ۔ ظاہرا یہ لغزش قلم ہے ۔ مط میں ''عزم جزم'' ہے ۔ ۴ مخ میں ''پر'' ہے ۔ لیکن اس سے مصرع ساقط الوزن ہوجاتا ہے ۔ مط میں ''پہ'' ہے ۔

اور یہ عادت نہ چھوڑتا۔ ایک روز ایک درویشِ کامل بادشاہ کی ملاقات کو آیا۔
اُس کو نہایت حقیر و ناتواں پایا۔ سُرخ چہرہ، زرد ہوگیا اور قُوت بدن
کی جاکر، ہڈّی پسلی باقی رہ گئی تھی۔ اَحوال اِس حالت کا پوچھا۔ پادشاہ
نے کہا کہ مٹّی کھانے سے، میرا سارا بدن مٹّی ہوگیا اور دل میں بھی طاقت
خاک نہیں رہی۔ فقیر نے کہا کہ جب آپ کو یہ یقین ہے کہ اُس کے
کھانے سے یہ صورت بنی ہے، تو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ جو چیز ضَرر
کرے، اُس کا استعمال کیا ضرور ہے۔ پادشاہ نے کہا کہ مَیں ہر چند قصد
کرتا ہوں کہ چھوڑ دوں؛ پر، یہ بلا میرے گلے سے نہیں چھوٹتی۔ سخت
لاچار ہوں۔ مَیں مٹّی کی طرح گُھلا جاتا ہوں، اور نہایت ایذا[1] پاتا ہوں۔
درویش نے کہا: کیا ہوا وہ عزم جو پادشاہوں کو ہوتا ہے۔ کہ ہر چند
اُن کو کوئی منع کرے، پر وہ[2] اپنے عزم سے باز نہیں آتے۔ بادشاہ کو فقیر
کے کہنے نے اثر کیا اور اپنا عزم یاد آیا۔ اُسی وقت سے ارادہ کیا کہ جو
کچھ ہو سو ہو، پھر گِل کی خواہش نہ کروں اور ہرگز زبان پر نہ دھروں
آخر اِس عزم کی برکت سے، اُس ہلاکت سے مُخلصی پائی۔ قطعہ:

عِنان عزم کی تو جس طرف کے تئیں موڑے
نہ کر تو فکر و تردُّد سے سُست اپنی لگام
کہ کوئی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچا
مگر جو عزم کرے پورا اور سعیِ تمام
قدم تلاش کا جو راہِ عزم میں رکھّے
ٹھکانے پر وہ بزرگی کے پہنچے رکھتے ہی گام

تیرھواں باب۔ جدّ و جہد میں:

جِد کے معنی، سعی کرنی واسطے حاصل ہونے مطلب کے۔ اور
جہد کے یہ معنی ہیں کہ محنت کرے اپنے مقصد کے بر لانے میں۔ اور
جِدّ و جَہد بھی اُولوالعزم پادشاہوں کے وصف اور خُلقوں میں سے ایک خُلق

---

[1] مخ میں ”ایزا“ ہے۔ [2] مط: وے۔

ہے - اور جس کی ہمّت بلند ہوگی، یہ صفت اُس میں مُقرّر ہوگی - اور جتنی جس کی ہمّت عالی ہوگی، وہ اپنے کام میں جِد و جَہد بہت کرے گا -

پس، چاہیے کہ جو مرد بلند ہمّت ہو، محنت اور مشقّت سے نہ ڈرے - کیونکہ، سعی اور کوشش میں دو صورتیں پیش آتی ہیں: اگر مراد بر آئی، تو تو کیا پوچھنا ہے - اور اگر مطلب حاصل نہ ہوا، تو عُذر اُس کا عاقلوں کے نزدیک پسند ہے - اِس واسطے کہ اُس کا جِد و جَہد سب پر ظاہر ہوا اور ہر ایک کو یقین آیا کہ اپنی طرف سے کوشش و محنت تو کی، ہونا نہ ہونا خدا کے ہاتھ ہے - بیت:

سعی کرتا ہوں، ملے مطلب، تو ہے ہمّت بلند
ورنہ ہو، تو عذر میرا ہو بزرگوں کو پسند

نقل: اَمثالِ حکماءِ ہند میں لکھا ہے کہ ایک چینوٹے[1] نے پٹکا سَعْی کا کمر میں باندھا، اور ایک خاک کے ڈھیر سے، کہ اٹھانا اُس کا آدمیوں کو مشکل ہوتا، تھوڑی تھوڑی مٹّی، اپنے بِت موافق، لے جانی شروع کی اور دوسری جگہ میں رکھنے لگا - ایک پرند وہاں آ نکلا - اُس مورِ ضعیف کو دیکھا کہ چھوٹے سے قد پر، نہایت خوشی سے ہاتھ پاؤں[2] مار رہا ہے اور اُس خاک کے اُٹھانے میں بڑی محنت کررہا ہے - بولا کہ اے چینوٹے! تیرا جُسّہ[3] یہ کچھ، اور کام اتنا بڑا؛ کیا تیرے خیال آیا ہے کہ ناحق اپنے تئیں حیران بنایا ہے! تجسے سرانجام کیونکر ہوسکے گا؟

اُس نے جواب دیا کہ ایک ہم قوم پر عاشق ہوں - جب میں نے اُس سے ملنے کا پیغام کیا؛ یہ شرط درمیان لائی کہ اگر میرے وصال کا تجھے خیال ہے تو اِس خاک کے تودے کو، رستے سے اٹھاکر، ایک کنارے لگادے - اور جو یہ محنت تجسے[4] نہ ہوسکے، تو میرے ملنے کا ارادہ اپنے دل سے اُٹھادے - اِس لیے اِس بات پر کمر باندھی ہے - خدا چاہے تو اُس کا حکم بجا لاؤں، اور اپنے ذمّے سے ادا ہوکر، مقصد اپنا پاؤں - اُس طائر نے کہا:

---

[1] مط. چیونٹے - [2] مط: پانوں - [3] مخ اور مط میں اسی طرح ہے - [4] مط: تجھ سے -

یہ گمانِ باطل ہے، تجسے[1] نہ ہوسکے گا، اور یہ وہم تیرے حوصلے اور
قوت سے زیادہ ہے۔ پھر چینوٹے[2] نے جواب دیا، ابیات:

راہِ کوشش میں قدم اب تو رکھا آدمی کو سعی کرنی ہے بجا
ہاتھ میں مطلب کا دامن گر میں لاؤں تو غم و اندوہ سے پھر چھوٹ جاؤں
سعی سے پورا نہ ہو گر میرا کام تو مجھے معذور رکھیں گے تمام

حکایت: فریدوں کو ابتدائے سلطنت میں کہ روز بہ روز اقبال و دولت کی
ترقی تھی۔ خیال آیا کہ جو جو ملک غنیموں کے تصرف میں آ گیا ہے،
اپنے عمل میں لاؤں۔ بیت:

اگرچہ تھوڑے میں گذران[3] آدمی کی ہے پہ، ملک تیغ سے لینا بھی ہے بڑی ہمت

اِس اپنے دل کے ارادے کی امیروں سے مصاحت کی۔ اکثروں نے
صلاح دی کہ اے مَلِک! تمہارا ملک سب آباد و زرخیز ہے اور دولت و
حشمت جو کچھ چاہیے، فضلِ الٰہی سے موجود ہے۔ بہ خاطرِ جمع آرام
سے بادشاہت کیجیے۔ حق ناحق اپنے تئیں خَلِش میں ڈالنا اور فتنہ اُٹھانا،
مناسب نہیں۔ جتنا مُلک خدا نے دیا ہے، اُسی کو غنیمت جانیے، اور غلاموں
کا کہنا مانیے۔ بیت:

تو کُشایش اور مزے کی سعی کر آرزو کی انتہا پیدا نہیں

یہ باتیں سن کر، فریدوں نے فرمایا کہ قناعت چار پایے جانوروں کا کام
ہے، کہ سر نیچا کیے، جو کچھ پایا۔ چر چُگ کر بیٹھ رہے، اور گوشہ
پکڑنا، کم ہمت عاجزوں کو لائق ہے، جو کسو کام کے نہیں۔ آدمی کو لازم
ہے کہ فرصت کو غنیمت جانے، کہ بادل کی سی چلتی پھرتی چھانو[4] ہے۔ پس،
اپنا مطلب حاصل کرنے میں خوف و دہشت کا اندیشہ نہ کرے۔ قطعہ:

سلطنت پر کمر نہ وہ باندھے جس کو آرام ہی کی خواہش ہو
اور محنت سے کب کرے آرام مغز میں جس کے سلطنت کی ہو بُو

---

۱ مط: تجھ سے۔ ۲ مط: چبوتے۔ ۳ مخ اور مط میں اسی طرح ہے۔ ۴ مط چھانوں۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو پادشاہ نے اپنے بیٹے کو ایک دشمن پر لڑنے کے واسطے بھیجا تھا۔ خُفیہ نویس نے لکھا کہ پادشاہزادے کبھو کبھو راہ میں زرہ بدن سے اُتار ڈالتے ہیں، اور دو شب ایک منزل میں مُقام کرتے ہیں۔ باپ نے لکھا کہ اے بیٹا! حق تعالا نے جب روزِ ازل میں عزّت کو پیدا کیا؛ رنج و محنت کو اُس کے ساتھ کردیا۔ اور ذلّت کو جو بنایا؛ چین اور خوشی کو اُس سے ملایا۔ عزّت پادشاہوں کو بخشی، اور ذلّت رعیّت کو دی۔ پس، عیش پادشاہ کا سلطنت کے مرتبے سے ہے، اور رعیّت کی قسمت میں آرام اور کم محنتی لکھ دی۔ یے دونو حصّے ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ سُلطان کو مُقرّر چاہیے کہ آسایش کو وَداع کرے اور راحت، رعیّت کو چھوڑ دے۔ اگر یہ نہ کرسکے، تو وُہی کام کرے کہ جس میں آرام پاوے، اور سلطنت کے جاہ و جلال سے باز آوے، اور کچھ کَسب کر کھاوے۔ بیت:

پادشاہت کا مزہ کیا کم ہے، مت آرام ڈھونڈھ
سلطنت جب ہو مُیسّر، دوسری پونجی نہ چاہ

حکایت: یعقوب لیث لڑکپن سے اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالتا، اور جس کام میں خوف و خطرہ زیادہ ہوتا، اُس کی پیروی کرتا، اور اپنی جان سے نہ ڈرتا، اور محنت کرنے سے ایک دم نہ آسودہ رہتا۔ لوگوں نے کہا: تو بچارا کسیرا ہے؛ تجھے اِتنی مشقّت کرنے سے اور اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہے؟ بولا: مجھے افسوس آتا ہے کہ اپنی عُمرِ عزیز کو تانبے اور بھرت کے بنانے میں صرف کروں، اور جس کسب میں بہت سے شریک ہوں، اُس میں دل لگاؤں۔ اِس محنت و کوشش کرنے سے میرا یہ ارادہ ہے کہ اپنے تئیں ایسے مرتبے پر پہنچاؤں کہ میرے ہم جنسوں میں سے کوئی میرے برابر نہ ہو۔ پھر اُنہوں نے کہا کہ یہ بات بہت مشکل ہے، اور یہ کام نہایت سخت ہے۔ جواب دیا کہ مَیں خوب سمجھ چکا ہوں کہ ِنداں شربت موت کا چکھنا اور بوجھ اَجل کا اُٹھانا ہے؛ بہتر یہ ہے کہ کسو بڑے کام میں مروں، نہ کہ

چھوٹے کام میں جان دوں ۔ آخر اِسی محنت اور کوشش کے سبب سے ، اُس درجے کو پہنچا کہ سب نے سُنا ہے ۔ اَبیات :

ہر کام میں سَعْی ہے گی درکار   کوشش میں نہ سستی کر تو زِنہار
جس کام پہ دل ترا ہو مائل   گر سَعْی کرے تو ہو وہ حاصل

اور جیسے کہ جِدّ و جُہْد سے نیو سرداری کی بَنتی ہے ؛ برعکس اِس صفت کے (کہ جھوٹھ بولنا اور سُستی کرنی ہے) جڑ مرتبے اور دولت کی اُکھڑتی ہے ۔ ظاہر کی اولاد میں ایک سے کسونے سوال کیا کہ تمھارے گھرانے سے کس باعِث دولت اور سرداری جاتی رہی ؟ جواب دیا کہ رات کے دارو پینے اور صبح کے سونے سے ؛ یعنی کاہِل پنے سے اپنے کار بار کی طرف نہ متوجِّہ ہوے ، اور سُستی کے سبب سے رسم سِیاست کی اُٹھادی ۔ آپ سے آپ ہمارے اِختِیار کی ناو لاچاری کے بھنور میں بیٹھ گئی ، اور ہماری اُمّید کی کِشتی مقصد کے کنارے تک نہ پہنچی ۔ یہی اَحوال ہندوستان کی سلطنت کا ہوا ۔ بیت :

وہ اپنے ہاتھ سے دولت کی نیو کو کھودے[1]
شراب شَام سے پی کر جو صبح تک سووے

چودہواں باب ۔ ثَبات میں :

یعنی ، قائم رہنا ہر ایک سخت کام میں اور مضبوط ہوکر دور کرنا رنج و بلا کو :

سچ ہے ، ثَبات بہتری اور برکت کا پھل دیتا ہے ، اور اُس کے ہونے سے خوشی اور بے فکری کا فائدہ ملتا ہے ۔ اور کسو گروہ کو تمام خلقُ اللہ میں ثَبات کی صفت سے اتنا کام نہیں پڑتا ، جتنا پادشاہوں کو ۔ اِس لیے کہ جب تلک ثَبات سلاطینوں کا ، رعیّت اور نوکروں پر اور سرکشوں اور بد فعلوں کی بیخ کنی اور سزا دینے میں ، خاص و عام پر ظاہر نہ ہو ؛ لشکر اور چاکر

---

۱ مط : کھووے ۔

ہرگز فرماں برداری نہ کریں گے۔ اور سرکشی اور بدی کرنے والے، حرامزدگی اور بدذاتی نہ چھوڑیں گے۔ پس، اِس صورت میں پادشاہ کو پُختہ مزاجی سے بڑی قوّت اور مدد ہے۔ اور اوروں کے دل میں سُلطان کے ثَبات سے دَہشت اور خوف رہتا ہے۔ بیت:

جو کوئی سِر پہ رکھے گا ثَبات کا اَفسر
تو مرتبے میں بلند ہوگا چرخِ گرداں پر

پند: کسو حکیم کا قول ہے کہ جو کوئی چاہے کہ بنیاد اس کی سلطنت کی کبھو نہ خراب ہو، تو لازم ہے کہ جو کام کرے، اُس میں ثابت اور مضبوط رہے۔ بیت:

تو اپنے کام کی بنیاد کو ثَبات پہ رکھ
کہ نِیو نِیو پہ دینے[1] سے بنتی ہے مضبوط

اور مردِ ثابت قدم اُس کو کہتے ہیں کہ اپنی راہ و رسم اور قول و فِعل سے باز نہ آوے؛ ہر چند برعکس اُس کے کوئی صلاح دیوے یا ڈراوے۔ کیونکہ، مددِ غیبی، سوائے ثابت رہنے کے، نَجات کی راہ نہیں دکھلاتی۔ چنانچہ حکیمِ اِلٰہی یعنی اَفلاطون فرماتا ہے، ابیات:

دو دِلہ ہونا، خوب بات نہیں
مرد وہ نہیں، جسے ثَبات نہیں
گر تو چاہے، چڑھوں مَیں درجے پر
تو قدم راہ میں ثَبات کی دھر

اور نشان ثَبات کا دو چیز ہیں[2]: ایک تو یہ کہ جو کام شروع کرے؛ اُس کا تمام کرنا، اپنی ہِمّت کے ذِمّے پر لازم جانے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ قیصرِ روم نے، نوشیروانِ عادل سے پوچھا، کہ بَقا سلطنت کی کس بات میں ہے؟ جواب دیا کہ مَیں ہرگز بیہودہ کام نہیں کرتا

---

۱ مخ میں ،، دینے سے ،،۔ ۲ مط: ہے۔

اور جس مُہم میں قصد کرتا ہوں، اُسے انجام دیتا ہوں۔ قیصر نے کہا: سچ ہے؛ سب حکیم یونان کے یہی بات کہہ گئے ہیں۔ ابیات:

مَردوں کی طرح جو کام کیجے ٭ لازم ہے اُسے تمام کیجے

یعنی، جو نشان تو اُٹھاوے ٭ پھر اُس کو نہ چاہیے گراوے

دوسری علامت یہ ہے کہ جو سخن زبان پر اُس کی جاری ہووے؛ تامقدور برعکس اُس کے کلام نہ کرے۔ چنانچہ تواریخ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود (راضی رہے اللہ اُس سے)، ایک روز غزنی کے میدان میں سوار ہوے جاتے تھے۔ کسو حمّال پر نظر پڑی، کہ ایک بھاری پتھر کاندھے پر دھرے، پادشاہی عمارت کے لیے لیے جاتا ہے، اور اُس کے بوجھ سے تھک گیا ہے، اور بڑے زور سے قدم اُٹھاتا ہے۔ سلطان نے مشقّت اُس کی جب ملاحظہ کی؛ مہربانی اور رحم دلی، جو ذاتی تھی، اُس کے باعث ترس کھاکر فرمایا کہ اے حمّال! اس سنگ کو رکھ دے۔ اُن نے بہ موجب حکم کے وہیں گرادیا۔ ایک مدّت تلک وہ سِلّی اُس میدان میں پڑی رہی۔ جب گھوڑے اَصطبل کے پانی پینے کو جاتے، اور اُس جگہ پہنچتے؛ جِھجھکتے اور بھڑکتے۔ کئی خواصوں نے فرصت کے وقت حضور میں عرض کیا، کہ فُلانے روز حمّال نے موافق اَمرِ عالی کے اور فرمانِ مبارک کے، وہ پتّھر جو پیٹھ پر اُٹھائے لیے جاتا تھا، میدان میں ڈال دیا تھا؛ سو، گھوڑے اُس راہ سے بڑی دقّت سے جاتے ہیں، اور سواے اُس حمّال کے، کوئی اُٹھا نہیں سکتا۔ اگر حکم ہو تو وہاں سے جدا کردے، تو وہ راہ صاف ہوجاوے، یہ بہت مناسب ہے۔ پادشاہ نے فرمایا کہ میری زبان سے نکلا کہ رکھ دے؛ اب کس منہ سے کہوں کہ اُٹھا۔ اگر یہ حکم کروں، تو آدمی میری بے ثباتی اور ہر دم خیالی پر گُمان کریں گے۔ نہیں، وہ پتّھر وہیں پڑا رہے۔

سنتے ہیں کہ جب تلک سلطان جیتا رہا، وہ سنگ اُسی میدان میں پڑا تھا۔ اور بعدِ وفات کے بھی، پادشاہ کے حکم کی مُتابِعت کے سبب، اُن کی اولاد میں سے کسونے نہ اُٹھوایا۔ قطعہ:

پاس اُس کا ضرور ہے رکھنا	بات جو پادشاہ فرماوے
لوح پر دل کی چاہیے لکھنا	تو نہ برعکس اُس کے ہو ظاہر

پندرھواں باب۔ عدالت میں:

عدل ایسا حاکم ہے کہ مُلک کو آباد کرتا ہے، اور ایسا نور ہے کہ تاریکی کو برباد کرتا ہے۔ خدائے پاک اور برتر اپنے بندوں کو قرآن شریف میں فرماتا ہے، جس کا یہ ترجمہ ہے کہ "تحقیق اللہ حکم کرتا ہے تمھیں واسطے عدل اور اِحسان کے"۔ پس، عدل کے یہ[1] معنی ہیں کہ داد مظلوموں کی دیوے۔ اور احسان اُسے کہتے ہیں کہ مرہم آرام کا گھاو پر ظلم کے گھائلوں کے رکھے۔

حُکم ہے کہ ایک ساعت کا عدل پادشاہ کا، طاعت کی ترازو کے پلڑے میں، بہت بھاری ہے ساٹھ برس کی عبادت سے۔ اِس واسطے کہ ثواب عبادت کا سوائے عابد کے دوسرے کو نہیں ملتا۔ اور فائدہ عدل کا خاص و عام اور اور چھوٹے بڑے کو پہنچتا ہے۔ اور مُخلصی صاحبِ دین و دولت کی اور بھلائی ملک و ملّت والوں کی اُسی کی برکت سے قائم اور آراستہ ہوتی[2] ہے۔ اور عوض عدل کا، حساب کی حد سے زیادہ ہے اور قیاس کے اندازے سے بہت۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو پادشاہ کو یہ آرزو ہوئی کہ حج ادا کروں، اور نہایت ادب سے خدا کے گھر کے گِرد پھروں اور طواف بجا لاؤں۔ اور اِس نیّتِ درست کے برآنے کے باعث اور اس خواہش کے قبول ہونے کے سبب، اور پادشاہوں اور ہمسروں سے آبرو پاؤں اور سربلند ہوجاؤں۔ اس لیے کہ، بیت:

خدا کے گھر کا جو کوئی کہ حج بجا لاوے
وہ دو جہاں میں بزرگی کا مرتبہ پاوے

---

۱ مط: یہے۔
۲ مخ میں "ہوئی" ہے۔ مط میں "ہوتی"۔ آخرالذکر کو ترجیح دی گئی ہے۔

امیروں اور ارکانِ دولت نے اور آشرافوں اور عالموں نے اور قاضی[1] مفتی نے عرض کی کہ قبلۂ عالم! حج ادا کرنے کے واسطے آمنیّت راہ کی شرط ہے، اور پادشاہوں کے دشمن بہت ہوتے ہیں۔ اگر لشکر اور اسباب ساتھ لے کر ارادہ کیجیے گا، تو نِبَاہ اُن کا اِس بڑے اور لنبے سفر میں سخت مشکل ہے۔ اور اگر تھوڑے ملازموں سے قصد فرمائیے، تو راہ میں بہت سے خطروں کا وسواس دل میں آتا ہے۔ علاوہ، پادشاہ اپنے ملک میں ایسا ہے، جیسے بدن میں جان اور تن میں روح؛ پس، جس وقت سایہ آپ کے دامنِ دولت کا رعیت کے سِر سے علاحدہ ہووے، بڑا خلل پیدا ہو، اور تمام کام خاص و عام کے بے بندوبست ہوجاویں، اور سلطنت کے کاربار میں ہَرج مَرج آجاوے۔

یہ سُن کر سلطان نے فرمایا کہ اگر سفر کرنے کا اتفاق نہ ہوسکے، تو کیا تدبیر کروں جو ثواب حج کا پاؤں، اور برکت سے اس طاعت کی بہرہ‌ور ہوجاؤں؟ سب نے التماس کیا کہ اس ملک میں ایک درویش ہے کہ مدّت تلک کعبۂ شریف میں رہا ہے، اور ساٹھ حج باشرائط بجا لایا ہے؛ اب وہ ایک گوشے میں بیٹھ رہا ہے، اور دروازہ خلق کی آمد و رفت کا بند کرلیا ہے۔ بیت:

خلق کی صحبت سے دامن اپنا جھاڑ پا بہ دامن اب وہ ہے جیسے پہاڑ

شاید کہ ثواب حج کا اُس سے خرید کرکے، اُس کے باعث اِس نعمتِ عُظمیٰ سے مشرّف ہوسکیے۔ پادشاہ از بس کہ پورا اعتقاد اہلُ‌اللہ کی خدمت میں رکھتا تھا؛ اُس درویش پاس گیا۔ اور باتوں کے درمیان یہ بھی ذکر کیا کہ خود بہ خود میرے دل میں آرزو حج کی پیدا ہوئی ہے۔ اور اُمرا اور مشائخ صلاح دیتے ہیں کہ اس ارادے کو موقوف کروں۔ سو، سُننے میں آیا ہے کہ تم نے حج بہت کیے ہیں؛ کیا ہو، جو ایک حج کا ثواب میرے ہاتھ بیچو[2]، تو تم بھی دولت مند ہوجاؤ اور میں بھی اس ثواب سے محروم نہ رہوں۔

---

۱ مط: اور قاضی اور مفتی نے۔ ۲ مط: بیچو۔

درویش نے کہا کہ میں سب حجّوں کا ثواب تمھارے پاس بیچتا[1] ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ہر حج کا ہدیہ کیا مقرر فرماتے ہو؟ جواب دیا کہ ہر ایک حج کرنے میں جو قدم میں نے رکھّا ہے؛ ہر ایک قدم کی، تمام دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، قیمت کرتا ہوں۔ سلطان نے فرمایا کہ اس دنیا سے اور اسبابِ دنیا سے تھوڑا سا میرے تصرّف میں ہے، سو اِتنا تو تمھارے ایک قدم کا مول نہیں ہوسکتا؛ پس، ایک حج کو بھی کیونکر خرید کرسکوں گا اور اِس صورت میں ہدیہ سب حج کا کس طرح خیال میں لاؤں! درویش نے کہا: اگر تم چاہو تو سارے حج لے سکتے ہو اور قیمت دے سکتے ہو۔ پادشاہ نے خوش ہو کر کہا: کیونکر! جواب دیا کہ ایک مظلوم کے قضیے میں جو تم نے انصاف کیا ہو اور ایک دم کسو فریادی کے کام میں مشغول ہوئے ہو؛ تم اُس کا ثواب مجھے بخشو، تو میں ثواب ساٹھوں حج کا تمھارے ہاتھ بیچوں[2]؛ تب بھی میں ہی گویا بڑا نفع کماؤں اور میں ہی اس سودے میں سُود پاؤں۔

پس، اِس سوال جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہ کو بعد ادا کرنے فرض اور سُنّت کے، کوئی بندگی، اُس شغل سے جس میں بھلائی خدا کے بندوں کی ہو، بہت واجب نہیں۔ اور انصاف کی صفت سے زندگی کرنی اور عدالت اور حمایت کی نظر سے رعیّت کی طرف دیکھنا، کوئی کام اِس سے بہتر نہیں۔ کیوں کہ اگر حمایت عدالت کی نہ ہووے، تو صاحب قُوّت اور زور آور، ضعیفوں کم زوروں کو پیس ڈالیں۔ پس، جس وقت غریب ہلاک ہو جاویں، تو طالِع مند بھی برجا نہ رہیں؛ اِس لیے کہ زندگانی تمام خلقت کی آپس میں ایک دوسرے سے وابَستہ ہے اور آراستگی آدمیوں کے احوال کے کام کی، سوائے عدل کے ہرگز ممکن نہیں۔ قطعہ:

عدل اک[3] نور ہے، جس سے ہے جہاں سب روشن
اور مَہَک اُس کی سے خوشبو ہے یہ دنیا کا چمن

---

۱ مط: بینچتا۔ ۲ مط: بینچوں۔ ۳ مط: یک۔

کام جو کچھ ہے غریبوں کا، سو انصاف سے کر
تو ترے کام بھی، جو چاہیے، سو سب جاویں بن

اور عدالت کی تعریف اور بڑائی میں یہی نکتہ کفایت کرتا ہے کہ عادل، خدا کا دوست اور تمام عالَم کا پیارا ہے؛ اگرچہ اُس کے عدل سے فائدہ اُن کو نہیں[1] پہنچا ہو۔ اور ظالم، دشمن خدا کا اور سب خلقُ اللہ کا مردود ہے؛ گو کہ اُس کے ظلم سے نقصان اُن کا نہ ہوا ہو۔ اور دلیل اِس سخن کی اور شاہد اِس بات کا، قصّہ نوشیروانِ عادل کا اور حجّاجِ ظالم کا ہے۔ باوجودیکہ کِسریٰ، کافِر اور آتش پرست تھا، اور حَجّاج، مسلمان تھا اور پیغمبر کے اصحابوں کو اُس نے دیکھا تھا؛ تس پر بھی، جب نوشیرواں کا نام کوئی لے گا، تو اُس پر رحمت کہیں گے اور انصاف کے باعِث اُس کی تعریف کریں گے۔ اور جس وقت حَجّاج کا ذکر آوے گا؛ اُس کے ظلم کے سبب سے، اُس پر لَعنت کریں گے۔ ابیات:

پادشاہت کا عدالت ہے سِنگار
مردُم آزاری نہ کر اے شہر یار
سلطنت کو عدل رکھتے پایدار
کام تیرا عدل سے پکڑے قرار
جس کی خُو دنیا میں عدل و داد ہے
عاقبت میں اُس کا گھر آباد ہے

حکایت: عبداللہ طاہر نے ایک روز اپنے بیٹے کو کہا: کاشکے، دولت ہمارے گھرانے میں جوں کی توں رہے[2]! لڑکے نے جواب دیا کہ جب تک فرش عدل کا اور بچھونا انصاف کا اِس محل میں بچھا رہے گا؛ وہ بھی اپنا گھر جان کر بسے گی۔ قطعہ:

جو پادشاہ تختِ عدالت پہ ہو چڑھا
سجتا ہے اُس کے سِر پہ چَھتَر شان و فخر کا

---

۱ مط: نہ پہنچا ہو۔ ۲ مط: رہتی۔

انصاف کا لباس اُتارے بدن سے جب
لعنت کا طَوق اُس کے گلے میں لگے بھلا۔

حکایت : تواریخ میں لکھا ہے کہ پادشاہِ عادل زمین پر گویا خدا کے لطف کا سایہ ہے، کہ اُس میں ہر ایک مظلوم پناہ پاوے ہے۔ اور یہ بات مُقرّر ہے کہ جس کسی کو سورج کی دھوپ سے دُکھ پہنچتا ہے، آرام کے لیے چھاؤں میں جا گُھستا ہے؛ تو رنج اُس کا راحت سے بدلا جاوے اور سُکھ پاوے۔ اِسی طرح مظلوم بھی جب ستم کے آفتاب کی تابِش سے اور ظلم کی آگ کی گرمی سے گھبراتا ہے؛ عاجز ہو کر، خدا کے سایے کی پناہ میں (کہ وہ عبارت پادشاہ سے ہے) آوے ہے؛ تو ظالموں کے ظلم کے رنج کی دھوپ سے اُس ٹھنڈی چھاؤں میں آرام و چین پاوے ہے۔ ابیات :

خدا کی مہربانی ہے اگر سلطان عادل ہے
کہ لطفِ حق ہمیشہ عدل میں شاہوں کے شامل ہے
خدا کے بندوں کو سایے میں اپنے چَین سے رکھ کر
بزرگی سے تو اپنے پاؤں رکھ[1] گردوں کے پھر سِر پر

پند[2] : حکیموں کا قول ہے کہ عدل کے معنی یہ[3] ہیں کہ سب خلقُ اللہ کو برابر رکّھے؛ یعنی، ایک گروہ کو ایک گروہ پر زبردست نہ کرے، اور ہر طائفے کو موافق اُس کے مرتبے کے درجے دے۔ اور خدمت کرنے والے پادشاہوں کے فی الحقیقت چار فرقے ہیں: پہلے صاحبِ شمشیر، جیسے اُمرا[4] اور سپاہی؛ یہ خواص آگ کا رکھتے ہیں۔ دوسرے اہلِ قلم، مانند وزیر اور مُتَصَدّی کے؛ یہ مثال ہَوا کے ہیں۔ تیسرے اہلِ مُعاملہ، چنانچہ سوداگر اور دُکان دار[5]؛

---

۱ بزرگی سے تو اپنے پاؤں رکھ گردون کے سر پر۔
۲ مط میں یہ عنوان نہیں ہے۔
۳ مط: ہے۔
۴ مط اور مخ دونوں میں "امراو" ہے۔
۵ مط اور مخ "دوکان"۔

یہ بجاے پانی کے ہیں۔ چوتھے رعیت، جو کھیتی کرتے ہیں؛ یہ برابر خاک کے ہیں۔ پس، جس طرح کہ ایک عُنصُر چاروں عُنصُر میں سے دوسرے پر غالِب ہوتا ہے اور مزاج انسان کا خراب ہوجاتا ہے؛ ویسے ہی، ایک گروہ کے غالِب ہونے سے اِن چاروں گروہ میں سے، طبیعت مُلک کی بگڑ جاتی ہے، یعنی، اُجاڑ ہوجاتا ہے۔ اور آراستگی عالم کی اور بَندوبَست خَلقُ اللہ کا خراب اور ناآراستہ رہتا ہے۔ قِطعہ:

اِس جہاں کی قدیم سے ہے یہ چال | خَلق میں ہے ہر اک کا اک درجہ
فِتنے ہر طَرف سے اُٹھیں فی الحال | اپنی حد سے جو کوئی زیادہ بڑھے
پھر تو اپنی جگہ پہ[1] رہ خوش حال | ہر کسو کو تو مرتبے پر رکھ

اور ایک فضیلت عدل کی یہ ہے، کہتے ہیں کہ سُلطانِ عادِل کے اَعضا کو قبر کی خاک بعد مرنے کے خراب نہیں کرتی اور اثر کرنے نہیں پاتی۔

حکایت: لکھتے ہیں کہ ایک عالِم نے مامون بادشاہ کی مجلس میں یہ حدیث پڑھی کہ بدن عادل پادشاہوں کا گور میں نہیں بگڑتا، اور بَند بَند اُس کے ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوتے۔ پادشاہ نے کہا: مجکو[2] پیغمبرِ خُدا کی حدیث کے سچ ہونے میں شک و شبہ[3] نہیں، لیکن یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ نوشیرواں کو دیکھوں، کہ وہ فی الواقِع عادل تھا، کیونکہ زبانِ مُبارک سے حضرت رسالت پناہ نے (صَلٰوۃ اور سلام ہو جیو خدا کا اُن پر اور اُن کی آل پر) فرمایا ہے کہ «مَیں پیدا ہوا ہوں پادشاہِ عادل کے وقت میں»۔

آخر پادشاہ نے قصد مداین کا کیا۔ جب وہاں پہنچا؛ حکم کیا کہ تہ خانہ نوشیرواں کا کھولیں۔ آپ جاکر دیکھا، تو صحیح سلامت خاک میں سوتا ہے، جیسے کوئی شخص خواب میں ہوتا ہے۔ اور تین انگوٹھیاں اُس کی چھنگلیا میں ہیں، ہر ایک کے نگینے پر ایک نُکتہ پند کا لکھا ہے: ایک پر یہ کُھدا تھا کہ دوست اور دشمن کے ساتھ مہربانی کریے[4]۔ دوسرے پر یہ نقش تھا کہ کوئی

---

۱ مط اور مخ میں "پر"۔ ۲ مط: مجھکو۔ ۳ مط: شبہہ۔ ۴ مط: کرے۔

کام بغیر داناؤں کی مصلحت کے شروع نہ کریے[1]۔ تیسرے پر یہ لکھا تھا کہ رعایت رعیّت کی منظور رکھیے[2]۔ اور ایک روایت میں لکھا ہے کہ تختی سونے کی اُس کے سرہانے لٹکی تھی۔ اُس پر بھی لکھا تھا کہ جو کوئی چاہیے کہ خدا تعالا[3] مُلک کو اُس کے زیادہ کرے، تو اپنے عصر کے عالموں کا ادب کرے۔ اور اگر پادشاہ چاہیے کہ مُلک اُس کا بہت ہو، لازم ہے کہ اپنی ذات میں صفت عدل کی بڑھاوے۔

مامون نے فرمایا کہ اِن نصیحتوں کو لکھ لیں، اور اُس کی قبر کی خاک کو عطر و گُلاب سے خوشبو کرکے بند کردیں۔ اور نقل ہے کہ اس تہ خانے میں ایک مُصاحب نے پروانگی بولنے کی مانگی۔ بعد اجازت کے بولا، کہ عدل کی خاصیت یہ ہے کہ بعد مرنے کے، عادِل سے اگرچہ کافر ہو، ضرر خاک کا باز رکھتے ہے؛ پس، اگر عادِل سعادتِ اِسلام سے نیک بخت ہو، تو کیا تعجب ہے کہ قیامت میں، آفت آتشِ دوزخ کی اس سے باز رکھتے۔ پادشاہ کو یہ نُکتہ پسند آیا۔ فرمایا کہ نیچے اِن وصیّتوں کے اِس کو بھی لکھ لیں۔ ابیات:

اِنصاف سے نیک نامی دنیا میں ملے
محشر میں بھی عاقبت کا سب خوف ٹلے
دنیا میں بڑا سب سے بناوے تجکو[4]
اور حشر کی پُرسش[5] سے چُھڑاوے[6] تجکو

اور ستون عدل کا یہ ہے کہ فریادیوں کی فریاد سُنے، یعنی، مظلوموں کی بات پر کان رکھتے، اور شفقت سے مُنہ ان کے کام بنانے کی طرف لاوے۔ اور اگر اپنا احوال بہت کہیں، اُکتا نہ جاوے۔ کیونکہ پادشاہ بمنزلہ طبیب کے ہے اور مظلوم مانند بیمار کے۔ اور مریض یہ چاہتا ہے کہ اپنا تمام احوال حکیم سے کہے۔ پس، حکیم اگر ساری کیفیت کاہلی کی نہ سُنے،

---

۱ مط: کرے۔ ۲ مط: رکھے۔ ۳ مط: خدائے تعالی۔ ۴ مط: تجھ کو۔ ۵ مخ: پرشش۔ ۶ مخ اور مط میں ”چھوڑ آوے“

تو اُس کی بیماری کی حقیقت سے کس طرح واقف ہو، اور بغیر دریافت کرنے آزار کے اور بدون سمجھنے مَرَض کے، علاج کیونکر کرسکے۔ بیت:

تو حکیم اور مَیں بیمار ترا دل کا اَحوال رکھوں کیونکے[1] چھپا

نقل: ایک روز کوئی شخص کسو بزرگ سے اپنا اَحوال کہتا تھا؛ اُس نے گوش نہ کیا۔ پھر کہنے لگا؛ دھیان نہ دیا۔ تیسری بار شور سے اچھی طرح کہنے لگا۔ اُنھوں نے جُھنجلا کے کہا: کیوں میرا سِر دُکھاوے ہے! یہ بولا کہ تم سِر ہو، مَیں درد کہاں لے جاؤں؟ اُس عزیز کو یہ بات خوش آئی؛ وہیں اُس کا کام کردیا۔ بیت:

نام دولت سے کیا پیدا، تو کر لطف و کرم
دی تجھے قدرت خدا نے، تو گروں کو تھانب لے

نقل: کسو پادشاہ نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ کہتے ہیں ہرچیز کی زکات[2] ہے؛ بھلا فرماؤ تو سلطنت کی کیا زکات[3] ہے؟ جواب دیا کہ زکات[4] پادشاہی اور جہانداری کی یہ ہے کہ اگر کوئی مظلوم انصاف چاہے، اور محتاج اپنی اِحتِیاج اُس کے پاس لاوے، تو خوب طرح سُنے، اور نرمی اور ملائمت سے پوچھے، اور جوابِ دُرُشت نہ دیوے۔ اور غریبوں اور فقیروں سے بات کہنے میں غُرور و غَیرت نہ کرے، کہ چھوٹوں سے ہم کلام ہونا، خصلت بزرگوں کی ہے۔ جیسے حضرت سُلیمان (درود خدا کا اُن پر) باوجودے کہ مرتبہ نُبُوّت کا رکھتے تھے اور ظاہر میں پادشاہ جِنّ و اِنس کے تھے؛ پر ایک ادنا چینؤٹی[5] کی بات سُنی تھی۔ بیت:

فقیروں پر نظر کرنی، بڑھاوے ہے بَڑاپے کو
سُلیمان اِس حکومت پر تھے کرتے چینوٹی[6] کی خاطر

حکایت: کہتے ہیں کہ دارُالملکِ چین میں ایک پادشاہ تھا، عدل کے زیور سے آراستہ، اور درخت اُس کی زندگی کا انصاف کے میوے سے پَھلا ہوا۔ بیت:

---

۱ مخ میں ''کیونکر'' ہے اور مط میں ''کیونکہ''۔ ۲ مخ: ''ذکات'' مط میں ''زکات''۔
۳ ایضاً۔ ۴ ایضاً۔ ۵ و ۶ مط: چیونٹی۔

عـــدالت سے اُس کی، ستم نا پدید
خدا خوش، رعیّت کے تھی گھر میں عید

اتفاقاً ایک بارگی کچھ آفت اُن کی سماعت میں آئی۔ اور گِرانی کانوں میں پیدا ہوئی۔ سلطنت کے کارباریوں کو اور امیروں کو حُضور میں جمع کیا، اور آپ ایسا زار زار روئے کہ جتنے رو بہ رو، حاضر تھے۔ اُن کا کلیجہ پھٹنے لگا اور پادشاہ کا یہ احوال دیکھ کر، رونے لگے اور ان کی تسلّی کے لیے تدبیر کرنے لگے۔ پادشاہ نے فرمایا کہ شاید تم یہ گُمان کرتے ہو کہ مَیں اپنے کان بہرے ہونے کے سبب سے روتا ہوں؛ سو غلط ہے۔ اس واسطے کہ مجھے یقین ہے کہ آخر حواسوں کی قُوّت میں خَلل اور نقصان آوے گا۔ پس، اُن سب میں سے ایک چیز کے کم ہونے سے، عقل مند آدمی کس خاطر غم گین ہووے۔ بلکہ رونا میرا اِس واسطے ہے، کہ اگر کوئی مظلوم فریادی دروازے پر بارگاہ کے دُہائی دیوے، اور آواز اُس کی فریاد کی میرے کان میں نہ آوے، وہ یوں ہیں محروم پھر جاوے، تو مَیں خدا کے نزدیک پکڑا جاؤں، پھر اُس وقت کیا عُذر لاؤں۔ اب اِس بات کی میں نے ایک فکر کی ہے؛ ڈھنڈورا[1] پھروا دو کہ آج سے کوئی شخص سوائے فریادی کے، سرخ پوشاک نہ پہنے، تو مَیں اِس نشان سے مظلوموں کو پہچان لیا کروں اور انصاف ان کا دیا کروں۔ بیت:

داد مظلوموں کی دے، مطاب غریبوں کا نکال
دین و دنیا کو اِسی داد و دِہش سے تو سنبھال

اور اکثر ہوا ہے کہ ایک داد دینے سے اور مظلوم کی فریاد سُننے سے، عاقبت کے عذاب سے نجات پائی ہے۔ چنانچہ تواریخ میں یہ حکایت لکھی ہے کہ سلطان مَلِک سلجوقی ایک روز کنارے پر زندہ رود کے شکار کھیلتا تھا۔ آرام کی خاطر کسو باغ میں اُترا۔ اُس کے ملازموں میں سے ایک چِیلا (کہ عرض بیگی اُس کا تھا)، ایک گانو[2] میں گُھسا۔ ایک گائے موٹی تازی

---

۱ ڈھنڈھورا۔ ۲ مط: گانوں۔

حکم کیا کہ اِس کو پکڑ لاؤ۔
دیکھی کہ ندی کے کنارے پر چر رہی ہے۔
آخر حلال کیا اور اس کا تھوڑا سا گوشت لے کر، بھس بِکتے لگائے۔ مالک
اس گائے کی کوئی بُڑھیا تھی، کہ وَجہِ معیشت اُس کی، چار یتیموں سمیت،
اس کے دودھ سے ہوتی تھی۔ وہ جب اِس اَحوال سے خبردار ہوی؛ بے حواس
ہوگئی۔ اور لاٹھی ٹیکتی ہوئی چلی اور پُل پر کہ پادشاہ کی سواری آنے کی
وہی راہ تھی، مُنتظِر بیٹھی۔

ایک بارگی پادشاہ کے جِلَو کے لوگ نمود ہوئے، اور خود بھی آن
پہنچے۔ بُڑھیا نے اُٹھ کر، جھپ دے سی، سُلطان کے گھوڑے کی باگ
پکڑلی۔ وُہی غلام رو بہ رو تھا؛ اُس نے کوڑا اُٹھایا اور چاہا کہ اُس پیرزن
کو مارے اور ڈانٹے۔ پادشاہ نے کہا: چھوڑ دے، کہ بے چاری ظلم رسیدہ
معلوم ہوتی ہے؛ دیکھوں کہ فریاد اِس کی کیا ہے، اور کس کے ہاتھ سے
فریادی ہے۔ پھر پیرزن کی طرف مُتوجّہ ہوا اور کہا کہ اپنا احوال کہہ۔ اُس
بُڑھیا نے، بموجب اِس کے کہ دانا کہہ گئے ہیں مصرع: مظلوم دلیر ہوتا ہے
اور شوخ زباں۔ زبان کھولی اور بولی کہ اے پسر آلپ اَرسلاں کے! اگر
انصاف میرا اِس زندہ رود[1] کے پُل پر نہ دے گا؛ قسم خدائے واحد کی
بُزُرگی کی، قیامت میں پُل صراط کے سِرے پر، جب تلک اپنی داد نہ
لے لوں گی، دعوے کا ہاتھ تیرے دامن سے کوتاہ نہ کروں گی۔ اب خوب اپنے
دل میں غور کر، کہ اِن دونو پُل میں، کون سا پُل اچّھا معلوم ہوتا ہے۔ بیت:

آج تو انصاف اپنا اور میری داد دے
ہے یہی بہتر، نہیں تو، کل کو تجسے لیویں گے

سُلطان اِس سخن کی ہَیبت سے پیادہ ہوا، اور بولا اے ما! میں ہرگز
طاقت تیرے جواب کی اُس پُل پر نہیں رکھتا۔ کہہ، تجپر[2] کس نے ستم کیا
ہے؟ جو تیرا انصاف اُس سے ابھی دلوادوں۔ عَجوزہ بولی: اے مَلِک! یہی
غلام، جو تیرے حضور میں تازیانہ عذاب کا مُجپر[3] کھینچتا تھا؛ اِسی نے

---

۱ مط: زندہ رود۔ ۲ مط: تجھپر۔ ۳ مط: مجھپر۔

میری زندگانی تلخ کردی ہے۔ جس گائے کے شیر سے گذران میری اور میرے بچّوں کی ہوتی تھی اور میں خاطر جمع سے خدا کی بندگی کرتی تھی؛ اُس کو مار کر کباب کیے۔ مَلک شاہ نے فرمایا کہ اُس غلام کو سیاست کریں، اور عِوَض ایک مادہ گاو کے، ستّر گائیں (جو وجہِ حلال سے خرید کی تھیں)، اُس کو دیں۔

بعد کتنی مدّت کے سلطان نے وفات پائی، اور بُڑھیا جب تلک جیتی تھی۔ ایک روز آدھی رات کو پادشاہ کی قبر پر گئی، اور نہایت عاجزی سے ماتھا اپنا قبلے کی طرف زمین پر رگڑا، اور دعا مانگی کہ یا الٰہی! یہ بندہ تیرا (جو اِس خاک کے نیچے دبا پڑا ہے)، ایک وقت مَیں عاجز و لاچار ہوئی تھی، اس نے باوجود عاجزی کے (کہ مخلوق تھا)، مجپر رحم کیا؛ اِس دم یہ تیری درگاہ میں عاجز ہے، تو اپنی قُوّت سے (کہ خالق ہے)، اس کو بخش دے۔ اُنھیں دنوں ایک مردِ عابد نے مَلک شاہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا سے تمھیں کیسی بنی؟ اُس نے جواب دیا کہ اگر دُعا اُس پیر زنِ داد خواہ کی میری فریاد کو نہ پہنچتی، تو عذاب کے عُقاب کے چُنگل سے بچاو، کسو طرح نظر نہ آتا تھا۔ ابیات:

کہا کہ راہ میں وہ پیر زن کھڑی ہو کر
اگر دُعا کے سبب سے نہ لیتی ہاتھ پکڑ
نہ کرتا مجپہ خُدا گر کرم سے نیک نظر
تو حال مُجسے گُنہگار کا تھا سب سے بَتر
دُعا دی اُس نے، مرا عدل اُس کو یاد آیا
دعا نے اُس کی درِ فَیض مجپہ[1] کُھلوایا

اور دوسرا کَہم عَدل کا یہ ہے کہ خدا کی مُتابعَت کرے، یعنی جو انصاف کرے اور داد دیوے، لازم ہے کہ موافِق حُکمِ شریعت کے ہو۔ اور خوشی کے وقت اور غُصّے کی حالت میں حق کی بات کو نہ بھولے۔ کیونکہ

---

[1] مخ: مجپر۔

خدا کا حُکم سب کے حُکموں پر غالِب ہے، جو کوئی خدا کی فرماں برداری نہ چھوڑے گا؛ کوئی اُس کے اَمر سے گردن نہ موڑے گا۔ بیت:

سردار جس جگہ ہے و یا پادشاہ ہے
دروازے کا خدا کے وہ محکوم ہے بنا

نقل ہے کہ مامون کے عَصر میں، کسو نے کچھ گناہ کیا اور بھاگ گیا۔ اُس کے بدلے، اُس کے بھائی کو پکڑ کے، خلیفہ کے رو برو حاضر کیا۔ حکم ہوا کہ اگر اپنے بھائی کو حاضِر کرے، تو چھوڑ دو؛ نہیں تو اِس کو قتل کرو۔ اُس شخص نے عرض کی: اے مَلِک! اگر آپ کا عامِل چاہے کہ مجھے مار ڈالے، اور تم اُس کو فرمان لکھو کہ فُلانے کو چھوڑ دے؛ بھلا وہ عامل مجھے چھوڑ دے، یا مارے؟ پادشاہ نے کہا: یہ کیا معنی، البتہ مُخلِصی کر دے۔ یہ سن کر اُس نے کہا: مَیں بھی حُکم اُس پادشاہ کا لایا ہوں، جس کی عنایَت سے تم[1] پادشاہ ہوئے ہو، اور اُس کا یہ حکم ہے کہ مجھے چھوڑ دو۔ پوچھا: تیرا حکم نامہ کہاں ہے؟ بولا کہ میرے پاس یہ فرمان ہے کہ خُدا فرماتا ہے کہ ایک شخص کو دوسرے کے گناہ کے عَوض مت گرفتار کرو۔ مامون سن کر کانپا، اور رو دیا، حُکم کیا اِس کو چھوڑ دو، کہ حُکم مُحکَم اور فرمان گاڑھا لایا ہے، جس کا یہ ترجمہ ہے کہ خبر دار! حُکم، حُکم خدا کا ہے اور وہ سب حاکموں میں نیک حاکم ہے۔ رباعی:

جو حکم[2] خدا کا ہے، وہ ہے سب سے بڑا
مقدور نہیں کسو کو دم مارنے کا
وہ حکم جو اُترا ہو خدا کے یاں سے
برعکس کرے اُس کے، ہے کس کا پتّا

---

[1] مط میں ,, تم ،، نہیں ہے۔ [2] مط: جو حکم خدا کا ہے وہ سب سے بڑا۔

حکایت: کہتے ہیں کہ عمر لیث نے کسو بے گناہ کو ایک غرض گو کے کہنے سے قید کیا۔ اُس کی ما ایک عرضی لکھوا کر، سرِ راہ آ کر کھڑی ہوئی۔ جوں پادشاہ وہاں پہنچا، اُس پیر زن نے جلدی سے کاغذ کھولا، تو اُس کے ہاتھ میں دیوے۔ پادشاہ کی رانوں تلے گھوڑا جلد تھا؛ اُس کی کھڑکھڑاہٹ سے بھڑکا۔ عمر لیث خفا ہوا؛ فرمایا کہ اِس کو ہانک دو، اور بڑھ گیا۔ جب سواری پھری، پھر[1] اُس نے دُہائی تہائی مچائی۔ پادشاہ نے پوچھا: یہ ماما حتوا کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فُلا نے قیدی کی ما ہے۔ عمر نے غُصّے ہو کر، مُنہ پھیر لیا، اُس کی طرف دِھیان نہ کیا۔ اُس بُڑھیا نے کہا: اے مَلِک! تیرا حُکم میرے بے تقصیر پُوت کے حق میں کیا ہوا ہے؟ جُھنجلا کر بولا کہ سو چھڑیاں مار کر، اُس کا مُنہ کالا کر، گدھے پر سوار کرکے، گِرد شہر کے پھراویں اور مُنادی کریں کہ جو کوئی پادشاہی گنہ گار ہو، اُس کی یہی سزا ہے۔

وہ عورت بولی: یہ حکم تو کرتا ہے؟ کہا ہاں! میں یہ حکم کرتا ہوں۔ اُس نے کہا: پس، حُکم خدا کا کہاں گیا؟ کہ جو کچھ تو حُکم چاہے، سو کرے؛ خدا سے نہیں ڈرتا؟ اِس بات کی ہیبت سے عمر[2] کانپنے لگا اور بیہوش ہوگیا۔ بعد ایک دم کے سُرت میں آیا، اور فرمایا: محبوس کو بندی خانے سے نکال لاؤ۔ جب وہ حُضور میں آیا، اپنے بدن کی خِلعت پہنوائی اور اپنے خاصے گھوڑے پر سوار کروایا اور حُکم دیا کہ تمام بازار اور شہر میں پھراویں اور ڈھنڈورا دیں اور پُکاریں کہ جو کچھ حُکم خدا فرماوے، عمر لیث کون بلا ہے کہ برعکس اُس کے خیال میں لاوے۔ بیت:

وہ حاکم ہے، اور ہم سب ہیں اُسی کے حکم کے بندے
ہمارا کیا بھروسا ہے، جو کچھ ہے حکم اُس کا ہے

تیسرا تھم عَدل کا یہ ہے کہ اپنی نِیّت کو رعیّت کے حق میں صاف کرے، اور اُن کی خیر خواہی کی طرف دل کو مائل کرے۔ اس واسطے کہ نِیّت

---

۱ مط: میں ،، پھر،، نہیں ہے۔ ۲ مط: عمرو۔

پادشاہ کی[1] ہر ایک بات میں بڑا اثر رکھتی ہے۔ اگر عدل کی نیّت کرے، تو برکت اور آبادی کا پھل ملے۔ اور اگر خدانخواستہ، برخلاف اِس کے پادشاہ کے دل میں آوے، تو برکت سارے محصولوں سے اُٹھ جاوے؛ اِس سبب سے رعیّت ویران ہوجاوے۔ شیخ مصلحُ الدین سعدِی شیرازی نے «خدا اُن کو بخشے» اِس مضمون کو نظم کیا ہے۔ ابیات:

کر قصد، کہ ہو تری یہ نیّت
جس میں رہے چین سے رَعِیّت
گر شاہ کے دل میں ٹُک بدی آئے
تو کام جہان کا بگڑ جائے

حکایت: کہتے ہیں کہ قباد پادشاہ ایک روز شکار کو سوار ہوا تھا۔ اتّفاقاً اپنے لشکر سے جُدا ہو گیا۔ ٹھیک دَو پہر ہوی اور دھوپ کڑی پڑنے لگی۔ پیاس سے گھبرایا اور چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کہیں چھانو[2] یا کونواں[3]، تالاب ملے تو دم لوں اور پانی پیوں۔ ایک بارگی دور سے کچھ گھر سا نظر آیا؛ بے اِختیار اُدھر گھوڑے کو دوڑایا۔ جب پاس جا پہنچا؛ ایک خیمہ پُرانا دیکھا کہ کفِ دست میدان میں کھڑا ہے، اور ایک پیر زال اور اُس کی بیٹی اُس کے سایے میں بیٹھی ہے۔ جب پادشاہ کو دیکھا؛ وہ عورت پال سے باہر نکل آئی، اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہنے لگی کہ پوت! تنک[4] دم لے لے۔ یہ اُترا اور اُس ڈیرے میں جا کر بیٹھا۔ وُہیں ہاتھ مُنہ دُھلا کر جو کچھ اُس کے گھر میں موجود تھا، دسترخوان بچھا کر آگے دھر دیا۔ قباد نے ایک نِوالہ کھانا کھایا اور پانی پیا، شُکر خدا کا کیا۔ جب پیٹ بھرا، نیند آگئی، آرام فرمایا۔ بعد دیر کے جب چونکا اور آنکھ کُھلی، دیکھے تو دن تھوڑا رہ گیا ہے؛ رات کو بھی وہیں رہ گیا۔

---

[1] مط: میں ,, کی ،، نہیں ہے۔ [2] مط: چھانوں۔ [3] مط: کنواں۔
[4] مط: ٹک۔

مغرب کے وقت ایک گاے میدان سے آئی۔ اُس بُڑھیا کی لڑکی نے اُس کو دوہا؛ بہت سا دودھ ہوا۔ پادشاہ دیکھ کر حیران ہو رہا، اور اپنے دل میں خیال کر کے کہنے لگا کہ آہا! یہ لوگ صحرا میں اِسی واسطے رہتے ہیں اور بستی میں نہیں بستے کہ کوئی اِن کے بھید سے واقف اور مُطّلع نہ ہووے۔ اِتنا شیر ہر روز اِن کو ایک مادہ گاو سے حاصل ہوتا ہے؛ اگر ہفتے میں ایک روز بہ طریقِ خراج کے سرکار میں دیویں، تو اِن کے مال میں کچھ خلل اور نقصان نہ آوے اور پادشاہی خزانے میں زیادتی ہو۔ آج سے یہ نیّت کرتا ہوں کہ جب شہر میں جاؤں، یہ حکم سب پر جاری کروں اور دسواں حصہ اِن سے مُقرّر لوں[1]۔ رات کو کھا پی کر سو رہا۔ جب صبح ہوی؛ وہی پیر زال کی بیٹی گاے کے[2] دوہنے کو گئی۔ تھوڑا سا دودھ باسن میں ہوا۔ لڑکی دیکھ کر گھبرائی، اور ما کے پاس دوڑی آئی. کہ اے اَمّا! جلدی خدا سے دُعا مانگ، کہ ہمارے پادشاہ نے اپنی نیّت ظلم پر رکھی۔ قباد سُن کر مُتحیّر ہوا، اور دل میں دھیان کیا کہ اِن نے یہ بات کیوں کر معلوم کی۔ آخر لڑکی سے پوچھا کہ پادشاہ کی بُری نیّت کو تو نے کیوں کر دریافت کیا؟ جواب دیا کہ ہماری گاے ہمیشہ فجر کو ڈھیر دودھ دیتی تھی، آج اِتنا ہی سا ہوا ہے؛ اس واسطے میں نے سمجھا۔ کہ جب مُقرّر پادشاہِ وقت کی نیّت تبدیل ہوتی ہے، حق تعالا برکت اُٹھا لیتا ہے۔ قباد نے کہا: سچ کہتی ہے، اور وہ نیّتِ بد اپنے دل سے دور کر کے کہا کہ اب جا، پھر دُہ[3]۔ وہ[4] لڑکی گئی اور دوہنے لگی؛ بہت سا دودھ ہوا۔ تب ما کے نزدیک خوشی سے دوڑی آئی. اور بولی کہ[5] شکر خدا کا، پادشاہ کی نیّت دُرُست ہوی؛ دودھ آج اور دنوں سے زیادہ ہوا۔ سچ ہے، دانا کہہ گئے ہیں کہ پادشاہِ عادل، برسنے والے بادل سے اور آفتابِ روشن سے بہتر ہے۔ چنانچہ شاہ نامے والا کہتا ہے، ابیات:۔

---

[1] مط: کروں۔ [2] مط: کو۔ [3] مط: میں "پھر دہ" نہیں ہے۔ [4] مط: پھر وہ لڑکی گئی۔ [5] مط: میں "کہ" نہیں ہے۔

جو دنیا میں ہے آبشر سے فیض عام ٭ سو شاہوں کے منصوبے پر ہے تمام
جو نیّت بُری ہووے سُلطان کی ٭ تو عادت بگڑ جاوے باران کی
جو سُلطان، عادل ہے، تو غم نہ کھا ٭ کہ عدل اُس کا ہے گا سمیں سے بھلا

اور ایسی ہی دوسری حکایت بہرام گور کی ہے۔

حکایت: ایک روز بہرام گور گرمی کے دنوں میں کہ نہایت لوں چل رہی تھی اور زمین و آسمان تپتا تھا، اکیلا کسو باغ کے دروازے پر پہنچا۔ ایک پیر مرد جو وہاں کا مالی تھا، بیٹھا تھا۔ بہرام نے کہا، اے بوڑھے! تیرے باغ میں انار ہے؟ بولا: ہاں ہے۔ کہا: ایک پیالہ اُس کے شربت کا پیا چاہتا ہوں۔ وہ باغ میں گھسا اور شتابی ایک قدح مُنہا مُنہ بھر کر لے آیا۔ بہرام نے پی لیا، اور پوچھا کہ اِس باغ سے تمام سال میں تجھے کیا حاصل ہوتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ تین سو دینار مجھے مِل رہتے ہیں[1]. تب پوچھا کہ پادشاہ کے یہاں کیا مالگزاری کرتا ہے؟ بولا کہ پادشاہ، میوے دار درختوں کا محصول ہم سے کچھ نہیں لیتا۔ مگر جو زمین جوتتے بوتے ہیں، اُس میں سے عُشر سرکار میں داخل کرتے ہیں۔

بہرام نے دل میں کہا اور سوچ کیا کہ ہمارے مُلک میں ایسے بہت باغ ہیں، اور ہر باڑے میں درخت بے شمار؟ اگر باغوں کے پھلوں سے بھی دہ یکی مُقرّر کروں، تو بہت روپے خزانے میں داخل ہوا کریں، اور رعیّت پر چنداں ظلم و نقصان نہ ہو۔ آج کے دن سے مُقرّر باغوں کا بھی محصول مُقرّر کروں گا۔ یہ نیّت دل میں پُختہ کی۔ پھر باغبان سے کہا کہ میری پیاس خوب نہیں بجھی؛ ایک جام اور بھی آبِ انار کا دے۔ وہ باغبان گیا اور بڑی دیر میں ایک کٹورا لے کر آیا۔ بہرام نے پوچھا کہ اے پُرانے! پہلی بار تو گیا اور تُرت لے آیا، اب کی بار اتنی دیر کیوں لگائی؟ اور پیالہ بھی خالی ہے، ویسا بھر پور نہیں لایا۔ اُس باغ والے نے نہ پہچانا کہ یہی پادشاہ ہے۔ کہنے لگا کہ اے جوان! اِس میں میرا گناہ نہیں، پادشاہ کی تقصیر ہے؛ اُس نے اِس

---

[1] مط. رہتی ہے۔

وقت اپنی نیّت تبدیل کر کے، ظلم کا خیال کیا ہے؛ البتّہ برکت جاتی رہی۔ اُس بار ایک انار سے اُتنا عرق نکلا کہ کناروں تلک جام معمور ہو گیا تھا۔ اِس مرتبہ دس انار اچھّے اچھّے چُن چُن کر میں نے نِچوڑے ہیں؛ پر اِتنا ہی ہوا جو تو دیکھتا ہے۔

اِس بات کے سننے سے بہرام کو نہایت خوف خدا کا ہوا، اور وہ خیال زیادہ طلبی کا جو دل میں کیا تھا، اِستغفار پڑھ کر دور کیا، اور باغبان سے کہا کہ تھوڑا سا اور لے آ، تو خوب طرح پیوں اور تشنگی رفع کروں۔ وہ تیسری بار پھر باغ میں گھُسا اور جلدی خوش[1] خُرّم باہر نکلا، اور کٹورا چھلکتا ہوا آبِ انار کا لایا اور بہرام کے ہاتھ میں دیا اور کہنے لگا: اے سپاہی! عجب صورت ہے کہ خدا کے فضل سے ہمارے پادشاہ نے نیّت ظلم کی جو کی تھی، اُس سے باز آیا۔ یہ دیکھ لے کہ اُس کی برکت فی‌الحال ظاہر ہوئی کہ پھر ایک انار سے اِتنا عرق نکلا۔ بہرام نے سُن کر اُس شخص سے کہا کہ مَیں ہی بادشاہ ہوں۔ فی‌الواقع مَیں نے نیّت بدلی تھی، لیکن اب توبہ کرتا ہوں؛ پھر ایسا خیال ہرگز جی میں کبھو نہ لاؤں گا۔

اے یارو! اب دیکھو تو، نہ وہ باغ ہے نہ بہرام ہے، مگر اُس پادشاہِ عادل کا نام ہے کہ آج تک یادگار رہ گیا ہے؛ اس لیے کہ جو بادشاہ ہوتے جاویں، اِس نقل کو بجائے نصیحت کے سمجھیں اور اپنی[2] نیّت، رعیّت کی بہتری اور آبادی پر دُرُست رکھیں۔ بیت:

نیّت کو دُرُست اپنی جو شاہ کرے
کام اُس کے، جو کچھ چاہے، سو اللہ کرے

پند: دانا کہتے ہیں کہ عدالت کی بُزرگی سب سے زیادہ ہے اور ظلم کی بدی سب سے بدتر۔ عدل کا فائدہ یہ ہے، کہ مُلک پر زوال نہیں آتا، بلکہ روز بروز آباد ہوتا جاتا ہے، اور اِس کی برکت سے خدا اور ملکوں

---

[1] مط: خوش و خرم
[2] مط: اور نیت

کو بھی اِسی کے حُکم کے تابع کر دیتا ہے، اور خزانہ وافر ہوتا ہے، اور شہر اور گانوں بستے ہیں۔ اور بر عکس اِس کے، ظلم کا یہ پھل ملتا ہے کہ مُلک قبضے سے نکل جاتا ہے، اور اگر قدرِ قلیل رہ بھی جاتا ہے، سو ویران ہوتا ہے اور خزانہ خالی ہو جاتا ہے۔

نقل: ہوشنگ جو بیٹا سیامک کا تھا، اُس نے اپنے فرزند کو اتنی وصیّتیں کیں: کہ اے نورِ چشم! ظلم کے جھنڈے اور ستم کے نشان کو ہمیشہ سرِ نگوں رکھیو۔ اور مظلوم کی آدھی رات کی آہ کے تیر سے اور غریب کے صُبح کے نالے کے نیزے سے ڈرتا رہیو، کہ بزرگوں نے کہا ہے:

صُبح بُڑھیا کرے جو آہ کا وار نہ کرے لاکھ تیر اور تلوار

ظلم اور ستم کا نتیجہ، آخر دولت اور نعمت کو برباد کردیتا[1] ہے۔ اور روپے کے واسطے (کہ کسو سے اِس نے وفا نہیں کی اور مرنے کے وقت کسو کے ساتھ نہیں گیا) رعیّت کو خفا اور بیزار نہ کیجیو؛ کیونکہ اس میں ہرگز کچھ شبہ[2] نہیں کہ جس پادشاہ نے مال کی خاطر رعیّت کے ساتھ بد سلوکی کی، گویا اپنی سلطنت کی دیوار کی نیو کھودی۔ بیت:

جو کوئی نگاہ رکھّے رعیّت کے مال پر
وہ چھت بناوے گویا کہ دیواریں کھود کر

دانا یہ[3] باتیں واسطے پند و نصیحت کے لکھتے ہیں، اور نادان کہانی سمجھتے ہیں۔

حکایت: ایک روز سلطان محمود نے اپنے ارکانِ دولت سے کہا کہ کوئی سخت اَحمق اور بڑا بے وقوف تمام ملک میں سے تلاش کرکے میرے رو بہ رو لاؤ۔ امیر رخصت ہوکر باہر نکلے اور داناؤں اور خوش طبعوں کو چاروں طرف رخصت کیا، اور کہہ دیا کہ ایسا آدمی ڈھونڈھ کر کہیں سے پیدا کرو۔ وے ہر ایک مُلک اور شہر میں کھنڈ گئے اور اِس بات کی سَعی میں لگے رہے، اور ہر کسو سے پوچھنے لگے۔ اِس کھوج میں تھے کہ کسو درخت

---

[1] مط: کرتا ہے   [2] مط: شبہہ   [3] مط: یہ

پر ایک آدمی نظر پڑا، کہ جس شاخ پر بیٹھا ہے، اُسی ڈال کو جڑ سے کاٹ رہا ہے، اور کُلھاڑی[1] پر کُلھاڑی مار رہا ہے۔ اور یہ بات نادان کے بھی خیال میں آتی ہے کہ اگر وہ ٹہنا کٹ کر گرے، تو وہ شیخ چلّی اُسی کے ساتھ پٹخنی کھاوے، اور اُسی دم، دم نکل جاوے.

اُسے اِس کام میں دیکھ کر، سبھوں نے متّفق ہوکر ٹھہرایا[2] کہ اِس شخص سے زیادہ احمق جہان میں ملنا مشکل ہے، اِسی کو[3] پکڑکر پادشاہ کے پاس لے چلا چاہیے۔ آخر اُس کو لے آئے، اور اُس کی حماقت کا جو کچھ احوال دیکھا تھا، حضور میں بیان کیا۔ سُلطان نے فرمایا کہ اِس سے زیادہ بھی احمق دُنیا میں ہوتا ہے، سبھوں نے اِلتماس کیا کہ آپ زبانِ مبارک سے فرمائیے، تو ہم کو یقین آوے۔ سلطان محمود نے فرمایا کہ جو[4] پادشاہ یا حاکم ظالم ہو، اور ظلم و ستم سے اپنی رعیّت کو حیران و پریشان کرکے، ویران کرے، مُقرّر ہے کہ وہ خود بھی ایسی حرکت کے سبب سے خراب و تباہ ہوگا؛ پس، وہ اِس سے بڑا احمق ہے. ابیات:

شجر، جڑ کے باعث سے ہے بارور ۔۔۔ رعیّت گویا جڑ ہے، سلطاں شجر
کہ ٹہنی[5] پہ جس کی تو ہے گا چڑھا ۔۔۔ تبر جڑ پر اُس پیڑ کی مت لگا
اُکھڑ جاوے جڑ، جب چلے بادِ سخت ۔۔۔ کہ جب سُست ہوجاوے بیخِ درخت
وہ بے شُبہ[6] کھودے ہے اپنی ہی جڑ ۔۔۔ کرے ظلم جو کوئی رعیّت اوپر

امالی میں خواجہ اِمام کی، کہ اُس کو خطیبِ مَدنی کہتے تھے، مذکور ہے یہ نقل؛ کہ سمرقند کے شہر میں ایک ظالم حاکم تھا کہ تمام خلق اُس کے ظلم سے عذاب میں، اور اُس کی بے انصافی سے پیچ تاب میں تھی۔ جب نالِش اُس کے جور و جفا کی خدا کی درگاہ میں بہت ہوئی، اور کِشتی اُس کے اعمالِ بد سے بھر گئی؛ ایک دن آدھی رات کو اپنے محل میں تخت پر

---

۱ مط: اور کلھاڑی مار رہا ہے ۔ ۲ مخ: میں ,, ٹھرایا ،، ہے ۔ ۳ مط: اسے کیو پکڑکر پادشاہ کے پاس لے چلا چاہیے. آخر اس کی حماقت کا جو کچھ احوال دیکھا تھا، حضور میں بیان کیا. ۴ مط: جو پادشاہ یا حاکم ظلم و ستم سے اپنی رعیت کو حیران و پریشان کرکے
۵ مخ: پر ۔ ۶ مط: بے شبہہ

سوتا تھا، ایک تیرِ آسمانی غیب سے آیا اور اُس کے سینے پر ایسا لگا کہ دو سار ہوکر، پیٹھ کی طرف سے نکلا، اور اُس کی جان ہَوا ہوگئی۔ جب صبح ہوی، خواصوں نے دیکھا، تیر کو کھیچ کر نکالا؛ دیکھیں تو اُس پر لکھا ہے زُبانِ عَرَبی میں، جس کے اِس بَیت میں معنی ہیں، بَیت:

ہیں ظالموں کے لیے یاں دھرے غضب کے تیر
سُوئ کی طرح لگیں ہیں جگر میں، جِلد کو چِیر

اور کسو بُزُرگ نے اِس کے مضمون کو فارسی میں نظم کیا ہے، جس کا یہ مُدّعا ہے، قطعہ:

تونے کمانِ ظلم میں تیرِ جفا رکھا
ڈر ناوَکوں سے اُن کے جو ہیں بیٹھے گھات میں
گو، تیر تیرا پھوڑے ہے فَولاد کی زِرہ
پیکانِ آہ توڑے پہاڑ ایک بات میں

اور حکیم خاقانی نے بھی کیا خوب کہا ہے، جس کا یہ ترجمہ ہے، قطعہ:

ڈر اُس مظلوم سے جو جاگتا ہے اور رونا ہے
تو غافل سوتا ہے سرہانے پہنچا آنسو کا نالا
ڈر اُن بے چاروں سے جو رات چھوڑیں تیر آہوں کے
کہ دُکھیا کا کرے ہے کام زیادہ تیر اور بھالا

شُکر خدا کا، کہ ذات شاہ زادۂ صاحبِ اقبال کی، جو پسند کیا ہوا درگاہِ ذُوالجلال کا ہے، اِس لائق ہے کہ خلق اللہ اِتراوے، اور شہرِ مَرْو کے، بلکہ رہنے والے تمام خُراسان کے کمال خوشی و خُرّمی سے فخر کریں، کہ شور اُن کے عدل کا اور آوازہ اُن کی بُزُرگی اور عقل کا تمام جہان میں پہنچا ہے، اور شفقت اور مرحمَت نے اُن کی تمام عالَم کو گھیر لیا ہے۔ جو دانا اور خَیر خواہ ہیں۔ سُو اُن کی سلطنتِ پایدار سے خوش حال اور مالا مال ہیں؛ اور جو نادان اور بدخواہ ہیں، وو[1] دبدبے سے اُن کی شمشیرِ آب دار کے، نِڈھال اور پایمال ہیں۔ قطعہ:

---

[1] مط: وہ۔

ابُوالمُحسن شہنشہ سے مدد ہے دین و دولت کو
کہ جھنڈا مرتبے کا اُس کے بالائے فلک پہنچا

زمیں ہے عدل سے آباد، دُنیا فَیض سے ہے خوش
رعیّت شاد، مُلک آباد، خلق آسودہ ہے ہر جا

عجب وہ شاہِ دیں پرور ہے، جو فرمانِ طالِع پر
لکھا ہے کاتبِ قُدرت نے طُغرا اُس کی رِفعت کا

ہمیشہ جب تلک گردوں رہے گرداں زمانے میں
رہے گردوں ترے تابِع، زمانہ ہو ترا بُردا

سولھواں باب ۔ عفو میں:

یعنی قدرت اور قابو پاکر، گناہ گاروں کا گناہ مُعاف کرے۔ اور اِس خصلت کی خوبی اور بُزرگی ساری نیک خصلتوں سے زیادہ ہے؛ چنانچہ خدائے پاک اور برتر اپنے دوست کو فرماتا ہے کہ اے مُحمّد! گناہ بخشنے کی خصلت پکڑ، اور اِس پر عمل کر؛ جو شخص تیرا گناہ کرے، تو درگزر کر اور اُس کے عِوَض کا قصد مت کر۔

حضرت رسالت پناہ صَلیّ اللہ عَلَیہ وَسلم نے جس روز فتح مکّے کی کی؛ جتنے سردار قُریش کے تھے اور اُنھوں نے ہزاروں طرح کی ایذائیں حضرت کو پہنچائیں تھیں؛ سب دل میں ڈرے کہ اب دیکھیے، محمّد ہم سے کیا سلوک کرے! لیکن آپ نے خُلقِ مُحمّدی کے سبب سے سب کو آزاد کیا، اور فرمایا کہ تم مُختار ہو، میں نے تمھاری شوخیاں معاف کیں۔ باوجود غالِب ہونے، اور مقدور کے، ہرگز مُزاحمت نہ کی۔ وے[1] اِس مُروّت اور جاں بخشی سے خوش ہوئے۔ قطعہ:

بہانہ جوئی کی عادت کبھو کریں گے نہ ہم
سوائے نیکی کے، کچھ اپنی خُو کریں گے نہ ہم

---

1 مط: وے سب۔

جو اور ساتھ ہمارے بدی کریں تو کریں
پر اُن کے ساتھ بدی ایک مُو کریں گے نہ ہم

پند: حکیموں کا قول ہے کہ ہر چند گناہ بڑا ہو، لیکن بُزُرگی معاف کرنے والے کی بڑھ[2] ہے۔

نقل: ایک گناہ گار عرب کے پادشاہ کے رو بہ رو آیا۔ باوجودے کہ اُس نے کتنے آدمی پادشاہ کے نزدیکی رشتے والوں کو مار ڈالا تھا؛ مَلِک نے اُس سے کہا: تجسے ایسے ایسے گناہ میرے حق میں صادِر ہوے ہیں، تِس پر یہ جُرأت ہے کہ میرے حُضور بے محابا چلا آیا، یہ کیا معنی، غضبِ سلطانی سے تجھے خَوف نہ آیا؟ اُس نے جواب دیا کہ میری اِس دلیری کا اور اپنی تقصیروں سے نہ ڈرنے کا یہ باعِث ہے کہ جانتا ہوں، ہر چند میں نے گناہ بڑے کیے ہیں، لیکن آپ کے عَفو کا درجہ اُن سے زیادہ ہے۔ پادشاہ کو اُس کا قول پسند آیا۔ تقصیر مُعاف کرکے، اپنی توجّہ اور عنایت سے سرفراز فرمایا۔

ایک امیر نے سوال کیا کہ ایسا دشمن، اس طرح آپ[3] سے آپ قابو میں آیا، اور اُس نے فقط باتوں میں آپ کو پُھسلایا، قِبلۂ عالَم نے اِنتِقام نہ لیا، بلکہ اُس کی شوخیوں اور تقصیروں کو معاف فرمایا، یہ کیا مزاجِ مبارک میں آیا؟ جواب دیا کہ اُس کے عذر پر مَیں فریفتہ نہیں ہوا، بلکہ اپنے دل میں غَور کی کہ اگر اِس سے عِوَض لوں، البتّہ دل میرا خوش ہوگا اور تسلّی پاوے گا، لیکن اگر معاف کروں گا، تو اُس کا جی شاد ہوگا، اور مجھے دنیا میں نیک نامی اور عاقبت میں اُس کی جاں بخشی کے سبب، ثوابِ عظیم حاصل ہوگا۔ اور یہ بھی جانتا ہوں، مصرع: بخش دینے میں جو لذّت ہے، سُو بدلے میں نہیں۔

---

۱ مط: اور مخ دونوں میں اسی طرح۔ ۲ مط: آپ سے قابو میں آیا۔ ۳ مط: بھلایا۔

نقل: مامون، جو خلیفہ بغداد کا تھا، اُس کا یہ قول ہے، کہ اگر آدمیوں کو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ مجھے گناہ کے مُعاف کرنے میں کیسی لذّت ملتی ہے، تو میرے حُضور میں کوئی سوائے گناہ کے کچھ اور تحفہ نہ لاوے۔ قطعہ:

یہ نُکتہ سمجھے جو مجرم کہ دم بہ دم مجکو
گناہ بخشنے میں لذّت ہے گی لاثانی
گناہ کرتا رہے ہر گھڑی وہ قصداً بھی
ہمیشہ لاتا رہے اپنا عُذرِ نادانی

پند: ایک روز سکندر نے ارسطو سے پوچھا کہ فُلانے گناہ گار کے حق میں کیا صَلاح دیتا ہے؟ عرض کی کہ جہاں پناہ! اگر کوئی گناہ نہ کرتا، تو عَفو کے ثواب سے (کہ وہ بڑی چیز ہے) دنیا میں کوئی واقف نہ ہوتا۔ پس، گناہ عَفو کا آئینہ ہے، اور گناہ گار اِس صِفت کا روشن کرنے والا۔ اب لازِم یہ ہے کہ اُس کی تقصیر مُعاف کرنے سے اِس صِفت کو ظاہر کیجیے۔ بیت:

گناہ، عَفو کی ہے آرسی، سمجھ اے شیخ
حقیر دیکھ نہ ہرگز گناہ گاروں کو

تب سکندر نے پوچھا، کہ گناہ کو مُعاف کرنا کس حالت میں بہتر ہے؟ جواب دیا: جب اپنے تئیں مقدور ہو، یا جب حریف پر فتح پاوے؛ تو اِس عَفو کے سبب سے گویا شکر گزاری ظَفر کی کرنے میں آوے۔

حکایت: تواریخ میں لکھا ہے کہ کسو پادشاہ نے اپنے مُخالف پر فتح پائی، اور وہ پکڑا گیا۔ مَلِک نے پوچھا کہ اِس وقت تیری کیا حالت ہے، اور اب تجسے کیا ہوسکتا ہے؟ بولا کہ خدا عَفو کو دوست رکھتا ہے، اور تمہیں فتح کی خواہش تھی، سُو اب اللہ نے تمہاری آرزو تمھیں دی؛ لازِم ہے کہ

تم بھی خدا کی خوشی بجا لاؤ اور مُعاف کرو۔ مَلِک کو یہ نُکتہ نہایت پسند آیا. اور اُسے وہیں آزاد فرمایا۔

پس، سب پادشاہوں کو ضرور ہے کہ تقصیر واروں کے اِنتِقام کی کدورت سے، اپنے دل کے آئینے کو صاف رکھّیں، اور اپنی قُوّت و قُدرت کے شکرانے میں، گناہ کار کو (کہ وہ اپنے گناہ سے شرمندہ ہو رہا ہے) عَفْو کی خوش خبری سے اُس کا دل شاد کریں: کیوں کہ جو پادشاہ صاحبِ عزم اور عالی ہمّت اگلے زمانے میں ہوئے ہیں، اُن کی یہی خصلت تھی۔ بَیت:

ازل کے روز سے ہے آج تک یہی دستور
بڑے تو بخشتے اور چھوٹے کرتے آئے قصور

حکایت: کسو پادشاہ کے ایک بڑے مُقرّب نے ایسا گناہ کیا تھا کہ اُس کے باعِث بڑی خفگی اور غصے میں پڑا۔ ایک روز اُس مَلِک نے اُس کے حق میں کسو اپنے خواص سے مصلِحت کی، کہ اِس تقصیر وار کو کیا کیا چاہیے۔ اُس شخص نے اِلتِماس کیا کہ اگر مَیں اِس وقت پادشاہ کی جگہ ہوتا، تو خوب تنبیہ کرتا اور سزا دیتا۔ پادشاہ نے فرمایا: واقعی تو تو میرے برابر نہیں؛ پس مجھے لازم ہے کہ تیرے برخلاف عمل میں لاؤں، خیر[1]، میں نے اُس کی تقصیر مُعاف کی۔ اگرچہ اُس کا گناہ بڑا تھا، پر عَفْو کرنا مجھے بہت بہتر معلوم ہوتا ہے۔ بیت:

زِیر دستوں سے گنہ گر ہو بڑا بخشنا، پر ہے بزرگوں سے بھلا

اِس واسطے کہ ہر ایک انسان کو ضرور ہے کہ اپنے گناہوں کو، جو اُس سے سرزد ہوتے ہیں، نگاہ کرے؛ اور مُنصِف ہوکر سمجھے کہ میں بھی تقصیر وار ہوں، اور خدا کی بخشِش کا اُمّیدوار ہوں؛ پس ایسی حالت میں اپنا بھی عَفْو گناہ گار سے دَرِیغ نہ رکھّے، تو یقین ہے کہ کریم بھی اُس پر رحم کرے، اور اُس کے گناہوں کو مُعاف فرماوے۔ بَیت:

اگر امید ہے تجکو خدا کی بخشِش کی
تو، تو بھی لطف و کرم سے گناہ سب کا بخش

---

[1] مخ میں ,, کہ خیر ،، ہے ظاہرا یہ غلطی کتابت ہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے کسو کو خدمت پر بھیجا۔ اُس سے کوئی ایسی حرکتِ ناپسندیدہ واقع ہوئی کہ بادشاہ کو نہایت بدزیب معلوم ہوئی۔ اُسے اُس کام سے تغیّر کرکے، حکم کیا کہ اُسے نظر بند کرکے، حضورِ اعلا میں روانہ کریں۔ جب وہ قید ہوکر آیا، پادشاہ نے نہایت عتاب فرمایا۔ وہ بچارا بولا: جہاں پناہ! اپنے دل میں ٹک غور فرمائیے کہ کل کو آپ کی بھی خاطر یہی دن دھرا ہے، اور اِسی طرح روزِ قیامت میں خدا کے عِتاب[1] و خطاب میں گرفتار ہوجیے گا؛ پس اُس وقت تمہاری مُخلِصی کی صورت کس طرح ہوگی، اور کس بات کی تمنّا دل میں لاؤگے؟ پادشاہ نے کہا: خدا کے عَفو کا امّیدوار ہوں گا، کہ اُسی کی بخشش سے نباہ[2] ہے۔ تب اُس نے اِلتماس کیا کہ اب میرے بھی حق میں عَفو فرماؤ، تو اِس کا عِوَض وہاں پاؤ؛ اِس لیے کہ خدا کے عَفو کا سبب، پادشاہ کا عَفو ہے۔ بیت:

مَیں تیرا گنہ گار ہوں، اللہ کا ہے تو
گر عَفو کرے تو، تو خدا تجکو بھی بخشے

پادشاہ اُس کا یہ عذرِ معقول سُن کر بہت خوش ہوا؛ اُس کی تقصیر مُعاف کی، اور سرفراز کیا، پھر اُسی خدمت پر بحال کرکے بھیجا۔ ابیات:

گناہ بخشنا، انساں کو نیک خصلت ہے
مزاج عَفو کا رکھنا، بڑی ہی دولت ہے
کہ نورِ عَفو سے دل سارا روشن ہوتا ہے
اور اُس کی باو سے سینہ بھی گلشن ہوتا ہے
خدا کی ریجھ، گنہ گاروں کا ہے عَفوِ گناہ
جو چیز چاہے خدا، دل سے تو بھی اُس کو چاہ

سب جگہ عَفو خوش نما ہے، لیکن گناہِ شرعی میں ہرگز عَفو کرنا دُرُست اور لازم نہیں؛ بلکہ اِس مَحَل میں قہر و غضب کو کام فرماوے، تو وہ اُس کام سے باز آوے۔ قطعہ:

---

۱ مط میں و نہیں ہے۔ ۲ مط: پناہ۔

جو اُس گناہ کی تعذیر، شرع کی حد ہے
تو اُس میں کرنا تَوَقُّف ذرا، بہت بد ہے
گناہ جیسا ہو، تنبیہ اُس کی واجب ہے
کہ حکم شَرْع کا، گویا سکندری سد ہے

سترھواں باب، حِلم میں:

خدا کے اَخلاق میں سے ایک خُلق، حِلم بھی ہے۔ چنانچہ خدا آپ فرماتا ہے کہ «تحقیق اللہ غفور اور حلیم ہے» یعنی بہت بخشنے والا اور بُرْدبار ہے؛ سو یہ نیک صِفَت نبیوں اور ولیوں کو عطا کی ہے؛ تو اُس کی قُوت سے حِلْم کا پانی لے کر، غضب کی آگ کو (کہ وہ جلانے والی خانۂ ایمان کی اور ہراول لشکرِ شیطان عَلَیہِ اللَّعْنَۃ کی ہے)، بُجھاویں، اور اسباب اپنے دین کا بچاویں۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص غضب اور خشم کی حالت میں اپنے تئیں سنبھالے[1]، اور نَفسِ امّارہ کو غالِب نہ ہونے دے؛ وہی مرد بڑا صاحبِ ایمان اور دیندار ہے۔ بیت:

وہ[2] مرد نہیں کہ جو زور آوَر اور قوی دل ہے
جو کوئی غصّے کو مارے، وہ مردِ کامل ہے

اور انجیل میں بھی یہ ذکر ہے کہ پادشاہوں کو واجب اور لازم ہے کہ اپنے نفسِ سرکش کو عبادت اور ریاضت کے زور سے، غریب اور فرماں بردار بناویں، اور آپ اُس پر حاکم رہیں، اور باوجود قدرتِ سلطنت کے، اگر کوئی ایسی بات سنیں، یا ایسی حرکت دیکھیں، جو خلاف اُن کی مرضی کے ہو، تو جلدی غصّے میں نہ آجاویں، بلکہ غور فرماویں کہ سب خدا کے بندے اُن کے زیردست اور محکوم ہیں؛ پس اگر خَشم، زیردست حلم کا؛ اور غضب، محکوم بُرْدباری کا نہ ہووے؛ تو ہر ایک[3] کے قول و فعل پر غضب فرماویں، آخر ڈر کے مارے رعیّت اور نوکر چاکر جدا ہوکر بھاگ

---

[1] مط: سنبھال رکھے [2] مط: نہیں وہ مرد جو [3] مط: ہر ایک قول و فعل پر

جاویں، اور دوسرے پادشاہِ عادل کے سایے میں پناہ لیں، اور اس مُلک کو بے رونق اور ویران کردیں۔ کسونے کیا خوب کہا ہے، اَبیات:

بردباری، عقل کا سامان ہے   حِلم جس کو نہیں ہے، وہ حیوان ہے
حِلم سے شیطان بھی ہوتا ہے بند   قید کو غصّے کی، ہے گا وہ کمند

اور مردِ حلیم اُس کو کہتے ہیں کہ اگر دریا غضَب کا یہاں تک اُمڈے کہ اپنے زور سے اونچے پہاڑ کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دے، پر اُس کی طبیعت میں تفاوُت نہ کرسکے، اور آگ غصے کی کتنی ہی بھڑکے، لیکن اُس کے مزاج کو گرم نہ کرنے پاوے؛ سو یہ صورت بِدون حِلم کی مدد اور بُردباری کی پُشتی کے ہو نہیں سکتی۔ نہیں تو کوئی حاکم، رعیّت کی گفتگو کو کہ اپنے شعور اور حوصلے کے موافِق ہر کوئی کرتا ہے، نہ سن سکے۔ پس پادشاہ کو عادل تب کہا چاہیے کہ حِلم کی خو کرے، اور اُس کے زور[1] و قوّت سے، جڑ غصّے کی (جو تمام عالم کو جلا مارے) اُکھاڑ ڈالے۔ اَبیات:

حِلم[2] جب آیا، غضَب تب ہوا زِیر
برد باری ہے غضَب پر نِت دِلیر
بردباری، عقل کی آڑ وار ہے
حِلم جس میں نہیں، سدا وہ خوار ہے

نقل: سُلیمان زرکوب یہ نقل کرتا ہے کہ میں ایک روز مامون خلیفہ کے حضور میں بیٹھا تھا۔ ایک تختی یاقوتِ سرخ کی میں نے دیکھی کہ طُول اُس کا چار انگُشت اور عَرض دو انگُشت کا تھا، تس پر رنگت اور آبداری ایسی پائی تھی کہ مانند زُہرہ کے چمکتی اور مُشتری کی طرح دمکتی تھی۔ اور اُس کی چُھوٹ سے تمام مکان روشن ہو رہا تھا۔ ایک زرگر کو حکم کیا کہ انگوٹھی بنا کر، اِس نگ کو اُس پر سوار کر دے۔ سُنار نے وہ لعلِ بے بہا لیا اور رخصت ہوا۔ اِتّفاقاً دوسرے روز بھی میں حاضر

---

١ مط: زور اور قوت۔   ٢ مط: حلم جب آوے غضب تب ہووے زیر۔

تھا کہ پادشاہ نے اُس یاقوت کو یاد کرکے، سادہ کار کو طلب فرمایا۔ جب وہ آیا، تو عجب اُس کا اَحوال تھا کہ رعشے سے بید کی مانند کانپتا اور بے حواس ہو رہا تھا۔ خلیفہ نے اُس کی طرف دیکھ کر، خطاب کیا کہ یہ تیری کیا صورت ہے؟ وہ بولا کہ جان کی امان[1] پاؤں، تو سارا اَحوال کہہ سناؤں۔ فرمایا: میں نے امان[2] دی۔ تب اُس سُنار نے نگینہ نکالا، چار ٹکڑے ہوگیا تھا۔ عرض کرنے لگا کہ اے پادشاہ وقت کے! میں نے چھاپ بنائی؛ جب چاہا کہ اِس کو اُس کے گھر میں رکھوں، ہاتھ سے چھوٹ کر، نہائے پر گرا، چار پارہ ہوگیا۔ یہ سن کر پادشاہ نے مطلق تیوری نہ چڑھائی، بلکہ مسکرا کر فرمایا کہ جا، اِن چاروں ٹکروں کی چار انگوٹھیاں بنالا؛ تیرا گناہ کیا ہے۔ پس یہ بات کہنے میں آتی ہے، مگر عَمل میں ایسے ہی پادشاہِ عادل اور حلیم لاتے ہیں۔ واقعی، کمال تحمّل اور بردباری کو کام فرمایا۔

اَبیات:

جو پوچھو، حِلم ہی پونجی کمال کی ہے گی
اِسی سے زیادتی جاہ و جلال کی ہے گی
خَجِل کے دل کی خوشی، حِلم نے بڑھائی ہے
شکستہ دل کی گویا حِلم مومیائی ہے

پند: نوشیروانِ عادل نے بُزرْجمِہر حکیم سے سوال کیا کہ حلم کیا ہے؟ جواب دیا کہ اَخلاق کے خوان کا نمک ہے، اگر اس کے حرفوں کو اُلٹیے[3]، تو مِلح ہوتا ہے اور مِلح، لُون کو کہتے ہیں۔ پس اگر انسان میں سب خُلق ہوویں اور حِلم نہ ہو، تو ایسا ہے جیسے طرح بہ طرح کے کھانے تکلّف سے پکّے، لیکن نمک نہیں پڑا، تو سب پھیکے ہیں۔ تب کِسری[1] نے پوچھاکہ نشان حلم کا کیا ہے؟ حکیم نے کہا: اِس کی تین علامَتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر کوئی تُرش روئی یا سخت گوئی سے کچھ کڑوی بات کہے، تو اُس کا جواب شیریں زبانی

۱۔۲ مط: آمان۔
۳ مط: اور مخ دونوں میں اس کا املا ”بوذرجمہر“ ہے۔
۴ مط: الٹے۔

اور ملائمت سے دیوے، اگر وہ بری حرکت کرے، تو اس کے بدلے یہ نیکی کرے۔ ابیات:

تجھسے کہتا ہوں، ہے وہ مرد حلیم
زہر کے بدلے جو شکر دیوے
کم نہ ہووے پھلے درخت سے جو
ڈھیلا مارے، اسے ثمر دیوے
جو جگر کو تراشے، کرکے ستم
کھان کی طرح اس کو زر دیوے
حلم کا نکتہ سیکھ سیپ سے
سر کو جو کاٹے، وہ گہر دیوے

دوسری پہچان یہ ہے کہ عین غصے کے غلبے اور غضب کی زیادتی میں چپکا ہو رہے۔ یہ پکی دلیل ہے کہ حلم اور بردباری، اس کے دل اور جان پر غالب ہے۔ اور جو درویش خدا پرست ہیں، وہ اپنے[1] نفس امارہ کو اسی روش سے محکوم کرتے ہیں، اور آپ اس پر حاکم بنتے ہیں۔ تیسری یہ نشانی ہے کہ باوجود ایسے گناہ کے کہ وہ لائق سیاست کے ہے، غصے کو کام نہ فرماوے۔

روایت ہے کہ ایک روز نبوت کے باغ کا پودھا اور ولایت کے دریا کا گوہر بے بہا، نور چشم نبی اور ولی کا، خیر النسا کے دل کا چین، یعنی حضرت امام حسین (درود اور سلام خدا کا ان پر) ایک دن دسترخوان پر بیٹھے تھے، اور بہت سے رئیس اور سردار عرب کے حاضر تھے، نعمتیں ہر ایک قسم کی چنیں جاتی تھیں، اس میں ایک غلام امام علیہ السلام کا، شہ[2] کانسہ آش کا گرما گرم بھرا ہوا مجلس میں لایا، پاؤں اس کا لڑکھڑایا؛ وہ جام، دونوجہاں کے شہزادے اور امت کے مخزادے یعنی امام حسین کے سر پر گرا اور تمام آش رخسارۂ مبارک پر پڑی۔ حضرت نے ادب دینے کی

---

۱ مط: وے۔ ۲ مط: میں صرف ،، کانسہ،، ہے۔

نگاہ سے، نہ سزا دینے کی راہ سے، اُس کی طرف دیکھا۔ مارے خوف کے اُس کی جان نکل گئی، حواس باختہ ہوا، سارا بدن تھر تھرانے لگا؛ بے اِختیار اُس کی زبان پر یہ آیت کلامُ اللہ کی جاری ہوی، کہنے لگا «وے لوگ جو پچاتے[1] ہیں غصّے کو»۔ اِتنا سن کر، حضرت امیرُالمومنین امام حُسین عَلَیہ السَّلام نے فرمایا کہ، خشم کو میں نے دل سے دور کیا۔ پھر وہ بولا کہ «جو شخص مُعاف کرتے ہیں گناہ انسان کا»۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے عَفو کیا۔ پھر اُن نے باقی آیت پڑھی کہ «اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو» حضرت نے حکم کیا کہ میں نے اپنے مال[2] سے تجھے آزاد کیا، اور تیری خوراک اور پوشاک ساری عمر کی اپنے اوپر قبول کی۔ قطعہ:

عوض بدی کے، بدی کرنے پر وہ مرتے ہیں
طَمع میں دنیا کی جو دیں سے در گزرتے ہیں
جو لوگ صاحب معنیؔ و طالبِ حق ہیں
بدی کے بدلے ہمیشہ وہ نیکی کرتے ہیں

روایت میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ[1] سے (سلام خدا کا اُن پر) حَواریوں نے، جو حضرت کے مُصاحِب تھے، سوال کیا کہ سب باتوں میں مشکل اور بہت دشوار کیا ہے؟ فرمایا کہ خَشم خدا تعالا[3] کا۔ تب انہوں نے پوچھا کہ غضَبِ الٰہی سے پناہ اور چُھٹکارا، کس کام کرنے سے ہوسکے؟ حکم کیا کہ اپنے غصّے اور پتّے کو مارے، چنانچہ مولوی جلال الدینِ رومی نے اِس حکایت کو اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے، ابیات:

پوچھا عیسیٰ سے ایک دانا نے　　کیا ہے دنیا میں سخت تر سب سے
بولے: اے یار! ہے وہ خشمِ خدا　　جس سے دوزخ بھی کانپے ہے ہم سا
کہا اُس سے بچاو کیوں کر ہو؟　　بولے: غصّے کے وقت، غصّہ نہ ہو
ترک کر خشم و حرص و شہوت کو　　ہے یہی مردی، اور رسول کی خو

---

۱ مط: پی جاتے ہیں۔　　۲ مط: اپنی ملک سے۔　　۳ مط: خدائے تعالیٰ کا

مگر یہ واجب نہیں کہ ہر جگہ حِلم ہی کو کام فرماوے[1]، بہت جگہ ایسی ہیں کہ اُن میں حِلم سے غَضَب بہتر ہے ؛ اِس لیے کہ اگر اپنے لالچ یا غرور کے واسطے خشم کرے، تو بے جا اور بدنُما ہے ؛ اور اگر دین کی اُستواری اور شَرْع کی مددگاری کی خاطر غضَب میں آوے، تو بجا اور خوش نُما ہے۔ مثلاً اگر کوئی ایسا گناہ کرے کہ شرع کے نزدیک اور عقل کے موافق اور ظاہر میں اُس کا عَفْو کرنا دُرُست نہیں، اور اُس وقت یہ حِلم کو جگہ دے، تو سب کے نزدیک الزام پاوے گا، اور اُس پر حرف آوے گا۔ پس قاعدہ اہلِ دین و دولت کا اور صاحبِ عقل و مُروّت کا یہ ہے کہ حِلم و غضَب پر ہر ایک موقِع میں عمل نہ کرے ؛ بلکہ جہاں حلم درکار ہو، حِلم کرے اور جہاں غَضَب لائق ہو، غضَب فرماوے۔ بیت :

نرمی و گرمی ہیں دونو سازوار　　گُل کہیں بن، اور کہیں ہوجا تو خار

اٹھّارھواں باب خُلق و رِفق میں :

خُلق کے معنی خوش خوئی اور رِفق، ملائمت اور خاطر داری کو کہتے ہیں۔ یہ دونو مہربانی اور دل داری کے کام آتے ہیں۔ لیکن خُلق بڑی نعمت عُظمی اور خصلتِ زیبا ہے۔ جب حق تعالیٰ نے ایمان کو پیدا کیا، تب ایمان نے سوال کیا کہ بارِ خدا ؛ مجھے قُوّت دے ؛ کریم نے اُسے نیکی اور سخاوت سے قوی کیا اور زور بخشا۔ اور جب کُفر کو بنایا، اُس نے بھی قُوّت مانگی ؛ اللہ نے اُس کو تُند خوئی اور بخیلی سے مضبوطی اور توانائی دی۔ پیغمبرِ خدا نے حدیث میں فرمایا ہے کہ بخیل اور بدخو کی جگہ بہشت میں نہیں، وہ ہرگز جنّت میں داخل نہ ہوں گے۔ بیت :

دیکھا[2] میں دنیا میں کرکے جُست جو　　آدمیّت ہے فقط خُلقِ نِکو

روایت ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام راہ میں چلے جاتے تھے، کوئی نادان سامنے سے آگیا۔ اُس نے حضرت سے کچھ بات پوچھی، آپ نے

---

[1] مط : فرمائیے۔　　[2] مط : دیکھا میں نے خوب کرکے جست و جو۔

ُخلق و لطف سے جواب دیا۔ اُس مردود نے پسند نہ کیا، بلکہ حماقت سے سخت سوال جواب کیا۔ جتنا وہ اِلزام دیتا تھا اور بد کہتا تھا، حضرت اس کو آفریں اور تحسیں کہتے تھے، اور ہرچند وہ قصد لڑائی اور جھگڑے کا کرتا تھا، آپ اُس سے شفقت اور ملائمت فرماتے۔ ایک راہ چلتا اُس جگہ کھڑا ہوگیا اور یہ دُرشتی اور نرمی دیکھ سُن کر کہنے لگا؛ اے پیغمبر خدا کے! اِس بد ذات سے تم کیوں اِتنی عاجزی اور بھل منسائی کرتے ہو؟ وہ جتنا تُند ہوا جاتا ہے، تم ملائم ہوتے ہو؛ وہ جَور و جفا کرتا ہے، تم مِہر و وفا کو کام فرماتے ہو۔ حضرت روح اللہ نے فرمایا کہ اے دوست دلی! مصرع:

باسن سے وہی ٹپکے ہے جو اُس میں بھرا ہے۔ اگر گھڑے میں سِرکہ[1] ہوگا، تو وہ چوئے گا؛ اگر ٹھلیا میں شربت ہوگا، تو وہ پسیجے گا۔ اِس سے بدی آشکارا ہوتی ہے، مجھسے نیکی ظاہر ہوتی ہے۔ میں اِس کی باتوں سے حلیم بنتا ہوں، وہ میری گفت گو سے ادب سیکھتا ہے۔ میں اِس در گزر کرنے سے جاہل اور نادان نہیں ہوتا، بلکہ وہ میرے ُخلق سے عاقل اور دانا ہوتا ہے۔ ابیات:

جو نہ ہوں میں غصّے سے اب اِس[2] پہ گرم
وہ ادب سیکھے گا مجھسے کھا کے شرم
دم سے میرے، مردے کو ہے زندگی
یہ صفت میرے تئیں ہے حق نے دی
نیک ُخلقی سے مسیحا کی ہے شان
خصلتِ بد کے تئیں تو مَوت جان

نصیحت: حکیموں کا قول ہے کہ خوش خوئی کا نشان دس طرح سے معلوم ہوتا ہے: ایک یہ کہ برعکس داناؤں کے کام نہ کرے۔ دوسرے، اپنے دل میں منصفی کرے۔ تیسرے، اوروں کے عیب کی جست جو نہ کرے۔ چوتھے، اگر کسو سے بدی ظاہر ہو، تو اُس کو نیکی سے بیان کرے۔ پانچویں، گنہ گار کا ُعذر قبول کرے۔ چھٹے[3]، محتاجوں کی اِحتیاج روا کرے۔ ساتویں،

---

۱ مط اور مخ دونو میں ''سرکا'' ہے۔ ۲ مخ میں ''اس پر''۔ ۳ مط: چھٹیں۔

خلقُ الله کے واسطے آپ محنت اور رنج اٹھاوے۔ آٹھویں، اپنے عیب کو آپ سمجھے۔ نویں، ہر ایک سے کُشادہ پیشانی ملے۔ دسویں، سب سے میٹھی بات کہے، جو سب شخص خوش اور راضی رہیں۔ یہی دس خصلتیں اہلِ بہشت کی پہچان ہیں۔ بیت:

تمام خَلقِ خدا سے تو خُلق کرتا رہ
بہشت میں وہی تیرے تئیں لِے جاوے گا

اور کسو نے کیا خوب کہا ہے، بیت:

عجب ہے عالمِ آزادگی اور خُلقِ نکو
بہشت چاہیے، تو خوش خوئی کر تو اپنی خُو

اور نشانِ رفق کا، لیاقت اور مدارات ہے۔ حدیث میں فرمایا ہے کہ ملائمت، انسانیّت کو زینت دے[1] ہے، اور دُرشتی، آدمیت کو کھوتی ہے اور خراب کرتی ہے۔ حضرت عزّت نے اپنے حبیب کی اِسی صفت سے تعریف فرمائی ہے کہ اے محمّد! تجھے میں نے اپنے بندوں پر بجاے رحمت کے بھیجا ہے؛ پس تو اُن سے ملائمت کر۔ اور کڑی بات سے مُقرّر دشمنی اور مخالفت آجاتی ہے، اور نرم گفتگو سے محبّت اور دوستی پیدا ہوتی ہے۔ بیت:

جو شیریں زبانی تو پیدا کرے تو اک بال سے ہاتھی کو کھینچ لے

نصیحت: آرْدشیر بابک نے جب سلطنت کے تخت کو دانائی کے زیور سے آراستہ کیا، ایک روز اپنے فرزند کو دیکھا کہ بیش قیمتی جامہ پہنے ہے۔ فرمایا کہ بیٹا! پادشاہوں کو چاہیے کہ ایسا لباس پہنیں کہ کسی کے توشہ[2]خانے میں نہ نکلے اور ویسا کپڑا نہ پہن سکے۔ اور یہ خِلعت جو تونے پہنی ہے، ہر ایک کو میسّر ہے اور سب پہن سکتے ہیں۔ شاہزادے نے اِلتماس کیا کہ جو سرے پاو کسو کے پاس نہ ہووے اور کوئی پہن نہ سکے، وہ کس چیز کا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ اُس کا تانا، نیک خوئی اور نیکو کاری کا، اور بانا، تحمّل اور بُردباری کا ہو ہے۔ سچ ہے، اگر آدمی اِس نُکتے کو غور

---

[1] مط: دیتی ہے [2] مخ: توشخانے میں

کرے، تو دریافت میں آوے کہ سارے لباسوں میں بہتر[1]، نیکی اور تحمّل ہے، قطعہ:

پادشاہوں کو لازم ہے اتنا ہیں گے جتنے یہ بندہ[2] ہائے خدا
خوب ہے اُن کے تئیں ملا لینا اور شفقت بھلی ہے ہر اک[3] جا

نقل: فریدوں سے سوال کیا کہ نوکروں کو کس طور سے رکھنا دُرست ہے؟ جواب دیا کہ مہربانگی اور بُردباری سے۔ پھر پوچھا: اگر کوئی مشکل پیش آوے، تو وہ کس چیز سے آسان ہووے؟ فرمایا: ملائمت اور لیاقت سے، کہ داناؤں نے اِسی محل میں کہا ہے۔ قطعہ:

جو مشکل کام کوئی پیش آجائے تو آساں ہوتا ہے شیریں زباں سے
بہت کام ایسے ہیں نرمی سے بنتے کہ ہوسکتے نہیں تیغ و سناں سے

نقل: جمشید نے اپنے وزیر سے سوال کیا کہ پادشاہوں کو انصاف کرنا کس طرح ضرور ہے؟ عرض کی کہ ملائمت اور نیک خوئی سے، اِس واسطے کہ رعیّت جب بادشاہ کو اِس صفت سے دیکھیں، تو دعا کریں، اور سپاہی یہ خود دیکھ کر، رضامندی اور خوشی بادشاہ کی چاہیں۔ اور سلطنت کی خوبی اور مضبوطی، فقط رعیّت کے آرام اور فوج کے راضی رہنے سے ہوتی ہے۔ اور گوشمالی گنہگار کی بھی جیسی ملائمت اور سلوک سے ہوتی ہے، ویسی سختی اور بدسلوکی سے نہیں ہوسکتی۔ یہ نقل اِس بات کے موافِق ہے:

حکایت: ایک پادشاہ حِلم اور بُردباری میں مشہور تھا۔ ایک دن خاص پُز کو فرمایش کی کہ آج خاصے میں فلانا پُلاو بہت اچھی طرح خبرداری سے پکائیو، اور میوہ اور مصالح بہت سا دیجو[4]۔ اُس نے بہت سُتھراپے سے پکایا، اور کھانے کے وقت غوری میں نکال کر، دستر خوان پر لایا۔ بادشاہ نے اُس طعام کو نظرِ خواہش سے دیکھا اور نِوالہ اُٹھایا۔ اِتفاقاً اُس میں ایک مکّھی نظر آئی، ہاتھ سے رکھ دیا۔ دوسرا لُقمہ لیا، اُس میں بھی

---

[1] مط: بہتر لباس [2] مخ اور مط میں "بندہائے خدا" [3] مط: ہریک جا
[4] مط: دیجیو

دیکھی ، اُس کو بھی ڈال دیا۔ تیسری بار جو نِوالہ باندھا ، اُس میں بھی نکلی۔ گھن کھا کر ، ہاتھ کھینچ لیا ، اور نعمتوں سے نوشجان فرمایا۔ جب دسترخوان بڑھایا گیا ، اُس باورچی کو یاد کیا۔ جب وہ حاضر ہوا ، فرمایا کہ وہ کھانا تونے نہایت با مزہ پکایا تھا ، اور بو باس اور آب و نمک درست رکّھا تھا ، کل بھی ویسا ہی تیّار کیجو ، لیکنؔ بہ شرطے مکّھیاں اُس میں نہ ہوں۔ جتنے خَواص اور امیرؔ حاضر تھے ، سلطان کی درگزر اور بُردباری دیکھ کر حیران ہوئے ، کہ پُلاؤپُز کو بِدون جِھڑکی اور سزا کے ، کس طرح شرمندہ اور کِھسیانا کیا۔ بَیت :

جو کوئی گناہ کے بدلے میں لطف ہی دیکھے
بہت ہے اُس کو یہ شرمندگی ، خجل ہی رہے

انّیسواں باب۔ شفقت اور مَرحَمت میں :

یعنی رعیّت اور خوش باشوں کے حق میں مہربانگی اور رحم کرے ، سو یہ بڑے بڑے پادشاہوں کو اور اچھّے اچھّے سلاطینوں کو ضرور ہے ، اِس لیے کہ زیردست اور فرماں بردار امانت خدا کی ہے ، جو صاحبِ اِختیار اور مقدور والوں کو سونپی ہے۔ پس اُن کو واجب ہے کہ رعایت کی نظر سے غریبوں اور عاجزوں کو دیکھیں ، اور اُن کی اَحوال پُرسی اور خاطرداری میں مشغول رہیں ، تو اُن کا جان و مال ظالموں اور ستم گاروں کے ظلم و ستم سے پناہ میں رہے ، اور بے پرواہ زندگی کریں۔ اور صاحبِ تاج و تخت کو چاہیے کہ جیسی خدا کی مہربانگی اپنے اوپر دیکھے ، آپ بھی ویسی ہی خدا کے بندوں پر کرے۔ کیونکہ جو کوئی کسو پر رحم کرے گا ، خدا اُس پر بھی رحم کرے گا۔ اور جتنی شفقت خالق کی اپنے حق میں پاوے ، اُتنی ہی خلقُ اللہ سے بجا لاوے جس نے شفقت کی خو کی ، اُس نے اپنا کام سب درست کیا ، بلکہ تمام خَلقت کا کام بنایا۔ آبیات :

جس نے شفقت میں پیدا کیا نام (کذا)
اپنا اور اوروں کا سنوارا کام

جس نے شفقت میں سر بلندی کی
آنکھ دولت کی اس کے منہ[1] پہ کھلی

سلامتی دنیا کی اور نیک بختی عاقبت کی، رحم اور شفقت پر موقوف ہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ سبکتگین، باپ سلطان محمودِ غزنوی کا، پہلے سلطان سنجر کا نوکر تھا، اور ایک گھوڑے کا خاوند تھا۔ نہایت تنگی اور تکلیف سے اُس کی گُزران ہوتی تھی۔ ہر روز جنگل کو نکل جاتا اور شکار کرکے لاتا، تب اپنی قُوت بسری کرتا۔ ایک روز ایک ہرنی اُس کی نظر پڑی کہ چَرتی ہے اور اُس کا بچّہ[2] ساتھ ساتھ پھرتا ہے۔ سبکتگین نے گھوڑا اُس کی طرف اُٹھایا۔ ہرنی تو چوکڑی بھر کر نکل گئی، لیکن بچّہ[3] چھوٹا تھا، ما کے ساتھ نہ بھاگ سکا۔ اِس نے اُسے پکڑ لیا اور شکار[4] بند سے چاروں پانو باندھ کر، اپنے آگے ہرنے کے پاس رکھ لیا اور شہر کی راہ لی۔ ہرنی نے جب اپنے بچّے کو گرفتار دیکھا، پھری اور چلاّتی ہوئی پیچھے لگ لی۔ سبکتگین کو اُس کی یہ حالت دیکھ کر ترس آیا اور بچّے کو کھول کر چھوڑ دیا اور دل میں کہا: اگرچہ، بیت:

شکار حلال ہے، لیکن نہیں مروّت یہ
کہ جس میں جان ہو اپنی سی، اُس کو کیجے حلال

جب وہ ما کے نزدیک گیا، ہرنی نے اپنے آگے لے لیا، اور مُنہ آسمان کی طرف اُٹھایا، اور باوجود بے زبانی کے، دل سے دعا دی۔

مصرع: تو وہ ہے جو سمجھے بے زُبانوں کی زُباں۔ بیت:

کہنا ہر اک[5] کا خدا سُنتا ہے بے زُبانوں کی دعا سنتا ہے

سبکتگین، جیسا خالی ہاتھ گیا تھا، ویسا ہی پھر آیا۔ جب رات ہوئی، حضرت رِسالت پناہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو خواب میں دیکھا، کہ زُبان

---

[1] مخ میں ''پر'' ہے۔ [2-3] مخ اور مط میں ''بچا''۔ [4] مخ ''اور شکار سے چاروں پانو''۔ [5] مط: ہر یک۔

مبارک سے فرماتے ہیں کہ اے سبکتگین! آج ننھے[1] جانور کے حق میں جو تو نے شفقت اور مہربانگی کی، اُس واسطے حق تعالیٰ کی درگاہ میں۔ تو نے مرتبہ دوستوں کا پایا اور میں بھی راضی ہوا، خدا نے تجھے درجہ پادشاہت کا دیا اور اپنے بندوں کو تیرا فرماں بردار کیا، اب تجھے یہ لازم ہے کہ اسی طرح خلقُ اللہ پر شفقت اور رحم کیجو، اور اپنی سلطنت میں سب کو آسایش اور آرام دیجو۔

ایک مردِ خدا نے اِس جگہ یہ نُکتہ کہا کہ چاہیے انسان سوچے کہ ایک حیوان کی شفقت کے باعث، پادشاہت اِس جہانِ فانی کی ملتی ہے؛ پس اگر انسان پر رحم کرنے کے سبب، سلطنت ملک باقی کی، یعنی آخرت کی ملے، تو کیا تعجّب اور بعید ہے۔ ابیات:

کرم کا ہاتھ رعیّت کے سِر سے دور نہ کر
جو اُن کا کام ہو، دل دے کے تو سلوک سے کر
غریب ہیں وہ بِچارے، رکھیں ہیں[2] تجھ پہ نگاہ
تجھے بھی چاہیے لطف و کرم سے ہاتھ پکڑ

حکیموں کا قول ہے کہ ایک نشان پادشاہ کی شفقت کا یہ ہے کہ رعیّت کو اِتنا پیار کرے، جتنا باپ بیٹے کو چاہتا ہے، اور جو بات[3] اپنے اوپر پسند نہ کرے۔ اُن پر بھی روا نہ رکھّے؛ تو اِس سلوک کے بدلے، وہ بھی اپنے جان و مال سے دریغ نہ کریں، اور جو کچھ اُن کی بساط میں ہو، فدا کریں، اور رات دن اُس کی عمر و دولت کو دُعا دیں۔ اور جتنا یہ رحم و شفقت خدا کے بندوں پر کرے گا، خدا بھی وِتنا ہی اِس کو رحمت اور توجّہ کی نظر سے دیکھے گا۔ اَبیات:

جو تو بخشے، تو تیرے تئیں بھی بخشیں
اور تجپر غیب کا دروازہ کھولیں

---

۱ مط: آج اُس نمہے جانور۔
۲ مخ میں ،، تجپر ،، ہے، وزن کے لحاظ سے مط کے مطابق لکھا گیا ہے۔
۳ مط: باپ۔

جو لطف حق کی رکھتا ہے تمنّا
تو تو بھی دوسروں پر رحم فرما

نصیحت: لکھتے ہیں کہ آردشیر بابک نے اپنے بیٹے کو وصیّت کی کہ اے فرزند! اِس میری بات کو گوشِ دل سے سُن کہ شفقتِ عام اور مرحمتِ تمام سے رعیّت کو رعیّت مت جان، بلکہ اُن کو اپنا دوست پہچان، تو اُن کا دل تیرا محکوم اور فرماں بردار رہے۔ اِس لیے کہ جب اُن کا دل راضی ہوا، تو سب چیزیں دل کے تابع ہیں، تیری خدمت میں کسو طرح کمی نہ کریں گے اور سر تا پا تیرے ہو رہیں گے۔

نصیحت: ایک حکیم سے سوال کیا کہ بادشاہوں کو سب شکاروں سے کون سا شکار بہتر اور لائق ہے؟ جواب دیا کہ رعیّت کے دل کو صید کرنا لازم ہے، کیوں کہ جس وقت اُن کا دل تیری طرف مائل ہوا، تو سب کچھ تجکو حاصل ہوا۔ بیت:

مُلکِ معنی کو جو چاہے تو دلوں کو خوش رکھ
گر نہ ہو فوج تری، ملک بھی قائم نہ رہے

اور شفقت کا ایک یہ قاعدہ ہے کہ تا مقدور ملک کو آباد کرے اور کشت کاری پر مُتوجّہ رہے، تو دن بہ دن محصول زیادہ پیدا ہو۔ اور ندّی اور ہین نئی کُھدوانے میں رعیّتوں کی مدد کرے، تو جلد خاطر خواہ آباد ہوں، اور کھیتی دل دے کر کریں۔

نقل: نوشیروانِ عادل نے اپنے عامِلوں کو فرمان لکھا کہ اگر تمہارے مُلک میں ایک بِسوہ[1] زمین پڑتی رہے گی، تو حُکم دوں گا کہ ہر ایک[2] کو سولی دیں۔ اِس تقیّد میں یہ نفع ہے کہ مُلک کے خِراج سے بادشاہ کو فائدہ ملتا ہے، اور مُلک کی آبادی سے آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ اور آبادی نہیں ہوتی مگر کھیتی سے۔ اور جب تلک رعیّت راضی اور خوش نہیں ہوتی اور بادشاہ کا انصاف نہیں دیکھتی، جُوت میں دِل چلی نہیں کرتی۔ بیت:

---

۱ مط: بسوا۔ ۲ مط: کہ ایک کو۔

سلطنت آباد چاہیے، خلق کو آباد رکھ
ظالموں کے ہاتھ[1] سے اُن کو بچاکر شاد رکھ

حکایت: کہتے ہیں کہ سلطان ابو سعید خدابندے کے وقت میں، امیر اُس کے رعیّت پر زور ظلم کرتے، اور واجبی پٹّے کے علاوہ، نذرانہ اور اَبواب زیادہ طَلَبی کے لگاکر، دونو حصّے کھلیان میں بِکوا لیتے تھے۔ ایک روز سلطان نے امراؤں سے کہا: آج کے دن تک میں رعیّت کے حق میں رعایت کرتا تھا، اب ہرگز اُن سے سلوک نہیں کرنے کا۔ اگر صلاح دو تو ایک ہی بار سب کو لُوٹ لوں اور گھر بار ان کا غارت کروں اور بیل بکری بِکوا لوں، ایک کوڑی کی جایداد اُن کے پاس نہ چھوڑوں، لیکن اِس شرط سے کہ تم بھی مجھسے جاگیر و منصب اور دِرماہہ و رُسوم نہ مانگو۔ اگر بارِ دیگر کوئی تم میں سے اِس بات کا اِلتِماس کرے تو پیٹ چاک کروا ڈالوں۔

سبھوں نے عرض کی کہ بِدون عنایات اور پرورِشِ حضور کے، غلام کیونکر رہ سکیں گے اور سلطان کی خدمت کس طرح سے کریں گے! فرمایا کہ ہماری اور تمھاری شیخی اور شان، رعیّت کی محنت کے سبب سے ہے۔ جب یہ آباد ہیں اور زِراعت و کسب اور سوداگری سے شاد ہیں اور سرکار میں محصول بھرتے ہیں اور کماکر دیتے ہیں، تب ہم تم فراغت سے گُزران کرتے ہیں۔ اگر اُن کو لُوٹ لوں اور تاراج کروں، تو سب کی شیخیاں کیونکر نِبھیں۔ پس اپنے دل میں غور و تاَمُّل کرو کہ جب بیل و بیہن اور سوڑا موڑی اُن کا بِکوا لیں، اور اُن کو آدھا دانہ (جو رعیّتی حصّہ ہے) نہ دیں؛ لاچار ہوکر آپ سے آپ کِشت کاری چھوڑ دیں، تو مُلک ویران اور اُجاڑ ہوجاوے اور زمین پڑتی پڑے اور محصول پیدا نہ ہو، تب تم کیا کھاؤگے اور کیا کماؤگے اور کیا میرے کام آؤگے؟

امیروں اور مُتَصدّیوں نے جب یہ گفتگو[2] بادشاہ کی سنی وہیں اِنصاف اور مُلک کی آبادی پر کمر باندھی اور رعیّت سے سلوک کرنے لگے۔ اَبیات:

---

[1] مط اور مخ دونوں میں ,, ہات،، [2] مط اور مخ میں ,, گفت گو،،

سُنی میں عاقلوں سے یہ نصیحت ✿ بھلی ہے گنج سے شہ کو رعیّت
کہ اُس سے خرچ ہووے تو وہ نبڑے ✿ اور اِس سے دم بہ دم زیادہ ہی ہووے

اور ایک شفقت پادشاہ کی یہ ہے کہ ہمیشہ بارِ عام کرے، اور اَحوال فریادی اور داد خواہوں کا آپ پوچھے اور سنے، اور اُن کی حالت سے واقف ہو کہ شاید دربان اور چوبدار اپنی طمع سے اُن کا اَحوال جوں کا توں بیانِ واقعی نہ کہیں۔

نصیحت: کہتے ہیں کہ حرَمَین کے اکابروں نے، یعنی مکّے اور مدینے کے شریفوں نے خلیفہ ناصِر کو لکھا کہ خلافت تمھیں زیب نہیں دیتی اور تم لائق سلطنت کے نہیں، اس واسطے کہ نائب اور حاکم تمھارے خلقُ اللہ پر ظلم کرتے ہیں، اور عجب عجب طرح کی بِدعَتیں رعیّت پر ہوتی ہیں[1]۔ اُس نے جواب میں لکھا کہ مجھے اِن باتوں کی ہرگز خبر نہیں۔ اُنھوں نے پھر پیغام بھیجا کہ تمھارا یہ عُذر، گناہ سے بد تر ہے، اِس لیے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس چیز کا جواب اپنے تئیں دینا ہو اُس کو اوروں پر نہ ٹالے۔ آج دنیا میں رعیّت اور خوش باشوں کا بوجھ تم نے اپنے سِر پر لیا ہے، کل روزِ حشْر میں ہر ایک کا جواب تمھیں دینا ہوگا۔ یہ بے خَبری اور غفلت اُس وقت کام نہ آوے گی، اور یہ عُذرِ ناپسندیدہ کون سنے گا؟ اور کاہے کو منظور و قبول ہووے گا۔

نصیحت: نوشیرواں کا قول ہے کہ اگر میرے مُلک کے کسو شہرْ میں پُل ہووے اور بکریوں کا ریوڑ[2] اُس پر ہوکر گزرے، اور اُن میں سے ایک کا پانو سوراخ میں گھس جائے اور وہ دُکھ درد پائے؛ مُقرّر قیامت میں اُس کی پُرسش مجھسے ہو، پر ہو۔ تب اُس کے جواب سے کیونکر عُہدہ برا ہوسکوں گا اور کیا کہوں گا؟ پس جو کوئی تاج سلطنت کا اپنے سِر پر دھرے اور بادشاہت کے تخت پر پانو رکھے، ضَرور ہے کہ اِس درجے اور مرتبے

---

۱ مط: ہے۔ ۲ مط: اور ہ ایوڑ"۔

کے جو حق ہیں، اُن کو بھی ادا کرے، اور اِس کے جو قاعدے اور رسمیں ہیں، شفقت اور خوش خُلقی سے خلقُ اللہ کے ساتھ بجا لاوے۔ کیونکہ، قطعہ:

جو بیٹھے تخت پہ تو سلطنت کے، نہیں آساں
کہ اُس جگہ میں بہت احتِیاط لازم ہے
جو کچھ[1] مراد ہو عاجز کی، اُس کو تو برلا
فقیرِ غم زدہ سے اختِلاط لازم ہے

بیسواں باب، خیرات و مُبرّات میں:

یعنی نیک کاموں کے قاعدوں کو رواج دینا اور اچھّی باتوں کی جڑ قائم کرنی ہرایک دولت مند کے اوپر واجب ہے۔ اِس خاطر کہ اگر اُن کاموں میں سے ایک بھی اُس کی رِحلت کے بعد باقی اور یادگار رہے اور اُس سے فَیض خدا کی خِلقت کو پہنچے، تو برکت اور ثواب اُس کا اُس کی روح کو ملتا ہے۔ اور خَیرِ جاریہ اِس کو کہتے ہیں کہ مسجدیں اور عبادت خانے، خانقاہیں، سرائیں، تالاب، کوئیں، پُل، اور جن عمارتوں سے خلقُ اللہ آرام پاوے، بناوے۔ تو جب تلک اُن کا نشان باقی رہے گا، تحفہ ثواب کا بنانے والے کی روح کو ملے جائے گا۔ بیت:

جس کسو نے کرکے نیکی، مر کے چھوڑا یہ جہاں
فیض ہر دم اور ہی کھینچے گی جاں اُس کی وہاں

جو مرد عاقل اور ہوشیار ہیں، دل کے آئینے کو غفلت کے زنگ سے روشن اور صاف رکھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اِس دنیائے فانی کا جاہ و جلال اور اسباب و مال ہمیشہ زوال میں ہے۔ اِس بھٹیاری سرا کے آنے جانے والے جتنے آئے اور گئے، یعنی پیدا ہوئے اور مُوئے، اُن کا نام و نشان سوائے نیکی اور خَیر کے باقی نہیں رہا۔ جتنی عمارتیں اور مکانِ عالی شان کہ پادشاہوں نے یا امیروں اور تونگروں نے ہر ایک مُلک میں بنائے ہیں، اب

---

[1] مخطوط میں یہ شعر نہیں ہے۔

تلک یادگار ہیں۔ بلکہ جب تلک قائم رہیں گے، اُن کا نام نیکی اور خوبی سے مشہور رہے گا۔ بیت:

عالمِ فانی کو کب ہے گا قرار   چاہیے، ہو نیک نامی برقرار

خصوصاً خیرات کی بِنا کسو طرح اِس زمانے کے صفحے سے مَحْو نہیں ہوتی۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اگلے لوگ جو عمارتیں خیر کی بنا گئے ہیں، اِسی نیکی کے سبب حال والے اُن کے نام و نشان سے واقف ہوتے ہیں اور تعریف اور خوبی اُن کی بیان کرتے ہیں، بیت:

کسریٰ گیا، پہ طاق کا مذکور رہ گیا
نُعماں مُوا، اور ذکرِ خَوَرنَق ہے اب تلک

بزرگوں نے کہا ہے کہ فضلِ الٰہی سے جس کے سر پر اقبال کا ہُما سایہ ڈالے اور زمانہ اُس سے نیکی کرے اور دل کے مقصد موافق خواہش کے حاصل ہوں، تو لائق یوں ہے کہ موافق خدا کے حکم کے کہ «اگر نیکی کروگے تو اپنے دم کے واسطے» کچھ ایسی نیکی کما جاوے کہ بعد اُس کے قائم رہے اور وہاں اُس کا پھل پاوے۔ راہ کا توشہ، خیراتِ باقیہ اور صدقۂ جارِیہ سے ساتھ لیوے، کہ وہاں کام آوے اور یہاں اُس کی خوبیوں کا ذکر اور نیکیوں کا مذکور رہ جاوے۔ تو جس وقت اُس کا نام جس کی زبان پر آوے، وہ بخوبی یاد کرے اور آفریں کہے اور اُس کا جَس گاوے۔ بیت:

لکھا ہے سونے کے خط سے محل پہ دنیا کے
سوائے نیکوں کی نیکی کے اَور رہے گا نہ کچھ

پیغمبرِ خدا نے فرمایا ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے، تو سب عمل اُس سے جُدا ہوجاتے ہیں، مگر تین نیکیاں ساتھ رہتی ہیں: ایک صدقۂ جارِیہ، جس سے خَیر جاری رہے۔ دوسری، ویسے کام، جن سے[1] اوروں کو نفع پہنچا ہو۔ تیسری، بیٹا نیک بخت، کہ اپنے باپ کا نام روشن کرے، جو اُس کو بہ خوبی یاد کریں۔ اور صدقۂ جاریہ وہ ہے جس سے لوگ فائدہ مند

---

۱ مط: جسے۔

ہوں، پہلے اُن میں سے، بنانا مسجِدوں اور مَعبدوں کا ہے، بہ موجب حُکمِ خدا کے، کہ فرماتا ہے «نہیں تعمیر کرے گا مسجدوں کو، مگر جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتے گا» سو یہ بادشاہوں اور تخت نشینوں سے نہایت لائق اور خوش نُما ہے۔ اور مسجدوں کی بِنا کرنے میں حدیث بھی ہے کہ «جو کوئی عِندَ اللہ مسجد بناوے گا، حق تعالی اُس کی خاطر بہشت میں گھر بناوے گا»۔ اور پُرانی مسجد کی مرمّت کرنے کا بھی حُکم اور ثواب ایسا ہی ہے۔ اور جب مسجد بن کر تیّار ہو، ضرور ہے کہ پیش نماز اور خُطبہ پڑھنے والا اور بانگ دینے والا مُقرّر کرے اور اُن کی وجہِ معیشت کے واسطے جایداد جُدی کردے، تو بے فکر ہوکر، اُس کی پَیدا سے بہ فراغت گُزران اپنی کریں اور مسجدوں کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہیں۔ نہیں تو فکرِ قُوتِ لا یَمُوت میں کُودلے ہوں گے۔

اور دوسرے، مدرسے بلند اور کُشادہ چاہیے بناویں، اور اُن میں مُدرِّس عالِم و فاضل، صاحبِ علم اور با عَمَل، جن سے فیض طالب علموں کو پہنچے، مُتعیّن کریں، تو شرعی علم اُن کے سبب سے جاری رہیں اور اُس کی برکت اور ثواب بانیِ مدرسہ کو پہنچے۔ تیسرے، خانقاہیں پاکیزہ اور سُتھری تیّار کریں، اور روز راتب وہاں کے رہنے والوں کی خاطر مُقرّر کردیں؛ تو علم والے علم میں، اور خدا پرست خدا کی یاد میں، خاطر جمع سے دل لگاویں۔ اور صوفیِ صاف دل اور مشائخِ کامل اور خدا کے طالب، فراغت سے خدا کی عبادت بجا لاویں۔ دن کو روزہ رکھّیں اور رات کو خدا کی بندگی کیا کریں۔ اَغلَب ہے کہ اُن کے دم قدم کی برکت سے نیک بختی ظاہر اور باطن کی حاصل ہو۔

چوتھے، لنگر خانے بناویں۔ جو اُن میں فقیر اور محتاج، صبح اور شام، سرکار سے کھانا پکّا پکایا کھاویں اور آرام پاویں اور دُعا کیا کریں۔ پانچویں، دارُ الشِفا ہر ایک شہر[1] میں تعمیر کریں، اور حکیم[2] اور طبیب دانا اور

---

۱ مط: و ۲ مط: اور طبیب اور حکیم۔

رحم دل تجویز کرکے تعینات کریں، تو بیمار بے کس (جن کا سوائے خدا کے کوئی وارث نہیں) وہاں آکر رہیں، اور دوا و غذا وہاں سے پیویں اور کھاویں، اور صحت و شفا پا کر، دعائیں دیتے چلے جاویں۔ اِس ثواب کے عوض، دارُ الشفا کے بنانے والے کو خدا کے فضل سے صحت اور تندرستی ہمیشہ رہتی ہے۔

چھٹے، پکّی سرائیں بناویں اور دروازے عالی شان لگاویں کہ مسافر تھکے ماندے منزل سے جو آویں، وہاں اُتر کر شب کو آرام پاویں اور چور اُچکّوں سے بے فکر ہو کر سو جاویں، کہ اِس کا بھی بڑا ہی ثواب ہے۔

ساتویں[1]، ندّی نالوں پر پُل باندھیں کہ آیند روند کو اُس پر سے پاروار آنا جانا آسان ہو، نہیں تو مسافروں کو بڑی دقّت ہوتی ہے، کیوں کہ خلقُ اللہ اپنی کارروائی کرے اور پھرے چلے، پس یہ بھی بڑے ثواب کا کام ہے۔ پُل کے حق میں حدیث ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی خاطر پُل بناوے گا کہ وہ آسانی سے آمد رفت[2] کریں، حق تعالیٰ پُل صراط کی راہ اُس پر آسان کرے گا۔ اور تالاب بڑے بڑے اور کوئیں اچھے پُختہ اور نھیکیاں منزلوں میں اور اُن مکانوں میں جہاں پانی نایاب ہو، کھدوانے اور بنوانے بہت بہتر ہیں، کہ روزِ قیامت کی پیاس سے محفوظ رہے۔

روایت ہے کہ ایک اصحاب نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی ما کی روح کی خاطر کچھ صدقہ دوں، آپ کیا حکم کرتے ہیں؟ جو فرمائیے، سو کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ سب صدقوں سے یہ بہتر ہے کہ ایک کونواں[3] بنوا کر، مسلمانوں پر وقف کردے، اُس کا ثواب تیری ما کی روح کو پہنچے گا۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔

آٹھویں، بزرگوں کے مزاروں کی مرمّت کرے اور وہاں بھی مسجدیں اور حُجرے بنواوے، تو لوگ آرام پاویں اور خدا کی بندگی بجا لاویں،

---

۱ مط: ساتواں۔ ۲ مط: آمد و رفت۔ ۳ مط: کواں۔

جو اُن مردانِ خدا کی روحیں خوش رہیں، اور صاحبِ عمارت کی مدد غیب سے کریں۔ اور سب خیراتوں میں یہ بڑی خیرات ہے کہ جو مکان وقف اور لا خراج ہیں، اُن کو ظالموں اور بے دینوں سے چھین کر، جو شخص کہ صاحبِ ایمان اور دیانت دار ہوں، سپرُد کرے، تو وہ پیدا اور حاصل وہاں کا محتاجوں اور مستحقّوں کے خرچ میں صرف کریں، اور شرطیں جو جو وقف اور نذورات کی ہیں، پوری کریں۔ بلکہ اُن پر کڑوڑا خوش نیّت اور نیک خصلت بھیجے۔ اُس پر بھی اعتمادِ کُلّی نہ فرماوے، آپ بھی اکثر خبرگیری اور جُست و جو کیا کرے۔ اور وقف کے کام میں ہرگز سُستی اور کاہلی روا نہ رکھّے، اِس واسطے کہ جاری ہونے سے وقف کے شرع کو قوّت ہوتی ہے۔ جو کوئی وقف کے کاروبار کو موافق حکمِ شرع کے انجام دے گا، وقف کے اَجر اور ثواب میں، روز حساب کے حصّہ پاوے گا۔ بیت:

کر بھلا، یا بھلے کی کوشش کر
تو تجھے بھی ثواب اُس میں دیں

اِس خیرات کے باب میں جو اتنا طول ہوا، اِس لیے کہ ثواب صدقۂ جاریہ کا بے حدّ و نہایت ہے

نقل: کہتے ہیں کہ ایک بزرگ نے جب اپنی زندگی کی امانت اَجل کے فرشتے کو سونپی، اور اَسباب اپنی ہستی کا اس سرائے فانی سے منزلِ باقی میں پہنچایا، کسو شخص نے اُنھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کہو، بعد مرنے کے تم پر کیا کیا وارِدات گزری اور اب کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ ایک مدّت تئیں عذاب کے عُقاب کے پنجے میں اور سختی کے شاہیں کے چنگل میں گرفتار تھا۔ ایک بارگی کریم کے کرم سے اُس حالت سے چھٹکارا ہوا اور سارے گناہ مُعاف ہوگئے۔ سائل نے پھر سوال کیا کہ اِس کا کیا سبب اور باعث ہوا؟ کچھ تمہیں معلوم ہوا ہو تو بیان کرو کہ کس کے وسیلے سے نجات پائی؟ بولے کہ مینے ایک میدان میں مسافر خانہ بنایا تھا، شاید کوئی غریب راہ چلتا، جیٹھ کے دنوں، دوپہر کی دھوپ میں

تو نسا ہوا، اُس کے سایے میں آن کر بیٹھا۔ اُس نے کوئی دم آرام پایا۔ جب ٹھنڈا ہوا اور راہ کی ماندگی سے ہَرا ہوا، خوش ہو کر نہایت عاجزی سے به دل دُعا دی که بار اِلٰہا! اِس مکان کے بِنا کرنے والے کے گناہ بخش اور اُس کی روح کو باغِ فردوس کی چھانو میں جگه دے! وُہیں اُس کی دعا کا تیر قبولیت کے نشانے پر دُرُست بیٹھا، میری آمُرزِش ہوئی اور جہنّم کے گـڑھے سے نکال کر، بہشت کے غُرفے میں حکم رہنے کا ہوا۔ بیت:

ہر چند که سب کاموں میں مَیں غَور کروں ہوں
نیکی ہی بھلی سب میں ہے اور باقی ہے سب پوچ

اکّیسواں باب۔ سخاوت اور احسان میں:

سخاوت سے نیک نامی اور احسان سے مراد دل کی بر آتی ہے اور عاقِبت به خیر ہو جاتی ہے اور مطلب و مقصد دونو جہاں کا انجام پاتا ہے۔ کوئی خوبی انسان میں، خصوصاً اَشرافوں اور طالِع مندوں کو، بہتر جُود اور سخاوت سے نہیں۔ بیت:

ہے گی بخشش سے بُزرگی اور عنایت سے شَرَف
جس میں یے دونو نہیں، ہے زندگی اُس کی تَلَف

چنانچه حدیث ہے که «سخاوت گویا بہشت کے باغ کا درخت ہے، که خدا کی رضا مندی کی آبجو کے کنارے پر اُگا ہے، اور پُھننگ اُس کی بلندی میں عرش سے جا لگی ہے، اور پھول اُس کا دنیا کی نیک نامی، اور پھل عاقِبت کی بزرگی کا درجه ہے»۔ بیت:

سخاوت، باغِ جنّت کا ہے میوے سے لدا ٹہنا
وہ[1] آخر سخت پچتاوے گا جس نے[2] ہاتھ سے چھوڑا

---

۱ مط: وہ۔ ۲ مط: جنے۔

نصیحت: کسو نے ایک حکیم سے پوچھا کہ وہ کون سا عیب ہے کہ سارے ہنروں کو چھپا ڈالے ہے؟ جواب دیا کہ سوم پنا۔ پھر سوال کیا کہ وہ کون سا ہنر ہے جو[1] سب عیبوں کو مٹا دے؟ بولا: سخاوت۔ بیت:

ہنر، سخا ہے اور باقی ہنر ہیں سب اسباب
ہر ایک انگلی میں گر تیری سو ہنر ہو ویں

اِس بات کو یقین جانا چاہیے کہ جب تک[2] مال کو دل کھول کر نیک کام میں خرچ نہ کرے، نیک نامی اور بڑائی ہاتھ نہیں لگتی۔ ابیات:

آزمایا ہے ہم نے یہ اکثر ٭ کہ سخاوت سے کچھ نہیں بہتر
دینے لینے کے واسطے ہے درم ٭ کچھ جمع کرنے کی ہے خاطر کم

حکایت: سکندر نے ارسطاطالیس حکیم سے پوچھا کہ نیک بختی دین و دنیا کی کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ اِلتماس کیا کہ جود و کرم سے۔ لیکن بہتری[3] دنیا کی یہ ہے کہ موافق حکمِ الٰہی کے عمل کرے کہ قرآنِ شریف میں فرمایا ہے کہ جو کوئی ایک نیکی کما کر میرے پاس آوے گا، وہ دس نیکیاں ویسی ہی میری درگاہ سے پاوے گا۔ ابیات:

توشہ جو راہ کا تجھے اپنی طرف سے دے
لینے کے وقت، دس کے عِوَض ایک حصّہ لے
پس ایسا تیرے مال کا گاہک کہاں کہیں
اِس سودے میں ہے سود تجھے، کچھ زیاں نہیں

اور بہتری دنیا کی اِس میں ہے کہ خلقُ اللہ کے دل کو کرم اور[4] احسان سے خوش کرے، کہ آدمی احسان[5] کا بندہ ہے۔ جب انسان کا دل جو سب اعضا کا پادشاہ ہے، راضی ہوا؛ تو قالِب بھی تابِع قلب کے ہوکر، منّت کے جال میں پھنس جائے گا[6]۔ آخر یہ شخصِ کریم جس نے احسان کیا ہے، اُس کی جان و تن کا حاکم ٹھہرا؛ تب دروازہ سعادت کا اِس پر کھلا اور اسباب مرادوں کا موجود ہوا۔

---

۱ مط: کہ جو۔ ۲ مط: تلک۔ ۳ مط: دین و دنیا کی۔ ۴ مط: و۔
۵ مط: امنان۔ ۶ مط: جاوے گا۔

حکایت ہے کہ خسرو پرویز کا ایک سپہ سالار تھا، جواں مردی اور مضبوطی میں بڑا نام آور اور مشہور، اور ہوشیاری اور ہمّت و عزم کے سبب تمام دنیا میں نمودار اور یکتا[1]، اور پادشاہ کا بھی مقرّب اور سب امیروں میں عمدہ۔ سلطان کو جو کچھ کام پیش آتا، اس کی صلاح و تدبیر سے سر[2] انجام پاتا۔ بیت:

اُس کے باعث تازہ و سر سبز تھا باغِ شہی
اُس کے بازو کے سبب تھی پیٹھ دولت کی قوی

اُس کے اِس درجے اور رُتبے پر حسد کھا کر، ایک مرتبہ حاسدوں اور چغل خوروں نے پادشاہ سے لگایا کہ آپ کا میر بخشی فرماں برداری سے رو گرداں ہو کر، سر کشی کا ارادہ رکھتا ہے، آخر نمک حرامی اور بغاوت کرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ جب تلک وہ کوئی حرکت کرنے نہ پاوے، پہلے ہی تدارُک اور تدبیر[3] اُس کی جیسی مناسب ہو، کیا چاہیے۔ بیت:

ہر ایک کام کی تدبیر پہلے لازم ہے
جو وقت جاتا رہے، پھر عبث ہے پچتانا

پادشاہ یہ بات سن کر اندیشمند ہوئے اور فرمایا کہ اگر وہ مخالفت کا قصد کرکے کسو مُلک کی طرف جاوے، تو بیٹھے بٹھائے[4] ایک آفت لاوے۔ یقین ہے کہ بہت سے سردار لشکر کے مُتّفق ہوکر، اُس کا ساتھ دیں۔ پس اُس کے باغی ہونے سے مُلک میں مقرّر خلل پڑے اور بڑا فتور اُٹھے۔ بیت:

مبادا کرے سر کشی اختیار
تو پھر مُلکِ بے خار میں ہووے خار

پادشاہ نے ایسی ایسی اونچ نیچ سوچ کر، اپنے خواصوں اور امیروں سے کہ معتمد اور ستون سلطنت کے تھے، مشورت کی۔ سبھوں کی صلاح میں یہ تجویز ٹھہری کہ اُس کو قید فرمائیے۔ خسرو نے یہ تدبیر پسند کی، اور

---

۱ مط: یکا۔ ۲ مط: انجام۔ ۳ مط: تدبیر اس کی اور فکر اس کی
۴ مط: بیٹھائے۔

اُن کی فہمیدِ دُرُست کی تعریف کی۔ دوسرے روز اُس سردار کو طلب فرمایا، اور جس مکان پر پایہ کھڑے ہونے کا تھا، اُس سے اوپر بُلاکر بٹھایا[1]، اور اُس کی خوبیاں اور نمک حلالیاں اپنی زُبان سے بیان کیں، اور عقل مندی اور خوش مزاجی کی تعریفیں بہت سی فرمائیں۔ پھر نقد اور جنس اور تحفے ہر ایک ملک کے (جو اُس کے حوصلے اور مرتبے سے زیادہ تھے) عنایت کیے اور عطا فرمائے۔ یہ سلوک دیکھ کر، جن عُمدوں اور دانشمندوں نے صلاحِ نیک اُس کے محبوس کرنے کی خاطر دی تھی، فرصت کا وقت پاکر عرض کی کہ قبلۂ عالَم! پہلے وہ بات ٹھہری تھی، اور اب اُس کے برعکس عمل میں آئی کہ حد سے زیادہ لطف و عنایت فرمائی، یہ کیا خیال مزاجِ مُبارک میں آیا؟ پادشاہ نے تبسّم فرمایا اور جواب دیا کہ مینے خلاف تمھاری مصلحتِ معقول کے عمل نہیں کیا اور اُس عزم سے باز نہیں آیا۔ تم نے کہا تھا کہ اُس کو قید کرنا ضرور ہے، سو میں نے چاہا کہ بڑی بڑی[2] مُحکم زنجیروں سے جکڑوں۔ آخر کوئی بند، احسان کے طَوق سے بھاری اور مضبوط نہ دیکھا۔ اور یہ بھی دل میں تأمّل کیا کہ ہر ایک عُضو کی خاطر ہر ایک بند مُقرّر ہے۔ پس سب اعضا کا قید کرنا، کون بڑی قید ہے۔ اِس واسطے اُس کے دل کے قید کرنے کی مینے تدبیر کی، کیونکہ دل سب اعضا کا پادشاہ ہے۔ جب وہ مُقیّد ہوا، تو اُس کے تابع اور محکوم بھی آپ سے آپ[3] قید میں آجائیں گے۔ اور طَوق اور ہتکڑی اور بیڑی جو اسباب قید کے لیے مُقرّر ہیں، سو لوہے کے ہوتے ہیں۔ جو کوئی چاہے، سُوہن سے رگڑ کر، مُخلصی اپنی کرلے۔ پر کرم اور احسان کی زنجیر میں جب دل اسیر ہوا، تو وہ کسو طرح نہیں گھستی اور اُس کا چُھٹکارا نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ مَثل ہے کہ جنگلی جانور کو دانۂ و دام سے پکڑ لیجے[4]، اور انسان کو احسان و انعام سے اپنا کرلیجے[5]۔ ابیات:

کرم کر کہ ہوں آدمی تیرے صید کہ احسان[6] سے ہو ہے وحشی بھی قید

---

۱ مط: بیٹھایا ۲ مط: بڑی محکم زنجیروں سے ۳ مط: آپ سے قید میں ۴-۵ مط: لیجیے
۶ مط: کہ احسان سے ہوتا ہے وحشی بھی قید

کرم سے تو دشمن کی گردن کو باندھ　　که نہیں کٹتا تلوار سے بھی یہ پھانده
تو دشمن په لطف و کرم گر کرے　　بدی تجسے پھر وہ بھی کیوں کر کرے

جو خیال خسرو کے دل میں گزرا تھا، ویسا ہی ہوا؛ یعنی دشمنی اور مُخالفت کی آگ جو اُس کے دل میں بھڑکی تھی، اَلطاف و انعامِ بادشاہی کی آب پاشی سے بُجھ گئی، اور پودھا کینے کا جو اُس کے سینے میں جما تھا، کرم[1] اور بخششِ شہنشاہی کے پنجے کی قوّت سے اُکھڑ گیا۔ اُس دن سے بندگانِ خاص اور مقرّبانِ با اخلاص کی مانند جان و دل سے فرمانبرداری اور جانفشانی میں رہنے لگا، بلکہ تمام عمر اطاعت میں زندگی بسر کی اور محکوم[2] بنا رہا۔ بیت:

یہ توجّہ جو شاہ کا دیکھا　　پھیر اُس نے کبھو نہ مُنھ موڑا

اِس جگہ یہ رباعی بہت موقع اور بجا پڑی ہے، رباعی:

تو جس پہ کرم کرے، ترا جَور سہے
ہر وقت تری مدح و ثنا دل سے کہے
دشمن سے بھی اپنے گر سخاوت تو کرے
شک نہیں کہ وہ تیرا دوست جانی ہو رہے

اور جُود کی فضیلت ایک یہ ہے کہ تمام خلقُ اللہ کا دل جواں مرد کی طرف بے اِختیار گرویدہ اوز مائل ہوتا ہے، ہر چند اُنھیں اِس سے کچھ فیض نہ پہنچا ہو۔ مثلاً اگر خُراسان کے رہنے والے سنیں کہ عِراق میں ایک مرد کریم اور سخی ہے، غائبانہ اُسے دوست رکھیں اور اُس کی خوبیاں سن کر آفریں کہیں۔ بلکہ اگر وہ مرگیا ہو، تو اُس کو یاد کرکے اور ذکر مذکور درمیان لاکر، تعریف و ثنا کریں۔ چنانچہ حاتِم طائی[3] کو ایک مدّت گزری کہ اِس جہان سے انتقال کرگیا، لیکن اب بھی جب نام اُس کا کوئی لے گا، تو سب مرحبا مرحبا بولیں گے۔ بیت:

مُوا ہے حاتِمِ طائی، پہ یارو! تا دمِ صور
رہے گا نامِ نکو اُس کا نیکی سے مشہور

---

۱ مط: و　۲ مط: محکم　۳ مط. حاتم کو

حکایت: جب حاتم کی جواں مردی اور سخاوت نے تمام عرب کے مُلک میں، یمن سے روم تک شور پکڑا اور شام و بلخ کی ولایت میں یہ آوازہ پہنچا؛ والیِ شام و حاکمِ یمن اور پادشاہِ روم کے دلوں میں گراں گزرا۔ اُس کی عداوت پر کمر باندھی۔ اِس لیے کہ اِن تینوں پادشاہوں میں سے ہر ایک برائے خود اُس عنصر میں دعویٰ سخاوت اور جواں مردی کا کرتا تھا اور اپنی نمود اور نام پر مرتا تھا۔ اگرچہ یہ پادشاہ تھے، پر اُس کی برابری نہ کرسکتے تھے۔ اور وہ فقط ایک قبیلے[1] کا سردار تھا، لیکن بت باہرا حاتم کا نام سب پر بالا تھا کہ اُس کا کام سب سے نرالا تھا۔ اور ذکر اُس کی خوبیوں کا اور شور اُس کی بخشش کا سب کی زبانوں پرجاری ہوکر، جہان میں کھنڈا تھا۔ بیت:

ابرِ نیساں اُس کی بخشش سے رکھے تھا اِنفعال
مال دنیا کا تھا اُس کی ہمّت آگے پایمال

آخر ہر ایک پادشاہ نے ایک ایک طرح سے اُس کے ساتھ سُلوک کیا۔

حکایت: پہلے والی شام نے چاہا کہ اُسے آزماوے، ایلچی بھیجا اور سو مُہار شُتر، جن کی سرخ پشم اور سیاہ چشم اور کوہان بلند ہوں، حاتم سے مانگے۔ اِس لیے کہ اِس صفت اور صورت کے اونٹ عرب کے صحرا میں کم یاب تھے۔ اگر کبھو کہیں سے آجاتے، تو بڑی قیمت پاتے۔ اور اُن دنوں حاتم کے گلّے میں بھی اِس صورت کے اونٹ نہ تھے۔ جب پادشاہ کا پیغام لے کر وہ شخص پہنچا اور نامہ دیا، حاتم نے کُشادہ پیشانی سے حشّاش بشّاش ہوکر قبول کیا اور نہایت شگفتہ ہوکر جواب دیا کہ سر آنکھوں سے، البتّہ حضور میں مَیں روانہ کرتا ہوں اور کہا، بیت:

جو کچھ کہ حکم ہو، چاکر ہوں اور تابعدار
جو کچھ کہ امر ہو، بندہ ہوں اور خدمت گار

اور اُس رسول کی تعظیم اور تکریم کرکے، ایک مکانِ معقول میں اُتارا۔ اور اُس کے لائق ضیافت نہایت تکلّف سے کی۔ اور تمام قبائلِ عرب میں مُنادی کروادی کہ جو کوئی اِس صفت کے شُتر بیچنے کے لیے میرے پاس لاوے گا، اپنی خاطر خواہ مُنھ مانگا مول پاوے گا، پر اِس وعدے پر لوں گا کہ روپے دو مہینے کے عرصے میں ایک مُشت دوں گا۔ اِس حکمت سے ایک ایک دو دو اونٹ جہاں سے میسّر آئے، قرض لے لے کر سو شُتر جمع کیے اور ایلچی کے ساتھ روانہ کردیے۔ جب بادشاہ کے پاس پہنچے، دیکھ کر اور خرید کی حقیقت سُن کر، حیرت سے دانتوں میں انگلی دابی۔ اور حیران ہوکر کہا کہ میں نے اِس اَعرابی کو آزمانے کے لیے ایسی فرمایش کی تھی؛ سو اُس نے میری خاطر اپنے تئیں قرضدار کیا۔ یہ بات سوچ کر فرمایا کہ اِن سب اونٹوں کو مصر اور شام کے اَسباب اور تحفوں سے لاد کر، اِسی آدمی کے ہاتھ حاتِم کے پاس بھجوادو۔

جب وہ اونٹ لدے لدائے حاتِم کے پاس آئے، پھر منادی کروادی کہ جس جس نے میرے ہاتھ اونٹ بیچے ہیں، آوے۔ اور مع کجاوے، شلیتے اپنا اپنا پہچان کر لے جاوے۔ یہ سن کر، مالک دوڑے آئے۔ اور وہ شتر جو مال و متاع سے بھرے پائے، لے لے گئے۔ حاتِم نے اپنی خاطر ایک تار نہ رکھا۔ یہ خبر سلطانِ شام سن کر حیران ہوا اور کہا: یہ مروّت کسو[1] آدمی سے نہیں ہوسکتی۔ واقعی اُس کی سخاوت بے نہایت ہے، مقدور بشر کا نہیں۔ بیت:

حاتم کی اِس سخاوت و خوبی کا ذکرِ خیر
کچھ جھوٹ موٹ دنیا میں مشہور نہیں ہوا

حکایت: پھر قیصرِ روم نے کہ اُس کا نام ہرقل تھا، حاتِم کی سخاوت کا چرچا سنا؛ تب سے اُس کے احوال کی جستجو ہر ایک سے کرتا رہتا تھا۔ ایک روز کسو نے ذکرِ مذکور کے درمیان اِلتماس کیا کہ حاتِم کے

---

[1] مط: کسی

پاس ایک گھوڑا ہے اصیل و شکیل، اور سارے عیبوں سے پاک، اور ایسا چالاک کہ ہوا سے باتیں کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر سوار اُس کا تیر چلاوے اور اُسے دوڑاوے، غالب ہے کہ چلتے تیر کو راہ ہی میں پکڑ لیوے اور زمین پر گرنے نہ دیوے۔ ابیات:

وہ گلگوں بہت اشک خونریز سے نپٹ جلد خسرو کے شبدیز ہے
کُداؤ تو وہ بجلی سا کوند جائے جو دوڑاؤ تو باو اُس کو نہ پائے

یہ تعریف گھوڑے کی سن کر، روم کے پادشاہ نے اپنے وزیر سے فرمایا کہ حاتم کی سخاوت کی خبر تمام عرب اور عجم کے مُلک میں پھیلی اور ذکر اُس کی جواں مردی اور مروّت کا کوہِ قاف تلک پہنچا۔ میں نے سُنا ہے کہ ایک مرکب عجیب[1] و غریب اُس کے یہاں ہے۔ دل میں آتا ہے کہ اُس کی ہمّت کو آزماؤں اور دریافت کروں کہ خدا کے بندے جو اُس کا نام بہ خوبی و جواں مردی[2] لیتے ہیں؛ وہ شخص اِس لائق ہے، یا یونہیں جیسے دُور کے ڈھول سُہاونے ہوتے ہیں، جھوٹ موٹ مشہور ہوا ہے۔ ایک آدمی اُس گھوڑے کے واسطے اُس کے پاس بھیجوں۔ ابیات:

میں حاتم سے وہ گھوڑا عربی بڑا منگاؤں، جو اُس نے خوشی سے دیا
تو جانوں کہ بے شک ہے سردارِ طے نہیں، خالی نقّارے کا شور ہے

وزیر نے اِلتماس کیا: بہت مُبارَک ہے، اِس بات سے آپ ہی اُس کا نام اور کام معلوم ہوجائے گا۔ تب پادشاہ نے ایک ایلچی کو سَوغات اور تحفے (جو حاتم کے لائق تھے) دے کر، اُس بادپا کے لینے کی خاطر روانہ کیا۔ تھوڑے دنوں میں وہ قبیلۂ طے میں پہنچا اور حاتم کے مکان کے قریب جا اُترا۔ حاتم سن کر، اُس کے پاس گیا اور بہت مِنّت کرکے اور بجِد ہوکر، اپنی حویلی میں لاکر رکھا۔ اِتفاق یوں ہوا کہ جس وقت ایلچی آکر رہا، چاروں طرف سے بادل گُھمنڈ آیا اور بجلی کڑکنے اور اُولے پڑنے لگے

---

[1] مط: عجیب غریب۔ [2] مط: بخوبی و جوانمردی سے لیتے ہیں۔

اور آندھی کے ساتھ موسلا دھار مینھ برسنے لگا۔ حاتم سے اور کچھ نہ بَن آیا، اُسی گھوڑے کو ذبح کرواکر، کھانا پکوایا اور مہمان کو معذرت کرکے کھلایا۔ پھر بچھونا بچھوایا اور اُس کو بہ آرام سُلوایا۔ جب صبح ہوئی، حاتم مہمان کے پاس عُذر خواہی کو آیا۔ ایلچی نے پادشاہ کا فرمان اور تحفے جو پادشاہ نے بھیجے تھے، دیے۔ حاتم نے آداب بجا لاکر، اُسے کھول کر پڑھا۔ جب مضمون دریافت کیا، سِر دُھنا اور ہَکّا بَکّا سا ہو رہا۔ ایلچی نے دانائی سے معلوم کیا اور پوچھا کہ کیا ایک گھوڑے کے دینے کی خاطر اتنے رنجیدہ اور فِکرمند ہوئے؟ اگر تمھاری خاطر پر گِرانی آئی، تو پادشاہ کو بھی اُس کا لینا چنداں ضَرور نہیں۔ حاتم نے جواب دیا کہ اگر ایسے ہزار گھوڑے میرے پاس ہوویں، اور ایک ادنا آدمی طلب کرے، میں بہ خوشی حوالے کروں اور سَرِ مُو مُتفکّر نہ ہوں، چہ جائے کہ سلطانِ عظیمُ‌الشان ایک گھوڑے کے یاد فرمانے کے باعِث میرے تئیں حُرمت و آبرو بخشے اور رسول بھیجے اور نامہ لکّھے۔ لیکن مجھے حیرانی اور یہ پچتاوا آتا ہے اور دل گھبراتا ہے کہ اگر پہلے خبر ہوتی، تو اُس گھوڑے کو حلال نہ کرتا۔ اَبیات:

وہ گھوڑا، ہوا سے جو تھا تیز تر — کٹے جیسے ہرگز نہ تھے اُس کے پَر
سو اُس گھوڑے کو ذَبح کر میں شِتاب — کِھلایا تمھیں رات وہ آش و آب
کہ تھا ابر، اور مِنہ برستا بڑا — کوئی گلّے میں جا نہ یاں سے سکا
تمھارے لیے کچھ میسّر نہ تھا — سوا اُس کے کچھ اور حاضر نہ تھا
روا نہیں یہ ہرگز کسو دین میں — خصوصاً سخاوت کے آئین میں
مرّوت نے میری نہ کیا[1] قبول — کہ مہمان فاقے سے سوئے[2] ملول
مجھے نام سے اپنے اب کام ہے — جو گھوڑا ہو نامی، تو کیا نام ہے

پھر تو بہت سے عربی گھوڑے اور سَوغاتیں عرب کی قیصر کی نذْر کے لائق بھیجیں۔ اور ایلچی کو بھی بہت کچھ دے دلاکر، خاطرداری سے رخصت

---

۱ مط: نہ کی یہ قبول۔ ۲ مط: سووے۔

کیا۔ جب بادشاہ اس تمام کیفیت سے خبردار ہوا، مُنصِفی کرکے بولا کہ
که حاتم مروّت اور سخاوت میں لاثانی ہے۔ قطعه:

نہیں آج دنیا میں موجود ہرگز جو کوئی مروّت میں ہو اُس کے ہمسر
جواں مردی اور مہربانی کی رُو سے مروّت کا سب کام ہے ختم اُس پر

حکایت: پھر بادشاہ یمن کا، کہ وہ بھی کرم اور سخاوت میں لکھ لٹ
تھا اور احسان و مروّت میں نامزد اور مشہور۔ رات دن باورچی خانہ اُس کا
بھوکے محتاجوں اور لاچار عاجزوں کی خاطر گرم رہتا۔ سب[1] اُس کے خوانِ
نعمت سے پیٹ بھرکر کھاتے۔ اور ہمیشہ کوٹھا خزانے کا کھلا رہتا کہ خاص
و عام اُس کے فیض سے، جو چاہتے سو پاتے۔ بیت:

عطا اور بخشش میں جو ہاتھ کھولے تو محتاجی کا نام عالَم سے کھودے[2]

اِس فیضِ عام اور بخششِ لا کلام کے باعث، اُس کے دل میں یہ دُھن تھی
کہ سخاوت کے ذِکر میں، سوائے میرے نام کے، کوئی دوسرے کا مذکور
زبان پر نہ لاوے۔ اِسی[3] سبب سے اگر کوئی حاتم کا نام بہ خوبی اُس کے
رو بہ رو لیتا، تو دل سے خفا ہوکر، غضب میں آجاتا اور طیش[4] کھاکر
جواب دیتا کہ کیا حاتم اور کیا اُس کا مقدور! وہ مثل ہے کہ کیا پدری[5]
اور کیا پدری[6] کا پلیو! وہ[7] مرد ایک صحرائی ہے۔ ایسے ایسے بہتیرے
میرے مُلک میں پڑے ہیں۔ کہیں کا بادشاہ تھوڑا ہی ہے۔ کچھ مُلک بہت
سا اُس کے پاس نہیں۔ نہ اُس کو مُلک گیری کا عزم، نہ لاو لشکر ہے۔
اُس کی یہ کہاوت ہے: نہ تیر نہ کمان، ناحق کا پٹھان[8]۔ بیت:

خزانہ نہ اُس پاس، نہ تخت و تاج نہ اُس کو کوئی مُلک کا دے خِراج

ظاہر ہے کہ وہ بِچارا[9] کیا سخاوت کرے گا اور کیا کسو کو دے گا۔
مگر کئی گلّے گھوڑوں اور اونٹوں اور دُنبوں کے رکھتا ہے؛ اُس کی پیدا

---

۱ مط: سب خوان نعمت سے۔ ۲ مط: کھووے۔ ۳ مط: اس۔
۴ مط اور مخ: دونوں میں ,, تیش ،، ہے۔ ۵_۶ مط: پدڑی۔ ۷ مط: وہ ایک مرد صحرائی ہے۔
۸ مط اور مخ: دونوں میں ,, پٹھان ،، ہے۔ ۹: مط بےچارا۔

سے، ایسا کون سا کام کرے گا، جس سے دنیا میں اپنا نام کرے گا۔ جتنا اُس کو تمام سال میں حاصل ہوتا ہے، میں ایک دن میں سائلوں کو خیرات کردیتا ہوں۔ اور جس قدر وہ بھوکوں کو کِھلاتا ہے، ہمارے یہاں سَو گُنا اُس سے ایک وقت صبح کو تصرّف ہوجاتا ہے۔ ہم میں اور اُس میں بڑا تفاوُت ہے۔ مصرع: جدائی راہ کی دیکھو کہ ہے کہاں سے کہاں۔

اِتفاقاً یمن کے پادشاہ نے ایک روز بڑا جشن کیا۔ اور نعمتیں شاہانہ پُخت ہوئیں اور تقسیم ہونے لگیں۔ اُس روز تمام دن، آفتاب کے فیض کی مانِند، اُس کے انعام سے خاص و عام کو حصّہ ملا۔ یعنی زر اور جواہِر ہر ایک اعلا ادنا کو بیٹھا بانٹتا تھا۔ کہ ویسے وقت میں، بیت:

کوئی ذکر حاتم کا کرنے لگا ‌ ‌ ‌ شُروع دوسرے نے کی اس کی ثنا

پادشاہ اُس مذکور سے نہایت رنجیدہ ہوا اور حسد نے جوش کیا۔ دل میں یہ منصوبہ آگیا کہ زُبان خَلقت کی حاتم کی تعریف سے ہرگز خاموش نہیں رہتی اور اُس کی نیکوکاری اور مہمان داری اپنے دل سے فراموش نہیں کرتی۔ اب صلاح یہی ہے کہ ایسی فکر کروں کہ وہ مارا جاوے اور اپنا نامِ نیک اپنے ساتھ گُور میں لے جاوے۔ جب اس کا کچھ نام و نشان باقی نہ رہے گا، تب اُس کا ذکر مذکور کون سنے گا اور کون کہے گا۔ آپ سے آپ اس کو سب بھول جاویں گے اور راہِ راست پر آویں گے۔ جب تک وہ قیدِ حیات میں ہے اور سخاوت میں ڈنکا مار رہا ہے، میرا نام نہیں بجنے کا۔ بیت:

ہے جب تک کہ حاتم، کبھو میرا نام ‌ ‌ ‌ نہ نیکی سے مشہور ہوگا تمام

اُس شہر میں ایک تھیلی مار تھا، کہ ایک روپے کے واسطے، سَو خونِ ناحق پر کمر باندھتا۔ اور تھوڑے سے فائدے کی خاطر، سیکڑوں جان کا نقصان کرتا۔ بیت:

معشوقوں کی نظروں کی روِش مار کھپاتا
محبوبوں کی زلفوں کی طرح دُند اُٹھاتا

شاہِ یمن نے اُسے یاد کیا، اور بہت سا انعام دینے کا وعدہ دیا۔ آخر بعد انکار کے، اُس نے اِقرار کیا کہ میں بنی طے کے قبیلے میں جاتا ہوں اور جس طرح مجسے ہوسکے، مکر و دغا سے یا سَنمُکھ ہو، حاتم کو قتل کرکے چلا آتا ہوں۔ یہ ارادہ مُصمّم کیا اور روانہ ہوا۔ آتے آتے جب اُس بستی میں پَیٹھا، پہلے ایک جوانِ خوش رو سے کہ شان[1] اور شوکت سرداری کی اُس کے چہرے سے نمایاں تھی، ملاقات ہوگئی۔ اُس مرد نے اِس ٹھگ کو مسافر جان کر، شیرین زُبانی سے سوال کیا اور نہایت شفقت سے پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو اور کہاں کو جاتے ہو؟ اُس چور نے جواب دیا کہ یمن سے چلا آتا ہوں اور شام کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اُس جوانِ خوش خُلق نے کہا کہ بھلا آج کی رات غریب خانے میں چل کر رہو۔ اور جو کچھ خدا دیوے، نوش جان فرماؤ۔ اور اتنی مہربانگی کر کر، مجھے احسان مند اور مِنّت دار بناؤ۔ مصرع: دروازے سے آ کے گھر مرا روشن کر۔

عیّار یہ خوش خوئی اور دل جوئی اُس جواں مرد کی دیکھ کر، اور شیریں زُبانی اور مہربانی کی باتیں سن کر، اُس کے ساتھ ہولیا اور حویلی میں آیا۔ ہاتھ پانو دُھلا کر، اچّھے فرش پر بٹھایا[2]۔ اور دسترخوان بچھا کر، اچّھے طرح به طرح کے کھانے دھرے اور رنگ به رنگ کے شربت چُنے۔ اور دم به دم خاطر داری کرتا اور آپ مارے شرم کے تھوڑا تھوڑا ہوا جاتا اور کہتا: اگرچہ تمھارے لائق نہیں، پر کرم فرمائیے اور سِیر ہوکر کھائیے۔ بَیت:

خوان پر اُس کے دیکھ ہر اک دم   ایک سے ایک نعمتیں اچّھی

مہمان، ہر دم اُس کی ہمّت اور خاطر داری دیکھ کر، تعریف کرتا اور خوش ہوکر کہتا، بیت:

خدا کا شکر ہے جو اِس جواں مردی و خوبی میں
ہوئے ہو تم زیادہ سارے نیکوں سے نکوئی میں

---

۱ مط: شان شوکت۔   ۲ بیٹھایا۔

جب دسترخوان اُٹھا، پھر اُس کو بہ آرامِ تمام خواب گاہ میں سُلا[1] رکّھا۔ جب رات نبڑی اور صبح ہوئی، آفتاب نکلا؛ مہمان نے جدائی کے غم سے آنسو بھر لا کے میزبان سے رخصت چاہی اور نہایت حسرت اور افسوس سے یہ بیتِ جگر سوز پڑھی، بیت:

جلاتی ہے مرا دل یہ جدائی　　　بھلا تھا گر نہ ہوتی آشنائی

صاحبِ خانہ نے بڑا مُبالغہ کیا اور بَجِد ہوکر کہا کہ دو چار روز اور بھی کرم کرو اور اِس عاجز کے پاس رہو۔ وہ مسافر ہر نوع عذر کرنے لگا اور بولا، بیت:

نہیں کر میں سکتا ہوں اِس جا مَقام
کہ در پیش رکھتا ہوں اک سخت کام

اُس جوان نے کہا کہ کیا ایسا کام ضَرور ہے، جس کے سبب چندے رہنے سے مجبور ہو؟ بھلا کچھ مُضایَقہ نہ ہو تو مجھ سے کہو اور اس بھید سے واقف کرو، شاید مجھ سے کچھ تدبیر ہوسکے۔ یا اگر تمھارے ساتھ چلنے سے وہ کام نکلے تو ہم راہی کو بھی حاضر ہوں۔ مہمان نے از بس خوبیاں اور جواں مردیاں اُس کی دیکھیں تھیں، دل میں تأمل کیا اور سوچا کہ میرے تئیں حاتم کا مارنا منظور ہے؛ پس اگر یہ جوان بھی رفیق ہو تو بہت مناسب ہے۔ میں تنہا ہوں، اور وہ مَثَل مشہور ہے کہ اکیلا[2] چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا۔ پس اس کی رفاقت اور مدد سے جلد وہ کام سر انجام ہو گا۔ اکیلا، اکیلا ہی ہے۔ اور دو آدمی کو کہتے ہیں: ایک اور ایک گیارہ۔ پس ایسا مرد با مروّت اور غریب نواز اگر باہم ہو، تو اِس سے کوئی بات بہتر نہیں۔ مقرّر اس جوان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا چاہیے اور مَحرَم کرکے، اِس کو بھی ساتھ لیا چاہیے اور اِس مشکل کام کو سر انجام دیا چاہیے۔ ابیات:

گُلِ مراد جو باغِ جہاں سے چاہے چُنے
بغیر یاروں کی پُشتی کے کیونکے ہاتھ لگے

---

[1] مخ اور مط میں ,, سولا رکھا،،۔　　[2] مط: سورما چنا۔

جو یارِ جانی کا دامن کسو طرح پکڑے
تو جس طرح سے خوشی ہووے تیری بیٹھ رہے
کہ دوستوں کے سبب سے ہوں تیرے کام درست
مدد سے اُن کی ہوں سب مشکلوں کی گرہیں سست

پہلے بہت سی سَوگند اور قسمیں دے کر تاکید کی کہ خبر دار! یہ میرا بھید کہیں فاش نہ ہو۔ اُس جواں مرد نے قبول کیا۔ تب بولا کہ میں نے سنا ہے کہ اِس ضلع میں حاتم نام کوئی شخص ہے، کہ لاف جواں مردی کا اور دعویٰ مروت اور عاجز نَوازی کا کرتا ہے۔ سو شاہِ یَمن کے دل میں اُس کی طرف سے خِلش اور کُدورت پیدا ہوی ہے۔ اور میں کچھ وجہِ معیشت نہیں رکھتا، چوری اور سِرزوری سے میری اَوقات کٹتی ہے۔ اِن دنوں بادشاہ نے مجھے بُلوا کر، بہت سے روپے دینے کا وعدہ کیا ہے، اِس شرط پر کہ حاتم کو تلاش کرکے قتل کروں اور اُس کے سِر کو کاٹ کر، بادشاہ کے رُو بہ رُو لے جا کر نذر دھروں۔ کیا کروں، لاچار ہو کر روزی کے دُکھ سے یہ کام قبول کیا ہے اور یہاں تک آیا ہوں۔ لیکن حاتم کو پہچانتا نہیں، نہ اُس کا گھر جانتا ہوں۔ اگر میرے اَحوال پر رحم اور تَرَس کھا کر، غریب پروزی کی راہ سے حاتم کو دکھا دو اور اُس کے مارنے میں میرے شریک اور مددگار ہو؛ تو جلد مجھسے یہ حرکت، جس کے واسطے گھر بار چھوڑ کر نکلا ہوں، ہو سکے۔ اور تمھاری دولت سے بادشاہ نے جو کچھ قول قرار کیا ہے، عنایت کرے، تو میں باقی زندگی خوشی اور خوۜرمی سے کاٹوں[1]۔

حاتم یہ باتیں سن کر ہنسا۔ بیت:

جواں ہنس کے بولا کہ حاتم ہوں میں
مرا سِر بدن سے ابھی کاٹ تیں

اور بولا کہ اے مہمان! جلدی میرا سِر کاٹ لے، میں ہی حاتم ہوں، اور اپنی راہ لے۔ تو پادشاہ کا مطلب برآوے، اور تو بھی اپنے دل کی مراد پاوے۔ بیت؛

---

۱ مخ: کاٹوں۔

جب حاتم نے بے دھڑکے سِر دھر دیا
تب اُس شخص نے آہ و نالہ کیا

عیّار سنتے ہی، حاتم کے پانو پر گر پڑا، پھر اُٹھ کر اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا، ابیات:

که جو پھول ماروں بدن پر ترے
تو جو مرد ہو، مجکو عورت گنے
گلے مل کر، آنکھوں کا بوسہ لیا
وَداع ہو، ارادہ یَمن کا کیا

حاتم نے اَسباب راہ کا تیّار کیا، اور سواری اور خرچ دیا، اور اُس کو رخصت کیا۔ وہ روانہ ہوا، اور چلتے چلتے یمن[1] میں پہنچا، اور بادشاہ کے پاس جا کر؛ جو حقیقت[2] گزری تھی، مُفصّل عرض کی۔ مِلک نے اپنی نیک نیّتی اور خوش خوئی سے (کہ اُس کی ذات میں تھی) مُنصف ہو کر اِقرار کیا کہ واقعی جو جو خوبیاں ذاتی اور سخاوت خِلقی حاتم میں ہے؛ کسو بشر کا مقدور نہیں جو ریس اُس کی کرے۔ بیت:

ہیں گے روپوں کے تو سخی ڈھیر سے
کام ہے تب، جان پہ[3] جب آبنے

حکایت: جواہر الامارۃ جو کتاب ہے، اُس میں لکھا ہے کہ جب حاتم نے وفات پائی، اُس کو زمین میں گاڑ دیا۔ اِتّفاقاً اُس کا مقبرہ ایسے نشیب میں تھا کہ مینہ کا پانی سارا جمع ہوکر، نالے کی طرح اُسی جگہ بہتا تھا۔ ایک بار ایسی جَھڑی لگی اور پانی کا زور ہوا کہ قریب تھا کہ تعویذ اُس کی گور کا اُکھڑ جاوے اور ساری چار دیواری بہ جاوے۔ حاتم کے بیٹے نے یہ خبر سُنی۔ چاہا کہ اُس کی لاش کو اکھاڑ کر، دوسرے مکان میں گاڑے، کہ ہمیشہ کے خلل سے محفوظ رہے۔ جب قبر کا کڑا[4] کھولا، دیکھا

۱ مط: یمن پہنچا۔ ۲ مط: حقیقت جو گزری تھی۔ ۳ مخ: پر۔ ۴ مط: گڑھا۔

کہ تمام اَعضا اور اَجزا بدن کے بوسیدہ ہو کر، بند سے بند جُدا ہو گئے ہیں۔ سوائے ہڈّیوں کے کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر ایک ہاتھ داہنا، امانت جیسے کاتیسا ہے، کہ ایک سَرِ مُو اُس کی صورت تبدیل نہیں ہوئی۔
جتنی خِلقت اُس وقت موجود تھی، حیران اور بَھچَک ہو رہی کہ اِلٰہی! یہ کیا بھید ہے، کچھ عقل میں نہیں آتا۔ ایک صاحب دل بھی وہاں حاضر تھے۔ کہنے لگے کہ اے یارو! اَچنبھا نہ کرو اور ہاتھ کے ثابت رہنے سے مُتَعجّب نہ ہو۔ یہ وہ دست ہے کہ سائلوں اور محتاجوں کے ہاتھ سے مِلتا رہا تھا، اور اِسی ہاتھ سے خیرات کرتا تھا۔ داد و دِہِش کی حِمایت سے یہ سلامت بے ملامت رہا۔ اِس بات سے یہ یقین سمجھو کہ جب کافرِ بُت پرست کا ہاتھ، سخاوت کی پناہ سے صَحیح سالِم رہا؛ اگر بدن مومنِ خُدا پرست کا، احسان اور خیر و کرم کے وسیلے سے، (کہ جو خدا کے بندوں کے حق میں کرے، آتشِ دوزخ کی سوزِش سے ایمَن رہے، کیا بڑی بات ہے۔ اِس لیے کہ نیکی اور خَیر کے سبب، دولتِ بے زوال اور نعمت کمال ملتی ہے۔ بیت؛

صاحبِ دولت ہزاروں اِس جہاں میں مَر گئے
پر اُنھوں کا نام باقی ہے، کرم جو کر گئے

نصیحت: دارا نے کسو حکیم سے پوچھا کہ سلطنت کا زیور کیا ہے؟ جواب دیا کہ عزّت و حُرمت کے ساتھ زندگی کرنی۔ پھر پوچھا کہ آدمی کی آبرو اور عزّت ساری عُمر کس طرح سے رہتی ہے؟ کہا کہ روپے کو ناچیز اور بُرا جاننے سے۔ کیونکہ یہ[1] قاعدہ ہے کہ جو شخص زر کو عزیز نہ رکھّے گا، سب اُس کی عزّت اور حُرمت کریں گے۔ اور جو کوئی روپے کی قدر کرے گا، سب اُس کو کم ہمّت اور ناچیز جانیں گے۔ قِطعہ:

مال اِس واسطے ہے کام آتا
کہ ترے تن کے واسطے ہو ڈھال

---

[1] مط: میں "یہ" نہیں ہے۔

جان جو کوئی فدا کرے زر پر
اُس کا خطرے میں ہے بدن اور مال
جس سخی کو کہ زر کی قدر نہیں
اُس کا ہر دم بڑھے ہے جاہ و جلال

شکر خدا کا کہ قاعدہ جواں مردی اور سخاوت کا اور قانون احسان اور مروّت کا حضرت شاہ زادۂ عالم میں، کہ اُن کی ذات میں نُور لطف و کرم کا ظاہر ہے اور سلطنت اور جہاں داری کے آسمان پر مانند آفتاب کے روشن ہیں اور سرداری اور مُلک گیری کی بارگاہ کے بادشاہ ہیں، جہان کے آباد کرنے والے، دشمن پر فتح پانے والے اور مُلک لینے والے ہیں۔ قطعہ:

مدد دی مُلک و دولت کو ابو المُحسِن شہنشہ نے
کہ مِنہہ بخشش کا اُس کی سارے عالَم میں برستا ہے
یہاں تک دیتا ہے محتاج و درویشوں کو سیم و زر
کہ کوئی دن میں محتاجی کا نام عالَم سے اُٹھتا ہے

حاتم کی سخاوت کے دفتر کو اُس کے انعام نے لپیٹ دیا، اور معین بن زائدہ کی بخشش کے دسترخوان کو اُس کے نام نے سمیٹ دیا۔ قطعہ:

آج دنیا میں فریدوں اور کیخسرو ہے وہ
ہے عدالت اور سخاوت کا جہاں میں اُس سے شور
عدل سے آراستگی اور حُکم سے قائم ہے مُلک
جُود سے سائل غنی اور ہاتھ سے بخشش کو زور

خدائے پاک، برتر، اُن کے احسانِ عام اور خوبیوں کے فرمان کو اپنی مِہر[1] کی مُہر سے آراستہ رکھے، جیسا حُکم خدا کا ہے کہ «جو کوئی احسان کرے گا، بڑا اَجر پاوے گا»۔ اور اُن کے کمال نیکی اور خوش خصلتی کے پروانے کو اپنے فضل کے طُغرا سے اعتبار بخشے۔ کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ «جزا، نیکی کرنے والوں کی بے شمار ہے»

[1] مط: اپنی مہر سے۔

بائیسواں باب - تواُضع اور اِحترام میں :

تواُضع کرنے سے اپنا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔ حدیث ہے کہ جو کوئی کسو کی بے غرض تواُضع کرے گا، خدا[1] اُس کو قَدر و مرتبہ زیادہ دے گا۔ یعنی جو شخص عاجزی اور فروتنی عنداللہ بجا لاوے گا، اللہ اُس کو دنیا میں روز بہ روز بڑھاوے گا، اور آخرت میں درجۂ عظیم پاوے گا۔ بیت:

تواضع ترا درجہ زیادہ کرے تجھے سر بلندی بزرگی سے دے

نصیحت: مُلکِ ساما نیہ کا نصیرالدین بادشاہ تھا۔ اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی کہ اے فرزندِ دل بند! اگر اِس سلطنت کو (کہ میں نے بڑی کوشش اور محنت سے پیدا کی ہے اور اپنی عمرِ عزیز اُس کی سعی و تلاش میں کھوئی ہے، چاہیے کہ تجپر قائم و دائم رہے، تو میری اِس بات کو یاد رکھیو کہ خزانے پر مغرور مت ہوجیو، کہ مال کو ایک دن زوال لازم ہے۔ اور لشکر پر بھی اعتماد نہ کیجو[2]، کہ انسان کا اَحوال ایک سا[3] نہیں رہتا۔ اگر مُلک کی پایداری چاہیے، تو کرم اور سخاوت پر عمل کریو، اور تواُضع کی خُو پکڑیو۔ کہ یہ دونو دام ہیں، کہ اِن سے خلقُ اللہ کے دل صید ہوتے ہیں۔ اور جو کوئی اِن دونو جال میں پھنسا، جیتے جی اُس کی مُخلِصی نہیں ہوتی۔ گویا اِسی معنی میں یہ حدیث ہے کہ «سردار قوم[4] کا خادم قوم کا ہے»۔ یعنی جس شخص کی تو نے خدمت تواضع سے کی، اُس کا دل تیرا محکوم ہوا اور تیری مَحبّت کے پھندے میں پھنسا۔ پس وہ خادم اور تو اُس کا مخدوم بنا، اور وہ تیرا شکار اور تو اُس کا میر شکار ٹھہرا۔ اَبیات:

تواضع کرنے میں یہ ہے بھلائی
کہ بیگانوں سے ہو ہے آشنائی
تواضع جو کرے، سب سے بڑا ہے
کہ اقبال اُس کی چوکھٹ پر کھڑا ہے

---

۱ مط: میں لفظ ،، خدا ،، نہیں ہے۔ ۲ مط: کیجو۔ ۳ مط: ایک سان۔

۴ مط: خادم قوم ہے۔

اور معنی تواضع کے یہ ہیں کہ اپنی قدر سے، دوسرے کی قدر کو زیادہ سمجھے
جب اُس شخص کو یہ فِروتنی حاصل ہوئی، تو اپنی عزّت و حُرمت کو
بالائے طاق رکھ کر، دوسرے کو عزیز اور بزرگ بناوے گا۔ یہ بات ایسے سے
عمل میں نہ آوے گی، جو ذات میں اُوچھا اور مرتبے میں ادنا ہوگا اور اُس
کی نجابت اور شرافت میں لوگوں کو دھوکھا ہو۔ اور جو کوئی فِی الواقع
حَسب اور نَسَب میں درست ہے، وہ عالی قدر اور صاحبِ درجہ ہے، وہ
تواضع کرنے سے نہیں ڈرتا۔ اِس واسطے کہ تواضع کرنے سے، اُس کی
بزرگی اور مرتبے میں کچھ نقصان نہیں آجاتا، بلکہ سرداری اور دَبدَبہ
اُس کا خلقُ اللہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ مصرع:

تواضع بڑوں سے بہت خوب ہے

اِن باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تکبّر، ناقِصوں اور نادانوں کا بانا ہے۔
اور غَرض اُن کی غُرور کرنے سے، اپنے عَیب کا چھپانا ہے۔ لیکن
فِی الحقیقت گویا اپنی بدیوں کو ظاہر کرنا اور جتانا ہے۔ کیونکہ دماغ
اور شیخی، آدمی کو خوار اور ذلیل کرتی ہے۔ آبیات:

جب تلک ہوسکے، غرور نہ کر
کوئی کھاتا نہیں غرور سے بَر
گر تو کِبر و رِیا کو چھوڑے گا
خاص بندہ خُدا کا ہووے گا

تواضع سب سے خوش نما لگتی ہے، خصوصاً صاحِبِ دولت و اِقبال سے
بہت خوب معلوم ہوتی ہے۔ اِس واسطے کہ بزرگی کا گہنا،
تواضع ہے۔

نصیحت: نقل کرتے ہیں کہ ابنِ سماک کوئی بزرگ تھے، وہ ایک
روز ہارون رشید کی مجلس میں آئے۔ خلیفہ نے سَروقد اُٹھ کر اُن کی تعظیم
کی۔ اُنھوں نے کہا کہ اے بادشاہ! اگرچہ تم بادشاہ ہو، پر تمھاری تواضع

کرنے کا درجہ تمھاری بادشاہت سے زیادہ ہے - خلیفہ نے کہا : یہ تمھاری بات مجھے پسند آئی ، کچھ اور فرماؤ - تب اُنھوں نے کہا کہ [1] خدا تعالیٰ' جس کو مال اور جمال اور سرداری دیوے ، چاہیے کہ خدا کے بندوں سے مُوافَقت اور نیکی کرے ، اور آپ پرہیز گاری اور پارسائی قبول کرے - اِس لیے کہ جو کوئی بڑا آدمی ہو کر ، تواضع کی خُو کرتا ہے ؛ اللہ اُس کو اپنا دوست جانتا ہے اور اپنے خاص بندوں میں گِنتا ہے - ہارون نے قلمدان منگوا کر ، دستخطِ [2] خاص سے یہ پَندیں لکھ لیں - پس اِن نصیحتوں پر کان دینا اور بیاض میں لکھ لینا ، دلیل اُس کی تواضعِ ذاتی کی تھی - ابیات :

بہت داناؤں نے یہ آزمایا — تواضع سے زِیاں ہرگز نہ پایا
تواضع سے بلند ہوجاوے ہے نام — تواضع کرنے سے بر آوے ہے کام
تواضع جو کرے ، سب سے بڑا ہو — دل اُس کا خانۂ نورِ خدا ہو

اور تواضع کرنی اور حُرمت رکھنی آشرافوں اور سیّدوں کی اور عالِموں اور مَشایخوں کی بہت بہتر ہے . اور دولت و اِقبال کے بڑھنے کی نشانی یہی ہے -

نقل : شیخ حَسَن شیبانی ہارون رشید سے ملاقات کو آئے - بادشاہ نے بڑی تعظیم کی ، اور اپنی مسند پر ساتھ بِٹھایا [3] - بعد صُحبت داری کے ، جب رخصت ہوئے ، لب فرش تک ساتھ آئے - جب وہ جا چکے ، ایک خواص نے عرض کی کہ اِتنی تواضع کرنے سے بادشاہوں کا رُعب [4] و داب نہیں رہتا - جواب دیا کہ جو دبدبہ ، تعظیم کرنے سے نہ رہے ، اُس کا نہ رہنا بہتر - اور جو درجہ اور مرتبہ بزرگوں کی حُرمت رکھنے سے گھٹے ، اُس کا گَھٹنا ہی خوب ہے - بیت :

جو مرتبہ ، تعظیم کے کرنے سے گَھٹے ہے
اُس مرتبے سے آدمی کب کوئی بڑھے ہے

حکایت لکھی ہے کہ اسماعیل سامانی ، جو بادشاہ خراساں کا تھا اور شان اور دبدبہ بہت رکھتا تھا ، ایک روز کوئی عالمِ با عمل کسو خاطر اُس کے

---

[1] مط : خدائے تعالی - [2] مط : دستخط [3] مط : بیٹھایا - [4] مط : رعب اور داب -

یہاں آئے۔ اُن کی بہت تعظیم کی۔ جب وہ اُٹھے، سات قدم اُن کے ساتھ جا کر رخصت کیا۔ رات کو حضرت رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: اے اسماعیل! تو نے میری اُمّت کے ایک عالِم کی حُرمت کی؛ میں نے خدا سے دعا مانگی کہ اِس کے عِوض دونو جہان میں تیری آبرو رہے۔ اور تو جو سات قدم اُن کی مُشایَعت کی خاطر گیا؛ یہ بھی میں نے جنابِ الٰہی سے مُناجات کی سات پُشت تلک تیرے فرزندوں میں سلطنت چلی جائے۔ سو یہ دونو دعائیں تیرے حق میں مُستَجاب ہوئیں۔

اور ایک نشان تواُضع کا یہ ہے کہ عالِم اور صالح جو دین دار ہیں، اور درویش جو خدا پر یقین رکھتے ہیں، اُن کی صحبت کی خواہش رکھے۔ نہ ویسے عالِم اور مَشایخ کہ ظاہر میں حکم خدا اور رسول کا خِلقت کو سُناتے ہیں، اور اِس دنیا (ے) فانی[1] کے اسباب کے واسطے خوشامد کی باتیں بناتے ہیں، اور طالِع مندوں کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور اُن سے کچھ پاتے ہیں۔ بلکہ ایسے مردانِ خدا کی صحبت میں جاوے کہ اُن کو دنیا کے لوگوں کی صُحبت خوش نہ آوے۔ اور ایسوں پر اِعتِقاد لاوے کہ اُن کو نا پُرساں جان کر، کوئی خاطر میں نہ لاوے۔

حکایت: سنا ہے کہ جب عبداللہ طاہر نے حکومت خراساں کی پائی؛ مُلک گیری کے واسطے نکلا۔ نیشاپور میں مقام کیا۔ ادنا اعلا اُس شہر کے سلام کی خاطر آئے اور مُلازمت بجا لائے۔ بعد کئی روز کے بادشاہ نے پوچھا کہ کوئی شخص ایسا بھی یہاں ہے کہ میرا نام سن کر، میرے پاس نہ آیا ہو۔ سبھوں نے اِلتِماس کیا کہ جو نام و نشان والے ہیں، وے سب حاضر ہوئے؛ مگر دو درویش، کہ وہ[2] گوشہ نشین ہیں، کسو سے کام نہیں رکھتے اور ملاقات نہیں کرتے، خلائق کی آمد و رفت سے مَلول اور اپنے خالق کی یاد میں مشغول ہیں۔ آبیات:

---

۱ مط: دنیاے فانی۔ ۲ مط: وے۔

بندے خدا کے جو ہیں گوشہ نشیں
مکر و تکبّر سے وہ واقف نہیں
کون و مکاں دیکھے ہیں آنکھوں بغیر
پر نہیں، پر، دونو جہاں پر ہے سیر
مُلک نہیں، لیک شہنشاہ ہیں
خاص وہی بندۂ درگاہ ہیں

عبد اللہ نے پوچھا کہ وہ[1] دونو مردِ خدا کون ہیں؟ خوّاصوں نے کہا کہ ایک احمد حرب اور دوسرے محمد اسلم طوسی، کہ دونو عالِم حقّانی ہیں اور زُہد و عِبادت میں لا ثانی ہیں، مگر سلاطین اور امیروں کے گھر نہیں آتے جاتے، اور دونو قُطب تاروں کی مانند اپنے مقام سے حرکت نہیں فرماتے۔ بادشاہ نے کہا: اگر وے میری ملاقات کو نہ آویں، تو مَیں ہی اُن کے دیکھنے کو چلتا ہوں۔ یہ ارادہ کرکے، سوار ہوا۔ پہلے تو احمد حرب کی طرف چلا۔ کسو نے دَوڑ کر خبر پہنچائی کہ عبد اللہ طاہر آتا ہے۔ اُن کو بھاگنے کی فرصت نہ ملی۔ بادشاہ آ ہی گیا۔ احمد حرب دیکھ کر کھڑے ہوئے اور دیر تک سِر نِہوڑائے رہے۔ بادشاہ بھی ہاتھ جوڑے کھڑا رہا۔ لاچار سِر اُٹھایا اور بولے کہ اے طاہر کے فرزند! میں نے سنا تھا کہ تو خوش رو اور شکیل ہے۔ اب جو میں تجھے دیکھتا ہوں؛ تو جیسا سنا تھا، اُس سے بھی زیادہ صاحبِ جمال ہے۔ آج سے اپنے اِس رخسارۂ[2] و رو کو (کہ نیک اور زیبا ہے) خدا کی نافرمانی سے بدصورت اور بدشکل نہ بنا۔ اور ایسے مُنہ کو کُندا دوزخ کا نہ کر۔ یہ اِرشاد کرکے، رُو بہ قِبلہ ہوئے اور نماز پڑھنے لگے۔ عبد اللہ طاہر روتا ہوا حُجرے سے باہر نکلا۔

پھر محمد اسلم کی طرف گیا۔ ہر چند پُکارا، اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی، کچھ فائدہ نہ ہوا، اور پَٹ نہ کھولے۔ امیروں نے اِلتِماس کیا کہ اِس وقت چلیے اور چند روز صبر[3] کیجیے، کہ روز آدینہ آوے، جُمعے

۱ مط: وے۔ ۲ مط: رخسارے اور روکو۔ ۳ مط: کیجے۔

کی نماز کو نکلیں گے ؛ شاید اُس وقت قبلۂ عالم سے ملاقات ہوجاوے۔ بادشاہ یہ سن کر اپنے دولت خانے کو پھر آئے۔ جب وہ دن آیا ؛ سوار ہوکر ، اُن کی خانقاہ سے الگ کوچے کے باہَر کھڑے رہے۔ شیخ نماز کے واسطے باہَر نکلے۔ دیکھا تو بہت سے سواروں کی بھیڑ لگ رہی ہے۔ ٹھہر گئے۔ بادشاہ نے مرکب سے اُتر کر اور پاس آن کر[1] سلام کیا۔ محمد اسلم نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کس کام کو آیا ہے ؟ جواب دیا کہ میں عبد اللہ طاہر ہوں ، تمھاری[2] زیارت کو آیا ہوں۔ شیخ بولے کہ اَستَغفِرُ اللہ ! تجھے مجسے کیا کام ، اور مجھے تجسے کیا مطلب ؟ یہ کہہ کر ، مُنہ اپنا دیوار کی طرف مُوڑ لیا ، پھر بادشاہ کے اوپر نگاہ نہ کی۔ عبد اللہ آگے بڑھا اور اُن کے قدم کے پاس سِر اپنا خاک پر رکّھا اور مُناجات کرنے لگا کہ اے کریم ! یہ مرد خدا کا ، تیری رضامندی کے سبب ، مجھے گُنہ گار بندہ سمجھ کر ، دشمن جانتا ہے۔ اور میں اِس کو تیری خُشنودی کے باعِث ، نیک کار بندہ جان کر دوست رکھتا ہوں۔ طُفَیل اِس عداوت اور اِخلاص کے ، ‹ کہ فقط للہ ہے › ، مجھ بدکردار کو اِس نیک اَفعال کے سبب سے بخش۔ وُہیں ہاتِف نے غیب سے آواز دی کہ سِر اپنا سجدے سے اُٹھا ؛ تیرے گُناہ اِس عابِد کی عبادت کے شریک ہوئے۔ اَبیات :

اگرچہ ساری دنیا میں ہیں ہم بَد
و لیکن اچّھوں کے ہیں دوست بے حد
بدوں کو گر قِیامت میں وہ بخشے
سبب نیکوں کے ، تو کیا خوب ہووے[3]

نقل[4] : کہتے ہیں کہ ایک پادشاہ کسو درویش کے پاس گیا۔ اُس مردِ خدا نے دیکھتے ہی سجدہ کیا۔ وزیر نے پوچھا : شاہ صاحِب ! یہ کیسا سجدہ تھا جو تم بادشاہ کے آتے ہی بجا لائے ؟ جواب دیا کہ خدا کی جناب میں ،

---

۱ مط : آکر۔ ۲ مط : میں ,, تمھاری ،، نہیں ہے۔ ۳ مط : ہوئے۔ ۴ مط میں لفظ ,, نقل ،، نہیں ہے

میں نے سجدہ شکر کا ادا کیا۔ پھر پوچھا: کس واسطے تم نے خدا کا شکر کیا؟ فرمایا: اِس خاطر کہ بادشاہ کو میرے پاس لایا، اور مجھے بادشاہ کے نزدیک نہ دوڑایا۔ کیونکہ سلاطینوں کا آنا درویشوں کی خدمت میں، عبادت ہے۔ اور درویشوں کا جانا سلطان کے دروازے پر، گناہ۔ پس، بادشاہ کے اتنے تشریف لانے سے بادشاہ کو طاعت کا ثواب ملا اور میں گناہ گار نہ ہوا۔ یہ البتہ شکر اور سپاس کی جگہ ہے۔ ابیات:

جو دم درویش پرسی سے تو مارے بلندی سے قدم گردوں پہ[1] رکھے
فقیروں سے مدد جو کوئی ٹک پائے فریدوں سے اڑے، تو پیش لے جائے

تیئیسواں باب، امانت اور دیانت میں:

عالم جو علمِ دین کے اور عارف جو صاحب یقین کے ہیں، فرماتے ہیں کہ مرتبہ امانت کا، بہتر ہے ساری نیک خصلتوں سے۔ اِس لیے کہ ایمان کی بنیاد، امانت سے محکم ہوتی ہے۔ چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے: جس شخص میں خصلت ایمان داری کی ہے، اُس کا ایمان درست ہے۔ اور قانون شرع کے بھی دیانت کے قاعدے کی پناہ میں آراستہ ہوتے ہیں۔ ابیات:

شرع نے مضبوط جب جڑ کو کیا قاعدہ دیں کا، دیانت کو دیا
دل میں تیرے گر امانت کی ہے چاہ آگ سے دوزخ کی پاوے گا پناہ

جس قول و فعل میں کہ تو تامّل کی نظر سے لحاظ کرے اور جس کار و بار میں غور سے دیکھے، تو امانت اور[2] خیانت اُن میں شریک ہیں، اور ہر ایک بات میں دونو ملی ہوئی ہیں۔ پس اگر کوئی طرف داری امانت کی نہ کرے، تو گویا اُس شخص نے خیانت کی۔ اور حق تعالیٰ نے جو کچھ اپنے بندوں کو دیا ہے، وہ محض امانت ہے کہ اُس میں خیانت ہرگز درست نہیں۔ مثلاً: چشم ایک امانت ہے کہ اُس سے اللہ کی قدرت کو دیکھے۔ اور گوش بھی امانت ہے کہ اُس سے کلامِ حق کو سنے۔ اور[3]

---

۱ مخ: پر ۲ مط: و ۳ مط: اور زبان بھی امانت ہے کہ

زبان ہے کہ اُس سے ذکرِ الٰہی کرے۔ اور[1] ہاتھ ہیں کہ اُن سے خلق اللہ کو نفع پہنچاوے۔ اور باقی اَمانتوں کو بھی اِسی طرح سمجھے۔ کیونکہ ایک رُوواں بدن کا نکمّا نہیں۔ اور یہ سب خدا کی اَمانتیں ہیں کہ اِن سے خبردار رہا چاہیے، اور بے جا صرف نہ کیجے۔ اور اگر کوئی برعکس اِس کے کام کرے، کہ آنکھوں سے حرام کی طرف نظر کرے، اور کانوں سے نا معقول باتیں سُنے، اور جِیب سے دُرُوغ اور بُہتان بکے، اور ہاتھ سے مسلمانوں کو آزار پہنچاوے؛ تو مُقرّر خدا کی امانت میں دیدۂ و دانِستہ اُن نے خِیانت کی اور خدا کی بندگی سے رُو گرداں ہوا۔ شاید اُس نے یہ آیت نہیں سُنی کہ خدا فرماتا ہے کہ «اے وہ کوئی کہ ایمان لائے ہو! نہیں تم ڈرتے خدا سے»۔ اَبیات:

گر نہیں ہے تجکو امانت سے کام نہیں ہے ترے دیں میں دیانت کا نام
ڈر نہیں مرنے کا تجھے اک ذرا شرم نہیں رکھتا کہ کوئی ہے خدا

اور سلاطینوں کو، بعد مُحافظت اِس امانت کے، خبرداری اور امانتوں کی بھی لازم ہے۔ یعنی رعیّت کے اَحوال کو لحاظ کرے کہ وہ بھی امانت خالق کی ہے کہ اِس کو سُپرد کی ہے۔ اگر رعایا کی خبرگیری کما حَقّہٗ نہ کرسکے، تو امانت داری میں خلل ہے۔

نصیحت: حکیموں کا قول ہے کہ اگر پادشاہ، ظالم عامِل کو خدمت پر بھیجے، اور وہ رعیّت پر ظلم و ستم مچاوے؛ تو وہ مَثَل ہے کہ بھیڑیے کو بکریوں کی چرواہی سونپی، جو دیکھ بھال کر، غریبوں اور ضعیفوں کو ستم‌گار، بے رحم کے حوالے کردیا۔ اَبیات:

ظالم عامِل ہے گویا اک[2] بھیڑیا اور رعیّت بکری ہے، اِس کو بچا
سونپی جس نے بھیڑیے کو بھیڑیاں ہے بچاو اُن کو بلا سے پھر کہاں

اور دوسرے مُلاحظہ دیانت کا لازم ہے۔ دیانت سے نگہ بانی امانت کی ہے، جو درمیان خدا کے اور بندوں کے ہوتی ہے۔ سو اِس سے کوئی

---

۱ مط: اور ہاتھ امانت ہیں کہ ۲ مطِ: میں ,,اک،، نہیں ہے

واقف نہیں ہوتا، مگر وہ جب آپ سے آپ ظاہر ہو[1]۔ اور دیانت کے قانون کی نگہ بانی کے سبب سے نیک بختی دونو جہاں کی ہاتھ لگتی ہے، بلکہ رضامندی خالق کی حاصل ہوتی ہے۔ بیت:

کر دیانت، جو ترے دونو جہاں روشن رہیں
بے دیانت کے، نہ دنیا خوب ہے نہ آخرت

اور جو شخص دیانت دار ہے، وہ ہمیشہ ہر مجلس میں عزیز اور باحُرمت رہتا ہے، اور ہر کوئی اُس کو بزرگ اور بڑا سمجھتا ہے۔

حکایت: سنا ہے کہ نوشیرواں نے اِبتدائے سلطنت میں، کہ ابھی عدالت کی نعمت کا مزہ نہ پایا تھا اور عیش و عشرت کے خوابِ غفلت سے ہوشیار نہ ہوا تھا، رعیّت کی خبرگیری اور اَحوال پُرسی کی طرف کم مُتَوجّہ ہوتا۔ اِتّفاقاً اُس کے ہمسایے میں ایک شخص رہتا تھا کہ کرم اور سخاوت میں مشہور اور مہمان نوازی اور نان دِہی میں یکتا تھا۔ بیت:

اُس کی بخشش سے فقیر اب شاد تھے مُفلسی کی قید سے آزاد تھے

ہمیشہ اُس کا باورچی خانہ گرم رہتا تھا، اور ادنا اعلا کو دعوت کرکے کھِلا پِلا دیتا۔ جب اُس کا نام جواں مردی اور سخاوت میں نہایت بلند ہوا اور ہر ایک کے مُنہ سے اُس کا مذکور بہ خوبی ہونے لگا؛ یہ سُن کر ایک روز کِسریٰ خود امتحان اور آزمایش کی خاطر، سوداگر کا بھیس بناکر، اُس کے مہمان خانے میں گیا۔ میزبان نے بادشاہ کو نہ پہچانا۔ پر اس کو تو خدائے کریم نے خُلقِ ذاتی اور کرَمِ طبْعی دیا تھا، مُوافق اپنی عادت کے اِن سے بھی پیش آیا اور بہت خاطرداری سے بِٹھایا اور لوازِمہ ضِیافت کا بہ خوبی حاضر کیا۔ غرض مُروّت اور سُلوک میں ایک نُکتہ فروگُذاشت نہ کیا۔ آخر مہمان کو ایک بنگلے میں لا بِٹھایا، اور تواُضعِ عِطْر[2] و پان کی، اور باہم صُحبت داری کرنے لگا۔ اِتّفاقاً وہ بنگلہ خانہ باغ پر مُشْرِف تھا کہ اُس باغیچے میں انگور کی ٹٹّیوں پر بہت سے خوشے پکّے اور

---

1 مط: ہووے   2 مط: اور تواضع عطر و پان کی کی

تر و تازہ لگ رہے تھے۔ نوشیرواں دیکھ کر، دل میں مُتعجّب ہوا۔ جب رخصت کا وقت آیا، بولا کہ میں تاجر ہوں، تمھاری جواں مردی کا شُہرہ سن کر دل مشتاق ہوا تھا[1]، اِس واسطے آن کر تمھیں تکلیف دی۔ لیکن جیسا سُنا تھا، اُس سے زیادہ دیکھا۔ مصرع: ہزار مرتبہ بہتر ہو، میں نے اب دیکھا۔ خیر، اب رخصت ہوتا ہوں۔ کچھ فرمایش کرو، تو جس مُلک میں پاؤں، تمھاری خاطر لے آؤں۔

خانہ خاوند نے کہا: اے خواجہ! تمھاری دولت سے سب مُیسّر ہے، بہت کچھ کریم نے دیا ہے۔ آخر نہایت بے تکلُّفی اور یگانگت کی باتوں سے، بے حجاب ہوکر کہنے لگا کہ میں تازے انگور کو نہایت چاہ کر کھاتا ہوں اور سب میووں میں اُس سے مجھے کمال رغبت ہے؛ اگر کسو باغ میں تمھارے جانے کا اِتّفاق ہو اور اچّھا انگور نظر پڑے، تو تھوڑا سا اِس مُخلص کی خاطر یاد کرکے بھیج دیجو۔ نوشیرواں نے کہا: تمھارے پائیں باغ میں تو آپ ہی ڈھیر سے انگور پُختہ معقول نظر آتے ہیں، اِن کو کیوں نہیں کھاتے اور تَصرّف میں لاتے؟ وہ بولا کہ اے صاحب! ہمارا بادشاہ ظالم اور سخت غافل ہے، ہرگز رعیّت کی پروا نہیں رکھتا۔ چنانچہ سب باغ والوں کے انگور بہت دنوں سے تیّار ہیں، پر اب تک آمین کو نہیں بھیجا، جو کن کُوت کرکے حصّۂ پادشاہی لیوے اور پَروانگی دیوے۔ اور سب تو بے ملاحظہ، نگہبانی کے دُکھ سے کھائے جاتے ہیں، پر میں مُحرومِ مُطلق ہوں، اب تک زُبان پر نہیں رکھتا اور مزہ بھی نہیں چکھتا کہ میٹھا ہے یا پھیکا۔ خوفِ الٰہی سے ڈرتا ہوں کہ ابھی عُشرِ پادشاہی اِس باغ میں شامل ہے؛ اگر میں کھاؤں، تو خائن کہلاؤں۔ اور خِیانت اور بے دیانتی کرنی حرام ہے۔ اِس واسطے جب سے یہ تاک پھلنے شُروع ہوتے ہیں، میں تاکتا رہتا ہوں۔ جوں دانہ بندھنے پر آتا ہے، میں باغ کا دروازہ بند کرکے قُفل مار دیتا ہوں، اور اپنے گھر کی چِڑیا کو وہاں پَھٹکنے نہیں دیتا۔ جب تک

---

۱ مط: مشتاق ہوا ۲ مط: جاوے

خراج اپنا بادشاہ نہیں لے لیتا، وہیں پڑا رہتا ہے۔ خواہ گلے یا سڑے یا گلہری کھا جائے[1]، مجھے کچھ کام نہیں۔ تس پر بھی، جب بہت نقصان ہو جاتا ہے، تب بادشاہی عملہ آتا ہے، نظرات کرکے اپنا حصہ لے جاتا ہے؛ تب میں اس کو ہاتھ لگاتا ہوں اور بال بچوں سمیت کھاتا ہوں۔

نوشیرواں کے، یہ بات سنتے ہی، بے اختیار ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے اور فرمایا کہ وہ ظالم اور غافل بادشاہ میں ہی ہوں۔ آج تمھاری دیانت اور امانت نے مجھے غفلت کی نیند سے جگا دیا۔ یہ کہہ کر اُس کی بہت خاطر داری اور عذر خواہی کرکے رخصت ہوا۔ اُسی روز سے عدالت شروع کی۔ رفتہ رفتہ ایسا عادل ہوا کہ آج تلک اُس کا نام چلا جاتا ہے۔ قطعہ: (کذا)

دیں داری سے کام دل کے بن جاتے ہیں
ایمان رہے تو مرد کامل ہو ہے
بے شبہہ دیانت سے ہر اک انساں کو
دولت دو جہاں کی ساری حاصل ہو ہے

حکایت: اور نقل ہے کہ بلخ کے امیر کا بیٹا ایک روز سیر کرنے کو نکلا۔ سوار ہوا چلا جاتا تھا کہ رستے کے ایک طرف چھوٹی سی دیوار دیکھی اور اُس کے پیچھے ایک بوڑھا نظر پڑا کہ جنیو پہنے اور بیلچہ ہاتھ میں لیے درختوں کے چارے لگا رہا ہے۔ شہزادے نے ٹوکا کہ اے پیر! جن پودھوں سے تجھے پھل کھانے کی آس نہیں، اُن پر کیوں اتنی بے فائدہ محنت کر رہا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ دنیا کا یہی چلن ہے۔ اوروں نے جو بوئے تھے۔ سو ہمارے کام آئے۔ ہم جو بٹھاتے ہیں، اوروں کے نیگ لگیں گے، اور شاید میری بھی قسمت میں ہوں۔ امیر زادہ جوان نوخیز تھا، نادانی کے غرور سے سوگندِ مغلّظۂ طلاق یاد کرکے کھا بیٹھا، کہ تو ہر گز اس باغ کا میوہ نہ

---

1 مط: جاوے۔

کھانے پاوے گا؛ جب تک یہ باغ پھلے گا، تو مر جاوے گا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔

اُس بُڈّھے نے پوچھا کہ یہ جوان کون تھا؟ لوگوں نے کہا کہ امیرِ بلخ کا پُوت ہے۔ ایک مدّت کے بعد وہی پادشاہ زادہ پھر سیر کی خاطر سوار ہوا۔ اِتّفاقاً ایک باغ میں جا نکلا کہ نہایت سَر سبز اور سیراب تھا اور درخت سایہ دار اور پَھلے پھولے نظر آئے۔ اَبیات:

درخت اُس باغ کے سارے ہرے تھے
ہر اک ڈالی میں میوے ہی بھرے تھے
درختوں کی بلندی پر تھے بیٹھے
پرندے بولتے، کُریال کرتے

امیر زادے کو اُس بوستاں کے دیکھنے سے فرحت ہوئی، اور خوش ہو کر باگ تھانبی، اور گھوڑے سے اُتر، پا پیادہ ہو کر باغ میں آیا۔ ایک زُنّار دار کو دیکھا کہ پھِرتا ہے۔ شاہ زادے نے میوہ کھانا شروع کیا۔ کچھ جی میں جو آ گیا، تھوڑا سا اُس پیر کو دیا کہ تو بھی ہمارا شریک ہو۔ اُس نے ہاتھ سے لیا، اور اُسی جگہ وہ پَھل اُسی کے ایک نوکر کو (کہ رو برو ہاتھ باندھے کھڑا تھا)، حوالے کر دیا، اور کہنے لگا کہ یہ میوہ مجھے کھانا درست نہیں۔ امیر زادے نے مُتَعَجِّب ہو کر پوچھا کہ اِس کی کیا جِہَت ہے؟ بولا کہ میں جن دنوں میں اِس باغ کو لگاتا بِروے بیٹھاتا تھا، امیرِ بلخ کا بیٹا اِس جگہ آیا اور مجھے ڈانٹنے لگا کہ تیری عُمر آخر ہوئی اور گُور میں پانو لٹکا چکا ہے، اِس سِن و سال میں یہ نیتِ دور و دراز رکھتا ہے کہ درخت بوتا ہے۔ اِتنی مدّت تلک تو جیے گا کہ یہ پَھلیں گے اور تو کھائے[1] گا؟ میں[2] نے جواب دیا کہ دنیا بہ اُمید قائم ہے۔ یہ سُن کر وہ قسم کھا بیٹھا کہ تو ہرگز اِس باغ کا میوہ نہ کھاوے گا۔ اُس کی سَوگند کے سبب سے نہیں کھاتا کہ شاید وہ جیتا ہو، اور بِیاہا گیا ہو، اُس پر طَلاق نہ پڑے۔ سو میں شرط دیانت کی بجا لاتا ہوں۔

---

۱ مط: کھاوے گا۔ ۲ ,,میں نے ... میوہ نہ کھاوے گا،، یہ عبارت مط میں نہیں ہے۔

یہ سن کر اُس گبرو نے کہا: اے پیر مرد! وہ امیر زادہ میں ہی ہوں، اور قسم میں نے ہی کھائی تھی۔ لیکن یہ تیری دیانت داری دیکھ کر بہت محظوظ ہوا، اور وِزارت کا کام آج سے تجھے سُپُرد کیا، اب تیری مَشورت اور صَلاح کے بِدون کوئی کام نہ کروں گا۔ اُس نے یہ بات سن کر سِر نہوڑایا اور تاَمّل کیا۔ بعد دیر کے سِر اپنا اُٹھایا اور بولا کہ تیرا فرمانا میں نے قبول کیا۔ لیکن مسلمان بادشاہ کا وزیر گبر ہو، یہ مناسب نہیں۔ یہ کہہ کر، زُنّار کو کاٹ ڈالا اور کلمہ شہادت کا پڑھا، اور مسلمان ہوا۔ پس اِتنی دیانت کی برکت سے دولت دین کی بھی پائی اور حشمت دنیا کی بھی ہاتھ آئی، اور پایہ وِزارت کا پایا۔ بَیت:

جو کرے دیں داری، اس کا مرتبہ ہو ہے عظیم
کہنا جو کچھ تھا کہا میں، ہے خدا اِس کا علیم

چوبیسواں باب، وفائے عہد میں:

یعنی اپنے قول و قرار کو پورا کرے۔ اگرچہ یہ تھوڑی سی بات ہے؛ پر اِس عُہدے سے بر آنا، بڑے جواں مردِ صاحب کمال کا کام ہے۔ جو کوئی اپنے قول کو نِباہے اور قرار کو پورا کرے، وہ گویا حکم خدا کا بجا لایا۔ اِس لیے کہ حق تعالا قرآنِ مجید میں فرماتا ہے «اے وہ کوئی جو ایمان لائے ہو! اپنے عَہدوں کو آپس میں وفا کرو»۔ اور دوسری آیت میں حکم کرتا ہے کہ «اگر تم وفا کروگے میرے عہد پر، تو میں بھی وفا کروں گا تمہارے عہد پر»۔ یعنی روزِ اَلَست میں تمہاری روحوں نے جو مجھسے قول کیا ہے، اُسے پورا کرو؛ تو میں نے بھی جو تم سے وعدہ کیا ہے، بجا لاؤں اور[1] جزائے خَیر اُس کے عوض دوں۔ اور پیغمبرِ خدا کی حدیث شریف ہے کہ «جس کو پاس داری عہد کی نہیں وہ دین دار نہیں»۔

---

[1] مط: میں "اور" نہیں ہے۔

پس اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جڑ دین داری کی، عہد کی رعایت سے ہے۔ بیت:

مرد دانا پہ[1] نہیں کوئی کام ٭ عہد سے بہتر، جو کرے وہ تمام

روایت: ایک دن حضرت اِسماعیل عَلَیہ السَّلام کو کسو دوست کے ساتھ اتفاق کہیں چلنے کا ہوا۔ سرِ راہ اُس کا مکان تھا۔ وہ اپنے گھر میں چلا، اور پیغمبرِ خدا سے کہنے لگا کہ تمھارا ساتھ مجکو غنیمت ہے، مجسے وعدہ کرو اور اِس جگہ ذرا ٹھہر جاؤ، تو میں گھر میں سے ہو کر چلا آؤں۔ حضرت نے اِس بات کا قرار کیا اور بیٹھ گئے۔ وہ شخص اپنی حویلی میں گیا، اور دوسری طرف ِکھڑکی تھی، اُدھر سے نکل کر کہیں چلا گیا۔ بعد تین شبانہ روز کے اُس مکان پر آیا، جہاں آپ کو چھوڑ گیا تھا اُسی طرح بیٹھے پایا۔ پوچھنے لگا کہ اے نور چشم خلیل کے اور پیغمبر ربِ جلیل کے! یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ فرمایا: جس وقت سے تو وعدہ کرکے، مجھے یہاں چھوڑ کر گیا؛ میں بیٹھا ہوں اور تیرے آنے کی راہ دیکھ رہا ہوں۔ اُس نے شرمندہ ہوکر کہا: اگر مجھے دیر لگی تھی، آپ چلے گئے ہوتے۔ فرمایا: میں نے وعدہ کیا تھا، سو یہ دل نے نہ قبول کیا کہ خلاف[2] وعدگی کروں۔ جو تو مہینوں نہ آتا، تو میں یہیں بیٹھا رہتا اور[3] اِس ِٹھکانے سے نہ جاتا۔ اِسی خاطر ربُّ العزّت نے حضرت اسماعیل عَلَیہ السَّلام کی صفت میں فرمایا کہ وہ پیغمبرِ راست وعدہ اور صادِقُ القول ہے۔

پس جب خالقُ اللہ کے وعدے کو وفا کرنا پسندیدہ ہے، تو بے شبہہ خدا کے عہد کو وفا کرنا پسندیدہ تر ہوا چاہیے۔ رباعی:

وہ مرد نہیں، دانا جو کہلاتا ہے
ٹُک دیکھ کہ قول اپنا بجا لاتا ہے
گر عُہدے سے عہد کے وہ بر آتا ہے
جس کام میں جانچیے، وہ بڑھ جاتا ہے

---

۱ مخ میں ”پر“ ہے۔ ۲ مط: خلاف وعدے کے۔ ۳ مط: اور ٹھکانے سے۔

نقل: حکایت الصالحین جو کتاب ہے، اُس میں لکھا ہے کہ کسو خواجہ کا ایک غلام پرہیز گار اور خدا ترس تھا۔ اتفاقاً میاں بیمار ہوا۔ عہد کیا کہ اگر میں اِس بیماری سے صحّت پاؤں، تو اِس غلام کو آزاد کروں۔ بعد کتنے دنوں کے شافیِ حقیقی نے شفا دی۔ وہ خواجہ اُس غلام کو بہت پیار کرتا تھا، آزاد نہ کیا۔ پھر کاہلی پڑا۔ اُسی غلام کو حکم کیا کہ جا کر حکیم کو بُلا لا، جو میرا علاج کرے۔ غلام باہر نکلا اور جلدی پھر آیا۔ صاحب نے پوچھا: حکیم کہاں ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے کہ تیرا خاوند جھوٹ بولتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے، اُس پر عمل نہیں کرتا۔ اب میں اُس کی دوا نہیں کرنے کا۔ خواجہ سن کر سوچا اور مُتنبّہ ہوا اور بولا کہ اے خانہ زاد! طبیب کو میری طرف سے کہہ کہ میں اب دروغ گوئی سے باز آیا، پھر اپنے قول قرار سے نہ پھروں گا۔ مصرع: سِر اگر جائے، قول سے نہ پھروں۔ غلام نے کہا: اے میاں! حکیم کہتا ہے کہ اگر تم اپنے قول کی وفا کرو، تو میں بھی ایسی دوا دوں کہ تم شفا پاؤ۔ خواجہ نے غلام کو خط آزادی کا لکھ دیا۔ وُہیں صحّتِ کُلّی پائی۔ بیت:

وفائے عہد خدا ساتھ گر تو لاوے بجا
تو اپنے فضل و کرم سے کرے وہ تجسے وفا

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کو سخت مُہم در پیش ہوئی۔ عہد کیا کہ اگر خدا میرے اس کام کو بہ خوبی (جیسا جی چاہتا) انجام دیوے؛ تو جتنا خزانہ میرے یہاں موجود ہے، فقیروں اور مسکینوں کو بانٹ دوں۔ حق سُبحانہ تعالا نے اُس کے مطلب کو جلدی اُس کے دل کی خاطر خواہ روا کیا۔ بادشاہ نے چاہا کہ جو وعدہ کیا تھا، بجا لاوے۔ خزانچی کو طلب کیا، اور فرمایا کہ موجودات کا حساب کر لا کہ تیری تحویل میں کتنا نقد تیار ہے۔ اُس سے نزدات کی فرد گزرانیں۔ مبالغ کُلّی نظر پڑے۔ اُمَرا اور ارکانِ دولت بولے کہ جہاں پناہ! اِتنا مال محتاجوں کو خیرات

کر دینا لازم نہیں، کہ لشکر تباہ اور پریشان ہو جاوے گا۔ سلطان نے جواب دیا کہ میں نے عہد کیا تھا کہ سارا خزانہ غریبوں کو خیرات کروں[1] گا۔ امیروں نے کہا کہ عالِم و فاضِل فتویٰ دیتے ہیں کہ سِپاہی اور جتنے ملازمِ سرکار کے ہیں، یہ بھی حکم مستحق کا رکھتے ہیں۔ پادشاہ اِس بات سے مُتحیّر اور مُتفکّر ہو کر، مُثمّن بُرج میں جا بیٹھے۔ دیکھیں تو زیرِ جھروکے ایک فقیر دیوانہ چلا جاتا ہے۔ پادشاہ نے حکم کیا کہ اِس مجذوب کو بلا لو۔ چوبداروں نے اُسے پکارا۔ جب وہ آیا، ملک نے کہا: اے میاں مستان! میں نے شرط کی تھی اور خدا سے عہد باندھا تھا کہ جو میرا مقصدِ دلی بر آوے؛ تو میرے خزانے میں جو نقد ہے، خدا کی راہ میں صرف کروں۔ سو کام میرا حسبِ دل خواہ ہوا۔ لیکن روپے بے شمار اور اَن گنتی ہیں، اُمَرا راضی نہیں ہوتے، اور عالِم سپاہیوں کو واجبُ الرّعایت ٹھہراتے ہیں؛ اب تم کیا صلاح دیتے ہو۔

دیوانے نے کہا: اے پادشاہ! جس وقت تم نے یہ نَذر قبول کی تھی کہ سارا مال درویشوں کو دوں گا، دُوال بَندوں کا بھی خَیال تمھارے دل میں گزرا تھا؟ فرمایا: نہیں، فقط گدا اور بے نَواؤں کا نام زُبان سے لیا تھا۔ کہا: تو انھیں کو دو جن کی نیّت کی تھی۔ ایک اُمرا[1] اُس گھڑی حاضر تھا، بولا کہ اے دیوانے! مال بہت ہے اور سپاہی مفلس اور حیران ہیں۔ مجذوب نے اپنا مُنہہ اُس کی طرف سے پھیر لیا اور بولا کہ اے سلطان! جس سے تم نے وعدہ اور قَول کیا ہے، پھیر بھی اُسی سے کبھو کام ہے یا نہیں؟ اگر کچھ سروکار ہے تو اپنے عہد کو وفا کرو۔ اور اگر اُس سے آگے کو غرض نہیں اور اُس کے محتاج نہ ہوگے، تو جو مزاج میں آوے سو کرو۔ پادشاہ نے یہ جوابِ معقول اُس سے سن کر رو دیا، اور حکم کیا کہ سارا مال فقیر، غریب، مسکینوں کو تقسیم کردو۔ اَبیات:

---

۱ مط: کردوں گا۔ ۱ مط: امیر۔

جو آخر کو محتاج اُس کا تو ہو　　نہ موڑ اب وفاداری سے اُس کی رو
حکومت کا جو مرتبہ پاتے ہیں　　وفا عہد کی وہ بجا لاتے ہیں
وفا داری ہے سلطنت کا نشان　　جو قول اپنا پورا کرے، مرد جان

اور عہد کو وفا کرنا اور قرار نباہنا؛ کسو سے اِتنا خوش نما نہیں جتنا بادشاہوں سے۔ اِس واسطے کہ اُن کا ذِکر تمام عاَلم کی زُبان پر مذکور ہوتا ہے اور ہر ایک کے سننے میں آتا ہے۔ پس ادنا، اعلا اُن کے عہد و پیمان سے واقف ہوتے ہیں۔ تو جب سلاطین اپنے عہد کو انجام نہ دیں، سارے دوست اور دشمن اُن کے سخن کا اعتبار نہ کریں۔

وصایاے ہوشنگ میں لکھا ہے کہ اے فرزند! عہد شکنی اور خلاف وعدگی ہرگز نہ کریو، کہ سزا اور شامت اِس کی جلد ملتی ہے۔ بیت:

قول بجا لانا ترے ہات ہے　　عہد شکن ہونا بُری بات ہے

اور مُلوکوں کو اپنی سلطنت کے عہد کے عُہدے سے نکلنا واجب اور لازم ہے۔

حکایت: کہتے کہ اَفراسیاب، ظالم کے احوال سے اور مظلوم کی حالت کی، نہایت جُست جو[1] اور تلاش کرتا۔ بلکہ اِس کے تحقیق کرنے میں آپ محنت کرتا۔ ایک روز کسو مُصاحِب نے کہا کہ رات دن اِسی فکر میں رہتے ہو، عیش و آرام مطلق نہیں کرتے۔ جواب دیا کہ میں اپنے وعدے کے برخلاف نہیں کرسکتا۔ اُن نے پوچھا کہ آپ نے کیا وعدہ کیا ہے؟ ہم نے کبھو بادشاہ سے نہیں سنا۔ فرمایا: یہ سلطنت خود وعدہ ہے۔ پادشاہوں کو واجب ہے کہ اُس وعدے کی وفا کریں۔ اور وفا یہ ہے کہ انصاف مظلوموں کا ظالموں سے دلواویں۔ اور جو کوئی پادشاہت پاکر، عدالت سے غافل رہا؛ گویا اپنا قول بھولا۔ مصرع: وعدے کو نہیں بھولتے جن کو ہے دیانت۔

نصیحت: ایک بادشاہ نے حکیم سے پوچھا کہ آدمی کو کون سی صفت سے بزرگی حاصل ہوتی ہے؟ جواب دیا کہ وعدے کے انجام کرنے سے۔ اور ایک فضیلت صادِقُ القَول کی یہ ہے کہ بقا جہان کی اُس کے سبب ہے۔ اِس

---

۱ مط: جستوجو۔

لیے کہ قیام دنیا کا ساطنت پر ہے ، اور بِنا سلطنت کی اوپر لشکر کے اور بادشاہ تمام جہان کے اپنی ساری دولت لشکر کے اعلا ادنا کو کھلاتے ہیں اور اُن پر صرف کرتے ہیں، اِس اُمید سے کہ جب کوئی حریف مُقابل ہوگا، تو یہ شرط وفا کی بجا لاویں گے۔ پس اگر رسم نمک حلالی اور وفا داری کی اُٹھ جاوے ، تو کوئی خاوند نوکر اور سپاہیوں پر اعتماد نہ رکھے ، بلکہ تمام سلطنت میں خللِ عظیم پیدا ہو۔

دوسرے : ساری مُعاملتوں میں ، کیا خرید فروخت اور زراعت اور تجارت میں ، اکثر قول و قرار ہی کام آتے ہیں۔ اگر وہ درست نہ رہیں اور پورے نہ ہوں ، تو بندوبست اور ضبط و ربط عالَم کا نیست و نابود ہوجاوے۔ یہ سب باتیں سوچ کر ، وفاداری کی راہ سے مُنہ نہ موڑا چاہیے۔ ابیات :

چاہ اُس کو ، جو وفا تجھ سے کرے
جان تیرے تیر کے آگے دھرے
دوست جانی ہو تو پھر اُس کے لیے
جان کام آوے تو دینا ہی بنے
جان سا دنیا میں کوئی یار نہیں
جو وفا اُس میں نہیں تو یار نہیں
یار دنیا میں ملیں ہیں کو بہ کو
پر وفاداری نہ پاوے اُن میں تو
اُس سے مل ، جس میں کہ ہے صدق و صفا
دامن اُس کا لے ، کہ ہے صاحب وفا

حکایت: تاریخِ ولایتِ خراسان میں مذکور ہے کہ جس وقت یعقوب لیث نیشاپور میں پہنچا ، وہاں کا حاکم محمد طاہر تھا۔ جب اُس نے باغی ہوکر ، شہر کے گرد مورچے باندھے اور قلعہ گیر ہوکر لڑنے لگا۔ سردار اور رفیق محمد طاہر کے ، بادشاہ سے نامہ و پیام اور نوشت خواند خفیہ کرنے لگے اور اپنی ہَوا خواہی اور وفا داری بہت سی ظاہر کرنے لگے۔ مگر ابراہیم حاجب

نے نہ عرضی لکھی ، نہ زبانی[1] پیام کبھو بھیجا ۔ آخر بعد جنگ کے جب یعقوب کی فتح ہوئی اور عمل دخل ہوگیا ، رعیّت اور سپاہ سب فرماں برداری میں آئے ؛ پادشاہ نے ابراہیم حاجب کو یاد کیا اور پوچھا کہ سب امیروں نے اور تیرے ساتھ والوں نے پوشیدہ خط بھیجے ، تو نے کبھو کچھ نہ لکھا اور اُن کے باہم نہ ہوا ۔ بولا : اے پادشاہ ! مجھے تم سے آگے کی ملاقات اور جان پہچان نہ تھی کہ از سرِ نو آشنائی یا یاد دہی کرتا ۔ اور محمد طاہر سے بھی آزردہ نہ تھا کہ اُس کی دشمنی کی خاطر یہ حرکت کرتا ۔ علاوہ ، دل میرا نہ راضی ہوا کہ اُس کی پرورِش اور داد دہش کا حق مٹادوں اور عہد و پیمان کے توڑنے پر کمر باندھوں ۔ بیت :

خطِ وفا سے نہ ہرگز اٹھاؤں اپنا سر
اگرچہ کاٹیں قلم ساں[2] ہمارے بند سے بند

یعقوب لیث یہ جوابِ صاف سن کر نہایت محظوظ ہوا اور بولا کہ تو اِس لائق ہے کہ تجھے رفیق کریں اور سزاوار اِس کے ہے کہ تجھے خدمت دے کر سرفراز کریں ۔ مصرع : وفا جن میں ہے ، اُن کو[3] ہے آفریں ۔ پھر اُس کا مرتبہ سب سے زیادہ کیا اور مُقرَّب اپنا بنایا ۔ اور جنھوں نے اپنے خداوندِ نعمت کے حُقوق فراموش کرکے ، عرضیاں لکھی تھیں ، اُن سب کو نہایت شِدّت اور عذاب سے مروا ڈالا ، قِطعہ :

جو کوئی حق کو نہ پہچانے ، اُس سے کیا اُمید
وفا ہی جس میں نہیں ، ہرگز اُس کا مت ہو یار
وفائے عہد سے دنیا میں گر تو ہو مشہور
نشان مرتبے کا تیرے چرخ سے ہو پار

پچّیسواں باب ، صدق و راستی میں:

راست گوئی اور راست کاری سے انسان کی زندگی دنیا میں تو آرام اور چین سے کٹتی ہے ، اور عاقبت میں اُس کے سبب سے رہائی اور مُخلصی ہوتی ہے ۔ قِطعہ :

---

۱ مط : اور نہ زبانی پیغام ۔ ۲ مط : سا ۔ ۳ انکو آفریں ہے ۔

سچے آزاد ہیں قیامت میں — سعی کر جو تجھے بھی اُن میں گنیں
مخلصی اپنی کر تو دنیا میں — تو وہاں بھی ترا حساب نہ لیں

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ میدان گویائی کا اِس واسطے بہت فَراخ ہے کہ کہنے والے کا پاؤں سخن[1] کا، جھوٹ کے پتھر سے ٹھوکر نہ کھائے - پس جب تلک راست گوئی کی خوشبو سے دماغ سننے والوں کا معطّر کرسکے، دروغ[2] کی بدبوئی سے مغز اُن کا پراگندہ نہ کرے - قطعہ:

زُباں[3] ہی پاک ہے، افسوس ہے کہ خواہ نخواہ
اُسے تو جھوٹ کی ناپاکی سے کرے ناپاک
جو پاؤں تو نہ اُٹھاوے گا راہِ صدق سے، تو
رہے گا چرخ سے بھی سر بلند اور چالاک

نصیحت: ایک علمِ دین کے عالم نے فرمایا ہے کہ اگر دروغ گوئی میں عذابِ الٰہی کا خوف، اور راستی میں آخرت کے ثواب کا مُژدہ نہ ہوتا؛ تو بھی عقلمند کو جھوٹ بکنے سے پرہیز کرنا، اور سچ بولنے کا قصد کرنا لازم تھا - اس واسطے کہ جھوٹ، اِنسان کا بوجھ اور بھرم کھوتا ہے اور سب کی نظروں میں ہلکا اور بے قدر ہوتا[4] ہے - بیت:

غم میں پڑا تو، گر ہے تو جھوٹا — ورہے تو سچّا، سب غم سے چھوٹا

نصیحت: کہتے ہیں کہ مرشد خلیفہ نے وصیّت نامہ جو اپنے فرزند کو لکھا تھا، اُس میں یہ نُکتہ بھی درج تھا کہ اے پسر! اگر تو چاہے کہ آدمی تجھسے ڈریں، تو جھوٹ مت بول، کہ دروغ گو کی دہشت کسو کے دل میں نہیں ہوتی، اگر ہزار ننگی تلواریں اُس کے گرد و پیش سواری میں چاہیں اور لاکھ شمشیر زن اُس کی رکاب میں حاضر رہیں - اِس لیے کہ اگر اُس کی زُبان کی تیغ میں جوہر راستی کا نہیں، تو خلقُ اللہ کی نظر میں ہرگز اُس کا دبدبہ نہیں - ابیات:

تو کام اپنا سب راستی سے سنوار — کہ ہو سرخ رو، اور نہ ہو شرمسار

---

۱ کہ کہنے والے کے سخن کا پانوں جھوٹ کے پتھر سے ٹھوکر نہ کھاوے - ۲ مط: دروغ گوئی کی بدبو سے - ۳ مط: جو - ۴ مط: کرتا ہے -

اگر آدمی ہو بہت کج کلام پر آخر کو سچّوں کا ہو ہے غلام
اگر سخت و پرزور ہووے کماں پہ تیر آگے جھک جائے ہے حلقہ ساں

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک روز حجّاج ظالم کسو قوم کو سیاست کرتا تھا، اُس گروہ سے جب ایک شخص کی باری آئی، وہ بولا: اے امیر! مجھے مت مار، کہ میں نے تجپر حق ثابت کیا ہے۔ اُس نے پوچھا: تیرا مجپر کون سا حق ہے؟ بولا کہ فُلانا تیرا دشمن تیری غیبت کرتا تھا اور تجکو گالیاں فاحش دیتا تھا؛ میں نے منع کیا اور دُشنام دینے سے اُسے باز رکھا۔ حجّاج نے کہا: اِس تیری بات کا کوئی گواہ شاہد ہے؟ کہنے لگا: ہاں موجود ہے۔ یہ کہہ کر، اُس جماعت میں سے ایک پیر مرد کی طرف اشارت کی۔ وہ بوڑھا بولا کہ سچ کہتا ہے، میں اپنے کانوں سنا ہے کہ اِس نے اُس کو تیری بدگوئی اور بدیوں سے منع کیا۔ حجّاج نے کہا: اگر تو وہاں تھا، تو کیوں تو بھی میرے مُخالف کو مانع نہ ہوا اور اِس کا ساتھ نہ دیا اور شرکت اور مُوافقت نہ کی؟ اُس نے جواب دیا کہ میں بھی خود تجھے بُرا سمجھتا ہوں اور تیرا مُدّعی ہوں، مجکو ایسا کیا پڑا تھا کہ تیری طرف داری کرتا اور اُس سے لڑتا۔ حجّاج نے حکم کیا کہ اِن دونو کو آزاد کرو۔ ایک کا حق تو ثابت ہوا، اور دوسرے نے کلمۂ حق کہا۔ اِس سبب سے دونو کی جان بچی اور مُخلصی ہوئی۔ جب سے یہ مثل لوگوں کی زُبان میں جاری ہوئی کہ اگرچہ جھوٹھ آدمی کو بچاوے ہے، لیکن راستی بڑا وسیلہ بچاو کا ہے۔ آبیات:

جو کوئی راست گوئی میں مشہور ہو خدا کو[1] مدد اُس کی منظور ہو
کوئی راستی کو چھپاتا نہیں کہے سچ، تو نقصان پاتا نہیں
تو سچ بول، اور سب سے بے فکر رہ خدا فتح دیوے گا، تو سچ ہی کہہ
جو تو راستی کہنے میں ہے کھرا کرے گا مدد تیری آپھی خدا

---

[1] مط: خدا کی مدد اس کی منظور ہو

جیسے کہ دروغ گوئی میں حُرمت اور آبرو انسان کی نہیں رہتی، اِسی طرح ٹھٹھا، مزاخ اور یاوہ گوئی اور خوش طبعی اور ہنسی کھیل سے بھی آدمی کا بوجھ بھار اور قدر و منزلت کم ہوتی ہے، خصوصاً طالِع مندوں کی، جن کو خدا نے اختیار دیا ہے اور صاحبِ مقدور کیا ہے۔ اِس لیے کہ ایسی حرکتوں سے خادم اور ملازم اُن کے ڈھیٹ اور دلیر ہوتے ہیں، پس اُن کا خوف اور دہشت اِن کے دل سے مطلق اُٹھ جاتی ہے۔ اور علاوہ یہ بھی وَسواس ہے کہ اگر کسو کو خوش نہ آیا اور بد گُزرا، تو اگر اُس وقت قابو نہ پایا، پر دل میں کنہہ اور کینہ رکھتا۔ کبھو[1] نہ کبھو وقت پاکر اپنا عوض لیوے گا۔ تو گویا ایسا فتنہ اور فساد برپا ہوا جس کا علاج ممکن نہیں۔ چنانچہ روشنائی نامہ میں لکھا ہے، اَبیات:

نہ کر تو جھوٹھ اور بیہودگی کو اپنا شِعار
کُلھاڑی پاؤں میں اپنے نہ مار تو زنہار
جو بادشاہ ہو، تو ہَزْل آبرو کھووے
جو چاند ہووے تو بے نور بات میں ہووے

اور غِیبت کرنی بھی ایسی ہی ہے کہ وہ بھی صاحبانِ دولت اور قدرت سے بعید ہے، کیوں کہ اُن کو مقدور اور قابو ہے کہ جو چاہیں، سو سب کے[2] مُنہہ در مُنہہ کہہ سکتے ہیں۔ پس پیٹھ پیچھے کہنا اِن کو کیا ضَرور ہے۔ بلکہ یہ لازم ہے کہ اپنے نوکروں چاکروں کو بھی ہر کسو کی غیبت کرنے سے منع کریں، کہ بدگوئی کا بڑا عذاب ہے۔ اور غیبت میں دنیا و آخرت کا کمال نقصان ہے۔ اَبیات:

غیبت کسو کی ہرگز جو ہوسکے نہ کریو[3]
اِس واسطے کہ غیبت کھوتی ہے آبرو کو
مت سن بدی کسو کی، اِس واسطے کہ جو تو
اُن کا شریک و شامل اِس عیب میں نہ ہو تو

---

۱ مط: کبھو وقت پاکر عوض لیوے گا　۲ مط: سب کے منہہ پر　۳ مط: تو

چھبیسواں باب، اِحتیاج روا کرنے میں:

جو کوئی چاہے کہ خدا میری حاجت برلاوے، تو اُسے لازم ہے کہ آپ بھی محتاجوں کی اِحتیاج روا کرے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حق سبحانہ تعالا اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے، لیکن اس شرط پر کہ وہ بھی اُس کے بندوں کی مدد کریں۔ بیت:

اگر خدا سے تجھے ہے امید بخشش کی
تو مہربانی سے اوروں پہ[1] تو بھی بخشش کر

روایت: اخبار میں آیا ہے کہ جس شخص کو خدا اپنے فضل و کرم سے نعمت اور دولت زیادہ عنایت کرے، اُس پر واجب ہے کہ محتاجوں کی مدد اور درماندوں کی خبرگیری بے نہایت کرے۔ اِس واسطے کہ فقیروں اور عاجزوں کا دولت میں حصّہ ہے۔ پس چاہیے کہ جتنا اِختیار[2] و اِقتدار پاوے، اُتنا ہی لاچاروں اور بے کسوں کی خدمت کرے اور اُن کی اِحتیاج برلاوے۔ خصوصاً جس بخت َبلی کو کہ دولت اور َبھل منسائی خدا نے دی ہے، اور اُس کو بادشاہ یا سردار بنایا ہے، تو گویا سب خلقُ اللہ کا بوجھ اُس کے ِسر پر ہے؛ اُس کو بہ خوشی اُٹھاوے اور شکر بجا لاوے کہ قادِر نے اتنا مقدور دیا ہے اور ایسا مجھے بنایا ہے کہ خدا کے بندے اپنا مطلب مجھ پاس لے کر آتے ہیں۔ ہرگز ہرگز اُن کی کارروائی اور دل جوئی میں دیر نہ کرے اور داد و ِدہش میں کمی نہ فرماوے۔ کیوں کہ زور و قابو پکڑ کر، کم زور اور ناتواں کی دست گیری نہ کرنی گناہِ عظیم ہے۔ قطعہ:

امیدیں سب کی، بزرگی سے اپنی پوری کر
کہ تو بھی دل میں امیدیں بہت سی رکھتا ہے
مرادیں لطف سے محتاجوں کی تو[3] برلا، تو
ُمرادیں تیری بھی برلاوے اُس کے بدلے خدا

---

۱ مخ: پر ۲ مط: اختیار اقتدار ۳ مط: جو تو برلائے

حکایت: سکندر ذوالقرنین ایک روز رات تک دربارِ عام کیے بیٹھا رہا، کوئی حاجت مند اُس کے پاس نہ آیا اور کچھ احتیاج نہ لایا۔ برخاست کے وقت ندیموں سے فرمایا کہ آج کے دن کو میں اپنی زندگی کے حساب میں نہیں گنتا۔ مُصاحب نے عرض کی کہ قبلۂ عالم! آج کا روز عجب فراغت اور خوشی میں کٹا اور صحت و سلامتی سے شب ہوئی اور جتنے اُمور سلطنت کے ہیں، حسبِ دل خواہ سر انجام پائے. خدا نہ خواستہ کسو طور کی کُدورت مزاجِ مبارک پر نہ آئی۔ سوائے اِس کے، خزانۂ عامرہ سے جونرے بھونرے بھرے پڑے ہیں، اور لشکر مور و ملخ موجود ہے۔ اگر آپ ایسے دن کو گنتی میں نہ لاویں، تو کون سے روز کو شمار کیجیے گا؟ فرمایا: یہ سب باتیں درست ہیں، لیکن جس روز بادشاہ سے فیض اور خوشی غریب مظلوم کو نہ پہنچے اور حاجت محتاج کی نہ بر آوے؛ اُسے کیوں کر اپنی زندگی میں شریک کیجیے۔ قطعہ:

اُسے زندگی کہتے ہیں اہلِ دانش   جو خلقِ خدا کی بھلائی میں گزرے
نہیں تو وہ سارا جنم ہے آکارت   جو حرص و ہوا اور بُرائی میں گزرے

حکایت: کہتے ہیں کہ خاقانِ چین نے سکندر سے پوچھا کہ لذت اور مزا سلطنت کا آپ نے کس چیز میں پایا؟ فرمایا: تین چیز میں۔ پہلے تو دشمنوں پر غلبہ پانے اور اُن کو زیردست اور مغلوب بنانے میں۔ دوسرے، دوستوں اور خیر خواہوں کے سرفراز فرمانے میں۔ تیسرے، غریب اور محتاجوں کی احتیاج برلانے میں اور دل خوش کرنے میں۔ سوائے اِن تین لذتوں کے جو لذت ہے، اُس کو قرار و اعتبار نہیں۔ ابیات:

پادشاہوں کو ہیں یہ کام ضرور   کہ کریں دشمنوں کو مُلک سے دور
دوسرے، دوستوں سے مہر و وفا   اور رعیت کے کام دیویں بنا
تیسرے، احتیاج جو لاوے   خالی شرمندہ وہ نہ پھر جاوے
بہت سے پادشاہِ نام آور   آ کے دنیا میں کر گئے ہیں سفر
لے گیا پر وہ بڑا دولت کا   جو رعیت کے سُکھ کی فکر میں تھا

لیکن توفیقِ نیک، فعلِ نیک پر موقوف ہے۔ اگر نیک کام کرے گا، تو نیّت بھی نیک ہوگی۔

ستّائیسواں باب، تانّی و تامّل میں:

موافق اِس قول کے کہ سمجھ اور غور کرکے کام کرنا، خدا کی مدد سے ہوتا ہے اور شتابی اور جلدی کر بیٹھنی، شیطان کی پُشتی سے ہوا[1] ہے۔ اِس لیے کہ اگر آہستگی اور تامّل سے کام شروع کرے گا، تو غالب ہے کہ بہ خوبی خاطر خواہ سر انجام پاوے گا۔ اور جو بات جلدی، بے تامّل کرے گا؛ مقرّر ہے کہ انجام اُس کا خوب نہ ہوگا، بلکہ شاید دنیا میں بدنامی اور عاقبت میں شرمندگی حاصل ہو۔ ابیات:

تو کر نرمی سے کام عالم کا انجام　　کہ سختی کام میں، آتی نہیں کام
دیا گر آگ کے باعث نہ بلتا　　تو کیوں پروانہ اُس پر آکے جلتا
کرے ہے صبر، مشکل ساری آساں　　کہ صابر ہوتا نہیں ہرگز پشیماں

نصیحت: کہتے ہیں کہ پرویز نے اپنے پسر کو یہ نصیحت کی کہ اے فرزند! جس طرح تو رعیّت پر حاکم ہے، اُسی طرح تیری عقل بھی تجھ پر حاکم ہے۔ جو تو رعیّت سے اپنی فرماں برداری چاہتا ہے اور اُن کی محکومی سے خوش ہوتا ہے، تو چاہیے کہ تو بھی عقل کے حکم سے باہر نہ ہو۔ اور جو مہم یا کام تجھے پیش آوے؛ پہلے تامّل کر اور اپنے حاکم سے یعنی عقل سے صلاح لے۔ خصوصاً جس بات میں کہ خلقُ اللہ کو نقصان جانی یا مالی پہنچے، یعنی اُن کی جان جاوے یا مال میں نقصان آوے۔ ابیات:

بے تامّل نہ کر تو کام کبھو　　بلکہ جلدی کی راہ چھوڑدے تو
سوچ کرکے جو کوئی کام کرے　　اپنے دل کی مراد کو پہنچے

نصیحت: وصایائے ہوشنگ میں لکھا ہے کہ سلطنت کے کاموں میں اور حکم دے بیٹھنے میں، موافق اِس نصیحت کے کہ «عادل پادشاہ کو شتابی مناسب

---

[1] مط: ہوتی ہے

نہیں، ہرگز جلدی نہ کیا چاہیے۔ خصوصاً خشم اور غضب کے غلبے کے وقت مغلوب نہ ہوجائیے، بلکہ اپنی عقل و فہم کو غالب بنائیے، اور انجام کو لحاظ کریے، اور انتہاے کار کو ملاحظہ فرمائیے۔ مبادا اُس گھڑی تو جلدی میں کام کر بیٹھے، اور آخر کو خجالت حاصل ہوئے[1]، پھر اُس وقت کی پشیمانی کچھ فائدہ نہیں رکھتی۔ ابیات:

تو سیاست کرنے میں جلدی کو چھوڑ راہ سے تانی کی باگ اپنی نہ موڑ
ایک دم میں مارے سو، چاہے تو جو پر جلا سکتا نہیں اک مُردے کو

نصیحت: جلدی کام کر بیٹھنا، مانند تیر کے ہے کہ جب کمان سے چھوٹا، اپنے اختیار سے نکلا۔ اور اگر سوچ سمجھ کر دھیرج سے کچھ حرکت کرے، تو ایسی ہے، جیسے تلوار کھنچی ہوئی اپنے ہاتھ میں لیے ہے۔ اگر جی چاہے، وار کرے۔ اور اگر نہ چلاوے، تو کچھ نقصان نہ پاوے۔ اور یہ سچ ہے کہ کسو وقت جلدی، صاحبِ حکومت کے مزاج پر ایسا غلبہ نہیں کرتی جیسے غُصّے اور طیش[2] کے وقت میں۔ پس لازم ہے کہ اُس دم طبیعت کو بہکنے نہ دے اور انجام کو اُس کے نظر میں رکھے اور سوچے کہ اپنی حرکت سے افسوس پھر نہ کرے۔

نقل ہے: کہ آردشیر بابک کہ سلطان صاحبِ نصیب اور بادشاہ نام آور تھا، تین رقعوں پر تین سطریں داناؤں سے لکھوائیں اور تین نشان دیے۔ اور اپنے خاص غلام کو وہ شُقّے سونپ کر حکم کیا کہ میں عدالت کے کام میں جب کچھ حکم کروں اور میرا چہرہ تغیّر ہوجاوے اور نشان غضب اور خشم کا میری نظروں میں ظاہر ہو؛ حکم کرنے سے پہلے، یہ پہلا رقعہ مجکو دکھائیو۔ اگر معلوم کرے کہ میرے منہ کا رنگ بحال نہ ہوا اور غصّے کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی؛ جلدی دوسرا خط آگے لائیو۔ جو تب بھی میری وہی حالت رہے؛ تو تُرت یہ تیسرا پُرزہ دکھا دیجو[3]۔ اور مضمون پہلے رقعے کا یہ تھا کہ تامّل کر اور نفسِ امّارہ کو اِتنا مختار نہ کر، اِس لیے کہ تو ایک عاجز

---

۱ مط: ہووے ۲ مخ، مط: تپش ۳ مط: دیجیو

مخلوق ہے اور تیرا خالق زبردست ہے، جس نے تجھے پیدا کرکے اِس درجے کو پہنچایا۔ اور دوسرے خط کی یہ عبارت تھی کہ جلدی مت کر۔ اور زیردستوں پر جو خدا کی امانت ہیں اور تیرے سپرد کیے ہیں اور تیرے مغلوب کردیے ہیں، غصّہ مت کر۔ نہیں تو، جو تجھ پر غالب ہے، عوض اُن کا بُری طرح تجھ سے لیوے گا۔ اور تیسرے پُرزے میں یہ لکھا تھا کہ تو جو یہ حکم کرتا ہے، موافق شرعِ شریف کے کر اور انصاف سے در گزر مت کر۔ ابیات:

تو گھوڑے کو میدان اِتنا نہ دے کہ گر چاہے پھیرے، نہ وہ پھر سکے
تجھے حکم و ضبط ایسا کرنا بھلا کہ حکمِ خدا سے وہ ہووے ملا

حکایت: تواریخ میں مذکور ہے کہ جب احمد سامانی نے وفات پائی، تب بیٹا اُس کا نصر نام، آٹھ برس کا تھا۔ سامانیہ کے امراؤں اور سرداروں نے مل کر اُس کو سلطنت کے تخت پر بٹھایا اور آپ سارا کاروبار عدالت اور انصاف سے کرتے تھے۔ جب شہزادہ بالغ ہوا اور سب کچھ سمجھنے اور بوجھنے لگا، تب مختار ہو کے آپ حکم رانی پر کمر باندھی اور تمام ملک باپ کا اپنے تصرّف میں لایا اور سب طرح کی بزرگیاں اور خوبیاں پیدا کیں۔ لیکن نوجوانی اور نا کرد کاری کے باعث اور غرورِ دولت و سلطنت کے سبب، جلد غُصّے میں آجاتا اور بے تامّل جو چاہتا سو فرماتا۔ تھوڑے سے گناہ پر بہت سی سیاست کر بیٹھتا۔

ایک روز اپنے وزیر سے پوچھنے لگا کہ اگر کوئی عیب میرا تجھ پر ظاہر ہوا ہو تو مجھے مُطّلع کر، جو میں اُسے آہستہ آہستہ چھوڑنا شروع کروں۔ دیوانِ اعلا نے التماس کیا کہ خدا کے کرم اور فضل سے ذاتِ عالی میں تمام خوبیاں بھری ہیں اور نیک نامی سے مشہور ہے، کیونکہ خوانِ نعمت سے جہاں پناہ کے غنی و غریب بھر پیٹ کھاتے ہیں اور باورچی خانے سے قبلۂ عالم کے محتاج و فقیر فیض پاتے ہیں، اور صبح و شام دنیا کی نعمتیں، پلاو،

نان، قلیے پُخت ہوتے ہیں اور تقسیم[1] میں آتے ہیں؛ لیکن اِتنے بڑے خرچ پر نمک کم ہوتا ہے، کھانا پھینکا رہتا ہے۔ اور جو طعام بے نمک ہو، وہ بے مزہ کہلاتا ہے۔

نصر نے پوچھا کہ کیا معنی، نمک اُس کا کیا ہے؟ بولا کہ سلطنت کے خوان کا لُون، تامّل اور بُردباری ہے۔ اور جو اِس خوان کا بازار پھینکا کردے، وہ خشم اور سبکساری ہے۔ امیر نصر نے فرمایا کہ میں نے دریافت کیا کہ یہی عیب مجھ میں[2] ہے۔ لیکن اب تو عادت ہوگئی اور خُو پڑی ہے کیا تدبیر کروں جو یہ دور ہو؟ وزیر نے عرض کی: ہر وقت اپنے مزاج کے اوپر لحاظ رکھیے اور تامّل فرمائیے اور کسو کام میں شتابی اور جلدی نہ کیجیے۔ اور اپنی خدمت میں دانا اور پاکیزہ خصلت آدمی رکھیے اور صحبت میں مُصاحب نیک سیرت مقرر کیجیے، اور اُنھیں پروانگی دیجیے کہ جس وقت کسو شخص پر مزاجِ مبارک برہم ہو، وہ شفاعت کریں اور طبیعت پر غضب کو غالب نہ ہونے دیں۔ اَغلَب ہے کہ دل کو ملایمت حاصل ہوگی اور مرضی حضور کی رحم دلی کی طرف مائل ہوگی۔

اُسی دن سے پادشاہ نے ویسے ہی لوگ صاحبِ دیانت اور عدالت، چُن چُن کر جمع کیے۔ اور اپنے نزدیک رہنے سے، اور صلاحِ نیک دینے کی پروانگی سے سَرفَراز کیے۔ اور حکمِ عام کر دیا کہ آج سے جس گنہ گار کو میں سیاست دینے کا حکم کروں؛ تین دن تلک جاری نہ ہو۔ اور تین مرتبہ اُس کا احوال عرض کرو۔ بعد اُس کے، جس کو میں تعذیر کرنے کو فرماؤں، سَو تازیانے سے بہت کم مارو۔ اور مصاحبوں اور مقرّبوں کو اجازت دی کہ جو تقصیروار قابل عَفو کے ہو؛ تم خوب طرح ِنڈھڑک اُس کے واسطے عرض کرو اور گناہ مُعاف کرواؤ۔ جب یہ رسم و آئین مقرّر ہوئی، اور سلطنت کا کاروبار اِس صورت سے جاری ہوا؛ تھوڑے دنوں میں دبدبہ اُس کی حکومت کا اور شور عدالت کا چاروں طرف ملکوں میں مشہور ہوا اور خدا کی نظرِ رحمت کا منظور ہوا۔ ابیات:

---

[1] یہ جملہ مط میں نہیں ہے۔ [2] مخ: مجھیں۔

تیز پر مت ہو تو شاہیں کی طرح اے پادشاہ
شیر نر سے سیکھ ، جو آہستہ سے چلتا ہے راہ
باگ کو تھانبے ، تو اپنی فکر کا گھوڑا چلا
ہیں بہت اس راہ میں خطرے اور جنگل ہے بڑا
کام جو پیش آوے ، جس میں غم کی پڑ جاوے گرہ
جلدی کر اُس میں نہ ، کر آہستگی ، ہشیار رہ

اٹھائیسواں باب ، مشورت اور تدبیر میں :

حق تعالیٰ نے اپنے دوست ، صلی اللہ علیہ و آلہ و سلّم کو فرمایا کہ «اے محمد! جس کام کرنے کا ارادہ کرے ، پہلے مصلحت کرلے » ۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ حضرت رسولِ مقبول علیہ السّلام ، ایک تو آپ تمام داناؤں میں دانا تھے ۔ اور دوسرے ، بموجب خدا کی وحی کے کام کرتے اور حکم فرماتے ؛ تس پر بھی یہ حکمِ الہٰی ہوا کہ صلاح اور مصلحت بغیر کچھ کام نہ کر ۔ مگر اسی خاطر کہ بعد پیغمبر کے ساری اُمّت میں یہ سُنّت جاری ہو ۔ کیونکہ مشورت میں بہت فائدے ہیں ۔ ایک تو یہ ظاہر ہے کہ جو کام مصلحت سے ہوتا ہے ، وہ نہایت خوبی اور راستی سے انجام پاتا ہے ۔ اور دوسرے یہ کہ جو شخص بغیر صلاح کے کچھ کام کرے ؛ اگر بن نہ آوے . تو ساری خلقت اُسے طعنے دے اور نام رکھے اور سب کے نزدیک احمق ٹھہرے ۔ اور اگر مشورت کر کے کچھ کام کرے ، اور اُس میں گو کہ فائدہ نہ ملے ، تو اُس کو معذور و مُعاف رکھتے ہیں ۔ چنانچہ یہ کہاوت ہے « پانچ پنچ مل کیجے کاج ، ہارے کھاگے آوے نہ لاج » ۔ اور مصلحت میں یہ بھی خوبی ہے کہ ایک شخص کی عقل کسو کام کے بھلے برے کو دریافت نہیں کرسکتی ۔ اگر کئی انسان باہم ہو کر عقل دوڑاویں ، تو اگر ہر ایک کو ایک ایک رگ و ریشہ اور پہلو اُس کا سوجھے ، اور سب مل کر بوجھیں ، تو غالب ہے کہ کسو طرح کی کنج و کاوش باقی نہ رہے ۔

پس صاحبِ حکومت اور اہلِ اختیار کو واجب ہے کہ جو کام پیش آوے، بدون پوچھے عاقلوں کے ہرگز شروع نہ کرے، کہ قول بزرگوں کا ہے کہ جو کوئی بغیر سمجھے بوجھے اور بدون صلاح لیے کام کر بیٹھے گا، نتیجہ نیک نہ پاوے گا اور بن نہ آوے گا۔ اور مشورت کو مشکل کے حل کرنے میں، بجاے حاکمِ عادل کے یا پیغمبرِ بر حق کے سمجھیں، اور یقین جانیں کہ عقل دس آدمی کی، ایک انسان کی عقل سے بہتر اور فائدہ مند ہوتی ہے۔ قطعہ:

مصلحت سے تو کام کرنا نہیں
عقل کی راہ تو نے کیوں چھوڑی؟
دانا کہہ گئے ہیں: مل کے کیجے کام
دو ہیں دو، اور ایک ہے ایک ہی

پس جس وقت یہ نکتہ سب کے نزدیک ثابت ہوا کہ کوئی کام یا تدبیر، سواے صلاح کے درست نہیں ہوتی اور ٹھیک نہیں پڑتی، تو مصلحت کرنی لازم ہوئی۔ پس مشورت کی خاطر لوگ بھی ایسے ہی چاہئیں کہ اپنے وقت کے دانا اور کار آزمودہ ہوویں، اور[1] عاقبت اندیش اور صاحبِ دین و کیش ہوں کہ تجویز اور منصوبہ ایسے عاقلوں کا درست پڑتا ہے، اور کیسی ہی مشکل سخت ہو، پر آسان کر دیتا ہے۔ پس تابعداری دانا مُدبّروں کی کرنی، واجب ٹھہری۔

نصیحت: بہرام گور نے اپنے فرزند کو وصیّت کی کہ ملکی کاروبار میں خردمندوں سے مشورت کیجو[2]، کہ تدبیرِ معقول مانند شکار کے ہے، کہ ایک آدمی کے ہاتھ سے نہیں ہاتھ آتا۔ اور جو بہت لوگ ہوں، تو بھاگنے نہیں پاتا۔ اگر غم یا فکرِ سخت پیش آوے؛ خبردار! جب تلک تدبیر سے بن سکے، ہرگز گھبرا کر اور ارادہ نہ کر بیٹھیو۔ کیونکہ جو کام تدبیر سے بر آتا ہے، شمشیرِ تیز سے نہیں ہو سکتا۔ بیت:

---

۱ مط میں ،، اور عاقبت اندیش ،، نہیں ہے۔ ۲ مط: کیجو۔

فوج و لشکر سے نہیں ہوتا ہے جو کام انجام
اُس کو اک بات میں، عاقل جو ہے، کردے ہے تمام

حکایت: کہتے ہیں کہ قیصرِ روم کو عزیزِ مصر سے مخالفت اور رنجش ہوئی۔ عزیز[1]، لشکرِ عظیم لے کر چڑھ آیا۔ جب دونو پادشاہوں کا مقابلہ ہوا، اتفاقاً روم کی فوج میں کوئی شخص تھا، کہ جو صلاح رومی ٹھہراتے، وہ پوشیدہ عزیزِ مصر کو لکھ بھیجتا اور مطّلع کرتا۔ از بس کہ ٹھیک ٹھیک خبریں اُس کے لکھنے سے ظاہر ہوتیں، عزیز کو اعتماد آتا اور اعتبار کرتا۔ یہ احوال ہرکاروں اور خبرداروں سے قیصر تلک پہنچا، کہ عزیزِ مصر کی طرف سے آپ کے لشکر میں خفیہ نویس رہتا ہے اور یہاں کی تمام کیفیّت دم بہ دم کی شب و روز لکھا کرتا ہے۔ پادشاہ سن کر چُپ ہو رہے، مطلق اِس بات کا دھیان نہ کیا، اور اُس شخص کے مُنہ پر نہ رکّھا۔ بعد سوال جواب کے لڑائی مقرّر ہوئی۔ اُس واقعہ نویس کو طلب کیا اور اپنے رو بہ رو کسو[2] کام میں مشغول کر دیا۔ اور اُسی وقت اپنے لشکر کے میر بخشی اور رسالہ دار جمعداروں کو یاد کیا، اور اُن سے کہا کہ عزیزِ مصر کے امیروں اور سرداروں نے مجکو عرضیاں لکھیں ہیں اور قسمیں کھائیں ہیں، کہ جس وقت جنگ مقابل ہو کر صفیں آراستہ ہوں گی (کذا)، ہم مقرر عزیزِ مصر کو دستگیر کر کے حضور میں لے آویں گے، اور اِس خدمتِ نمایاں کے بدلے، سرفرازی اور انعام پاویں گے۔ اب تم خاطر جمع رکھو اور لڑائی پر کمر باندھے مستعد رہو۔ انشاءاللہ تعالیٰ اب وہ بغیر لڑائی بھڑائی کے، آپ سے آپ گرفتار ہوا چلا آتا ہے۔

وہ خفیہ نویس یہ بات سن کر، دل میں گھبرایا اور وہیں یہ کلام (جو قیصر سے سنا تھا)، عزیز کو لکھ بھیجا۔ عزیز نے جو ہیں[3] پڑھا، یقین جانا، اور اپنے سرداروں سے بدبر ہو کر، مارے اندیشے کے وہاں توقّف

---

۱ مط: یہ۔ ۲ مط: کسی۔ ۳ جو نہیں۔

کرنا مصلحت نہ دیکھا، بے جنگ کوچ کر دیا، اور بے لڑائی بھاگا۔ قیصر نے اپنی فوج اُس کے پیچھے روانہ کی۔ بھیر بُنگاہ اور مال اسباب لُوٹ کرلے آئے۔ دیکھا چاہیے، تدبیر کی یہ خوبی ہے کہ ایک ذراسی بات میں ایسے پادشاہ کو سپاہ سمیت شکست دی کہ ایک کی نکسیر نہ پھوٹی۔ قطعہ:

جو کہ بے تدبیر ہے، ملک اس کا نہیں رہتا کبھو
مُلک گیری کی بِنا، تدبیر پر ہے گی تمام
مُلک کے لینے کی خاطر لشکر اور اسبابِ جنگ
سب تجھے درکار ہیں، پر آتی ہے تدبیر کام

نصیحت: ایک پادشاہ نے کسو حکیم سے سوال کیا کہ تدبیر بہتر ہے یا شجاعت؟ اُس نے جواب دیا کہ شجاعت، مشابہ شمشیر کے ہے۔ اور عقل، مانند دستِ قوی کے[1] کہ اُس سے جو چاہیں سو کریں۔ اگر ایک آدمی نہتّا ہے، تو بھی خالی ہاتھ سے طمانچہ یا مُکّا مار سکتا ہے۔ اور خالی تلوار سے، بغیر ہاتھ کی مدد کے کچھ نہیں ہو سکتا، وہ نِکمّی ہے اِسی واسطے بزرگ کہہ گئے ہیں کہ مردوں کو عقل، پہلی شجاعت ہے۔

ایک عزیز سے پوچھا کہ خوبی دانائی کی اور تدبیر پسندیدہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ جو فتنے اور فساد کو کم کرے۔ پس ایسی رائے اور تدبیر پادشاہوں کو ضرور ہے کہ تا مقدر، خلِش اور فتنے کی بیخ کنی میں کوشش کریں، جیسے ہیاطلہ کے پادشاہ نے کیا۔ اُس کی یہ حکایت ہے کہ کسو بڑے غنیم نے خُراساں سے ملِک ہیاطلہ کا قصد کیا۔ وہ بھی تیّاری کرکے اُس سے لڑنے کی خاطر نکلا۔ اَرکانِ دولت ملِک ہیاطلہ کے متفق ہوئے اور جان کے خوف سے عاقبت اندیشی کرکے، اپنی سلامتی اور بچاو کے واسطے، ہر ایک نے نامے اور خط اپنے خاوند کے مخالف کو لکھّے، اور

[1] مط: جو نہیں۔

دوستی اور خیر خواہی ظاہر کی۔ حریف پڑھ کر خوش ہوا اور اُن سب نوشتوں کو ایک تھیلی میں ڈال کر، سر بہ مُہر کرکے، قلم دان خانے میں رکھوایا۔ خدا کا کرنا، جب جنگ روبکار ہوئی؛ ملِک ہیاطلہ کی فتح ہوئی اور دشمن نے شکستِ فاش پائی۔ اُس کا سارا مال و اسباب، اِس کے تصّرف میں آیا۔ وہ خریطہ، جس میں عرضیاں امراؤں کی تھیں، بہ جنس ملِک ہیاطلہ کے رو بہ رو پہنچا۔ پادشاہ نے دریافت کیا کہ اِس میں سرداروں کے نوشتے ہیں جو اپڈر[2] سے غنیم کو لکھے تھے۔ جان بوجھ کر اُس کو نہ کھولا اور مہر سمیت ویسے کا ویسا ہی رہنے دیا۔ اور اپنے دل میں صلاح کی کہ اگر اِن خطوں کو پڑھوں، یا ان کا احوال ظاہر کروں؛ تو اپنے نوکروں اور رفیقوں کی طرف سے دل برہم اور مکدّر ہوگا، اور سزا دینے کو دل چاہے گا، اور وہ بھی مجھ سے ڈریں اور بھڑکیں گے شاید اپنے جی کے بچاو کے لیے، میرے ہی ہلاک کرنے کا ارادہ نہ کر بیٹھیں۔ ناحق بیٹھے بٹھائے اپنے ہی گھر ہی سے آگ اُٹھے کہ اُس کا بُجھانا مشکل پڑے۔

یہ سمجھ کر، اُسی وقت اپنے چھوٹے بڑے امیروں کو اور اعلا ادنا نوکروں کو حضور میں طلب کرکے وہ خریطہ دکھایا کہ اِس میں خط میرے لشکر کے تمام سرداروں اور اہلکاروں کے ہیں کہ دور اندیشی کے باعث میرے حریف کو لکھے تھے۔ اُس نے سب کو اِس تھیلی میں جمع کرکے سر بہ مُہر اپنے پاس رکّھے تھے؛ سو امانت کے امانت میرے ہاتھ لگے۔ خدا شاہد ہے، اگر میں نے اِس خریطے کا مُنہ کھولا ہو، یا پڑھا ہو، یا معلوم کیا ہو کہ اِن ناموں میں کیا مضمون ہے، اور لکھنے والے اِن کے کون کون ہیں۔ یہ کہہ کر، آگ جلوا کر، اُن کاغذوں کو اُس میں ڈلوا دیا۔

---

۱ مط: آپ ڈر سے۔

جتنے ارکانِ دولت تھے، یہ لطف و عنایت اور پردہ پوشی اور درگزر دیکھ کر شرمندہ ہوئے، اور پادشاہ کا احسان اور مہربانگی دیکھ کر، جان و دل سے بندے ہوئے۔ آخر اِس منصوبے سے سب بے دلوں اور نمک حراموں کو نئے سِر سے اپنا مطیع اور فرماں بردار کیا اور احسان مند اور منّت دار بنایا۔ ابیات:

جو تدبیر سے کام بنتا ہے، سو — نہیں بنتا تلوار و نیزے سے وو

نہ مغرور ہو گنج اور فوج پر — حکیموں کی تدبیر سے کام کر

اور یہ بھی ضرور ہے کہ اعلا ادنا، جتنے جہاندیدہ ہوں اور اُن پر بھروسا اور اعتماد ہو؛ اُن سے مشورت کرے۔ کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ چھوٹوں کی خاطر میں جو خیال گزر گیا ہے، بڑوں کے سان گمان میں نہیں آیا، اور اُس صلاح سے سوائے سود کے، نقصان نہیں پایا۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو مولوی کی ایک بیٹی صاحبِ جمال اور نیک خصلت تھی۔ اکثر رئیس اور سردار اُس شہر کے غائبانہ مشتاق ہوکر، اُس کی خواستگاری کے لیے نامہ و پیام کرتے تھے۔ یہ مُلاّ بے چارا حیران تھا کہ اُن سب میں کس سے اِس کی شادی کردوں۔ اتّفاقاً اِن کے پڑوس میں ایک گبر آتش پرست رہتا تھا۔ اُنھوں نے اُس کو بلایا اور کہا: میری ایک لڑکی ہے اور بہت جگہ سے نسبت کے رقعے آتے ہیں۔ میں تجھ سے صلاح پوچھتا ہوں کہ تیری دانست میں کیا مناسب ہے؟ کس کو دینی قبول کروں؟ اُس نے جواب دیا کہ میں تمھارے دین اسلام کا شریک نہیں، اور راہ و رسم سے واقف نہیں؛ میں اس بات میں کیا بولوں۔ میں تمھاری مشورت کے لائق نہیں جو تم مجھسے پوچھتے ہو۔ عالم نے کہا: سچ ہے، اگرچہ تو شرعِ محمّدی سے بیگانہ ہے، لیکن امانت اور دیانت میں یگانہ ہے؛ اور بزرگوں کا قول اور نصیحت ہے کہ مُنصِف اور دیانت دار آدمی سے اپنے کام کی صلاح لیا چاہیے۔ اور حدیث شریف بھی ہے کہ مصلحت کار امین چاہیے۔ سو ایسا تجھے سمجھ

کر پوچھتا ہوں۔ اب جو کچھ تو کہے گا، سو ہی کروں گا۔ جس کو تو پسند کرے گا، اپنی لڑکی اُسی کو دوں گا۔

تب وہ گبر بولا کہ نسبت ناتے میں قومیت شرط ہے، سو مسلمانوں میں یگانگت دین و مذہب کی کفایت کرتی ہے۔ اور ہمارے دین میں حسَب اور نسَب تحقیق کرلیتے ہیں۔ اور روزگار پیشوں کے یہاں مال اور دولت پر موقوف ہے۔ اب اپنے دل میں غور کرو اور سمجھو؛ اگر اپنے دین کی آئین قبول کرو، تو کسو دیندار کے حوالے کرو۔ اور اگر ہمارے بزرگوں کی راہ پسند پڑے، تو نسَب تحقیق کرکر شادی کرو۔ جو[1] عوام النّاس کی راہ و رسم خوش آوے، تو کسو طالع مند اور مال دار سے نسبت کرو۔ مُلاّ کو یہ باتیں اُس عاقل کی بہت معقول معلوم ہوئیں۔ کہا کہ ہمارا دین سب پر غالب ہے، اپنے ہی مذہب کی رعایت ضرور ہے۔ گھر میں ایک غلام تھا مبارک نام، بڑا عالم اور صاحبِ اسلام۔ کہنے لگے کہ میں کسو کو مبارک سے زیادہ علم اور فضل میں نہیں پاتا۔ آخر اپنی بیٹی کا نکاح اُس خانہ زاد سے باندھ دیا۔ حق تعالا نے اُسی مبارک غلام کے نُطفے سے ایک ایسا فرزند پیدا کیا کہ اُس کا عبد اللہ مبارک نام ہوا۔ اور علم و عبادت میں اُس عرصے میں کوئی اس کے برابر نہ تھا۔ علاّمۃُ الدّہر ہوا کہ آج تک اُس کا نام مشہور ہے اور اُس کے علم کا ذکر کتابوں میں مذکور ہے۔ بیت:

مصلحت سے مُنہ نہ موڑ اپنا، اگر ہے ہوشیار

صاحبِ دولت کی خاطر مشورت ہے پیشکار

پس پادشاہوں کو لازم ہے کہ اگر کسو کام میں سخت گرہ پڑجائے[2]، تو تدبیر کے ناخن سے کھولیں۔ اور جو مہم یا خلل اُن کے ملک میں پیدا ہو، دانش مندوں کی صلاح و تدبیر سے اُس کے دور ہونے کا علاج کریں۔ ابیات:

تلوار سے سو آدمی مارا جاوے — تدبیر سے اک فوج ہزیمت پاوے

جو کام ہو، تدبیر سے توکر[3] اُس کو — اپنی ہی فقط عقل پہ مغرور نہ ہو

---

۱ مط: اور جو۔ ۲ مط: پڑجاوے۔ ۳ مط: کر تو۔

پر اُس میں مدد اپنی تو دانا سے چاہ — مطلب کی ملے جلد تجھے سیدھی راہ

اِسی مضمون میں دوسرے استاد نے بھی کہا ہے، قطعہ:

کام جو کچھ کرے، صلاح سے کر — تو، نفع اُس میں تو بڑا پاوے

نہ کرے گا صلاح سے جو کام — ہے مقرر، تجھے زیاں آوے

اُنتیسواں باب، حزم و احتراز میں:

یعنی عــــاقبت اندیشی کرنی ہر ایک بات میں، کہ اگر یہ کام یوں کروں گا، تو انجام اِس کا یوں ہوگا۔ اور سوچنا ہر ایک بات کی انتہا کو موافق اپنی عقل اور سمجھ کے۔ اور خلل اور بگاڑ سے اس کے پرہیز کرنا۔ اور نیک و بد سے ہوشیار رہنا۔ اور یہ خو اور خصلت، حاکموں اور فرماں رواؤں کو لائق اور درکار ہے۔ کیونکہ اور خصلتوں سے یہ خصلت بھی خوب اور بہتر ہے۔

نصیحت: افراسیاب کا قول ہے کہ جو کوئی حزم کی زرہ ہروقت بدن میں پہنے رہے؛ اُس پر مخالف کے مکر کا تیر اور دغا کی شمشیر کبھو کارگر نہ ہوگی۔ اور علامت حزم کی دور اندیشی اور پیش بینی ہے۔ جو آدمی عاقل اور دانا ہے؛ جس کام میں اُس کو شر کا گمان اور فساد کا کھٹکا معلوم ہوتا ہے، وہیں[1] اُس کے تدارک اور تدبیر میں لگتا ہے۔ اور نادان اور بے وقوف، جب تلک بلا میں گرفتار نہ ہو؛ تب تئیں غافل اور بے فکر رہتا ہے۔ مثلاً عقل مند نے[2] جب دیکھا کہ ایک شخص لوہے سے پتھر کو جھاڑ رہا ہے؛ وہیں اُس کے خیال اور دھیان میں آگیا کہ مقرر اِس حرکت کرنے سے آگ نکلے گی، اُس کے بجھانے کی فکر میں لگا۔ اور بے وقوف جب تلک جلتی آگ میں نہ گرے، تب تلک یہ نہ معلوم کرے کہ آگ میں سوزش بھی ہوتی ہے۔ مصرع[3]:

کام مشکل پڑنے سے پہلے تو اپنی فکر کر۔

نصیحت: ایک ہوشمند سے کسونے سوال کیا کہ حَزم کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا کہ جس کو حزم ہوتا ہے، وہ بدگمان ہوجاتا ہے اور چوکنّا رہتا

---

۱ مط: وہیں وہ اُس کے۔ ۲ مط: عقلمند نے دیکھا۔ ۳ مط: نصیحت

ہے - ہرایک سے جلدی ملتا نہیں ، جب تلک اُس کو خوب جانچ نہ لے ؛ تس پر بھی خبردار رہتا ہے - پیغمبرِ خدا کی حدیث ہے کہ حزم کے معنی ، بدگمانی ہے - بیت :

تو بدی مت کر ، پر[1] ہشیاری میں رہ مکر و حیلے سے خبرداری میں رہ

چنانچہ مولوی جلال الدینِ رومی ، مثنوی میں فرماتے ہیں ، بیت :

حزم وہ ہے کہ ہوشیار رہے بد کا ہرگز کبھو نہ یار رہے

جو انسان کہ حزم کی صفت سے آراستہ ہو ، اور بغیر ہُشیاری کوئی کام نہ کرے ؛ وہ ہر طرح کے غم اور سختی کے آنے کا رخنہ ، اپنی عقلِ درست سے بند کرسکتا ہے - اور آفت اور بلا کے اُترنے کی راہ ، پہلے اُن کے نازل ہونے سے ، اپنی تدبیرِ مضبوط کے سبب سے ، مانند سدِّ سکندر کے مسدود کرے گا -

اور لازم ہے کہ دوستی پر دنیاداروں کی ، اور خوشامد اور چاپلوسی پر زمانہ سازوں کی ، ہرگز اعتماد نہ کرے اور آشنائی کی توقّع نہ رکھے . اور اپنے دل کے ارادے اور خیال سے کسو کو خبردار نہ کرے ؛ تو حاسدوں کی حرامزدگی[2] اور بدذاتوں کی شرارت سے سلامت اور محفوظ رہے - رباعی :

دین و دنیا میں چاہیے جو کہ پناہ حزم کے قافلے کے ہو ہمراہ
فکر کی آرسی کو صیقل کر دیکھ مطلب کے منہ کو خاطرخواہ

نصیحت : ابراہیم امام نے کہ صاحبِ دعوت تھا ، جب پہلے ابو مسلم کو خراساں کی طرف بھیجا ؛ نصیحتیں اور وصیتیں بہت سی کیں اور نیک و بد سمجھایا - اُن میں سے آخری پند یہ تھی کہ اگر تو چاہے کہ کلمہ دعوت کا جاری ہو ، اور تیری موافق مرضی کے خلقت تجھسے رجوع کرے ؛ تو جس کی طرف سے تیرے دل میں شک پڑے اور وسواس آوے . اُس کے ہلاک کرنے میں دیر نہ کر - کہ بادشاہوں کا حزم یہی ہے کہ جس سے بدگمان اور بد بر ہوں ، اُس کو بیچ سے اٹھا ڈالیں - دانا اسی لیے کہہ گئے ہیں ، بیت :

---

۱ مط : پہ - ۲ مط : حرامزدگی -

جس شخص سے دل ترا ہو بیزار　　درمیان سے جلد اُسے اُٹھادے

حکایت: تاریخ اسلامی میں لکھا ہے کہ جب اسفار، بیٹا شیرویه کا سمنان میں آیا؛ امیروں نے صلاح دی کہ ابوجعفر سمنانی کو مروا ڈالیے - یہ مذکور سن کر ابوجعفر نے خوف کھایا - وہاں ایک قلعه بہت مضبوط تھا، اُس میں جاکر قلعه بند ہوا - جب اسفار نے تمام مُلک رے کا لیا اور عمل کیا؛ دیلمی کو بہت سا لشکر اور سامان قلعه گیری کا دے کر اُس گڑہ[1] پر بھیجا - وہ ایک مدّت قلعے کو گھیرے رہا اور تدبیریں اور حلے کیے، لیکن بن نہ آیا - آخر دیلمی نے کسو کو درمیان دے کر پیغام صلح کا کیا - اور یہ صلاح ٹھہری کہ ابوجعفر، دیلمی کو قلعے میں بلا کر، ملاقات اور ضیافت کرے - ایک روز اسباب مہمانداری کا تیّار کرکے، دیلمی کو بلایا - اُس نے اپنے لشکر کے سرداروں سے مصلحت کی کہ جب کوٹ کے اندر پہنچیں؛ ایک بارگی تلواریں کھینچ کر، ابوجعفر کا کام تمام کرلیں - یہ دغا دل میں ٹھان کر جب دیلمی دروازے پر آیا، ابوجعفر نے قلعے دار کو حکم کیا کہ دیلمی تنِ تنہا، کئی خدمت گاروں کو ساتھ لے کر آوے اور ہتھیار بند ہرگز کوئی آنے نہ پاوے - قلعے دار نے موافق پروانگی کے روکا، آخر دیلمی اکیلا ہی آیا اور لوگ اُس کے باہر کے باہر رہے - ابوجعفر کو رعشے کا مرض ہوگیا تھا، حرکت نہ کرسکتا تھا - بالا خانے پر بیٹھا رہتا اور کھڑکی کی راہ سے خندق اور میدان کی سیر کیا کرتا - دیلمی کو وہیں اپنے پاس بلالیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں آپس میں کرنے لگے -

اِس میں دیلمی نے ابوجعفر سے کہا کہ اگر خلوت کرو اور تنہا ہو بیٹھو، تو کچھ باتیں ضروری سلطنت کے کام کی کہنی ضرور ہیں؛ تم سے کہوں - ابوجعفر نے اپنے دوال بند نوکروں کو، بلکہ شاگرد پیشے کو بھی فرمایا کہ اِس مکان سے اُترجاؤ - فقط ایک غلام لڑکا سا، خدمت کی

۱ مط: گڈھ -

خاطر اُس جگہ رہ گیا ، اور سب نیچے اُتر گئے ۔ جب وہ مکان خالی ہوا ، دیلمی نے اُٹھ کر دروازہ بند کردیا ، اور خنجر سے ابوجعفر کا شکم چاک کرڈالا ۔ وہ لونڈا یہ حالت دیکھ کر بے حواس ہوگیا اور گھگّی بندھ گئی ، مجال دم مارنے کی نہ رہی ۔ غرض ابوجعفر کو سرد کرکے ، اپنے موزے میں سے ریشم کی ایک ڈوری نکالی ، اور ایک سِرا ، اُس کا دریچے کے کٹہرے میں محکم باندھا ، اور اُسے پکڑ کر نیچے اُترا ، اور خندق کو پَیر کر پار ہوا ، اور اپنی فوج میں جا مِلا ۔

حاصل اِس حکایت کا یہ ہے کہ اگر ابوجعفر حزم کرتا اور ہشیاری کو کام فرماتا ، تو اُس کے ساتھ خلوت نہ کرتا اور اُس زبردست حریف کے پاس اپنی بیماری کی حالت میں اکیلا ہو کر نہ بیٹھتا ۔ نہ وہ اتنی فرصت پاتا ، نہ اِس کو مار کر بے جوکھوں چلا جاتا ۔ اور ایسی ہی حکایتیں ناعاقبت اندیشوں اور غافلوں کی بہت سی ہیں ، کہ اِسی صورت سے دم میں آکر اور دغا کھا کر ، اپنے سِر برباد دیے ہیں ۔ اور اپنی جانِ شیریں کو مفت میں تلخ کیا ہے ۔ یا اگر جیتے بچے ہیں ، تو فتنہ و فساد میں پڑے ہیں ۔ اگر دانشمند اور صاحبِ عقل ذرا ہوشیاری سے غور کرے تو دریافت میں آوے کہ کوئی حصار ، مُحکم زیادہ حزم اور خبرداری سے نہیں ۔ اور کوئی میدان ، ڈراونا زیادہ غفلت اور ناعاقبت اندیشی سے نہیں ۔ ابیات :

تو احتیاط سے چل ، یہ زمانہ ہے بد تر
ضرور ہے گی خبرداری ، راہ میں ہے خطر
یہی جو مینہ برستا ہے ، کر اِسی سے خیال
کہ پہنچی آن کے رو ، گھر ترا ہے نالے پر
نہ ہو تو غافل و ہُشیاری سے الگ مت ہو
بلا کے تیر کا گردوں کی ، حزم ہے گا سپر
جو کوئی عاقبت اندیش و دوربیں ہووے
مقرّر ہے کہ ہمیشہ وہ رکھّے اپنی خبر

جو باخبر ہے، تو دولت کا اُس کی جو ہے درخت
ہمیشہ باغ میں دنیا کے لاوے بار اور بر

تیسواں باب، شجاعت میں:

شجاعت کی فضیلت، سب فضیلتوں کی ما ہے۔ یعنی جتنی فضیلتیں ہیں، اِسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور وہ ایک قوّت ہے کہ درمیان نامردی کے اور زیادہ جہالت کے ہوتی ہے۔ یعنی جو شخص نہ بہت بُزدلا ہو، نہ حق ناحق لڑتا پھرے؛ اُس کو شجاع کہتے ہیں۔ حق تعالا حکم کرتا ہے کہ «میں دوست رکھتا ہوں شجاع کو» اور خبر میں آیا ہے کہ مدد مانگو اور برکت چاہو صاحبِ شجاعت سے، کہ یہ لوگ اپنے خالق پر یقینِ کامل رکھتے ہیں، اور جانتے ہیں کہ بغیر اجل کے کوئی نہیں مرتا، اور بِدون حکمِ خدا کے موت نہیں آتی۔ اور نامرد یہ سمجھتے ہیں کہ اگر لڑائی کے وقت حریف کے آگے سے بھاگیں گے، تو موت کے ہاتھ سے بچیں گے۔ یہ نہیں جانتے کہ اَجل اُن کے پیچھے موجود ہے، کہیں نہیں چھوڑنے کی۔ اگر لوہے کی کوٹھری میں چھپیں، تو بھی وہ اپنے وقت پر آوے گی اور لے جاوے گی۔ پس ہر ایک جگہ جان کو چھپانا، آدمی کو کیا لازم ہے۔ اور جو شجاع اور دل چَل ہیں، وہ میدانِ جنگ میں، اپنے خدا پر تکیہ اور بھروسا رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تمام دنیا کے شجاعوں میں اَشجع تھے، اپنے حق میں فرماتے ہیں کہ میری روزی، میرے نیزے کے سایے کے نیچے ہے۔ اِس فرمانے سے یہ مدّعا ہے کہ اُمّت بھی شجاعت کو بہتر سمجھیں اور جنگ کے روز، دل لڑائی سے نہ چُراویں۔ اور علم و ہنر اور کسب تیر اندازی اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے سیکھیں اور اُن کو وقت پر مردوں کے میدان میں ظاہر کریں:

شجاعت سے لے سکیے سارا جہاں جو نامرد ہو، اُس سے کیا کام نکلے
جو کوئی من چلی کام میں ٹک کرے تو جرأت سے اُس کا بڑا نام نکلے

حکایت : خالد ولید، اسلام کے لشکر میں جرأت اور دلاوری میں مشہور اور نامزد تھا۔ جب مرنے لگا، آنسو آنکھوں میں بھر لایا اور رونے لگا اور بولا : افسوس! اتنی لڑائیوں میں میں نے شجاعت اور دل چلی کی اور زخموں کے دُکھ درد سہے؛ اب بچھونوں پر پڑا مرتا ہوں، جیسے کوئی بُڑھیا ایڑیاں رگڑ کر جان دیتی ہے۔ آخر اجل سے کچھ چارہ نہیں۔ اگر میدان میں لڑ بھڑ کر مرجاتا، تو دنیا سے نیک نام جاتا اور عُقبا میں درجہ شہادت کا پاتا۔ اور اُسی کا قول یہ بھی ہے کہ جو نامرد، ہَولـدِلا[1]، اپنی جان بچانے کی خاطر، بھاگنے میں سُبہتا جانتا ہے اور لڑائی کے نام سے اُسے تپ آتی ہے؛ یہ اُس کا خیالِ خام اور گمانِ باطل ہے۔ اِس واسطے کہ دبدبہ مردانگی کا اور نام مردوں کا، دشمن کے دل پر غالب ہوجاتا ہے، وہ مردوں کے مُقابل آتے ہوئے سُکچتا ہے اور ایک بارگی ہاتھ نہیں ڈال سکتا ہے۔ اور نامردوں اور ڈرپوکنوں کو گھاس کی طرح کاٹ ڈالتے ہیں اور کھیت کو لوتھوں سے بھر دیتے ہیں۔ اور خدا نخواستہ لڑائی کے بگڑنے پر بھی، جو مرد میدان کے اور دلاور ہیں؛ بدحواس نہیں ہوجاتے اور اپنے پال پرتل کو اور ہتھیاروں اور گھوڑوں کو نہیں چھنواتے۔ خدا بھاگی فوج میں نہ رکھے۔ اور جو گھبرا جاتے ہیں، ان کو اپنے ہی ملک کے گنوار لوٹ لیتے ہیں، اور راہ کا کانٹا دشمن ہوجاتا ہے۔ اَبیات :

جو لڑائی کے وقت ہے نامرد ہولِ دل سے ہو رنگ اُس کا زرد
دل چلی کر تو آگے مردوں کے جو ترا نام مردوں میں نکلے

حکایت : ایک پادشاہ عَین لڑائی میں اپنے اُمراؤں اور سپاہیوں کو للکارتا تھا اور نعرے مار مار کہتا تھا کہ ہاں مردو! آج امتحان اور آزمایش کا دن ہے، اور جنگ کی کُٹھالی گرم ہے، جو کوئی مرد ہوگا، اِس گھڑیا سے سونے کے مانند بے جوکھوں سرخ رو ہوکر نکلے گا۔ اور جس میں کچھ کھوٹ ہوگی، وہ اِس آتشِ جنگ میں پورا نہ اُترے گا۔ بیت :

---

[1] مخ : ہولدلہ

آزمایش کے لیے سب کو کسوٹی پر کسیں
خوب ہی شرمندہ ہووے، کھوٹ ہو جس میں ذرا

اور جو مرد شجاع ہے، وہ کسو طرح کی سختی اور بپت پڑنے سے، ہرگز نہیں گھبراتا۔ بلکہ ڈر اور جوکھوں کی جگہ سب سے پہلے پیش قدمی کرتا ہے اور گھس جاتا ہے اور اسی سبب سے نام اس کا چاردانگ عالم میں بخوبی مشہور ہوتا ہے اور جلدی بڑے درجے اور مرتبے کو پہنچتا ہے[1] ۔ مرد مرے نام کو، نامرد مرے نان کو۔ ابیات:

مرا چاہیے نام ہووے بڑا ۔۔۔ کہ انسان کا نام سے ہے بھلا
ہے مردوں کو منظور نامِ نکو ۔۔۔ اگر نام ہے نیک، گو جاں نہ ہو

حکایت: افراسیاب اپنے لشکر[2] کے سرداروں اور نام آوروں کو فرماتا کہ ہردم مرنے پر تیّار رہو، تو تمھاری زندگی زیادہ ہو۔ اور اپنی اجل کے سنمکھ رہو، تو دولت اور نام ہاتھ لگے۔ اِس واسطے کہ بزرگی اور نام آوری دو چیزوں سے ملتی ہے: ایک تو جو ثابت ہو کر مضبوطی سے مرے گا، اُس کا نام رہے گا۔ دوسرے، جس شخص سے زندگی میں کچھ فیض خلق اللہ نے پایا ہوگا، اُسے سب یاد کریں گے۔ رباعی:

جو کوئی سب طرح سے ہے گم نام
وہ شجاعت سے ہے پکڑتا نام
جو کوئی جان کو عزیز رکھے
پادشاہت سے اُس کے تئیں کیا کام

روایت: حضرت امیر المومنین شیرِ خدا علیہ السّلام لڑائی کے وقت، جس طرف دشمنوں کی بھیڑ ہوتی اور جس صف میں ازدحام[3] آدمیوں کا دیکھتے، اُسی غول پر حملہ فرماتے۔ اور بے خطرہ پَرا چیر کر درمیان میں گھس جاتے، اپنی جان کا ہرگز خطرہ اور وَسواس دل میں نہ لاتے۔ کسو نے پوچھا:

---

۱ مط: مثل مرد مرے نام کو۔ ۲ مط: لشکر کے سرداروں کو فرماتا۔ ۳ مط: اور مخ میں " اژدہام "۔

اے نبی کے وصیِ برحق! عجب طرح کی جرأت کرتے ہو کہ ہرگز اپنے بچاو کا لحاظ نہیں رکھتے۔ فرمایا: یہ مجھے یقین ہے کہ اگر قضا آ پہنچی ہے، تو تقدیر سے خوف کرنا کیا حاصل! اور اگر زندگی باقی ہے اور وعدہ پورا نہیں ہوا، تو میری اِس جرأت اور ہمّت سے ہرگز مجھے ضرر اور نقصان نہیں ہونے کا۔ پس کس لیے آگا پیچھا کروں۔ اور یے دو شعر پڑھے، جن کا یہ ترجمہ ہے، قطعہ:

یہ لازم ہے مردوں کو دو دن نہ ڈریے
نہ ہو موت جس دن، اور جس دن کہ مریے
قضا آوے جس دن، تو کوشش ہے بے جا
نہ ہووے قضا جب، تو خطرہ نہ کریے

اور واقعی یہ بات تحقیق ہے کہ جس نے اپنی جان کا خوف کیا، اُس سے پھر توقّع نہ رکھیے[1] کہ جس روز میدان جنگ کا ہوگا، وہ کچھ کام کرے گا بلکہ سب سے پہلے گھر کی راہ لے گا۔ بیت:

جب تلک ہے دل میں تیرے جان و تن کا فکر و غم
تب تلک مقصد ترا ہونے کا نہیں تجھ سے بہم

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو زمانے میں حبش کا لشکر، یمن کے ملک پر غالب ہوا۔ اور سیف ذوالنّیران جو بادشاہ تھا، لاچار وہاں سے نکل کر، نوشیرواں کی پناہ میں گیا اور مدد چاہی۔ کسریٰ نے فرمایا کہ پنڈت خانے میں جو چور اور ٹھگ اور دغا باز اور خونی قید[2] ہیں، اُن کو لے آؤ۔ ہتھیار اور زرہ بگتر[3]، خود، دستانے دے کر اُس کے ساتھ کر دیا۔ یہ سب سولہ سو جوان تھے۔ سیف ذوالنّیران اُن کو ہمراہ لے کر، کشتیوں پر سوار کر کر، روانہ ہوا۔ جب کنارے پر پہنچا، خشکی میں اُترا، فرمایا کہ اِن ناؤں کی تلی مار دو۔ اور کھانے پینے کا اسباب تمام دریا میں ڈبو دو۔ اور بعد اِس کے بولا کہ اے یارو! اب تم یمن کی سر زمین میں پہنچے. اور دشمن سے

---

۱ مط: نہ رکھے۔ ۲ مط: قیدی۔ ۳ مط: بگتر۔

با لڑائی در پیش ہے، ٹک اپنے اپنے دل میں غور کرو، کہ دو باتیں رو بکار ہوتی ہیں: یا مخالف پر غالب ہو، یا زندگی سے ہاتھ دھوؤ[1]۔ اِن سوا تیسری بات نباہ اور بچاو کی نظر نہیں آتی۔ اُن لوگوں نے بھی دیکھا کہ سچ فرماتا ہے۔ سبھوں نے ایک دل ہوکر، جان سے ہاتھ دھوئے اور زندگانی سے نا اُمّید ہوئے۔ اور تلواریں کھینچ کر ایک بارگی جو پلے، لڑائی کے کھیت کو گیہوں کے کھیت کی طرح ایک دم میں کاٹ کر، لوتھوں کے کھلیان کر دیے۔ اور تھوڑے سے آدمیوں نے حبشہ کے لشکر کو مغلوب کر لیا۔ مارے سو مارے، اور باقیوں کو بھگا دیا۔

پس سب کو ضرور ہے کہ سپاہی اور سردار جو کہاوے، کسو نوع کا خوف و ہراس دل میں کبھو نہ لاوے، تب اپنے دل کا مقصد پاوے۔ رستمِ دستاں کا قول ہے اگر ہزار زخم میدان کے روز میرے بدن پر لگیں، تو میرے نزدیک بہتر ہیں اُس وقت سے کہ بیمار ہو کر بچھونوں پر جان دوں۔ بیت:

نام اپنا کر کے مر جاؤں، تو یہ ہے گا بھلا
نام مجکو چاہیے، تن کو تو آخر ہے فنا

اور اِس جہان کا قاعدہ ہے کہ بادشاہوں میں سے جس پادشاہ کو جرأت اور مردانگی زیادہ ہے، اور وہ سختی کی حالت اور بُرے وقت میں حواس بجا اور پانو قائم رکھّے گا اور محنتیں[2] اور مصیبتیں اُٹھاوے گا؛ ووہی جلد منزلِ مقصود کو پہنچے گا۔ اور اپنے دل کے مطلب سے کام یاب ہووے گا۔

حکایت: کہتے ہیں کہ جب یعقوب لیث کی ترقّی ہوئی، اور روز بہ روز اقبال نے یاوری کی، تب ارادہ خُراسان کے لینے کا کیا۔ جس روز لڑائی پر مستعد ہوا، تمام سردار لشکر کے مُسلّح ہو کر، جلَو خانے میں جمع ہوئے۔ یعقوب آپ بھی زرہ بکتر[3] اور خود اور زرہ پاجامہ اور زرہ موزہ اور

---

۱ مط: دھو۔ ۲ مط: اور محنتیں اٹھاوے گا۔ ۳ مط: بکتر۔

دستانے پہن، پیٹی اور چار آئینہ باندھ، پانچوں ہتھیار لگا، اوپچی بن کر، فوج کا محاسَبہ دیکھنے کی خاطر بالا خانے پر آیا۔ مُنجّموں اور رمّالوں نے التماس کیا کہ ابھی ساعتِ نحس ہے، سوار ہونے میں ذرا توقّف فرمائیے۔ آٹھ ساعت کے بعد سوار ہونا مبارک ہے۔ اُس وقت جس کام کا ارادہ کیجیے گا، موافق خواہش کے سر انجام پاوے گا۔ بادشاہ اُسی طرح تمام سِلاح پہنے، عین جیٹھ کی دھوپ میں بغیر سایۂ چھتر یا سورج مکھی کے، آٹھ ساعت پُختہ کھڑا رہا۔ جتنے امراؤ اور سردار سپاہ کے فرقے کے تھے، اِس مضبوطی اور ارادے کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ جب وہ گھڑی آئی اور ساعتِ نیک پہنچی، کوٹھے پر سے اُترا اور سوار ہوا۔

اکثروں نے پوچھا کہ ایسی سخت تابش میں آپ کے کھڑے رہنے کا کیا باعث تھا؟ فرمایا کہ مجھکو بڑا کام در پیش ہے۔ اور یہ عزم خراساں کے لینے کا جو میں نے کیا ہے، اِس میں سستی اور کاہلی اور آرام طلبی سے بڑا خلل ہے، اِس واسطے میں اپنے دل اور بدن کو امتحان کرتا تھا کہ اِس تپِش میں سلاح کے بوجھ اُٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ سو خاطر جمع ہوئی کہ اِن میں اتنی قوّت ہے۔ اب مجھکو یقین ہوا کہ جلدی میرا عزم درست پڑے گا، اور جس مہم پر کمر باندھی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ فتح کروں گا۔ آخر یعقوب نے جتنی کہ اپنا مرتبہ بلند کرنے میں اور مُلک لینے میں کوشش اور محنت کی، وِتنا ہی دن بہ دن درجہ بڑھتا اور مرتبہ پاتا گیا۔ قطعہ:

مُلک کی دُلہن، ہو راضی، اُس سے کرتی ہے نکاح
جس کو ہمّت ہے اور ہر دم تیغ سے رکھتا ہے کام

جو کوئی آرام و نعمت پر ہے ٹھوکر مارتا
اُس کو دنیا میں خدا دیتا ہے سرداری کا نام

پادشاہی باغ میں گُل کو ملی ہے اِس لیے
گرچہ ہے نازک، پہ کانٹوں پر وہ رکھتا ہے مقام

اور یہ دوسری بھی حکایت یعقوب لیث کی ہے :

حکایت : کہتے ہیں کہ ایک روز کئی جوان، دانا ، خوش گپ ، باہم بیٹھے تھے ۔ اور خوش طبعی اور لطیفہ گوئی آپس میں کر رہے تھے ۔ یعقوب بھی وہاں اُن کا شریک تھا ، لیکن اُس وقت تلک پادشاہ نہ ہوا تھا اور ملک بھی عمل میں نہ آیا تھا اور نام پیدا نہ کیا تھا ۔ ایک شخص اُن میں سے بولا کہ سب میں نرم اور بہتر لباس ، اطلسِ خطائی کا ہوتا ہے ۔ دوسرا کہنے لگا کہ تاجوں میں خوب ، طاقیہ رومؔ کا ہے ۔ تیسرا بول اُٹھا کہ مکانوں میں دل چسپ ، باغ ہے ؛ جہاں پھول پھولے ہوں ۔ چوتھے نے کہا کہ شرابِ گلِ گلاب کو ، کوئی شربت نہیں لگتا ۔ پانچویں نے ذکر کیا کہ سایوں میں ، بید کی چھانو بہت ٹھنڈی ہوتی ہے ۔ چھٹے نے تقریر کی کہ سب ساز اور باجوں میں ، آواز عُود کی نرم اور ملائم ہے ۔ ساتواں کہہ اُٹھا کہ ہم نشینی اور مُصاحبت کے لیے اچھے اچھے جوان خوب صورت ، سُگھڑ ، نیک باطن ضرور ہیں کہ صحبت میں رہیں ۔

آخر نوبت یعقوب لیث کی پہنچی ۔ سب بجد ہوئے کہ تم بھی کچھ کہو ۔ اُس نے کہا کہ لباسوں میں بہتر زرہ ہے اور تاجوں میں خود اور مکانوں میں لڑائی کا کھیت ۔ اور شربتوں میں خون حریفوں کا ۔ اور سایوں میں ، سایہ نیزے کا ۔ اور آوازوں میں ، ہنہنانا گھوڑوں کا کہ اُن پر پاکھریں پڑی ہوں ۔ اور مصاحبوں اور ساتھ بیٹھنے والوں میں ، سپاہی دلاور اور شجاع ، جنھوں نے اکثر لڑائیاں دیکھی ہوں ۔ چنانچہ حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام کے شعروں کا یہ ترجمہ ہے ، قطعہ :

سیف و خنجر ، ہمارا ہے گلزار کام کیا آوے نرگس و لالا
خون دشمن کا ہے بجاے شراب کھوپڑی اُس کے سر کی ہے پیالا

اور فارسی قطعے کا یہ ترجمہ ہے ، قطعہ :

ہمارا نیزہ تو ہے سرو ۔ تیغ ، شاخِ گل
ہماری ڈھال پہ کیا خوب پھول پھولیں ہیں

اور خوب جام سے ہے کھوپڑی عدو کی ہمیں
شراب ، خون ہے دشمن کا ؛ پی کے جھومیں ہیں

پس جن کو ملک گیری کی خواہش اور نام آوری کی تلاش ہو ؛ اُنھیں لازم ہے کہ نوک اُن کے نیزۂ آبدار کی ، مانند چوروں کے ، حریف کے سینے میں نقدِ جان کے لینے کے واسطے کومھل دے ۔ اور شمشیرِ تیز ، دشمنوں کی روح نکالنے کی خاطر ، زخم کا دروازہ کھول دے ۔ اِس لیے کہ جو بادشاہ آپ جری اور دلاور ہوگا ، اُس کا لشکر بھی جاں فشانی میں کمی نہ کرے گا ۔ اور نامرد اور بُزدل سلطان کو دولت جہاں گیری کی میسّر نہیں ہوتی ۔

نصیحت : نصائح الملوک میں لکھا ہے[1] کہ جس بوڑھے میں عقل نہیں ؛ مانند چشمے کے ہے کہ اُس میں پانی نہیں ۔ اور جس جوان میں ادب نہیں ؛ مُشابہ باغ کے ہے کہ اُس میں پھول نہیں ۔ اور جس درویش نے خدا کو نہیں پہچانا ؛ وہ جیسے آنکھ موتیا بند کی ہے کہ دیکھنے میں درست ہے ، پر اُس میں بینائی نہیں ۔ اور جو خوب صورت کہ اُس میں شرم اور حیا نہیں ؛ مثال پھیکے کھانے کے ہے کہ اُس میں لون نہیں پڑا ۔ اور جو عالم کہ باعمل پرہیزگار نہیں ؛ گویا گھوڑا ہے کہ اُس کے مُنھ میں دہانہ نہیں ۔ اور جو طالع مند ، صاحبِ دولت سخی نہیں ؛ ٹھیک خالی بادل ہے کہ جس سے مینھ نہیں برستا ۔ اور جس کو ملک لینے کا ارادہ ہے اور شجاعت نہیں ؛ مُشابہ سوداگر کے ہے کہ پونجی نہیں رکھتا ۔

حکایت : سنا ہے کہ عرب کے کسو سلطان کو ایک بار اتفاق لڑائی کا ہوا جب دونو لشکر مقابل ہوئے ۔ اور صفیں آراستہ ہوئیں ، امیروں نے عرض کی کہ جہاں پناہ ! جنگ میں دو صورتیں پیش آتیں ہیں : یا فتح ، یا شکست ۔ خدا نہ کرے ، اگر ہماری فوج میں ہزیمت پڑے ، تو تمھیں کہاں تلاش کریں ؟ فرمایا کہ اگر میں لڑائی میں پیٹھ دوں ، تو جو کوئی مجھے ڈھونڈھے ، اُس پر لعنت ہے اور خدا کی رحمت سے وہ بے نصیب رہے ۔ اور اگر دشمن غالب ہو ، تو میری لوتھ کو

---

۱ مط : میں ,, کہ ،، نہیں ہے ۔

کھیت ہی میں گھوڑوں کی ٹاپوں کے تلے دیکھیو۔ اِس بات سے یہ بات نکلتی ہے کہ یا میں غالب ہوں گا، یا مارا جاؤں گا۔ بیت:

یا چڑھوں آسماں پہ نام نکال	یا تو پانو تلے میں ہوں پامال

کہتے ہیں کہ وہ[1] سلطان اِسی لڑائی میں تلوار مارتا تھا، اور مخالف کی سپاہ پر حملہ کرتا تھا؛ اِس میں ٹھیک دوپہر ہوگئی، اور دھوپ ایسی تیز ہوئی کہ چیل انڈا چھوڑے۔ اور موت کا بازار گرم تھا۔ پیاس سے سب کی جیب چٹخنے لگی، اور دل کا کنول کُمھلا گیا، اور چہروں پر خاک جم گئی۔ عین اِس حالت میں ایک غلام خاص آبدار چھاگل پانی کی لےکر پادشاہ کے پاس دوڑا اور نزدیک پہنچ کر بولا کہ قبلۂ عالم! پیاس نے غلبہ کیا ہوگا، ذرا دم لےکر، ایک دم پانی پی لو۔ اُسی تیغ زنی کی حالت میں جواب دیا کہ میری شمشیرِ آبدار مجھسے زیادہ پیاسی ہے۔ قسم ہے خدا کی، جب تلک اِس کو دشمنوں کے خون سے سیراب نہ کرلوں گا، میں اپنی تشنگی کو پانی سے نہ بجھاؤں گا، آخر ایسی پوری ہمت کے سبب سے اور اِس جرأت اور شجاعت کے باعث خدائے کریم نے اُس پادشاہ عالی ہمّت کو حریف پر غالب کیا اور فتحِ عظیم دی۔ بیت:

جس کا، اللہ آپ یاور ہو	کس کی طاقت ہے جو برابر ہو

نقل: سکندر ذوالقرنین سے پوچھا کہ بادشاہ کی شجاعت اور دلیری کا کیا نشان ہے؟ اور کس علامت سے اُسے معلوم کیجیے کہ یہ جواں مرد ہے؟ جواب دیا کہ جو کوئی نہ پوچھے کہ مخالف کا لشکر کتنا ہے۔ بلکہ یہ جست جو کرے کہ کہاں ہے۔ اور ایسا پادشاہ یا سردار، ابیات:

جو تلوار وہ ہاتھ میں اپنے لے	تو دشمن کی جو فوج ہو، پیٹھ دے
جو تلوار اور گُرز دونو چلائے	تو دنیا میں گویا قیامت مچائے

نصیحت: نوشیرواں نے بوذرجمہر سے پوچھا کہ شجاعت کیا چیز ہے؟ جواب دیا کہ دل کی مضبوطی۔ کہا کہ قوّت دست و بازو کی کیوں نہیں

---

[1] مط: میں ،، وہ ،، نہیں ہے۔

کہتے ؟ بولا : اگر قوّت دل میں نہ ہوگی ، تو ہاتھ میں زور نہیں رہنے کا ، پس کمزور ہاتھ سے کیا کام ہوسکے گا ۔ اور یہ نقل بادشاہ کے آگے کی کہ میں نے سنا ہے :

نقل : کہ ایک جواں مرد سپاہی عرب کا بوڑھا ہوگیا تھا ۔ اگرچہ پیری سے ناطاقت اور کمزور ہوا ، پر دل کی قوّت باقی تھی ۔ ایک روز سوار ہوا چاہتا تھا ، دو آدمیوں نے دونو بازو تھام کر گھوڑے پر چڑھا دیا ۔ ایک بوالہوس یاوہ گو ، بے ادبی کی راہ سے بہ طور کنایے کے کہنے لگا کہ ایسے آدمی سے کہ جس کو دو شخص چاہییں کہ زین تک پہنچاویں اور کاٹھرے پر بیٹھاویں ، تلوار کیا چل سکے گی اور لڑائی کے کام کو کیا انجام دے گا ۔ اُس بوڑھے شیر کے کان میں یہ آواز پہنچی ۔ بولا کہ سچ ہے ، البتّہ دو آدمی چاہییں کہ سوار کریں ، لیکن ہزار مرد چاہییں جو گھوڑے کی پیٹھ سے اُتاریں ۔

کسریٰ کو حکیم کی بات پسند آئی ۔ فرمایا : درست ہے ، تم نے راست کہا ۔ ہاتھ کا زور ، دل کی قوت کے تابع ہے ۔ بیت :

دل سے ہے زور آدمی کے ہاتھ میں جس کا دل بوڑھا[1] ہے ، بازو ہے قوی

نصیحت : جس وقت سکندر ، تمام جہان کے محکوم کرنے کا ارادہ کرکے سوار ہوا ، ارسطو کو یاد فرمایا اور پوچھا : اے دانشمند ! یہ جو میں نے نیّت کی ہے اور اِس عزم پر کمر باندھی ، تو مقرر بہتیرے دوستوں اور دشمنوں سے مجھے بھینٹا ہوگا ؛ پس اِن دونو فرقوں سے کیا سلوک کروں اور کس طرح پیش آؤں ؟ التماس کیا کہ اصل یوں ہے کہ جب تلک مقدور چلے ، کسو کو اپنا دشمن نہ بنائیے ۔ اور دوستوں کی ذلّت اور بے حرمتی روا نہ رکھیے ۔ اگر اِس پر بھی کوئی مخالفت جتاوے ، تو اُس کو ملائمت اور دلداری سے ایسا ملا لیجیے کہ وہ دوست بن جاوے ۔ اور دوست کو عزّت و حرمت دے کر اپنا کرلیجیے ، تو وہ دوستی سے ہاتھ نہ اُٹھاوے ۔ سکندر نے کہا : کچھ اور بھی کہو ۔ ارسطو نے کہا : دشمن کی طرف سے غافل نہ ہوا چاہیے اگرچہ

---

۱ مط : بوڑھا ۔

چھوٹا ہو۔ اور اپنے لشکر پر مغرور نہ ہوجیے، اگرچہ بڑا ہو۔ اور جب تلک
کام شیریں زبانی اور آہستگی سے بنے؛ سخت بات منہ سے نہ نکالیے، اور
جلدی نہ کیجیے۔ اور جب تک کام تازیانے سے ہوسکے، تلوار کو میان سے
نہ کھینچیے۔ بادشاہ نے کہا: شاید دشمن سے آخر بات لڑائی پر ٹھہرے؛
تب کس طرح[1] سے پیش آئیے اور کیونکر اُس کو دفع کیجیے۔ ارسطو نے
جواب دیا کہ یہ سوال دو حال سے باہر نہیں: یا کسو پر آپ جنگ کی خاطر
چڑھ جاؤگے، یا دوسرا آپ سے آپ لڑنے کو آوے گا۔ پس اگر تم نے کسو
سے لڑائی کا قصد کیا، تو اُس میں دس شرطیں ہیں؛ اُن کی رعایت کرنی
ضرور ہے:

پہلی تو یہ کہ جنگ کے ارادے میں ناحق کی زبردستی اور بے جا شرارت
نہ منظور ہو؛ مگر دین کے واسطے، یا اپنے حق کے لیے، یا ظلم و فساد
کو دور کرنے کی خاطر ہو تو مضائقہ نہیں۔ دوسری، حق تعالا کی جناب میں
رجوع کرکے اپنی فتح کی دعا مانگے، اور درویشوں سے دعاے خیر طلب کرے،
اور صدقہ اور خیرات دیوے، اور صاحب دلوں اور اہل مزاروں سے مدد چاہے۔
تیسری، ہوشیار اور اندیشہ ناک رہے، اور جاسوس اور خبردار تعینات کرے،
اور مخالف کے لشکر کی اور اُن کے احوال کی جست جو میں رہے۔ چوتھی،
اپنی فوج کو خاطر داری اور شفقت سے گرویدہ اور متفق رکھے، اِس لیے
کہ جب سپاہ بادشاہ کی خیرخواہ ہوئی، تو یہی فتح اور غلبے کی نشانی ہے۔
چنانچہ کار آزمودہ کہہ گئے ہیں، ابیات:

اُسی کو فتح پر ہے فتح حاصل   لڑائی میں ہے جس کی فوج یک دل
وہی غالب لڑائی میں ہے لشکر   کہ مرنے پر کمر باندھے ہے مل کر

اور نام آوروں اور بزرگوں سے موافقت کرے، اور رعایت اقربا کی اِس کام
میں ضرور ہے۔ پانچویں، لشکر کو تسلّی دیوے، وعدہ زیادتی و سرفرازی
منصب کا کرے، اور اپنی نیّت درست رکھے کہ جو قول قرار اُن سے کیا

---

[1] مط: کس طرح پیش آئیے۔

ہے، بجا لاوے۔ چھٹی، تا مقدور اپنی طرف سے ارادہ جنگ کا نہ کرے، اور اگر خدا نخواستہ شکست پڑے، تو اُس کے تدارک اور تدبیر میں رہے۔ ساتویں، ایسے مرد کو سپہ سالار بناوے اور فوج کے لڑانے کا عہدہ سونپے، جس میں تین وصف ہوں: ایک تو دل کا مضبوط اور من چلا ہو، اور بارہا اُس سے لڑائیوں میں کام بَن آئے ہوں، اور صفِ جنگ کی تدبیر میں مشہور ہو، اور اُس میں نام اور نمود پیدا کی ہو؛ اِس واسطے کہ اُس کے نام اور نشان کے سنتے ہی، دشمن کے دل میں دہشت اور ہراس پیدا ہوگا۔ دوسرے، دانا اور صاحبِ تدبیر اور جنگ آزمودہ خوب ہو، کیوں کہ اکثر وقت شجاعت سے زیادہ عقل اور سمجھ کام آتی ہے۔ تیسرے، مکر اور حیلہ جنگ کے وقت عمل میں لاوے، کہ لڑائی کے تین سو ساٹھ بندوں میں، یہ بھی ایک بڑا بند ہے، اور بد نما نہیں بلکہ بہتر اور خوب ہے۔ چنانچہ خبر میں آیا ہے کہ لڑائی میں مکر اور دغا اور دانائی اور تجربہ کاری کی تدبیر بہت فائدہ بخشے ہے اور کام آتی ہے۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ جو سپاہی یا سردار عین جنگ کے وقت دل چلی اور جوان مردی سب سے زیادہ کرے اور جوکھوں اُٹھا کر حریف پر غالب آوے، اُس کو سراہے اور سر فرازی کرکے موافق رتبے اور کام کے بخشش اور انعام فرماوے۔ یہ بات نپٹ مناسب اور کام کی ہے، تو اور سپاہیوں کو بھی خواہش اور رغبت جاں فشانی اور دشمن کے مارنے کی ہو۔ نویں، جنگ کے روز ہرگز غفلت اور بے خبری کو کام نہ فرماوے۔ اکثر دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ فتح ہونے پر ہوئی ہے بلکہ شادیانے بج چکے ہیں، لیکن ایک دم کے غافل ہونے سے، فتح کے بدلے شکستِ فاش ہوگئی ہے اور برعکس اتفاق ہوا ہے۔ دسویں، اگر مخالف کی فوج میں شکست پڑے اور بھاگڑ مچے، تو اُس کا پیچھا نہ کرے اور نہ کسو سردار کو اُس کی پُشت پر بھیجے، کہ یہ بھی بارہا ہوا ہے کہ بھاگی فوج لاچار ہو کر مُڑ کھڑی ہوئی ہے اور حملہ کرکے غالب ہوگئی ہے، اور قوت پاکر، غالب لشکر کو مغلوب کر دیا ہے۔

اور اگر حریف تم پر ارادہ کر کے چڑھ آوے، اور تم چاہو کہ اُس کو دفع کرو، تو یہ بھی دو حالتوں سے باہر نہیں: یا تمہیں طاقت اور سکت اُس کے مقابلے اور دو بدو ہونے کی ہے، یا نہیں۔ اگر قوّت برابر کی ہے، تو بہتر اور مناسب یہ ہے کہ جس طرح سے ہو سکے، ایسی تدبیر کیجیے کہ وہ دشمنی اور مخالفت سے باز آوے اور اُلٹا پھر جاوے۔ اور اگر کوئی علاج بن نہ آوے، تو جنگ کی جو جو شرطیں مذکور ہوئی ہیں، بجا لائیے[1] اور ہوشیاری کو کام فرمائیے[2]۔ اور اگر قدرت اور قابو اُس سے سنمکھ اور مقابل ہونے کا آپ میں نہ پائیے[3]، تو جاسوس اور ہر کارے تعینات کیجیے، اور راہوں کی خبرداری اور مورچوں کی تیّاری کیا چاہیے، جو وہ غافل پاکر شبخون نہ مارے۔ اور اگر قلعہ بند ہو جائیے[4]، تو ذخیرہ کرنے میں اناج اور پانی اور اسبابِ جنگ کے، تغافل اور کمی کرنی خوب نہیں۔ اور ظاہر میں پیغام صلح کا اُس کی رضامندی کے موافق کیے جائیے، اور مکر و حیلے میں جب تلک نبھ سکے، نبھائیے۔ اور اگر حریف آشتی پر راضی ہو جائے، تو غنیمت جانیے اور قبول کر لیجیے اور ہرگز سخت بات زبان پر نہ لائیے۔ اور ارادہ بگاڑ کا دل میں نہ رکھیے کہ غرور و تکبّر بری چیز ہے۔ اور طرَفین میں جو کوئی صلح کرنے پر راضی ہوتا ہے، آخر اُسی کی فتح ہو جاتی ہے۔ اَبیات:

نہ کر سختی، جب چلتی ہے باو سخت
گرا دے ہے انصاف کا وہ درخت

درشتی سے ہوتا ہے ایسا بگاڑ
بڑے گھر کو جلدی وہ دے ہے اُجاڑ

جو دانا ہے، کرتا ہے وہ صلح عام
تو اِس راہ چل، صلح ہے خوب کام

---

۱ مط. لائے۔ ۲ مط: فرمائے۔ ۳ مط: نہ پائے۔ ۴ مط: ہو جائے۔

سکندر نے یہ نکتے ارسطو سے سن کر دستوُرالعمل اپنا بنایا اور جہاں کہیں صلح و جنگ کا کام پیش آیا، اِسی پر عمل فرمایا۔

پس یہ صفت شجاعت کی، ہر ایک صاحبِ دولت کو سب صفتوں میں نہایت خوب ہے؛ اِس واسطے اِس شجاعت کے باب میں طول ہوا اور بہت کچھ کہا گیا۔ اَلحمدُللہ! کہ شاہزادۂ جواں بخت، صاحبِ تدبیر، اَبیات:

ابوالمحسن، وہ روشن دل ہے دانا
جواں جس سے ہوا بوڑھا زمانا
لڑائی میں جو اُس کے سامھنے آئے
تو کوہِ قاف بھی ٹاپوں میں پِس جائے
پہاڑوں پر کرے گر تیغ کا وار
تو پیرے اِس طرح، صابن میں جوں تار

نیک طالعی اور خوش نصیبی کی قوّتِ بازو کی مدد سے، جس طرف اُس کا نشان فتح کا منہ کرے اور پھرّائے؛ فتح اور اقبال جلدی سے دوڑکر استقبال اُس کے لشکر کا کریں اور رکابِ مبارک میں حاضر رہیں۔ اور جیدھر ارادہ اُس کی ہمّتِ بلند کا ہو، فیروزی اور ظفر شتابی سے آکر، اُس کی فوج کا، (جس کی دریا کی سی موج ہے) ہراول بنے اور جلوس میں موجود رہے۔ قطعہ:

ملک گیری کے ارادے پر جو وہ ہووے سوار
فتح آکر ہووے حاضر اور جلو اُس کی کرے
نیزہ دولت کا جو دیکھیں، ملک و ملّت لیں پناہ
دین دنیا کو مدد دے، تیغ اُس کی جب چلے

اور لشکرِ فتح مند اُن کا جنگ کے روز آگ کی مانند حملے کرے، اور جو خشک وتر سامھنے آوے، ہرگز نہ چھوڑے۔ اور لڑائی کے میدان میں مثال کوہِ البُرز کے قائم اور اچل رہے۔ اَبیات:

نگاہِ یار کی مانند مارے ہے تلوار
مثالِ زلف صفوں کی صفیں وہ دے ہے بگاڑ

تمام ملک کو لے لیے ہے، جیسے حسنِ بتاں
غبار اُٹھا کے ادھا دُھند[1] کر دے سارا جہاں
تمام عشق کے شعلے کی طرح ہیں جاں سوز
وہ سارے غمزۂ دلبر کی طرح ہیں دل دوز
وہ چشمِ خوباں سی کرتے ہیں فتنہ انگیزی
مثال ہجر کے، مردوں کی کرتے خوں ریزی

حق سبحانہ تعالا سایہ اُس کی بخشش کا (جو عام ہے) نوکروں کے سر پر، بلکہ ہر ایک خاص و عام پر یکساں ہمیشہ پھیلا رکھے، طفیل اپنے مقبول اور مقرّب بندوں کے۔

اکتیسواں باب، غیرت میں:

یعنی نگاہبانی کرنی اُس چیز کی کہ انسان کو محافظت اُس کی لازم ہے سب کام کی تدبیروں میں، اور مضبوط رہنا سیاست اور تعذیروں میں۔ اگرچہ یہ سب کو چاہیے، لیکن بادشاہوں کو یہ صفت بہت درکار اور ضرور ہے، خواہ امورِ دین میں، خواہ کارخانۂ سلطنت میں۔ اِس لیے کہ غیرت کی دو قسمیں ہیں: ایک غیرت دین کی، دوسری غیرت دنیا کی، اور پاسداری اِن دونو کی واجب ہے۔

غیرت دین کی یہ ہے کہ خدا کے حکم کے رواج دینے میں اور حرام پر، اور بدی کے باز رکھنے میں، جتنی چاہیے، سعی اور کوشش بجا لاوے۔ اور اپنی سرکار کے نوکروں کو اور ملک کی رعیّتوں کو خدا کی طاعت اور بندگی کا حکم دیوے اور منہیات سے مانع ہووے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کچھ ایسی بدعت دیکھیو[2] کہ خلاف شرع کے ہو، تو واجب ہے کہ اُسے ہونے نہ دو اور اپنی قوتِ بازو سے مزاحم ہو۔ اگر دُرّے کے موافق ہو تو دُرّے لگاؤ اور جو شمشیر کے لائق ہو تو قتل کرو، یعنی بموجب

---

۱ مط: اندھادھندھ۔ ۲ مط: دیکھو۔

شریعت کے اُس کی حد بجا لاؤ۔ تو یہ اُن لوگوں سے ہو سکتا ہے جن کو خدا نے صاحبِ اختیار و مقدور بنایا ہے۔ پس جو شخص ہاتھ سے نہ منع کر سکے، زبان سے کہے، پہلے بطور نصیحت کے؛ اگر راستی میں مانے تو بہتر، نہیں تو جھنجھلا کر درشتی سے ڈانٹے اور جھڑکے۔ یہ مرتبہ عالموں اور زاہدوں کا ہے کہ جو خود خدا پرست اور پرہیز گار ہیں۔ اور اگر زبان سے بھی کہنے کا اثر نہ ہو اور وہ نہ سنے، تو دل سے اُس کا دشمن رہے اور اُس کی جان کا مدعی بنے۔ یہ درجہ اُن کا ہے جو ضعیف و[1] ناپرساں ہیں۔

اور حدیثِ شریف ہے جس کا یہ ترجمہ ہے کہ «نہیں سوائے اِس کے اسلام»۔ ہر عالم اِس کے معنی یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی دست و زبان سے منع کرنے میں لاچار ہو اور دل سے بد کاروں کا دشمنِ جانی نہ ہو، تو اُسے مسلمان نہ کہا چاہیے، کیونکہ اُس کی قسمت میں حصّہ دین کا نہیں۔ قطعہ:

نہیِ منکر کی پہلے ہاتھ سے کر گر کرے تیرے کہنے سے انکار
منہ سے پھر منع کر، جو یہ بھی نہ ہو دل سے اپنے تو اُس سے ہو بیزار

جو پادشاہ کہ شرع کی حد کو برپا رکھے اور حکم دین کے جاری کرے؛ اُسے خدا کا نائب کہا چاہیے۔ لیکن بادشاہوں کو بڑے بڑے ملکی کاموں کے باعث، ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف مزاج کو متوجّہ کرنا اور اِتنی جُزرسی فرمانا مشکل ہے۔ پس لائق ہے کہ اپنی سلطنت کی تمام حد میں محتسب مقرر کریں، لیکن وہ بھی ایسے شخص ہوں کہ طرف داری اسلام کی اور غیرت دین کی اُن کی طبیعت میں بہت ہو، اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور امانت اور دینداری اور بے طمعی بھی رکھتے ہوں، اور ہر ایک کام میں ایسا حکم کریں کہ جس سے قوت دین و اسلام کو ہو، اور اپنی غرض اور طمع کو اُس میں شامل نہ کریں؛ تو اُن کا فرمانا اور کہنا سب کے دلوں میں اثر کرے۔ بیت:

جو تیری بات، غرض اور طمع سے خالی ہے
کہے تو سنگ سے، تو اُس میں بھی کرے گی اثر

---

۱ مط: اور۔

حکایت: کہتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن[1] نوری قدس سرہ کی عادت تھی
کہ جس وقت کسو کو کچھ خلاف شرع کا کام کرتے دیکھتے، منع کرتے؛
اگرچہ مانع ہونے میں خوف جان کا بھی ہوتا۔ ایک روز دجلے کے کنارے
وضو کرنے آئے تھے؛ ایک ناو دیکھی کہ اُس میں تیس خُمیں سر بہ مُہر
دھری ہیں، اور ہر ایک پر لطیف لکھا ہے۔ شیخ نے پڑھ کر تعجب کیا
کہ خرید[2] فروخت اور سوداگری میں کوئی ایسی چیز جس کا نام لطیف ہو،
آج تک نہیں سنی۔ ملاّح سے سوال کیا کہ ان گولیوں میں کیا چیز ہے؟ اُس
نے جواب دیا کہ تم مردِ درویش ہو، تمھیں اِن باتوں سے کیا کام ہے؟ جاؤ
اپنی راہ لو۔ شیخ کا مزاج برہم ہوا۔ مانجھی کو کہا کہ میں مقرّر معلوم کیا
چاہتا ہوں کہ اِن مٹکوں میں کیا بھرا ہے۔ وہ بولا کہ سب میں دارو ہے کہ
خلیفہ معتقد[3] کے واسطے لائے ہیں۔ شیخ نے ایدھر اودھر نگاہ کی، ایک
موٹا سا سونٹا کشتی میں دیکھا کہ ایک طرف پڑا ہے۔ کشتی بان سے کہا کہ
وہ لکڑی میرے ہاتھ میں دے۔ ملاّح نے خفا ہوکر اپنے شاگرد سے کہا کہ
وہ مُتکا اِس کے ہاتھ میں دے، دیکھوں، یہ لے کر کیا کرے گا! شاگرد
نے وہ لاٹھی ان کے ہاتھ میں دی۔ شیخ نے اُس چوب کو اپنے دستِ مبارک
میں لے کر، ایک ایک خُم کو توڑنا شروع کیا۔ ملاّح ڈر سے کانپنے اور
دُہائی دینے لگا۔ اِتنے میں یونس افلح، جو بغداد کے پُل کا کوتوال تھا،
ڈنڈیوں سمیت آ پہنچا۔ اور شیخ کو پکڑ کر، خلیفہ کے نزدیک لے گیا اور
جو کیفیت گزری تھی، عرض کی۔

معتقد[4] خلیفہ نہایت ظالم اور خوں خوار تھا، اکثر گناہ گاروں کی سزا
شمشیر سے کرتا، یعنی قتل کروا ڈالتا تھا۔ بغداد کے باشندوں نے دیکھا کہ
شیخ کو معتقد[5] کے آگے لیے جاتے ہیں، سب کُڑھنے لگے اور ڈرے کہ
وہ مقرر شیخ کو مروا ڈالے گا۔ خدا کی قدرت سے جس وقت شیخ کو

---

۱ مط: ابوالمحسن ۲ مط: خرید و فروخت ۳ مط: معتضد ۴، ۵، مط: معتضد

رو بہ رو لے گئے؛ معتقد[1] آہنیں کرسی پر لوہے کا ایک گرز ہاتھ میں لیے اور سرخ لباس پہنے ہوئے بیٹھا تھا، اور یہ نشان قہر و غضب کا ہے۔ ایک بارگی شیخ کو ڈانٹا کہ تو کون ہے جو ایسی شوخی تو نے کی؟ شیخ نے کہا: میں مُحتسب ہوں۔ بولا: کس کے حکم سے احتساب کرتا ہے؟ شیخ بولے کہ خدا اور رسول کے حکم سے۔ کہنے لگا: تجھے کس نے محتسب بنایا ہے؟ جواب دیا: جس شخص نے تجھے بادشاہی عنایت کی، اُسی نے مجھے محتسبی دی ہے۔ معتقد[2] نے یہ جوابِ معقول سن کر، سر نیچے کرلیا۔ بعد ایک ساعت کے سر اُٹھاکر بولا کہ تیرے دل میں یہ کیا خیال آیا کہ اُن خُموں کو پھوڑ ڈالا۔ کہا کہ تیرے اور تیری رعیّت کے حق میں شفقت اور مہربانی کی۔ کہنے لگا کہ میرے حق میں تونے کس طرح شفقت کی؟ بولے: اِس لیے کہ وہ بد چیز اور حرام تھی، تو اُس کو ضائع کرنے میں کمی کرتا، سو میں نے اُس کو دور کیا اور تجھے روزِ قیامت کی گرفتاری سے خلاصی بخشی۔

پھر وہ بولا کہ رعیّت پر کیا احسان کیا؟ جواب دیا کہ جب تو آپ اِس بد کام کے کرنے پر مستعد ہوتا، تو ساری خلقت گناہ کرنے پر دلیر ہوجاتی۔ اور جو تو حرام سے باز آوے، تو رعیّت اور نوکر بھی دلیری نہ کرسکیں گے۔ اِس واسطے کہ تمام خلق‌اللہ نیک و بد اور حلال و حرام میں تابع بادشاہ کے ہوتے ہیں؛ اگر نیک راہ پر دیکھیں تو سب اچھی چال چلنی قبول کریں، اور ثواب اُن کا بھی بادشاہ کی طرف رجوع کرے۔ اور اگر بادشاہ کو بدکاری اور حرام کاری کے درپے دیکھیں، تو وہ بھی شراب خواری اور زناکاری میں گرفتار ہوویں، اور عذاب سب کا اُسی کے ذمّے لکھا جائے۔ پس اپنے دل میں خوب طرح سوچ کہ میں نے تیرے اور تیری رعیّت کے حق میں بہتری کی، اور مجھے اس حرکت کرنے سے کچھ اور مطلب نہ تھا، مگر حکم اور خوشی خدا کی منظور تھی۔ معتقد[3] یہ سن کر، معتقد ہوا اور بے اختیار رونے لگا اور بولا کہ یہ کام تم کو لائق اور سزاوار ہے۔ آج سے

۱، ۲، ۳، مط: معتضد

جو بات یا کام غیر شرع دیکھو، اُس کو نہ ہونے دو۔ میں نے حکم دیا کہ کوئی تمھیں نہیں منع کرنے کا اور مزاحم نہیں ہونے کا۔

پس اس نقل کے مطلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو محتسب خدا کے حکم پر قائم رہتا ہے، اس کو کوئی آفت نہیں پہنچ سکتی۔ آبیات:

ایک نے اپنے پیر سے یہ کہا بدی سے منع سب کو ہوں کرتا
لیک ڈرتا ہوں میں کہ دشمن سے کوئی آفت نہ میرے تئیں پہنچے
بولے یہ کام ہے جو عنداللہ تو بلاؤں سے ہے گی تجکو پناہ

لیکن غیرت دنیا کی تین قسم کی ہوتی ہے: پہلی، اپنے برابر والوں اور خویش و قوم سے۔ دوسری، خاص اپنی ہی ذات پر۔ تیسری، تمام خلق اللہ سے۔ پس جس کو اپنے خویش و قوم سے غیرت ہے، اُس کی یہ خو اور خصلت ہے کہ اپنی زیادتی اور بزرگی اس درجے میں چاہے کہ کوئی اُس کے مرتبے سے سربلندی میں نہ برابر ہوسکے۔ اور دولت اور جاہ اور قدر اور مرتبے میں اور سرداری و بزرگی اور دبدبے اور ریاست میں کوئی زیادتی اور پیش قدمی اُس سے نہ کرسکے۔ مقرّر، ایسی غیرت اور مردمی کے ظاہر کرنے اور زیادہ ہونے سے بہت سے کام نکلتے ہیں اور موافق اپنے مطلب اور مراد کے بن آتے ہیں۔ یہ خصلت صاحبِ ہمت کی ہے۔ اِس واسطے کہ جتنی جس کی ہمّت بلند اور بڑی دُھن ہوگی، یہ غیرت بھی اُس میں زیادہ ہوگی۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو بادشاہ کی اولاد میں سے ایک شاہ زادے نے کسو حکیم سے پوچھا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائیوں اور خویشوں سے زیادہ نمود پکڑوں اور نام و نشان سب سے بڑھ کر پیدا کروں؛ اس لیے کیا کیا اسباب ضرور ہیں؟ بتلاؤ، تو میں جمع کروں۔ اُس دانشمند نے جواب دیا کہ اے شاہ زادۂ عالَم! صاحبِ مُلک اور دولت ہونے کے لیۓ، کوئی رفیق، بہتر ہمّت اور غیرت سے نہیں۔ آبیات:

جس نے غیرت سے تیغ کو کھینچا ابر تک اُس کا قبضہ جا پہنچا

کیوں کہ غیرت سے نام نکلے ہے اِسی سے سارا کام نکلے ہے
دانا کہہ گئے ہیں یہ نصیحت سے سلطنت بھی ملے ہے غیرت سے

اور وہ غیرت جو فقط اپنی ہی ذات کو لازم ہے، وہ یہ ہے کہ اپنی عورتوں اور حرموں کو پردے میں رکھے اور اُن کی حرمت اور پارسائی کی نگہبانی میں نہایت کوشش بجالاوے اور موافق شرعِ شریف کے اُن کی عادت اور خُو کو آراستہ کرے، تو اِس تقیّد کی برکت سے رعیّت کے بھی قبائل اور وابست، نیک راہ چلیں اور بدی کی چال سے باز رہیں۔ کسو بزرگ نے بہ طور نصیحت کے اپنی بی بی پاک دامن اور صاحبِ عصمت کو فرمایا ہے، ابیات:

پردے والی جتنی ہیں گی بیبیاں صاحب جمال
نہیں دکھاتیں غیر کو مُنہہ اپنا چُھٹ وجہِ حلال
آنکھ اپنی ہر کسو کے مُنہہ پہ نہیں وہ کھولتیں
کوچوں میں پھرتیں نہیں، بیگانوں سے نہیں بولتیں
یہ جو بدکاری کی آفت پہنچتی ہے تن کے تئیں
ہے یہ باعث، ڈر خدا کا نہیں ہے مرد و زن کے تئیں
آنکھ اپنی بند رکھ، سیپی میں موتی جس طرح
ہوگی تو تیرِ بلا کا پھر نشانہ کس طرح
اپنے شوہر کے سوا، جو ہے وہ پنچوں کا دیا
مت دکھا تو منہہ کو اپنے، گو سگا ماموں ہوا

اور غیرت جو سب خلق اللہ کے حق میں خوب ہے، وہ یہ ہے کہ جیسی غیرت اپنے خاندانِ سلطنت کی بیبیوں کی کرے، ویسی ہی مسلمانوں کے قبیلوں کے حق میں بجا لاوے؛ اور اپنے نوکروں اور خواصوں پر بھی تقیّد رکھے، تو بدنامی صاحبِ ناموس کے گھرانے میں راہ نہ پاوے۔ اور مسلمانوں کے گناہ ظاہر کرنے میں سعی نہ کرے۔ اور عیب اپنے ملک کی رعیّتوں کا تامقدور پوشیدہ رکھے۔ اس لیے کہ حدیث میں فرمایا ہے کہ جو کوئی

مسلمانوں کے عیب پر خاک ڈالے گا؛ خدا ستّار ہے، اُس کے بھی عیب چھپاوے گا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایسے شخص کے گناہوں کو خدا دنیا و آخرت میں ظاہر نہ کرے گا[1]۔ اور یہ مثَل ہے کہ «پوشیدہ کر تو اُسے، تو پوشیدگی کرے اللہ تجھ پر»۔ مصرع:

جو اپنا پردہ تو چاہے، کسو کا پردہ نہ پھاڑ۔

اور حمیّت بھی برابر غیرت کے ہے، خواہ اپنی حمایت کرے یا غیر کی۔ اور کمال حمایت کا یہ ہے کہ اگر کوئی اُس کی پناہ پکڑے، تو اُسے امان دے کر، اپنی حمایت میں لاوے اور اُس کو ہر طرح سے بچاوے۔ یعنی جب تلک مقدور چلے، اپنی پناہ لینے والے کو (جو آسرے میں آ گھسا ہے[2])، خراب اور حیران نہ ہونے دے۔ آگے عرب میں دستور تھا، اور اب بھی ولایت حجاز میں یہ رسم ہے کہ جو کوئی اُن کی دیوار یا خیمے کے سایے میں پناہ لاتا ہے؛ اگرچہ اُس نے زُبان سے امان نہیں مانگی، تو بھی اُس کو اپنے گھر میں رکھتے ہیں۔ اور اگر اُس کا مدّعی اُس کے پیچھے پکڑنے یا مارنے کو آیا؛ ہرگز حوالے نہیں کردیتے اور جان و مال تک دریغ نہیں کرتے۔ اگر مال دینے سے بچے، تو جتنا روپیا خرچ ہو، کریں۔ اور جو لڑائی بھڑائی کی نوبت آجائے، تو اپنا سِر دینے پر حاضر ہوجائیں، لیکن اُس کی پشتی کرنے سے ہرگز باز نہ آئیں۔ یہاں تک کہ اگر جانور اُن کے تنبو میں بھاگ کر گھس آتے ہیں، تو اُن کی بھی حمایت کو ڈھال تلوار سے موجود ہوجاتے ہیں۔

حکایت: کہتے ہیں کہ بہرام گور جن دنوں دیارِ عرب میں نعمان منذر کے ساتھ رہتا تھا؛ نعمان اُس کو، موافق حکم اُس کے باپ کے، بڑے تقیّد اور سرزنش سے تربیت اور تعلیم کرتا۔ ایک دن بہرام شکار کو سوار ہوا تھا، ایک ہرن نظر آیا، اُس کے مارنے کا قصد کیا۔ آہو اُس کے آگے سے بھاگا۔ جس طرف وہ جاتا، یہ اُس کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ آخر دھوپ سخت پڑنے لگی۔

---

۱ مط: نہ کرے۔ ۲ مط: آگھستا ہے۔

ہرن پیاس سے گھبرایا، اور قبیلۂ طے میں پہنچ کر، ایک عرب کے خیمے میں گھس گیا۔ اُس عرب کا نام قُبیضہ تھا، اُس نے پکڑا اور رسی میں باندھ دیا۔ اِتنے میں اُس کو رگیدے ہوئے اور تیر کمان میں جوڑے، بہرام دروازے پر آ پہنچا اور للکارا کہ اے گھر والے! میرا شکار یہاں آیا ہے؛ باہر ہانک دے۔ قُبیضہ نے نہ پہچانا کہ یہ کون پکارتا ہے؛ باہر نکل آیا اور بولا کہ اے سوار خوب صورت! یہ مروّت نہیں کہ جو جانور پناہ اِس پال میں لایا ہو، میں کسو کو حوالے کردوں تو وہ اُسے مارے۔ بہرام نے خفگی کرنا اور جھنجھلانا شروع کیا۔ قبیضہ نے کہا: زیادہ بات کو مت بڑھا؛ جب تلک یہ تیر جو تیری کمان میں چڑھا ہے، میرے سینے میں نہ مارے اور مجھے نہ مار ڈالے، تب تلک تیرا ہاتھ اِس ہرن کی گردن تک پہنچنا مشکل ہے۔ اور اگر میں مارا گیا؛ تو بھی میرے قبیلے کے آدمی اُس کو تیرے سپرد نہیں کردینے کے، اور تجھے بھی جیتا نہیں چھوڑنے کے۔ اپنی جان اور جوانی پر رحم کر اور اس غزال کے خیال سے در گزر۔ اگر اس ہرن سے تجھے کچھ توقع ہے، تو یہ گھوڑا اصل عربی نسل کا جو میرے خیمے کے دروازے پر بندھا ہے، سنہری زین لگام سمیت تجھے دیتا ہوں۔ شوق سے اس پر سوار ہوکر، اپنے مرکب کو کوتل کرلے اور اپنے مکان کی طرف پھر کر چلا جا۔

بہرام کو اُس کی حمایت کرنے کی باتیں خوش آئیں اور اُس کے گھوڑے کی طمع نہ کی، اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور اپنی فوج میں جا ملا۔ جس روز بادشاہت کا چھتر اُس کے سر پر پھیرا گیا اور سلطنت کے تخت پر بیٹھا اور عجم کا ملک اُس کے عمل میں آیا اور سب فرماں بردار ہوئے؛ بہرام نے اُس عرب کو بلایا اور سرفراز کیا اور اُس کو خطاب دیا کہ یہ امان اور پناہ دینے والا ہرنوں کا ہے۔ ابیات:

جس کسو کو پناہ دیوے تو — چاہیے یہ نبـاہ[1] دیوے تو

---

[1] مط: پناہ۔

مرد ہو کر حمایت اُس کی کر
قطرہ دریا میں جا کے چھپتا ہے
پال کر نامـــدار کرتی ہے

سب طرح سے رعایت اُس کی کر
پیٹ میں سیپی کے وہ رہتا ہے
گـــوہر شاہوار کرتی ہے

بتیسواں باب، سیاست میں:

یعنی ضبط کرنا اور نسق بٹھانا[1]۔ لیکن سیاست کی دو طرحیں ہیں: ایک اپنی ذات پر، دوسری غیر پر کرنی۔ پس اپنے نفس کی سیاست، بُری خصلتوں کے چھوڑنے اور نیک کاموں کے اختیار کرنے سے ہوتی ہے۔ اور غیر پر سیاست کرنے کی دو قسم ہیں: ایک تو مُقرّب اور مُعتمدوں کو سیاست دینی، یعنی اپنے نوکروں اور امیروں کے اوپر ضبط اور رعب رکھنا اور اپنا سکّہ بٹھانا۔ دوسری سیاست رعیّت، پرجا اور عوامُ النّاس کی۔ پہلی قسم کا بیان تو چالیسویں باب میں کیا جاوے گا۔ لیکن دوسری قسم کی یہ صورت ہے کہ جو بدکار اور مردم آزار ہوں؛ چاہیے کہ وے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہیں۔ اور نیک کردار اور خوش معاشوں کو اُمّیـــدوار بخشش اور عنایت کا رکھے۔

نصیحت: بُزر چمہر سے سوال کیا کہ سب پادشاہوں میں کون سا پادشاہ بڑا اور بہتر ہے؟ جواب دیا کہ جس سلطان کے عمل میں بے گناہ چین سے رہیں اور زنگ زلیاں مناویں۔ اور گناہ گار اور چور چکار اور حرام کے کھانے والوں پر تلوار اُس کی تیز رہے اور مارے جاویں، اور درویشوں اور مستحقّوں پر اُس کے فیض کی مُٹّھی داد و دہش[2] میں کُھلی رہے۔

حکایت: ملِک ہوشنگ اکثر سرِ دربار فرماتا کہ میں خدا کی رحمت ہوں واسطے اُن کے جو نیک فعل کرتے ہیں اور بد کام سے ڈرتے ہیں۔ اور غضبِ الہٰی ہوں اُن پر جو بد فعل ہیں اور فتنہ و فساد مچاتے ہیں۔ میرے قہر

[1] مط: بیٹھانا۔ [2] مط: داد دہش۔

کا ڈنک، لطف کے شہد سے ملا ہے۔ اور میرے دبدبے کا زہر، بخشش اور مہربانی کی شکر سے مل کر میٹھا بنا ہے۔ بیت:

تریاک و زہر دونوں میرے خزانے میں ہیں
دوں اُس کو دوستوں کو، اور اِس کو دشمنوں کو

نصیحت: حکیموں کا قول ہے کہ دین و دنیا کا بندوبست اور پایداری، سیاست کے سبب سے ہے۔ اور جہاں کے داناؤں نے اِس کا نام، کون و فساد رکھا ہے۔ کیونکہ اگر نقشہ سیاست کا نہ ہووے، تو کام عالم کا آراستگی پر نہ رہے، بلکہ بگڑ جاوے۔ اور اگر سزا دینے اور مار پیٹ کی رسم نہ ہوتی جاری؛ تو بہت سے کاموں میں آجاتی خرابی اور خواری۔ قطعہ:

سیاست سے ہے ملک کا بندوبست — نہ ہو گر سیاست تو آوے خلل
سیاست ہر اک طرح کی ہے ضرور — کہ تو مانے ہر ایک حکم اور عمل

اگرچہ ملک داری اور ریاست میں عدل و انصاف خوب ہے، لیکن ریاست بِدون سیاست کے بن نہیں آتی اور عدالت بغیر سزا کے زینت نہیں پاتی۔ جو پادشاہ اِس نکتے سے کہ «نقصان ریاست کا سیاست کی کمی سے ہوتا ہے» غافل رہا اور نہ سمجھا؛ جلدی[1] ستون اُس کی سلطنت کی عمارت کے ہلنے لگیں گے اور نیو اُس کی پادشاہت کے محل کی اُکھڑ جائے گی۔ اِس واسطے کہ آراستگی مُلک اور ملّت کی اور خوبی دین و دولت کی، سیاست اور تعذیر سے ہے۔ قطعہ:

سیاست کی تلوار سے سارا ملک
بسے ہے بڑی آب اور تاب سے
سیاست کا معمار گر ہاتھ اُٹھائے
جہاں اُجڑے ظلموں کے سیلاب سے

---

۱ مط: میں درمیان کی عبارت چھوٹ گئی ہے۔ اُس میں جملہ یوں ہے: ,, جلدی ستون اس کے محل کو اکھڑ جائے گی۔

پس بغیر قاعدۂ شریعت کے، کوئی حق اپنی جگہ پر قائم نہیں رہتا۔ اور بدون ضبطِ سیاست کے، کام شرع اور دین کا آراستگی نہیں پاتا۔ بیت:

پادشاہوں کی سیاست کا جو دل میں ڈر نہ ہو
تو کسو کو اِس جہاں میں چَین کوڑی بھر نہ ہو

پس سیاست سلاطینوں کی، شرع کو زور و قوّت بخشے ہے اور حکم دین اور دنیا کے اُسی سے رواج پاتے ہیں۔ قطعہ:

باغِ دنیا میں ہرا چاہے جو نیکی کا درخت
شرع کے چشمے سے گر پانی نہ دے، ممکن نہیں
پادشاہوں کی سیاست کے سوا، دنیا میں یوں
دین کا چشمہ کوئی جاری کرے، ممکن نہیں

اور فی الحقیقت پُشتی دین کی اور مضبوطی سلطنت کی اِسی سے ہے۔ حدیث شریف ہے کہ اگر بادشاہ نہ ہوتے، تو بعضے آدمی، آدمی کو کھا جاتے، یعنی ایک ایک کو ہلاک کرتا اور مار ڈالتا۔ ملک میں سوائے سیاست کے عمل کرنا مشکل ہے۔ اور جھگڑا فساد بِدون سزا اور تعذیر کے دفع نہیں ہو سکتا۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کوئی پادشاہ ایک ہاتھ میں ننگی تلوار کھینچے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں قرآنِ مجید لیے، منبر پر چڑھا۔ عَین خطبے کے درمیان کہنے لگا کہ اے نیک مرد اور بھلے آدمیو! تم کو یہ فرقان کفایت کرتا ہے۔ اور اے حرام زادو اور بدکارو! تم سوا[1] شمشیر کے سیدھے نہ ہوگے۔ قطعہ:

سیاست، آگ ایسی ہے کہ اُس کو بد اندیشوں ہی کی خاطر جلاویں
جو وہ روشن کریں ہیں ظلم کی آگ اُنھیں کو اُس میں ہے بہتر جلاویں

---

۱ مط: سوائے۔

حکایت: طمغاج خاں بڑا بادشاہ ہو گزرا ہے کہ اُس کی سیاست کے رواج نے تمام ملک کو بسایا تھا اور اُس کی شمشیر کی ہیبت سے بنیاد ظلم و ستم کی شہر اور ملک سے اُکھڑ گئی تھی۔ قطعہ:

قہر سے اُس کے بھاگ کر فتنہ نیستی کی طرف تھا جا کے چھپا
اور سیاست کی صقل سے اُس کی ظلم کا مورچہ جہاں سے اُٹھا

ایک روز کوئی اوباش ایک گلدستہ طمغاج خاں کے حضور میں لے کر آیا۔ سلطان نے وہ دستہ لیا اور پوچھا: یہ پھول تو کہاں سے لایا؟ بولا کہ باغوں سے چنے ہیں۔ خلیفہ نے سوال کیا: اُن پھلواریوں کا تو مالک ہے؟ بولا: نہیں۔ پھر پوچھا کہ اُن کے خاوندوں سے خرید کیے ہیں؟ کہنے لگا: نہیں۔ اِس شہر میں از بس[1] کہ پھول اِفراط سے ہوتے ہیں، اِس واسطے یہاں کوئی بیچتا نہیں اور گُل کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔ سلطان نے سن کر تامّل فرمایا اور کہا: جو کوئی مالک کی بِدون پروانگی اُس کے باغ میں جاوے اور پھول چُن کر لے آوے؛ تو اُس سے اور صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ فرما کر، حکم کیا کہ اِس کا ہاتھ قلم کرو۔ بڑے بڑے امیروں نے بہت سی شفاعت کی، تب بھی ایک انگلی اُس کی کٹوا ڈالی۔

وہ بادشاہ ہمیشہ بدکاروں اور حرام خوروں کو قتل کرتا رہتا۔ ایک روز مال مردم خوروں کے گروہ نے شہر کے دروازے پر لکھا کہ ہم مانند موتھے کی گھاس کے ہیں، کہ جتنا اُکھاڑو، زیادہ ہو۔ یہ خبر طمغاج خاں کو معلوم ہوئی۔ فرمایا کہ اس خط کے برابر لکھ دو کہ ہم بھی باغبان ہیں، ہمیشہ کُھرپی لیے تاکتے رہتے ہیں کہ جب تم سر نکالو، ہم نکال ڈالیں۔ بیت:

کانٹا چمنِ ملک میں گر پیدا ہو
تلوار سے جلد اُس کا سر دیجے کاٹ

---

۱ مط: پھول از بسکہ افراط سے ہوتے ہیں۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ہرمز جو بیٹا نوشیرواں کا تھا، اُس نے اپنے انصاف اور مہربانی کو، ظلم اور قہر سے باہم کیا تھا۔ نیکوں پر لطف اور نوازش کرتا اور بدوں کو خوار و خستہ[1] رکھتا۔ بیت:

ستم کا رستہ، سیاست سے اُس کی چلتا نہ تھا
اور خوان نعمتوں کا اُس کی تھا تمام بچھا

ایک روز رکابدار اُس کا کسو باغ میں جا نکلا اور ایک گچھا انگور کا بغیر پروانگی مالی کے توڑا۔ باغباں نے اُس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا: اِس کا دام دے کر مجھے راضی کر، نہیں تو شاہ زادہ ہرمز کے رو بہ رو جا کر تیری نالش کروں گا۔ وہ غلام کچھ تھوڑا سا دیتا تھا اور وہ پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ غرض آخر شاہ زادے کے ڈر سے ہزار دینار باغباں کو دی[2] اور راضی کر کے اپنا پنڈ چھڑایا۔

داناؤں کا قول ہے کہ سلطنت مانند درخت کے ہے اور سیاست بجائے پانی کے۔ پس لازم ہے کہ پادشاہت کے پیڑ کو سیاست کے پانی سے تر و تازہ رکھے، تو اُس سے میوہ آرام اور چین کا حاصل ہووے۔ قطعہ:

وہ ہی پادشاہ ہے جو دانش کی رو سے
پڑھے دل لگا کر کتابِ سیاست
کرے تیغ اُس کی، چمن سلطنت کا
نپٹ ڈہڈہا، دے کے آبِ سیاست

اور خوب سمجھے کہ سیاست اُس جگہ درست ہے کہ ایسے گروہ کے حق میں کرے کہ وہ قوم اُس کے لائق ہوں، سو وہ قوم مردم آزار اور حرام خوروں کی ہے کہ سانپ اور بچھو کی طرح ادنا اعلا کو اُن سے ایذا اور نقصان پہنچتا ہے۔

نصیحت: ایک پادشاہ نے کسو حکیم سے پوچھا کہ آدمیوں میں سے سزاوار سیاست کے کون ہیں؟ جواب دیا کہ جو کوئی آدمی ہے، لیاقت سیاست کی نہیں

---

۱ مط: خوار خستہ ۲ مخ اور مط میں یہی ہے۔

رکھتا[1] - بلکہ سیاست، درندوں اور موذیوں پر کرنی درست ہے۔ پادشاہ نے فرمایا: اس نُکتے کے معنی مفصّل بیان کرو۔ بولا: اے جہاں پناہ! خدا کے بندے کئی قسم کے ہوتے ہیں: ایک گروہ تو ایسا ہے کہ محض نیک اور نیک محض ہیں، ایسوں سے سب طرح[2] سب کو نفع ہی پہنچتا ہے، ہرگز نقصان کسو کو نہیں پہنچاتے، وے گویا فرشتے ہیں۔ اور دوسرے وے لوگ ہیں کہ محض بد اور بد محض ہیں۔ مصرع: جوں بھیڑیا، شیر، سانپ، بچھّو۔ ایسوں سے نقصان ہی پہنچے ہے، ہرگز نفع نہیں پہنچتا۔ پس جن انسانوں میں خو اور خصلت فرشتوں کی ہے، وے اصل انسان ہیں۔ اور جن کی طبیعت اور مزاج درندوں اور حیوانوں کے ہیں، وے موذی گزندوں سے بدتر ہیں، وہی[3] آدمیوں میں لائق سیاست کے ہیں۔ ابیات:

سیاست بہت خوب ہے سر بہ سر و لیکن نہیں کہتا ہر اک سے کر
نہ دے مردم آزار کو زور و زر اُکھاڑے بھلے مرغِ موذی کے پر

حکایت: کہتے ہیں کہ نوشیرواں کے عہد میں کسو زبردست نے ایک زیردست کو تھپّڑ مارا۔ وہ پادشاہ کے پاس فریاد کو آیا۔ حکم کیا کہ اس ظالم کو کوتوالی چبوترے میں لے جا کر گردن ماریں۔ ایک خواصِ خاص نے التماس کیا کہ آپ کی عدالت سے غلام کو تعجب آیا کہ آدمی کو اِتنے گناہ پر حکم قتل کا فرمایا۔ کسریٰ[1] نے کہا: تو نہیں سمجھتا، میں نے آدمی کو نہیں ہلاک کروایا بلکہ کُتّے اور بھیڑیے کو مارا ہے اور سانپ اور بچھّو کو کُچلا ہے۔ بیت:

خلقتِ حق[3] پہ جو ستمگر ہے
سانپ اور بچھّو سے وہ بدتر ہے

---

۱ مط: نہیں رکھتا ہے۔ ۲ مط: سب طرح کا۔ ۳ مط: ووہی۔ ۴ مطمخ اور

نصیحت: کہتے ہیں کہ خسرو پرویز نے کسو بزرگ سے پوچھا کہ خدا کی خلقت سے کون سا فرقہ سیاست کے لائق ہے؟ جواب دیا[1]: اے پادشاہ! آدمی پانچ قسم کے ہوتے ہیں: پہلے وہ کہ آپ بھی نیک ذات ہیں اور اوروں کو بھی اُن کی ذات سے خیر پہنچتی ہے - ایسے مردوں کو قوت اور مرتبہ دیا چاہیے اور اُن سے صحبت رکھا چاہیے - دوسرا وہ گروہ کہ اپنے دم سے تو نیک ہیں، لیکن اُن سے کسو کو نیکی نہیں پہنچتی؛ اُن کی بھی حرمت کیا چاہیے اور نیک کاموں کی رغبت دیا چاہیے - تیسری وہ جماعت ہے کہ میانہ روی اور بدی پرہیزی اُن کے مزاج میں ہے، یعنی نہ اُن سے کسو کو خیر پہنچتی ہے، نہ بدی کرتے ہیں اور خود بھی نہ اچھے ہیں نہ برے؛ اُن کو نیک راہ چلایا چاہیے اور بد چال سے ڈرایا[2] چاہیے - چوتھا وہ طائفہ ہے کہ آپ بد ہیں، پر اُن سے کسو کو بدی نہیں پہنچتی؛ اُن کو نظروں سے گرائیے[3] اور ذلیل و خوار رکھا چاہیے، تو بدی کو ترک کریں - پانچواں وہ فرقہ ہے کہ آپ بھی بد ہیں اور غیروں کو بھی اُن سے بدی پہنچتی ہے؛ اُن کو سیاست کیا چاہیے اور سزا دیا چاہیے، پہلے تسلی اور ڈرانے سے، بعد اس کے ڈانٹنے اور چشم نمائی سے، پھر مار پیٹ سے، تس کے پیچھے قید قدود سے - جب دیکھیے کہ اِن سزاؤں کا اثر نہیں ہوتا اور وہ اپنی خو نہیں چھوڑتا، تو لاچار ہو کر آخر قتل کروا ڈالیے اور یہ بلا خلق اللہ کے سر پر سے ٹالیے - بیت:

خلق جس آگ سے جلے، اُس کا کچھ بجھانے سوا علاج نہیں

اور دوسرے سیاست کے فائدوں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ قضیہ، جھگڑا، دند، فساد کم ہوتا ہے - اِس واسطے کہ فسادی اور جھگڑالو آدمی جب دیکھیں کہ آگ سیاست کی بھڑک رہی ہے، تو مارے ڈر کے کسو کونے میں بھاگ کر چھپ رہیں - اور اگر ذرا بھی سیاست اور دہشت کو سست

---

۱ مط: کہ اے پادشاہ - ۲ مخ: ڈرا چاہیے - ۳ مط: گرائیے -

دیکھیں ، تو نِدھڑک ہو کر ، ہزار طرح کے فتنے اُٹھاویں اور سو صورت سے شور و فساد مچاویں۔ ابیات :

اگر سلطاں نہ فرماوے سیاست
کرے ادنا بھی دعوائے ریاست
بلا ابتر کرے ساری زمیں کو
نہ باقی رکھے دولت کو نہ دیں کو
نہ دیکھے ضبط جس کشور میں عالم
فساد اور فتنہ ہی واں دیکھے ہر دم

اور اسی مضمون میں کہا ہے۔ قطعہ :

جو پادشاہ کی شمشیر کا نہ ہووے ڈر
تو جھگڑے ڈھیر سے اک دم میں شہر سے اُٹھیں
جو بائیں ہاتھ کو اپنے نہ سمجھے داہنے سے
ہزار فتنے ، جو قابو ہو اُس کا ، تو پھیلیں

تینتیسواں باب ، تَیَقّظ اور خُبرت میں :

تیقّظ کے معنی ، ہوشیاری ہے پادشاہت کے کار بار میں۔ اور خُبرت کے معنی ، خبرداری ہے رعیّت کے احوال میں۔ پس جو پادشاہ عادل ہیں ، اُن کا یہ دستور مشہور ہے کہ خفیہ نویس اور جاسوس معتبر اور ایماندار تعینات کرتے ہیں ، تو وہ تلاش اور کھوج تمام ملک کے عمل داروں کا اور رعیّت کی حالت کا کرکے ، ٹھیک خبر لگاویں اور ہر ایک کیفیت سے مطلع کریں۔ جب سب احوال سے خبردار ہوں ، تب کوشش کریں کہ عدالت میں جو خلل ظاہر ہوا[1] ہو اور انصاف میں نقصان آگیا ہو ، اُس کی ایسی فکر کریں کہ موافق منصفی کے سب کام درست ہو جاویں ، آگے اُس حرکت کے ہونے سے کہ علاج اور تدبیر اُس کے عوض کی مشکل ہو اور وہ بات اپنے قابو سے نکل جائے۔ بیت :

یہ لازم ہے کام اپنا پہلے سنوار   کہ ہر وقت رہتا نہیں اختیار

اگلے زمانے میں اکثر پادشاہوں کی عادت تھی کہ رات کو غریبوں کا سا کپڑا پہن، اپنا بھیس بدل کر، گلی کوچے میں پھرتے اور احوال تمام بادشاہت اور رعیت کا دریافت کرتے، اِس خاطر کہ بہت خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ سلطنت کے کارباری اور بادشاہ کے مقرّب اور معتمد نہیں سنتے، اور اگر اُنہیں معلوم بھی ہوں[1] ہیں، تو اپنی بھلائی کے واسطے، یا مناسب وقت نہ جان کر، حضور میں عرض نہیں کرتے، یا کہتے ہوئے ڈرتے ہیں۔

روایت: حضرت داؤد علیہ السلام کی نقل ہے کہ رات کو لباس بدل کر شہر اور بازار میں گشت کرتے اور غریب آدمیوں کی صورت بنا کر پھرتے اور ہر کسو راہ چلتے سے خبر پوچھتے اور کہتے کہ داؤد تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے اور اُس کے نوکر چاکر اور عملہ فِعلہ کس ڈھنگ سے معاملہ کرتے ہیں؟ اگر کسو جگہ کچھ خلل کی بات یا بے انصافی کی حقیقت سنتے، اُس کی تلافی کرنے میں مشغول ہوتے۔

نصیحت: اور سلطان محمود غزنوی کی بہت سی نقلیں اِسی صورت کی مشہور ہیں کہ تنہا باہر نکل کر احوال پرسی ہر ایک کی کرتے۔ لیکن جب پادشاہ اپنی ایسی شکل بناوے کہ رات کو اکیلا نکل جاوے اور خبر داری فرماوے، تو جگہ خطرے اور وسواس کی ہے، مبادا کیا پیش آوے۔ اِسی واسطے بڑے آدمیوں نے اور داناؤں نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ سلطان کو لاَزم ہے کہ سوانح[2] نگار صاحبِ ایمان اور معتبر، نمک حلال، بے غرض، دولت خواہ، عالی ہمّت تعینات کریں، اِس ڈھب سے کہ کوئی واقف نہ ہووے اور دِرماہہ بیش قرار دستخط کریں، اس لیے کہ اگر کوئی خبروں کے پہنچانے یا لکھنے کے احوال سے مطّلع ہو جاوے، تو روپیوں کے لالچ سے نہ پھسلا سکے۔ اور یہ بھی پروانگی، دربانوں اور باری داروں کو دے رکّھے کہ جاسوس یا ہرکارہ جس وقت چاہے بے روک ٹوک پادشاہ تلک[3] پہنچے،

---

۱ مط: ہوتی ہیں۔ ۲ مخ اور مط میں: "سوانحہ نگار"۔ ۳ مط: تک۔

کیونکہ شاید کوئی ایسی خبر ضرور کی لایا ہو کہ لائق توقّف کے نہ ہو۔ اِتنا بندوبست کرے تو بے شبہہ پادشاہ بھلے بُرے کے احوال سے واقف رہے اور امیر اور سردار ملک کے بھی جب معلوم کریں کہ پادشاہ ہر ایک احوال سے خبردار ہے، تو غالب ہے کہ ڈرتے اور چونکتے رہیں اور ایسی صورت سے زندگی کریں کہ نا معقول حرکتیں اُن سے عمل میں نہ آویں۔ ابیات:

عجب چیز ہے ہوشیاری کی خو
کہ یہ نقد لازم ہے ہر شخص کو
سبھوں سے بلند اس کا ہوتا ہے سر
کہ جو کارِ دنیا میں ہو با خبر

حکایت: کہتے ہیں کہ خوارزم میں ایک پادشاہ تھا کہ خدا کے حکم کی بزرگی کا نقش، اپنے دل کے تھیوے پر کھودا تھا اور جھنڈا شفقتِ خلقُ اللہ کا نیک نامی کے میدان میں بلند کیا تھا، چنانچہ، قطعہ:

شکار کرنے سے چڑیا کے، باز، باز آیا
اور اُس کے عدل سے گیدڑ ہوا تھا مرغ کا یار
نہ اپنے کھولے ہے وہ آسماں میں اس پر پر
نہ چنگل اپنا یہ اس پر زمیں پہ[1] دیوے پسار

اُس کے عصر میں بشر کی مجال نہ تھی کہ عملِ ناپسندیدہ مانند شراب خواری اور زِناکاری کے، ظاہر میں کرسکے۔ ایک امیر اُس کا بڑا اعتمادی اور مختار تھا کہ حق قدیم خدمتوں کا رکھتا تھا۔ غرض پادشاہ کی سرکار میں برابر اُس کے کوئی نہ تھا۔ اور ظاہر میں عبادت بندگی کرتا، یہاں تک کہ پادشاہ کے مزاج پر اُس کی پرہیزگاری اور نیکوکاری ثابت ہو رہی تھی۔ اور باطن میں شراب پینے میں مشغول رہتا اور سب طرح کی بدکاری اور حرام کاری کرتا، لیکن کوئی اِتنا پتّا نہ رکھتا تھا اور کسو کو یہ مقدور نہ تھا کہ اُس کا

احوال مفصّل حضور میں عرض کرے۔ آخر پادشاہ نے کسی ڈول سے معلوم کیا،
پر یہ مناسب نہ جانا کہ رو بہ برو یہ بات اُس کے منہ پر دھریں، اِس لیے کہ
ایسی ایسی باتوں کے منہ پر لانے سے آدمی بے حیا اور ڈھیٹ بن جاتا ہے
اور سلطنت کے دبدبے اور ہیبت میں بھی نقصان آتا ہے؛ اِس بات کو ٹال دیا
اور بہت دن در گزر کرکے، ایک روز اُس امیر کو بلایا اور فرمایا کہ
ہمیں ایک مرغ اِس صورت کا درکار ہے کہ چونچ اُس کی سرخ اور سر
اور بازو کے پر سیاہ اور تمام سفید ہو، سوائے تیرے، ایسا پرندہ کوئی نہ
پیدا کر سکے گا۔ امیر نے عرض کی کہ بہت خوب، تلاش کروں گا، جس
طرح سے ہاتھ لگے گا، حضور میں لے آؤں گا، پر تین دن کی مہلت چاہتا ہوں
اگر حکم ہو۔ سلطان نے فرمایا: جا، تین روز کی فرصت تجھے دی۔

یہ وعدہ کرکے، ڈھونڈھنے کھوجنے لگا۔ شہر میں اور آس پاس کے
گانو[1] میں اُس رنگ کا مرغ نہ ملا۔ چوتھے روز دربار میں آیا اور نہ ملنے
کا عذر لایا کہ جہاں پناہ! سلامت، غلام نے موافق اپنے مقدور کے سعی اور
تلاش کی، لیکن کہیں نہیں ٹھرتا۔ حکم ہوا کہ مجھے ایسا مرغ بہت ضرور
ہے اور میں نے اس شہر اور ملک کا اختیار تجھے سونپا ہے، اِس مختاری
پر، ایک مرغ پیدا کرنے میں عاجز ہو رہا ہے، یہ کیسی بات ہے؟ جا،
تین روز کی اور رخصت دیتا ہوں؛ اب کی بار، بغیر ایسے مرغ کے لائے،
خالی ہاتھ مت آئیو۔

دوسری مرتبہ پھر وہ امیر گیا اور حد سے زیادہ جست جو کرکے
تین دن کے پیچھے خالی ہاتھ پھر آیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تو شہر کی کیسی
خبرداری کرتا ہے؟ مجسے سن: چار مرغ ایسی ہی صورت شکل کے ایک
گھر میں ہیں، تو پیدا نہیں کرسکتا، میں تجھے پتا[2] دیتا ہوں؛ جا، شہر کے
بازار کے چوراہے کے سرے پر، فُلانی مسجد کے دروازے پر جب پہنچے،
داہنے ہاتھ کی طرف ایک محلّہ ہے، اُس ٹولے میں ایک گلی ہے اِس طرح
کی کہ آگے اُس گلیارے کے ایک گھر ہے کہ اُس کا دروازہ پچّھم طرف

---

۱ مط: گانووں میں۔ ۲ مط: بتا دیتا ہوں۔

ہے ، اُس دروازے میں گھس کر، چبوترا جو دکّھن سمت ہے وہاں جا کر، بائیں ہاتھ اُس کے ایک گھر ہے ، اُس کے اندر ایک چھوٹی سی کوٹھری ہے ، اُس کا دروازہ[1] جب کھولے گا تو ایک پنجرا نظر پڑے گا اُس پر زرد نمدا ڈھنکا ہوا ہے ، اُس قفس میں چار مرغ ہیں ، ایسے ہی جیسے میں نے تجھسے کہے ہیں ؛ جلد جا کر لے آ۔

امیر کی عقل چکّر ہوئی اور گھبرایا ہوا پادشاہ کے پاس سے باہر نکلا ، جس پتے سے ٹھکانا بتا دیا تھا ، بغیر پوچھے پاچھے منہ اُٹھائے[2] چلا گیا اور وہ پنجرا ، اُن مرغوں سمیت لاکر حاضر کیا۔ پادشاہ نے کہا کہ حکومت والے اپنے شہر و ملک سے ایسے ہوشیار اور خبردار رہتے ہیں جیسا ہر ایک بات سے میں واقف ہوں۔ امیر نے یہ باتیں سُن کر ، دل میں اندیشہ کیا کہ جو پادشاہ شہر کے کوچے اور بازار سے اِتنا خبردار اور واقف کار ہے ؛ غالب ہے کہ میری بھی پوشیدہ حرکتوں سے مطّلع ہوا ہوگا ؛ اب مجھے یہ لازم ہے کہ اپنی خُو اور عادت کو بدلوں اور نیک راہ چلوں۔ یہ بات دل میں گُن کر ، اگلے پچھلے گناہوں سے توبہ کی اور نماز روزہ اور عبادت بندگی اختیار کی۔ اِس قصّے سے دریافت میں آتا ہے کہ پادشاہوں کا واقف ہونا خلق‌اللہ کے احوال سے بہت فائدہ رکھتا ہے۔ اَبیات :

لکھا ہے یہ فردوسی نے ماجرا　　کہ ہرمز جو تھا شاہ ایران کا
نکلنے لگی تن سے جب اُس کی جان　　لگا کہنے خسرو سے : کاے نوجوان !
ترے دم سے سارا جہاں ہے لگا　　ترے حکم میں ہے گا ہر اک کھڑا
نہ کر نیند غفلت کی، بیدار رہ　　حقیقت سے سب کی خبردار رہ
حوالے ترے ہے یہ عالم تمام　　کر اب ہوشیاری سے تو اپنا کام

اور ہوشیاروں اور عقل‌مندوں کو غفلت دور کرنی لازم ہے ، اس لیے کہ ہر ولایت کے احوال سے اطلاع پاویں۔

نکتہ: منصور خلیفہ اکثر کہتا کہ میں تین شخصوں کا محتاج ہوں: پہلے، ایسا عاملِ دیندار کہ رعیّت کا مال میرے خزانے میں نہ داخل کرے، اور میرا مال بھی رعیّت کے پاس نہ چھوڑے۔ دوسرے، ایسا کوتوال کہ انصاف مظلوم کا ظالم سے دلواوے اور حکم بغیر لالچ اور غرض کے کرے، نہ کہ جیسی کہاوَت ہے کہ: جیب کی کہوں یا تلوے کی۔ یہ دو باتیں کہہ کر پادشاہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور بولا کہ افسوس! تیسرا شخص کہاں ملتا ہے! امیروں نے کہا کہ وہ کون ہے؟ تب فرمایا کہ وہ ایسا آدمی ہو کہ سارے ملک کی خبریں ٹھیک کی ٹھیک جیسی ہوں، مجھ تلک پہنچاوے۔ سچ ہے، اگر سلطان کو ایسے ایسے لوگ ہاتھ لگیں، تو بہت سی بھلائیاں اور خوبیاں ملک میں ظاہر ہوں۔

حکایت: کہتے ہیں کہ آردشیر بابک اپنے ملک کے عاملوں اور حضور کے امیروں کے احوال سے یہاں تک خبر گیراں رہتا کہ یہ نوبت پہنچی تھی کہ ہمیشہ امیروں اور دبیروں اور عاملوں اور خواصوں سے کہتا کہ کل تیرا حال اِس طرح تھا اور یہ کچھ تونے کھایا اور فُلانے مکان میں سویا تھا اور یہ بات کہی اور یہ کام کیا تھا۔ سب آدمی اِس صورت میں حیران ہوکر، آپس میں کہتے کہ اس کو فرشتے شاید خبر پہنچاتے ہیں۔ اگرچہ یہ کہیں ہوا ہے کہ فرشتے آکر کہہ جاویں، مگر خبردار اور جاسوسوں سے اُسے جوں کا توں احوال معلوم ہوتا تھا۔ قطعہ:

خبرداروں کا ہے بڑا اعتبار ! انھیں پیار کرتے ہیں سب شہریار

وہ مرہم ہیں مظلوموں کے زخم کے اور ہیں ظالموں کے جگر کے وہ خار

اور بغیر اطّلاع دینے واقعہ نویسوں کے، کچھ بات معلوم ہو تو عقل کی شرط یہ ہے کہ جلد بِدون سمجھے بوجھے حکم نہ دے بیٹھے، اِس لیے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حکم پادشاہوں کا، مانند قضا و قدر کے ہے، یعنی جو ارادہ دل میں آیا اور جلد اُس کو کر بیٹھے؛ تو موقوف کرنا [1]

---

۱ مط: موقوف رہنا

اُس کا کسو طرح سے نہیں ہوسکتا اور بچاو اور باز رہنا اُس سے ہرگز ممکن نہیں۔ بیت:

کمان سے جو قضا و قدر کی چھوٹے تیر
نہیں ہے اُس کے پھرانے کی ایک بھی تدبیر

پس پادشاہوں اور فرماں رواؤں کو، جن کے تابع خدا کا ملک اور اُس کے بندے ہیں، یہ شرط ہے کہ خلق اللہ کی بہتری کے کاموں کے درمیان بغیر پکّی حُجّت اور دلیلِ معقول کے اور حقیقت معلوم کرنے اور کیفیت دریافت کرنے کے، کوئی حکم جاری نہ کریں اور سوائے غور اور تامّل اور تدبیر اور یقین کے، پروانگی نہ دے بیٹھیں، کہ دانشمندوں نے کہا ہے۔ قطعہ:

مناسب نہیں شرع اور عقل میں یہ — کہ بے شاہدی، حکم سلطان دیوے
کہ حکم اُس کا ہے جیسے حکمِ خدا — کبھو جان لیوے، کبھو جان دیوے

اور دوسری شرط یہ ہے کہ فقط گمان پر کسو بے گناہ کو خطرے اور نقصان کے مکان میں نہ ڈالے، کیونکہ اکثر گمان اور خیال کے کام کرنے سے آخر کو گناہ اور پچتاوا ہوا ہے، جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ «تحقیق بعضے گمان میں گناہ ہے»۔ اِس لیے کہ اگر کوئی نرے گمان پر، بِن تحقیق کیے اور سمجھے، کسو کام میں حکم فرماوے، اور وہ گمان آخر کو جھوٹھ ہوجاوے؛ تو اپنے تئیں سزاوار خدا کے قہر اور غضب[1] کے بناوے۔ پناہ مانگتا ہوں خدا سے ایسے کاموں میں۔ قطعہ:

نہ کر کسو کو تو تھوڑے گمانِ باطل پر
عذاب و سختی، کہ شرمندگی نہ ہو آخر
کہ گر وہ سچّا ہو اور تجکو بھی یقین آوے
تو تو ہی آپ ہو شرمندہ اپنی جلدی پر

حکایت: کہتے ہیں کہ قباد پادشاہ کے وقت میں کوئی شخص میدان کی طرف گیا، کسو آدمی کو دیکھا کہ پڑا ہے۔ خوب جب نجھاکر نگاہ کی

---

[1] مط: غضب کا

تو سر اُس کا کٹا تھا اور چھری اُس کی چھاتی پر دھری تھی۔ وہ عزیز حیرت سے گھبرا گیا اور سُن ہوکر، باولا سا بن کر، کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ نہ قوّت ہلنے کی رہی اور نہ طاقت چلنے کی ملی۔ اِتنے میں کوئی نوکر اُس ملک کے حاکم کا آ پہنچا، یہ ماجرا دیکھ کر، تُرت مُشکیں اُس مرد کی باندھ لیں، اور وہی چُھری لہو بھری اُس کے گلے میں لٹکاکر، حاکم کے دربار میں لایا اور سارا احوال دیکھا ہوا کہہ سنایا۔ حاکم نے اُس بے چارے کو ڈانٹا اور کہا کہ تونے اُسے کیوں مارا؟ وہ بے گناہ بولا: جہاں پناہ! میں اُس اُجاڑ میں جب پہنچا، اُس کو مُوا دیکھا، ہاتھ پانو پھول گئے، حیران اور بے حواس ہوکر کھڑا رہ گیا، مجھے اُسی حالت کے درمیان یہ شخص پکڑ کر تمھارے پاس لے آیا، یہ میں نہیں جانتا کہ کن نے مارا اور کس کو مارا ہے۔ حاکم نے گُھرک کے[1] کہا: میرے خیال میں یوں آتا ہے کہ مقرّر تونے اُسے مارا ہے، اب باتیں بناکر چاہتا ہے کہ میرے ہاتھ سے چُھٹکارا پاوے، سو یہ نہیں ہونے کا۔ اُس غریب نے عرض کی کہ اے پادشاہ! فقط اپنے خیال پر میرے ساتھ کچھ[2] بد سلوکی نہ کر، کہ خدا نے فرمایا ہے کہ تحقیق بعضا گمان خواہ نخواہ سچ نہیں ہوتا، کیوں کہ گمان اور یقین میں بڑا تفاوت ہے۔ حاکم نے اُس کی باتوں پر کان نہ دیے اور حکم کیا کہ اِس کو سولی دو۔

جس وقت اُس کو باندھ کر چاہا کہ سولی پر چڑھاویں، اور منادی والا کہہ رہا تھا کہ اِس نے فُلانے شخص کو فُلانے میدان میں حلال کیا ہے؛ ایک جوان تماشا بینوں[3] میں سے بڑھ کر للکارا کہ اے جلّاد! اِتنا صبر کر جو میں پادشاہ کے حضور میں جاؤں اور سارا احوال جو بیتا ہے، سُناکر آؤں، ذرا تھم جا، جلدی مت کر، کہ یہ شخص بے گناہ ہے اور بے گناہ کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے، جلّاد نے توقّف کیا اور اُس کو سلطان کے رو بہ رو لے گئے۔ بولا: اے ملِک! اُس ویرانے میں جو خون ہوا ہے، سو

---

۱ مط: گھرک کر ۲ مط میں ،، کچھ،، نہیں ہے ۳ مخ: تماشہ بینوں۔ مط: تماش بینوں

میں نےّ کیا ہے، وہ شخص میرا دشمن تھا، میں لاگ لگائے تھا، اب قابو پاکر اُس کو میں نے مار ڈالا۔ یہ جوان، جس کو سیاست کا حکم ہوا ہے، بے تقصیر ہے اور اِس احوال سے کچھ خبر نہیں رکھتا۔ پادشاہ نے بہت تامّل کیا اور شرمندہ ہوکر قسم کھائی کہ آج سے فقط اپنے گمان پر کبھو[1] حکم نہ کروں گا۔ اور اُس جوان کو قید کرکر، قاضی اور مفتی اور اُس وقت کے عالموں سے اُس کے قتل کا مسئلہ پوچھا۔ سب نے فتویٰ لکھا اور کہا کہ اِس کا قتل درست نہیں، اِس لیے کہ اگرچہ ایک کا خون کیا، پر دوسرے کی جان بچادی ہے۔ یہ مسئلہ سن کر، قباد نے اُس جوان کو بلوایا اور سارا احوال پوچھ کر، خلعت دی اور چھوڑ دیا، اور اپنی وصیتّوں میں لکھوایا کہ پادشاہوں کو لازم ہے کہ خدا کے بندوں کا خون، نِرے گمان پر نہ کر بیٹھیں۔ قطعہ:

گماں پہ کیجے[2] سیاست، نہیں ہے یہ انصاف
یقین ہووے نہ جب تک، کسو کا خون نہ کر
فقط گماں پہ جہاں حکم کرتا ہو حاکم
تو جلد بھاگیے اُس ملک سیتی چھوڑ کے گھر

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو پادشاہ نے دربارِ عام کیا اور ادنا اعلا کو حکم دیا کہ جس کا جی چاہے، چلا آوے، کوئی روک ٹوک نہ مچاوے۔ چنانچہ سب چھوٹے بڑے، جمالِ جہاں آرا بادشاہ کا دیکھنے جاتے اور روشنی سے تخت اور چھتر کی آنکھوں میں نور پاتے۔ مصرع:

آنکھیں روشن ہوں جو دیکھیں بادشاہوں کا جمال

ایک بوڑھے نے اُن میں سے بات کہنی شروع کی، بولا کہ جو کوئی بادشاہ کے دیدار سے سرفراز ہو، ضرور ہے کہ کچھ تحفہ سوغات یا سُتھری[3] پیش کش حضور میں گزرانے؛ سو میرا ہاتھ تو سونے روپے کے گنج تک نہیں پہنچتا، لیکن دانائی کے جواہر خانے سے موتی بیش قیمت، جو لائق

بادشاہوں کے ہے، چاہتا ہوں کہ سلطان کے دربار میں نچھاور کروں۔ پادشاہ[1] نے حکم کیا کہ گوہرِ سخن کی قدر و قیمت، ہماری مہربانی اور قدردانی کے بازار میں، سب جنس سے زیادہ ہے؛ لا، تیرے پاس کیا ہے؟

پیرمردنے ہاتھ جوڑ کر یہ نکتہ[2] التماس کیا کہ جہاں پناہ! شک اور یقین میں چار انگل سے زیادہ تفاوت نہیں؛ چاہیے[3]، جو کچھ دیکھے، اُسے مقرّر ٹھیک جانے۔ اور جو کانوں سے سنے؛ اُس کے سچ اور جھوٹھ میں شک اور شبہ رکّھے کہ شاید دروغ ہو۔ مصرع: سننے سے، دیکھنے کا بڑا اعتماد ہے۔ پس حکم پادشاہ کا سب پر بھاری ہے اور ہر ایک کام میں جاری ہے، لازم ہے، جب خوب تحقیق کر لیں اور یقین سمجھیں، تب حکم فرماویں، فقط گمان اور خیال کو عمل میں نہ لاویں، اِس لیے کہ اگر اُس قیاس کا پردہ ایک بارگی بیچ سے اُٹھ جاوے اور برخلاف اُس کے ظہور میں آوے تو دنیا میں بدنامی اور عاقبت میں شرمندگی کا سبب ہے۔ یہ نکتہ سن کر، بادشاہ نے اُس پر آفریں کی اور شاباشی دی۔

نصیحت: ایک حکیم سے لوگوں نے پوچھا کہ بعضے پادشاہوں کو جو غفلت ہوتی ہے، اِس کا سبب کیا ہے؟ جواب دیا کہ دنیا میں ایسی تین چیزیں ہیں جو بادشاہ کو رعیّت اور سلطنت سے بے خبر اور غافل کر دیتی ہیں: ایک، شہوت ہے کہ ہر دم اُسی خیال میں رہے اور عورتوں کی اِتنی خواہش رکّھے کہ کسو شخص کی اور کسو چیز کی پرواہ[4] باقی نہ رہے۔ بیت:

مست ہے جو، پی کے شہوت کی شراب
کام اُس کا جلد ہوتا ہے خراب

نصیحت: مشہور ہے کہ ایک شخص نے سکندر سے کہا: آپ بڑے پادشاہ ہیں، بہت سی عورتیں نکاح میں لاؤ، جو ڈھیر سی اولاد تمہارے یہاں ہو

---

۱ مط: اور بادشاہ نے ۲ مط: یہ التماس کیا۔ ۳ مط: چاہیے کہ۔
۴ مط: پروا۔

اور اُن سے تمہارا نام باقی رہے۔ فرمایا: ہمارا نام، انصاف اور نیک نامی سے قائم رہے گا۔ اور یہ کیسی بُری بات ہے کہ جو آدمی سب مردوں پر غالب ہوا ہو، وہ آخر عورتوں کے بس میں پڑے۔ بیت:

ایک دم شہوت کی خاطر، خاک اُس کے سر پہ ہے
تابع ہونا رنڈیوں کے، کام مردوں کا نہیں

دوسرا سبب غافل ہونے کا، حرص مال کی ہے کہ جب روپے کا لالچ دل میں آیا تو فرق حلال و حرام کا نہیں کرتے اور فکر ملک کے بسنے کی اور غم رعیت کے خوش رہنے کا نہیں کھاتے، بلکہ نہیں چاہتے کہ سوائے اپنے، دوسرے کے پاس مال و اسباب ہووے، سب اپنے ہی لیے چاہیں، اِس پر بھی خاطر[1] جمع اُن کی نہ ہووے۔ بیت:

حرص والوں کی حرص نہیں جاتی صبر سے، سیپ موتی ہے پاتی

نصیحت: کہتے ہیں کہ کوئی زاہد، ایک پادشاہ کو نصیحت کرنے کے درمیان کہنے لگا کہ اب تمہاری رعیّت طالع مند ہے اور تم تونگروں کے پادشاہ ہو؛ اگر مال رعیّت سے لے لوگے تو وہ مفلس ہو جاویں[2] گے۔ تب تم سلطان محتاجوں کے کہلاؤ گے۔ ابیات:

جو بادشاہ کا دل گنج و مال پر آوے
تو دل غریبوں کا اُس کے عمل میں دُکھ پاوے
مرے گا جب، تو وہ دشمن کے ہاتھ آوے گا مال
پس ایسے مال جمع کرنے سے، ہے جی کا وبال

حکایت: کسو پادشاہ کو کسو نے مصلحت دی کہ رعیّت سے مال لے کر اپنے خزانے میں رکھیے، جو وقت پر کام آوے جواب دیا کہ خزانہ، مال رکھنے کی خاطر، رعیّت کے گھر سے بہتر نہیں۔ جس گھڑی چاہتا ہوں، اپنا مال اُس خزانے سے لے کر خرچ کرتا ہوں۔

تیسرے جس سبب سے بے خبری ہوتی ہے شراب کا پینا اور کھیل کھیلنا اور بے فائدہ کاموں میں دل لگانا ہے۔ پادشاہ کو واجب ہے کہ نشے سے پرہیز رکّھے، اِس لیے کہ جب مست ہو کر، ملک و مال سے بے سدھ ہو جاوے، تو نوکر اُسی کے اُس کو غافل پا کر، جو کچھ چاہیں سو کریں۔ بیت:

وہ احمق ہے، جس نے نشے کو پیا
اور بے ہوش ہو، ہوش اپنا دیا

اکثر ہوا ہے کہ نشے کے سبب سے، کئی طرح کے ایسے خلل پیش آئے ہیں کہ اُن کا عوض اور بدلہ، ہوشیاری کے وقت نہیں کرسکے۔ قطعہ:

مست رہنا، وقت کے حاکم کا کھووے ہے دباو
شاہ کو، ہے سلطنت میں سب سے ہشیاری بھلی
شاہ چرواہا ہے سب کا اور مستی ہے گی نیند
خواب لائق نہیں ہے رکھوالے کو، بیداری بھلی

شکر خدا کا کہ یہ شہزادۂ مقصد ور، مانند داراکے ملک کا سنوارنے والا، فریدوں کے سے بخت، سکندر جیسا صاحبِ تخت، آفتاب کا سا جمال، جمشید کے برابر جاہ و جلال، قطعہ:

ابوالمحسن، وہ شاہِ نامور ہے
جو ہے انصاف میں سنجر کا ثانی
ہے سرداری کی مسند اُس سے نامی
ہے اُس پر ختم عدل اور قدر دانی

موافق حکمِ خدا کے، کہ فرماں برداری اُس کی لازم ہے، یعنی «توبہ کرو تم خدا کی درگاہ میں جیسے نصوحا نے توبہ کی» قدم توبہ کے میدان میں مردوں کی طرح رکّھا اور دروازہ خدا کی بخشش کا، کُنجی سے اِس آیت کی کہ «توبہ کرو تم اپنے گناہوں سے» کھولا، اور معنوں سے اِس کلام کے کہ «رجوع کرو تم اپنے خدا کی طرف» درجہ[2] قبولیت کا پایا۔ جب مانند لالہ کے ڈہڈہے پھول کے، پیالہ[3] شراب کا پتّھر پر پٹکا

---

۱ مخ اور مط میں ,, درجا،، ۲ مخ اور مط میں ,,پیالا،،۔

اور مثل سوسنِ آزاد کے، کلمہ استغفر اللہ کا، یعنی «طلب بخشش کی کرتا ہوں میں اللہ سے» پڑھنا شروع کیا اور اُس کے چہرۂ مبارک نے کہ ہمیشہ دارو پینے سے سرخ رہتا تھا، ماتھے پر نشان سجدے کا پیدا کیا اور خدا کے وعدے پر کہ «پلاوے گا اُن کو خدا اُن کا شرابِ پاک بہشت کی» اِس دنیا کی حرام شراب سے باز آئے۔ اب اُن کی مجلسِ شاہانہ میں، متوالوں کی آواز کے بدلے، صدا دعا اور اذان کی ہے اور عوض ہائے ہوئے اور غیں ہیں کیفیوں کے، ذکر اور شور اللہ اکبر[1] اور لا الٓہ الا اللہ کا خدا پرست کرتے ہیں۔ بیت:

ہے بانسلی کے بدلے، حافظ کی خوش قراءت
اور جامِ مے کی جاگہ، ہو حق کے ہوں ہیں نعرے

حق تعالا، اِس پادشاہ کے گناہوں سے باز آنے اور توبہ کرنے کی برکت سے، تمام گروہِ انسان کو حصّہ نیک بختی کا دے اور نیکی اِس کام کی، اِن کی ذاتِ با برکات کو بخشے۔

چونتیسواں باب، فراست میں، یعنی دانائی میں:

یہ صِفت بھی حاکموں اور صاحب اختیاروں کو واجب ہے۔ چاہیے کہ نظرِ غور سے، کنج و کاوش اُس حادثے کی جو پیش آوے، دیکھیں۔ اگر وہ واقعہ بہت ظاہر اور روشن ہے، تو موافق شرع اور عدالت کے جو ٹھہرے، حکم فرماویں۔ اور اگر بھید اور پہلو اُس کے خوب دریافت نہ ہوں، تو دانائی کے نور سے اُس میں خوض کر کے معلوم کریں۔ فقط گویندوں کی بات پر بھروسا کرنا خوب نہیں۔ چنانچہ داناؤں نے کہا ہے کہ خوب صورتی حکومت کی، دانائی کے زیور سے ہے۔

روایت: خبر میں آیا ہے کہ دو بڑھیاں، حضرت سلیمان علیہ السّلام کی بارگاہ میں آئیں اور ایک لڑکے کو لائیں۔ دونو کا قضیّہ یہ تھا کہ ایک کہتی

---

۱ مخ اور مط میں ،، اللہ و اکبر،،۔

تھی کہ یہ میرا بیٹا ہے، دوسری بولتی تھی، میرا جنا ہے۔ مگر دونو کا شاہد کوئی نہ تھا، اپنا اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں حیران تھیں۔ حضرت نے سن کر حکم کیا کہ اِس بچّے کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کر، آدھا آدھا، ایک ایک کے حوالے کرو۔ جو ہیں تلوار کھینچی، ایک عورت بلبلانے لگی اور بے قرار ہو کر چِلّائی کہ میں اپنے حصّے سے باز آئی اِس کو مت مارو۔ دوسری جوں کی توں کھڑی رہی، ذرا بھی منھ سے نہ بولی۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ یہ لڑکا، اُس رنڈی کو دو جو اِس کے مارنے پر راضی نہ ہوئی، اِس لیے کہ فراست سے یہ دریافت ہوتا ہے کہ وہ عورت اِس کی ما ہے، اُس محبّت کے سبب جو اُس سے ظہور میں آئی۔

اور فراست ایسا نور ہے کہ خدا نے اپنے ایمان دار بندوں کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اِس حدیث کے مطلب سے معلوم ہوتا ہے کہ «پرہیز کرو تم فراست سے مومن کی، کہ وہ خدا کے نور کے باعث، جس چیز میں دیکھتا ہے، اُس سے پوشیدہ نہیں رہتی»۔ اور تفسیر والوں نے اِس آیت سے کہ «تحقیق بیچ اُس کے مقرر نشان ہیں واسطے ایمان داروں کے» خیال فراست پر کیا ہے۔

لیکن فراست کی دو قسم ہیں: ایک، فراستِ شرعی۔ دوسری، فراستِ حکمی۔ فراستِ شرعی اس کو کہتے ہیں کہ جب دل کی صفائی، بدن کی پاکیزگی کے سبب، پردہ غفلت کا دیدۂ باطنی کے آگے سے اُٹھ جاتا ہے؛ تب مسلمان، یقین کے نور سے بینائی خود بہ خود پاتا ہے اور جس کو دیکھتا ہے، اپنی دانائی سے، «جو اُس کی ذات میں ہے» سارا احوال اُس کا جیسے کا تیسا نظر آتا ہے۔ بلکہ، بیت:

گر سنیں دور سے وہ تیرا نام
تیری حالت سے واقف ہوویں تمام

حکایت: کتابوں میں لکھا ہے کہ دو بزرگ خدا رسیدہ کعبے کے صحنِ مبارک میں بیٹھے تھے۔ کوئی شخص مسجد میں آیا۔ اُسے دیکھ کر، ایک نے اُن دونو میں سے فرمایا کہ یہ کھاتی معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے نے کہا: میری نگاہ میں لوہار ٹھہرتا ہے۔ آخر اُس کو نزدیک بلاکر پوچھا: تو کیا کسب کرتا ہے؟ اُس نے کہا: آگے تو میں لوہار پنا کرتا تھا، پر اب بڑھئی کا کام کرتا ہوں۔ اِس بات سے اُن دونو کی فراستِ باطنی کی صفائی ظاہر ہوتی ہے۔ بیت:

جس دل میں پرتوا ہے خدا کی نگاہ کا
وہ ہے ہمیشہ ساری فراست کا آشنا

حکایت: کہتے ہیں کہ خواجۂ بزرگ، نیکوں کے قطب، یعنی خواجہ عبدالخالق عجدوانی «پاک کرے اللہ بھید اُن کا» ایک دن معرفت کا مذکور کرتے تھے۔ ایک بارگی ایک جوان اُن کی مجلس میں آیا، زاہد کی سی صورت، کُرتا بدن میں، اور جا نماز کاندھے پر، ایک کونے میں آکر بیٹھا۔ بعد ایک دم کے اُٹھا اور بولا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ «پرہیز کرو تم مومن کی فراست سے، پس تحقیق وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے» اِس حدیث کے کیا معنی اور کیا مطلب ہے؟ خواجہ نے جواب دیا کہ اِس کا یہ بھید ہے کہ تو جنیو توڑے اور ایمان لاوے۔ وہ شخص بولا: پناہ مانگتا ہوں خدا سے، کیا میرے پاس زُنّار ہے! خواجہ نے ایک مرید کو اشارت کی کہ پیراہن اِس عزیز کا اوپر سے اُتار لو۔ ووہیں خرقے کے نیچے سے جنیؤ[1] نکل آئی۔ بیت:

جو دل کہ غبار و کینہ سے صاف ہوا   تو غیب کا نقش اُس میں ہو ہے ظاہر

جوان نے اُسی وقت زنّار کو کاٹ[2] ڈالا اور ایمان لایا۔ خواجہ نے فرمایا: اے یارو! آؤ، اِس جوانِ نو مسلمان کے ساتھ جس[3] نے اپنی ظاہر کی جنیؤ کاٹی ہے، ہم بھی اپنی اپنی زنّاریں باطن کی کاٹ ڈالیں۔ یہ بات

---

۱ مط میں لفظ ''جنیو'' چھوٹ گیا ہے   ۲ مط: کاٹ ڈالی   ۳ مط: اپنا ظاہر کا جنیو کاٹا ہے

سن کر مجلس والوں نے ایک نعرہ[1] اللہ اکبر کا کیا اور خواجہ کے قدموں پر گر کر، نئے سر سے توبہ کی۔ آیات:

توبہ کیا[2] ہے گی؟ پشیماں ہونا پھر نئے سر سے مسلماں ہونا
عام کرتے ہیں بدی سے توبہ خاص کرتے ہیں خودی سے توبہ
پیر سے مجکو یہ نکتہ رہا یاد چھٹ خدا کے جو ہے، سب ہے برباد

دوسری قسم، فراست حکمت کی ہے۔ اور وہ یہ ہے جو حکیموں نے آزمایا ہے اور دریافت کیا ہے اور دلیلیں اُس کی، انسان کی شکل اور صورت سے معلوم کی ہیں اور اکثر وہ سچ پڑتیں ہیں۔ نوشیرواں کے حکیموں نے پادشاہ کی خاطر، کتابیں فراست کے علم میں بنائیں تھیں۔ ہمیشہ اُن کا مطالعہ کرتا اور اُس کے بہ موجب حکم فرماتا۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک آدمی ٹھنگنا، عدالت کے وقت، نوشیرواں کے رو بہ رو دربار میں آیا اور فریاد کی کہ دہائی پادشاہ کی! مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ نوشیرواں نے دیکھ کر، کہا: جھوٹ کہتا ہے۔ اِس واسطے کہ فراست کے علم میں لکھا ہے کہ جس کا چھوٹا قد ہوتا ہے، وہ شوخ اور مکّار اور ظالم اور بد ہوتا ہے۔ پس یہ شخص، غالب ہے کہ ظالم ہو نہ کہ مظلوم۔ جب تحقیق کیا اور آدمی اُس کے ساتھ کردیا؛ جو پادشاہ نے فرمایا تھا، وہی بات ٹھہری۔ بیت:

دانائی سے آنکھ دل کی کھل جاتی ہے
احوال جو کچھ ہے[3] سب وہ دکھلاتی ہے

حکایت: تواریخ میں مذکور ہے کہ دوسری مرتبہ بھی ویسا ہی ٹھنگنا آدمی نوشیرواں کے حضور آیا اور انصاف چاہا کہ مجپر ایک زبردست نے ظلم کیا ہے۔ نوشیرواں نے کہا کہ چھوٹے قد والے انسان پر کوئی زیادتی نہیں کرسکتا، بلکہ تونے ستایا ہوگا، اِس لیے کہ تیرا قد چھوٹا ہے۔ وہ بولا: اے بادشاہ! جس نے مجپر جور و جفا کی ہے، وہ مجسے بھی بہت کوتاہ قامت ہے۔ کسریٰ

---

[1] مخ: اللہ و اکبر [2] مط: کیا ہے کہ [3] مط. وہ سبب

نے سن کر، منہہ پر رومال رکھا اور تبسّم کیا اور عدالت اُس کی کی۔

حضرت سیّد علی ہمدانی نے ذخیرۃالملوک کتاب میں «جو ان کی تصنیف ہے» تمام احوال قیافہ شناسی کا لکھا ہے۔ اُس میں سے ایک فصل دانائی کے نشانوں کی فراست کی دلیلوں کے باب میں ہے۔ میری خاطرِ ناقص میں آیا ہے کہ تمام وہ فصل، اُسی عبارت سے، اِن ورقوں میں لکھی جاوے؛ تو یہ کتاب بھی اُس کی برکت سے زیب و زینت پاوے اور حضرت پادشاہوں کے واسطے دستورالعمل بن کر کام آوے۔ بیت:

دستۂ گل کا جو گھاس سے باندھتے ہیں خوبی اُس کی دو چند ہوجاتی ہے

دریافت کیا چاہیے کہ حکیموں نے اپنی کتابوں میں کہا ہے کہ بہت سفید رنگ ہو اور آنکھہ نیلی[1] یا سبز ہو، تو نشان سخت روئی اور بے حیائی اور چوری اور بدکاری اور بے وقوفی کا ہے۔ اور اگر اس دلیل کے ساتھہ ٹھوڑی پتلی اور پُر گوشت ہو اور تیز نظر اور چوڑا ماتھا اور سر پر بہت بال ہوں، تو حکیم کہتے ہیں کہ ایسے شخص سے ڈرنا لازم ہے، جیسے کالے ناگ سے۔

اور بالوں کی دلیلیں حکیموں نے یوں لکھی ہیں کہ جس کے بال تھوڑے سخت ہوں، تو نشان شجاعت کا اور دماغ کی صحّت کا ہے۔ اور نرم بال، علامت نامردی اور ڈرپو کنے کی، اور سردی مغز کی، سبب کم فہمی کا۔ اور شانوں پر بہت بال ہونے سے، دلاوری اور بے وقوفی ثابت ہوتی ہے۔ اور بہت بال پیٹ اور سینے پر، نشان گھبراہٹ اور کم سمجھہ اور کُند طبیعت کا اور ظلم کی خواہش کا ہے۔ اور زرد بال، باعِث حماقت اور دبدبے اور جلد غصّے ہونے کا ہے۔ اور سیاہ بال، نشان عقل اور دریافت اور منصفی کا ہے۔ اور جو بال، نہ بہت سرخ ہوں نہ سیاہ، نشان یکساں خوبیوں کا ہے۔

اور پیشانی کی دلیلیں حکیموں نے یہ بیان کی ہیں کہ جو ماتھا چوڑا کہ اُس پر چین اور خط شکن کے ہوں، نشان دشمنی اور دیوانگی اور جھوٹی

---

۱ مط: نیلی سبز ہو

ڈینگوں کا ہے۔ اور پیشانی پتلی اور دبلی، سبب اوچھاپے اور سومپنے اور عاجزی کا ہے۔ اور جو ماتھا کہ موافق ہو اور اس پر خط نہ ہوں، نشان راستی اور دوستی اور سمجھ اور دانائی اور ہوشیاری اور تدبیر کاری کا ہے۔

اور دلیلیں بینی کی یہ ہیں: جس کی ناک پتلی ہو، نشان چرب زبانی اور نرمی اور ملائمی کا ہے۔ اور ٹیڑھی ناک[1]، نشان شجاعت کا۔ اور چوڑی ناک، علامت شہوت اور دوستی کی۔ اور نتھنوں کی کُشادگی، دلیل غصے اور جھوٹھ کی ہے۔ اور جو ناک کہ نہ موٹی[2]، نہ پتلی، نہ لنبی، نہ چوڑی ہو، نشان فہم اور عقل کا ہے۔

اور دلیلیں گوش کی یہ لکھی ہیں کہ بڑے کان، نشان نادانی کے ہیں، لیکن ایسے آدمی کو بہت یاد رہتا ہے، پر بعضے وقت تند خوئی کرتا ہے۔ اور چھوٹے کان، نشان بے وقوفی اور چوری[3] کے ہیں۔ اور جو کان موافق ہیں، اُن سے اُس کے احوال کی خوبی اور ہموارگی معلوم ہوجاتی ہے۔

اور دلیلیں ابروؤں کی اس طرح ہیں کہ جس کی بھویں بڑی اور بہت بال ہوں، اُس کو غرور اور لاف زنی ہوگی۔ اور جس کی بھویں سیاہ اور موافق، نہ چھوٹی نہ بڑی ہوں، اُس کو عقل[4] اور دین داری ہوگی۔

اور دلیلیں چشموں کی سمجھو[5] کہ کیری آنکھیں سب سے بد تر ہیں۔ جو آنکھ کیری اور بڑی اور تیز نظر ہو، تو نشان خیانت اور بے حیائی اور دشمنی اور سستی کا ہے۔ اور گُھسی ہوئی آنکھ کم حرکت، علامت نادانی اور کُند ذہنی کی۔ اور جلد حرکت آنکھ کی اور تیزی نظر کی، نشان مکر اور بہانے اور چوری کا ہے۔ اور سرخی آنکھ کی، دلیل شجاعت اور دلاوری کی۔ اور زرد نقطے آس پاس آنکھ کے ڈیلے کے، سبب جھگڑا اور شرارت کرنے کا۔ اور موافق آنکھ، نہ چھوٹی نہ بڑی، نہ بہت سیاہ نہ سرخ، نشان دانائی اور راستی اور دین داری کا ہے۔

---

۱ مخ میں ”ٹھری“ ہے۔ مط کے مطابق لکھا گیا ہے ۲ مط میں ”نہ موٹی“ نہیں ہے
۳ مخ میں ”ہیں“ نہیں ہے۔ مط کے مطابق لکھا گیا ہے ۴ مط: عقل و دین داری ۵ مط: سمجھ۔

اور دلیلیں دہن کی: کشادہ منہ والا، شجاع ہوتا ہے۔ اور جس کے ہونٹھ موٹے ہیں، وہ بے وقوف ہے۔ اور موافق ہونٹھ، رنگ سرخ، نشان اچھی عقل کا ہے۔ اور دلیلیں دندان کی: ٹیڑھے دانت جو برابر نہ ہوں، تو نشان مکر اور بہانے اور چوری کا ہے۔ اور چھدرے دانت برابر، علامت عدالت اور ایمانداری اور تدبیر کاری کی ہے۔

اور دلیلیں رخساروں کی سنو: جس کے گال موٹے پھولے ہوئے ہوں، وہ نادان اور بدخو ہوتا ہے۔ اور جس کے گال بغیر آزار کے دُبلے اور زرد ہوں، وہ دل کا کھوٹا اور بد خصلت ہوگا۔ لیکن جس کے گال موافق ہیں، وہ سب خوبیوں میں خوب ہے۔

اور دلیلیں آواز کی: بڑی آواز والا، شجاع اور مرد ہوگا۔ اور مہین آواز، نشان بدگمانی اور وہم کا۔ اور موافق آواز، علامت نیکی اور خوش تدبیری کی۔ اور جو کوئی نکیا کر بولے، وہ احمق اور مغرور اور نا سمجھ ہوگا۔

اور دلیلیں سخن کی: بوجھ بھار سے بات کہنی، نشان خوبی کا ہے۔ اور بات کہنے میں ہاتھ ہلانا، سبب بڑاپے اور تدبیر کا ہے۔ دلیلیں گردن کی: چھوٹی گردن والا، مکر اور بدی کرے گا۔ اور لنبی اور دُبلی گردن، نشان نامردی اور بے وقوفی کا۔ اور موٹی گردن والا، نادان اور بہت کھانے والا ہوتا ہے۔ اور جس کی گردن موافق ہے، وہ منصف اور تدبیر کار ہوگا۔

دلیلیں شکم اور سینے کی: جس کا بڑا پیٹ ہو، وہ جاہل اور احمق اور نامرد ہوتا ہے۔ اور جس کا پیٹ اور چھاتا صاف اور موافق ہوگا، وہ عقل مند اور دانا ہے۔ اور دلیلیں شانے اور پشت کی: چوڑاپا دونو[1] شانوں اور پیٹھ کا، نشان جواں مردی اور کم عقلی کا ہے۔ اور جو دونو شانے پتلے ہوں، تو وہ بد خصلت اور بے دین ہوگا۔

دلیلیں کفِ دست اور انگلیوں کی: جس کی ہتھیلی اور انگلیاں لنبی ہوں، وہ عقل مند اور ہر کام میں صاحب تدبیر اور سب خوبیاں اُس میں ہوں گی۔

---

۱ مط: دوشانوں

دلیلیں ساق کی: موٹی پنڈلیاں، نشان نادانی اور سخت روئی کا ہے۔ اتنے لچھن اور نشان فراست کے، جو دانا عقل مند ہیں اُن کو، دُنیا کی خلقت کا بُرا بھلا احوال معلوم کرنے کے لیے کفایت کرتے ہیں۔ یہاں تلک عبارت ذخیرہ کے مصنّف کی ہے۔

لیکن اس بابِ فراست میں ایک نکتہ لائق دریافت کرنے کے ہے، وہ یہ نُکتہ ہے کہ جو جو وصف حکیموں نے اِن دلیلوں پر مقرر کرکے لکھے ہیں، واسطے عوام النّاس کے ہیں کہ جن شخصوں نے اپنے خُلق بدلنے میں کوشش نہیں کی اور خصلت درندوں اور چارپایوں کی نہیں چھوڑی اور آدمیّت کی خو سیکھ کر، انسانیت کے درجے کو نہیں پہنچے۔ اور جنھوں نے اپنے چلن اور عادت کو، عبادت اور ریاضت کے سبب، یا پیر اور اُستاد کی نصیحت کے باعث، یا تربیت اور صحبت[1] سے عالموں کی، یا اگلے زمانے والوں کی خوبیاں اور احوال سُننے سے، اپنے تئیں صلاح اور پرہیزگاری سے آراستہ کیا ہو: سو ایسے انسانوں[2] کو شریر اور بدکار نہ سمجھا چاہیے، اگرچہ اُن کے بدن میں ساری علامتیں بد ذاتی اور کُٹھرا پے کی ظاہر ہوں، چنانچہ یہ حکایت اخبارِ یونان میں لکھی ہے کہ افلاطون حکیم کسو ایسے پہاڑ پر رہتا تھا کہ سوائے ایک گھاٹی کے اور راہ نہ تھی۔ سو اُس درے میں ایک مصوّر کو تعینات کیا تھا اور یہ بات مقرّر کی تھی کہ جو کوئی میری ملاقات کو آیا چاہے، پہلے اُس کی تصویر کھینچ کر میرے پاس لاؤ، تو میں اُس کی شبیہ کے نشان اور خط و خال سے ساری خُوبُو اُس شخص کی دریافت کروں۔ اگر جانوں کہ میری مجلس کے لائق ہے، تو بلاؤں، نہیں تو اُسے اپنی صحبت میں دخل نہ دوں۔

تب سے، جو آدمی اُس حکیم[3] سے ملنے کی آرزو کرکے آتا، وہ چتیرا اُس کی شکل کو لکھ کر، افلاطون کے پاس لے جاتا۔ وہ حکیمِ الٰہی اُس تصویر میں غور فرماتا، اگر مناسب ملاقات کے سمجھتا تو بلاتا، نہیں تو

---

[1] مط: حجت [2] مط: انسان کو [3] مط: کے

وہیں سے بِدا کرواتا۔ ایک بار کوئی بزرگ آیا، اُن کی صورت نقّاش کھینچ کر، حکیم کے رو بہ رو لایا۔ افلاطون نے فرمایا کہ ایسا آدمی میری صحبت کے لائق نہیں۔ جب یہ خبر اُس نیک خو کو پہنچی، سن کر، یہ پیغام حکیم کے پاس بھیجا کہ جو کچھ میری خصلتیں بہ موجوب فراست کے اصل ٹھرائیں ہیں، سچ ہے کہ میں آگے ایسا ہی تھا، لیکن اب میں نے بہ سبب ریاضت کے سب کا علاج کیا اور بالکل بدل ڈالی ہیں۔ تب افلاطون نے اُس کو بلایا اور اپنی صحبت میں ملایا۔

پس اِس نقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواہ نخواہ فراست کی دلیلوں پر کام نہ کیا چاہیے، کچھ اپنی عقل اور سمجھ کو بھی دخل دیا چاہیے اور الہامِ الہٰی کے فیض سے (جو صاحب دولتوں اور نیک طالعوں کو ہوتا ہے) قوی پُشت رہا چاہیے۔ قطعہ:

صاحبِ مال و دین کے دل میں
فیضِ الہام آپ دے ہے خدا
راہِ حق وہ کبھو نہ بھولے گا
نور اُس کا، ہے جس کا راہ نما

پینتیسواں باب: کتمانِ اسرار میں، یعنی دل کے بھید کو چھپائے رکھنے:

راز پوشیدہ رکھنے سے، سلطنت کا داب رہتا ہے۔ اور ملکی کاموں کے ظاہر کرنے سے، بہت سے خطرے اور وسواس ہیں۔

روایت: تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ (درود ہوجیو خدا کا ان پر اور اُن کی آل پر) بعضے سفر میں اپنے ارادے کو چھپاتے اور زبان مبارک سے اِس طرح بیان فرماتے کہ سُنّے والوں کا دھیان اور طرف جاتا اور حضرت دوسری طرف توجّہ کرتے، جو برعکس اُن کی سمجھ کے ہوتی۔ اور اگلے زمانے کے صاحبِ جرأت اور عالی ہمّت اِسی بات پر عمل کرتے خصوصاً لڑائی کی دُھن میں یہ منصوبہ ضرور ہے۔ ابیات:

ترے چاہییں ایسے کردار ہوں
کہ انساں نہ اُن سے خبردار ہوں

سکندر جو پورب کا کرتا سفر
تو پچھم طرف کرتا خیمے کا در
نہیں ساجھی اس کام میں کوئی ترا
سوا تیرے یہ بھید نہیں جانتا
جو ہو غیر واقف ترے بھید کا
تو اُس عقل و دانش پہ رونا بھلا

نصیحت: اور یہ بات مشہور ہے کہ آدمی کو لازم ہے کہ تین باتوں کو چھپاوے: ایک تو جہاں جانے کا قصد رکھتا ہو اور جیدھر جاوے؛ غیر سے نہ کہے۔ دوسرے، اپنی دولت کو نہ جتاوے۔ تیسرے، اپنے دین کی بات نہ چلاوے۔ اِس لیے کہ اگر سفر سے اور راہ سے آگاہ کرے گا تو دشمن گھات میں رہیں گے اور دغا کریں گے۔ اور اگر مذہب کا چرچا کرے گا، تو لُترے اور دشمن بہت ہیں، کہاں سے کہاں بات پہنچاویں گے۔ اور جو اپنے دَھن مال پر اِتراوے گا، تو لالچی دغا بازوں کے ہاتھ سے دکھ پاوے گا اور آخر اپنے کہنے سے پچتاوے گا۔ پس جو بھید تیرے دل میں ہے، اُس کا پوشیدہ رکھنا ہی سب سے بہتر ہے، کیونکہ واقف کار دنیا میں کمتر ہے۔ ابیات:

نہ کر بھید اپنا کسو[1] سے بیاں
کہ دنیا میں محرم کہاں ہے کہاں
پھرا سیر کرتا کہیں سے کہیں
پہ دیکھا کہیں یار بھیدو نہیں

نصیحت: حکیموں کا قول ہے کہ آدمی کے دل کی بات دو صورت سے باہر نہیں: یا اُس میں ذکر خوشی اور سُکھ کا ہے، یا مذکور محنت اور دُکھ

---

۱ مط: کسی

کا۔ پس یہ دونو طرحیں لائق پوشیدہ رکھنے کے ہیں۔ اگر مال و دولت کی ہے، تو بھی نہ کہے کہ نظر دشمنوں اور حاسدوں کی اُس پر نہ لگے اور لالچیوں کے ہاتھ سے پناہ میں رہے۔ اور اگر سختی اور مصیبت کی بات ہے، تو بھی چھپا رکھے کہ دوستوں کے دل کو سُننے سے رنج و ملال نہ پہنچے اور دشمنوں کو طعنے دینے جگہ نہ ملے۔ اِسی سبب سے دانا بہ طور نصیحت کے کہہ گئے ہیں، قطعہ:

بھید اپنا تو کسو سے کچھ نہ کہ
کیونکہ اُس میں یا خوشی ہے یا ملال
غم اگر ہوگا تو کُڑھ جاویں گے سب
اور خوشی سے ہووے گی شادی کمال
پس کسو سے اپنا سِر ظاہر نہ کر
دل میں رکھ اور منہ سے ہرگز مت نکال

نصیحت: ایک حکیم سے کسو نے صلاح پوچھی کہ اگر کوئی ایسا بھید ہو جسے دل میں نہ رکھ سکوں، تو اُسے کس سے کہوں جو امانت رکھے اور کسو سے ظاہر نہ کرے؟ جواب دیا کہ جب تو اپنے بھید کو (کہ وہ تیرے کام کا ہے) اپنے پیٹ میں نہ رکھ سکے اور دوسرے سے کہے؛ پس جس شخص کے کام کا نہیں، وہ کس واسطے اپنے دل میں جوں کا توں رکھے گا۔ بیت:

جو تو ہی چھپا سکتا نہیں راز کو اپنے
بد نام نہ کر، کُھلنے سے، ہمراز کو اپنے

نصیحت: سنا ہے کہ سکندر نے اپنا راز ایک شخص سے کہا اور اُس کے پوشیدہ رکھنے میں بڑا تقیّد کیا، لیکن فُترت وہ بھید مشہور ہو گیا اور سب کے کان پڑا، یہاں تک کہ خود پادشاہ نے بھی سنا۔ بلیناس حکیم سے کہا: جو آدمی بھید کو ظاہر کرے، اُس کی کیا سزا ہے؟ حکیم نے کہا:

میں خوب طرح نہیں سمجھا، کھول کر فرمائیے۔ سکندر نے کہا: میں نے فلا نے شخص سے ایک بھید کی مصلحت کی تھی۔ اُس نے اُس کو بر ملا کر دیا، سو میں اُس سے رنجیدہ ہوا ہوں؛ چاہتا ہوں کہ اُس کو خوب سیاست کروں اور تنبیہ دوں۔ حکیم نے التماس کیا: اے شہنشاہ! اِس سے دق مت ہو اور عتاب نہ کرو کہ اپنا سِر، تم نے آپ ہی کھولا ہے۔ ہر گاہ وہ بھید تمھارے دل میں تھا اور تم اُس کا بوجھ اُٹھا نہ سکے؛ پس اگر غیر اُس کو جی میں نہ رکھ سکا، کیا مضایقہ ہوا؟ قطعہ:

بھید اپنا، اپنے دل میں رکھ، کہ محرم ہے کہاں
اپنا ہمدم آپ ہی ہو رہ، کہ ہے ہمدم کہاں
پوچھا میں پیرِ خرد سے: دوست یکساں ہے کہیں؟
بولا: چپ رہ، تو جو چاہے ہے، وہ ہے یاں کم، کہاں

چھتیسواں باب، اِغتنامِ فرصت میں، یعنی وقت کو غنیمت جاننا:

داناؤں اور عقل مندوں کے دل کے آئینے میں روشن اور ظاہر ہے کہ زندگی انسان کی، بجلی کی مانند چلی جاتی ہے اور جوانی کا وقت، دریا کی لہروں کی طرح مٹا جاتا ہے۔ جو گھڑی گزرتی ہے، نعمتِ بے بدل ہے، قدر اُس کی سمجھا چاہیے۔ اور جو دن کہ گزرا جاتا ہے، غنیمت ہے، کہ پھر ویسا نہیں آنے کا، اِس کو ضائع نہ کیا چاہیے۔ بیت:

جو دم کہ گزرے ہے، اُس کا نشان تو مت ڈھونڈھ
کہ زندگی کا جو قاصد ہے، اس کا نہیں ہے پتا

جو دن زندگانی کے گزرے، پھر اُن کو ہاتھ میں[1] لانا مقدور سے باہر ہے۔ اور جو باقی رہے ہیں، وہ غیب کے پردے میں پوشیدہ ہیں۔ جو وقت گزر

---

۱ مط: ہاتھ لانا۔

گیا ہے اور جو آگے آنے والا ہے ، ان دونو کے بیچ میں ایک دم ہے کہ اُس کو حال کہتے ہیں ؛ اُسی کو اپنی عمر کا دم جانا چاہیے اور اپنا کام اُس عرصے میں کیا چاہیے : قطعہ :

غنیمت جان تو اس وقت کو اور اپنے جینے کو
که آخر دونو کو لازم ہے تیرے ہاتھ سے جانا
جو عاقل ہے سو دنیا پر نہیں دل باندھتا ہرگز
نہیں کرتا بھروسا عمر کا اپنی ، جو ہے دانا

پس ایسی چلتی پھرتی زندگی اور بے بھروسے عمر کے درمیان ، صاحبِ دولت وہ شخص ہے کہ بزرگی کے نشان ظاہر کرنے میں اور مہربانی و فیض کی نہریں جاری کرنے کے سبب سے ، نیک نامی اور خوبیاں یادگار[1] چھوڑے ، کہ دوسری زندگی ، خیر کا نام ہے ۔ قطعہ :

جو چاہے تو کہ ہمیشہ میں اس جہاں میں جیوں
تو ذکرِ خیر سے باقی ہے آدمی کا نام
یہ مال و جاہ اور اسباب ، کچھ نہیں رہتا
کہ آدمی کا ، فنا سے ہے آخرش انجام
میں[2] فکر کرتا ہوں ہر چند ، حاصلِ دنیا
سوائے نام نکوکے ، نہیں ہے دوسرا کام

حکایت : کہتے ہیں کہ کسو مردِ خدا کی تعریف پادشاہ کے دربار میں لوگوں نے بہت سی کی اور مذکور اُن کی خوش گوئی اور کمال کا اور بزرگی اور خصلتوں کا حد سے زیادہ بیان کیا ، یہاں تک کہ پادشاہ کو اُن کی ملاقات کا شوق بے نہایت ہوا اور اُن کے حاضر ہونے کے لیے پادشاہی فرمان عنایت فرمایا ۔ وہ بزرگ جب حضور میں آئے ، بعد سلام بجا لانے کے بولے کہ جہاں پناہ کی عمر ہزار برس کی ہو جیو ۔ پادشاہ نے کہا : پہلے پہل

---

۱ مط : یادگاری ۔ ۲ مط : فکر میں کرتا ہوں ۔

آتے ہی تم نے ایسی مشکل بات کہی اور جھوٹھی دعا دی؛ یہ بات تم سے
آدمی سے بعید معلوم ہوتی ہے۔ جواب دیا کہ انسان کی زندگی، فقط تندرستی
اور صحیح البدنی نہیں ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ عمر آدمی کی ہزار سال کی
نہیں ہوتی؛ پر جو نیکی کے ساتھ، مرنے کے پیچھے نام باقی رہ جائے،
تو گویا دوسری حیات پائی۔ میرا مطلب اس دعا سے یہ تھا کہ نشان آپ
کا، ہزار برس تک دنیا میں قائم رہے۔ قطعہ:

ہو جس کا نام یاں نیکی سے مشہور
مرے، تو اس کو دانا زندہ جانیں
اور جو بدکار اور بد نام ہووے
جو جیتا بھی رہے، تو مردہ جانیں

اور اِسی مضمون کی یہ بیت ہے:

مرتا نہیں مردِ نکو نام اے سعدی ہرگز
نام نیکی سے نہ لیں جس کا، وہی مرتا ہے

حکایت: ایک بزرگ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ نوشیرواں کا طاق
اگرچہ بلند تھا اور تمام عالم میں مشہور ہوا، لیکن اس کے کنگوروں کے
اونچے ہونے کا اچنبھا نہیں، نہ خوش اسلوبی شہ نشین اور کھڑکیوں کی سراہی
جاتی ہے، کیونکہ کتنی ایک اینٹیں اوپر نیچے رکھنی اور کئی محرابیں اور کئی
دروازے بنانے، کچھ بڑا کام نہیں، لیکن عقل کی نظر سے بُڑھیا کی جھوپڑی[1] کو غور
کرکے دیکھا چاہیے کہ پادشاہی محل کے ایک گوشے میں واقع ہوئی تھی۔
اُس کی نقل یوں ہے کہ جس روز وہ عمارت کسریٰ کی بن چکی اور تیاری
شہ نشین اور برامدوں[2] کی پوری ہوئی، پادشاہ نے حکیموں اور مصاحبوں کے
گروہ کو فرمایا کہ خوب طرح تامّل سے دیکھو کہ اس مکان میں کچھ عیب
یا خلل باقی رہا ہو تو میں اُس کے دور کرنے کی فکر کروں۔ اُنھوں نے
چاروں طرف اس کے پھر کر نگاہ کی، تب حضور میں آکر التماس کیا کہ
جہاں پناہ! اس عمارت کی بلندی کا ہاتھ، عطارد کی کمر سے پٹکا کھولتا

---

۱ مط، جھونپڑی   ۲ مط: برآمدوں

ہے اور کنگورہ اس کا ایسا اونچا ہے کہ زُحل کے بالا خانے پر اپنا قدم رکھتا ہے۔ قطعہ :

مکان ایسا مبارک، فلک کو یاد نہیں
عمارت ایسی بلند، آسماں نے نہیں دیکھی
جو پہلی مرتبہ دولت نے اس کا در کھولا
گویا کہ کھولی جہاں پر بہشت کی کھڑکی

کوئی خلل اس محل کے ستونوں میں اور کچھ عیب اس کی دیواروں میں نہیں، سوائے اس کے کہ ایک کونے میں ذرا سا گھر اور چھوٹی سی کوٹھری رہ گئی ہے، اُس کے تابدان سے دھواں باہر بھرتا ہے اور دیواروں کو مَیلا اور کالا کرتا ہے، اگر یہ بات موقوف ہوجائے تو بہت مناسب ہے۔ ایسا عیب، ایسے مکانِ عالی شان سے دور کرنا لازِم اور ضرور ہے۔ کسریٰ نے فرمایا: وہ گھر ایک بُڑھیا کا ہے کہ اُس نے ساری عمر اپنی اُس میں کاٹی ہے اور وہیں اُس کی زندگی کا سورج غروب ہونے کو آیا، میں جس وقت نیو اِس عمارت کی رکھواتا تھا اور معمار سوت کھینچنے لگے، اِس گھر کے سبب سے صحن سایبان کا درست نہ ہوتا تھا، اس لیے میں نے ایک آدمی اُس پیر زن کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ اس حُجرے کو جتنی قیمت پر تو[1] چاہے، میرے ہاتھ بیچ۔ کہے تو روپے اشرفی تیری زمین میں بچھادوں، نہیں تو ایک حویلی تیرے رہنے کے لیے اس سے بہتر تیار کروادوں۔ اُس نے جواب دیا کہ اے پادشاہ! ایک تو اِس گھر میں میں پیدا ہوئی ہوں اور اپنا سارا جنم یہیں گنوایا ہے، مجھ کو اِس سے اُلفت ہے۔ دوسرے، سارا ملک میں تیرے حکم میں دیکھ سکتی ہوں، اور تو یہ چھوٹا سا گھونسلا میرے پاس نہیں دیکھ سکتا؟ میں یہ بات سن کر ڈرا اور جب تلک مکان تیّار ہوا، پھر ہرگز نہ ٹوکا۔

اب ہر وقت دھواں اس کے روزن سے آتا ہے اور دوالوں کو خراب اور دماغوں کو پریشان کرتا ہے۔ لاچار ہوکر پھر کہلا بھجایا کہ اِتنا دھواں کیوں کرتی ہے؟ جواب دیا کہ اپنے لیے کچھ پکاتی ہوں اور کھاتی ہوں۔

---

۱ مط: جتنی قیمت پر چاہے

یہ بھی سن کر چپ ہو رہا۔ جب رات ہوئی، ایک خوان مرغ کے دمت پُخت کا بہت احتیاط سے اُس کی خاطر بھیجا اور کہا: [1] اے مائی! ہمیشہ رات کو ایک خوان طرح بہ طرح کی نعمتوں کا تیرے لیے بھیجا کروں گا، تو اس چھوٹی سی جگہ میں آگ مت روشن کیا کر، دھویں سے میرا طاق سیاہ ہوتا ہے۔ بولی کہ دنیا میں بہت سے بھوکھے پیاسے، فاقوں کے مارے جلتے بُھنتے ہیں اور میں گھی میں تلا ہوا مرغ کھاؤں، یہ کد درست ہے۔ اپنے پیدا کرنے والے سے ڈرتی ہوں کہ ستّر برس تو جَو کی روٹی اور اپنی حلال کی چھاچھ کھائی ہے، اب [2] بُھنا مرغ اور حرام کا حلوا نگلوں۔ یہ جھوپڑی میری جوں کی توں قائم رہنے دے کہ تیرے مکان کی زیبایش اور تیرے انصاف کی خوبی ہے، اِس واسطے کہ جب تیرے امیر اور نوکر چاکر دیکھیں گے کہ تو کمال انصاف سے روا نہیں رکھتا کہ یہ اندھیری کوٹھری میری مجسے [3] چھینے، تو وہ بھی رعیّت کی مِلک املاک پر دست دراز نہ کریں گے۔ اور ایک بات اور بھی ہے کہ طاق تیرا مدت تلک نہیں رہنے کا، پر میرے گھر کا قصّہ مدّتوں تک اس زمانے میں چلا جائے گا اور تواریخ میں لکھا رہے گا۔ یہ حجّت معقول اُس کی میں نے سن کر پسند کی اور اُس کے پڑوس رہنے پر راضی ہوا ہوں۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک دُبلی سی گائے اُس بُڑھیا کی تھی، ہمیشہ فجر کو گھر سے باہر کرتی اور میدان میں لے جاتی، شام کے وقت پھر لے آتی۔ اِن دونو وقت وہ گائے، اُس رنگ بہ رنگ فرش پر کہ آگے بارگاہ کے بچھے تھے، آتی جاتی۔ ایک روز کسو مُصاحب نے ڈانٹا کہ اے ماما حوّا! تو اِتنی شوخی مت کر کہ دبدبہ اور دہشت سلطنت کی کھوتی ہے۔ وہ بڑبڑانے لگی کہ پادشاہوں کا رعب، ظلم سے گھٹتا ہے نہ کہ انصاف سے۔ اور ہیبت سلطنت کی، نادانی سے کم ہوتی ہے نہ عقل سے۔ میں یہ حرکت پادشاہ کی نیک نامی کے لیے کرتی ہوں اور اُس کی عاقبت بہ خیر چاہتی ہوں۔

---

[1] مط: اور کہا مائی [2] مط اور مخ: بھونا [3] مط: چھنے

واقعی سچ کہتی تھی - آج تک اِس بات کو ہزار برس گزر چکے، پر کہانی بُڑھیا کی جھوپڑی کی اور نوشیرواں کے طاق کی اب تک کتابوں میں لکھتے ہیں اور زبانی بھی کہتے ہیں - بیت :

یہ نیک عمل کا ہے بدلا کہ دنیا میں اب تک
بنا بنایا ہے جیسا تھا طاق کسریٰ کا

نصیحت : کلماتِ منوچہر میں لکھا ہے کہ دنیا اعتماد کے لائق نہیں - دانا وہ ہے کہ چند روز کے اقبال پر دل نہ لگائے، بلکہ جی میں سوچے اور سمجھے کہ جس کو بادشاہِ حقیقی نے سلطنت بخشی، تو حق اُس کی عنایت کا اُس پر فرض ہوا، اور وہ حق یہ ہے کہ دنیا اور دین میں نیکی جمع کرے اور چال مہربانی اور بخشش کی نہ چھوڑے، تو دنیا میں نیک نام جیے اور عاقبت میں بھی عاقبت بہ خیر ہو - بیت :

تو مروّت اور جواں مردی کا پہلے یار ہو
پھیر تخت و تاج سے اپنے تو برخوردار ہو

حکایت : کہتے ہیں کہ کیقُباد نے اپنی سلطنت کا عقل کی روشنی کی قوّت سے بندوبست کیا اور اچّھے ضابطے اور قاعدے مقرّر کیے، چنانچہ ایک نشان اُس کی خوبی کا یہ تھا کہ سخن وروں اور شاعروں کو دوست رکھتا اور کہتا کہ آدمی کا نام دو صورت سے باقی رہتا ہے : ایک، مدح سے - دوسرے، عمارت بنانے سے - قطعہ :

گر نہ ہوتا شاہنامہ، کوئی کیونکر جانتا
کس طرح[1] رستم لڑا، جمشید و کاوہ کون تھا
نامِ بہرامی کیا نظمِ نظامی نے بلند
انوری کے شعر سے ہے وصف سنجر کا کُھلا

---

۱ مط : کس لیے

نصیحت : کہتے ہیں کہ سلطان محمود کا ایک باغ تھا، جیسے بہشت، کہ جس کی سیر کرنے سے دل مانند گُل کے کھل جائے اور جی میں تازگی آئے اور اُس کی پاکیزگی اور صفائی مانند باغِ جنّت کے روح کو تازہ اور خوش کرے، اور نہایت تراوت[1] اور سیرابی میں گلستانِ ارم سے سرسبز۔ ابیات :

بہت پھولوں سے کھل رہا تھا وہ باغ
ہر اک پھول روشن تھا جیسے چراغ
اور بوٹے لگے تھے لبِ جو اوپر
نسیم اور صبا نے ملا تھا عطر
درخت اُس کے طوبیٰ سے تھے خوش نما
اور گھاس اُس کی، سوسن تھا گویا اُگا

اُس میں اپنے باپ کی، کہ ناصر الدین سبکتگی[2] اُن کا نام تھا، ضیافت کی کہ آسمان کے بکاول نے اس خوبی کی مجلس نہ دیکھی ہوگی اور زمانے کے سفرہ چیں نے اپنے کانوں سے اس تیّاری کا دسترخوان نہ سنا تھا۔ قسم بہ قسم کے کھانے مزے دار، کہ بہشت کی نعمتوں کا ذایقہ دیتے تھے، چُنے۔ اور طرح بہ طرح کے شَربت، کہ مٹھاس اُن کی شراب کوثر کا مزہ بخشتی تھی، حاضر کیے۔ ابیات :

نعمتیں خوشبو، بھلی، بے انتہا
دیتی تھیں جنّت کے میووں کا مزا
مرغ موٹے ایسے دسترخوان پر
گویا دسترخوان کے نکلے تھے پر
لَوز اور حلوے ہر اک اقسام کے
پستوں کے اور کِشمش[3] اور بادام کے

---

۱ مط : طراوت۔ ۲ مخ اور مط میں اسی طرح۔ ۳ مط : کشمش و بادام۔

جب نوشجان فرما چکے اور فراغت کر کے بیٹھے ؛ بیٹے نے باپ سے پوچھا کہ یہ باغ نظرِ مبارک میں کس نقشے کا معلوم ہوتا ہے ؟ ناصر الدّولہ نے فرمایا کہ اے بابا جان ! یہ باغ نہایت دل کشا اور پُر فضا اور سب میووں سے لدا ہے ، لیکن اُمرا اور نوکر ہماری سرکار کے بلکہ رعیّت پرجا ایسا باغ بنا سکتے ہیں ، پادشاہوں کو لائق ہے کہ ایسا باغ بناویں کہ اور کوئی ویسا نہ بنا سکے اور جیسے اُس میں میوے ہوں ، کبھو کسو گلشن میں ہاتھ نہ لگیں ۔ سلطان نے عرض کی کہ وہ کیسا باغ ہوتا ہے ؟ ارشاد کیا کہ پودھے مروّت اور انعام کے ، حکیموں اور عالموں اور شاعروں کے دل کے باغیچے میں بِٹھلاؤ ، تو ایسا پھل تمھیں ملے کہ جاڑے کا پالا اور گرمی کی لُوں اُس میں اثر نہ کر سکے ۔ اِسی[1] حق میں نظامی عروضی شاعر نے کہا ہے ، قطعہ :

بلند عمارتیں ایسی بنا گیا محمود
ہر ایک اُن میں سے تھی آسمان کے ہمتا
جو آج دیکھو تو اک اینٹ اُن کی نہیں باقی
مگر جو عنصری نے مدح کی ، سو ہے برپا

اور اِسی طرح کا یہ قطعہ مشہور ہے ، قطعہ :

نوشیرواں کو باغ بنانے کا تھا خیال
بولا بزرْجمہر کہ اے شاہِ کامراں
پانی زمینِ ملک کا ہے آج تیرے ہاتھ
ایسا لگا تو باغ اِس عالم کے درمیاں
جس میں درخت ایسے ہوں ، نیکی ہو جن کا پھل
اِس باغ عمر کو ہے بہار اور کبھی خزاں

---

۱ مط : اسی کے حق میں ۔

سینتیسواں باب، رعایتِ حقوق میں، یعنی حق داروں کے حق پہچانے اور ہر ایک کا حق ادا کرے:

سو یہ حق شناسی تمام بنی آدم کے فرقے کے سر پر عموماً اگرچہ لازم ہے، پر صاحبِ دولت اور خداوندِ قدرت کے اوپر خاص کر واجب ہے، اِس واسطے کہ حق پہچاننے کے سبب، نیک ذاتی اور خوش خوئی کی دلیل ظاہر ہوتی ہے اور بزرگی خاندان کی اور نیک معاشی کی حُجت درست پڑتی ہے۔ پس ضرور ہے کہ خالق کی نعمتوں کے حق ادا کرکے، ماباپ کی پرورش اور پیار کے حق بجا لاوے، اس لیے کہ پروردگار نے اپنی رضامندی کو اُن کی خوشی کے ساتھ کردیا ہے، چنانچہ حدیثِ قدسی میں حکم کیا ہے کہ «جس سے راضی ہیں والدین اُس کے، پس ہم بھی اُس سے راضی ہیں» اور اُن کی خدمت بجا لانے کا اپنی بندگی کے برابر درجہ دیا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ اگر میری عبادت کیا چاہو تو مادر و پدر کے ساتھ نیکی کرو۔ یہ مقرر ہے کہ خوشنودی ماباپ کی، دنیا میں سبب دولت اور نعمت کا ہے اور دین میں، واسطہ نیکی اور چُھٹکارے کا۔ رباعی[1]:

جو ہرمز تھا پرویز سے خوش رہا بہت دولت اور درجہ اس کا بڑھا
جو خسرو سے شیرویہ تھا بے ادب تو کم بختی سے خاک میں وہ ملا

روایت: ہے مالکِ دینار (رحمت اللہ کی اُس پر) کہ ایک برس وہ حج کو گئے تھے۔ جب حاجی عرفات سے پھرے، رات کو مالک نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان پر سے اُترے؛ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اِس سال کس کا حج قبول ہوا؟ اُس نے جواب دیا کہ سب آدمیوں کا حج قبول پڑا، لیکن احمد، جو بیٹا محمد بلخی کا ہے، اِتنی دور سے محنت سفر کی اُٹھاکر آیا؛ اُس کا حج قبول نہ ہوا اور اس سعادتِ عام سے بے نصیب رہا۔ مصرع:

تری گلی سے جو محروم ہو، کہاں کا ہو

---

[1] مخ اور مط میں یہی ہے، لیکن یہ در اصل قطعہ ہے

مالک گھبرا کر چونک اُٹھا اور اِس حیرت سے صبح تک نہ سویا، فجر ہوتے ہی چلا اور خراسان کے قافلے کو تلاش کر کے، لوگوں سے احمد بن بلخی کو پوچھنے لگا۔ جاتے جاتے ایک بڑے خیمے کے نزدیک جا نکلا۔ دیکھا کہ قنات تنبو کی کُھلی ہے اور ایک جوان خوب صورت، پلاس پہنے ہوئے، بیڑی پانو میں اور طوق گردن میں پڑا بیٹھا ہے۔ جوں اُس کی نگاہ مالک پر پڑی؛ سلام کیا اور بولا: اے مالک! جس جوان کو تونے خواب میں دیکھا ہے کہ حج اُس کا قبول نہیں ہوا، وہ میں ہی ہوں اور یہ موٹا کپڑا اور طوق زنجیر، نشان میری کم نصیبی کا ہے۔ مالک کہتا ہے کہ اُس شخص سے یہ بات سن کر میں حیران ہوا اور پوچھا کہ اللہُ اکبر! جب تو ایسا روشن ضمیر اور غیب داں ہے، پس یہ نہیں دریافت کرتا کہ بد قسمتی تیری کس باعث ہے؟ بولا: مجھے[1] معلوم ہے کہ میرا باپ مجھسے ناخوش ہے، اِسی سبب میری یہ حالت بنی ہے۔ میں نے پوچھا: قبلہ گاہ تمھارا کہاں ہے؟ بولا: اِسی قافلے میں ہیں تب میں نے کہا: ایک آدمی میرے ساتھ کر دو تو تمھارے والد کے نزدیک جاکر، گناہ تمھارے بخشاؤں، شاید میرے کہنے سے معاف کریں اور راضی ہوں۔ اُس نے ایک خدمت گار میرے ہمراہ کر دیا۔ جوں میں وہاں پہنچا، دیکھتا ہوں تو ایک سایبان کھنچا اور فرش شاہانہ بچھا ہے اور ایک بڈّھا نورانی، خوش محاورہ، کرسی پر بیٹھا اور نوکر چاکر ڈھیر سے ہاتھ باندھے سامھنے کھڑے ہیں۔

میں نے آگے بڑھ کر سلامٌ علیک کی۔ اُس نے کہا: علیکم[2] السّلام۔ تب میں نے پوچھا: اے بزرگ! تمھارے کوئی لڑکا بھی ہے؟ بولا: ہے، لیکن کپوت، میں اُس سے خوش نہیں۔ میں نے کہا: اے شیخ! تم خوب جانتے ہو کہ آج ایسا دن نہیں کہ کوئی مسلمان کسو کی طرف سے دل میں میل یا بدی رکھے، بلکہ یہ دن گناہ بخشنے کا اور دشمنوں سے

---

۱ مط: اب مجھی معلوم ہی۔ ۲ مط: علیک السلام۔

صاف ہوکر ملنے کا ہے؛ تمھاری خوبیوں کے لائق نہیں کہ اپنے فرزند کو
عتاب میں گرفتار رکھو۔ میرا نام مالک دینار ہے، آج کی رات ایسا[1] ابسا
خواب دیکھا ہے، سو تمھاری خدمت میں آیا ہوں اور خدا اور اُس کے رسول
کو واسطے شفاعت کے درمیان لایا ہوں، خدا کے واسطے بیٹے کے گناہ سے
درگزرو اور اُس کی تقصیر معاف کرو۔ اُس مرد نے جب میرا نام اور یہ
کلام سنا، اُٹھا اور میری تعظیم کی اور کہنے لگا: اے مالک! میں نے یہ
نیت کی تھی کہ ہرگز اُس سے رضامند نہ ہوں گا، لیکن جب تم سا مردِ
بزرگ آیا اور واسطہ ایسا بڑا درمیان لایا، خیر، میں نے قبول کیا اور اُس
کے گناہ سے درگزرا اور دل سے خوش ہوا۔ مالک کہتا ہے کہ میں اُس
نیک مرد کو دعا کر اور بہت سی بڑائیاں کرکے رخصت ہوا اور پھر
اُس جوان کے بے چوبے کی طرف آیا، اس واسطے کہ اُس کو باپ کے
خوش ہونے کی مبارک باد دوں؛ دیکھا کہ طوق گلے سے اور بیڑیاں پانوں سے
اور ٹاٹ بدن سے اُتارکر، پاکیزہ پوشاک پہن کر، تنبو سے باہر نکل کر
شمیانے نیچے بیٹھا ہے۔ جوں اُس کی آنکھ مجھ پر پڑی، بولا: اے مالک!
خدا تجھے جزاے خیر دے کہ میرے اور میرے قبلہ گاہ کے درمیان صلح کروادی،
اب اُن کے راضی ہونے کے سبب، میرا حج بھی قبول ہوا۔ ابیات:

تن ترا، لختِ جُگر ہے باپ کا
اُس کے قطرے نے تجھے موتی کیا
مرتبہ چاہے تو خدمت اُس کی کر
بھیک مانگ، اور آگے اُس کے لاکے دھر

لیکن ما کی دعا اور رضامندی، باپ کی خشنودی اور مہربانی سے زیادہ
پھل دیتی ہے اور بہت جلد اثر کرتی ہے۔

خوشی ما کی، جنّت ہے گر دیکھیے
کہ رہتی ہے وہ ما کے پانوں تلے

---

[1] مط: ایسا خواب۔

اِس کے بعد، اپنے رشتے داروں کے حق اور صلہ رحم کا منظور رکھا چاہیے کہ یہ بھی اور واجباتِ اسلام کے برابر ہے۔ اور جو کوئی صلۂ رحم کی رعایت کرے، مقرّر اُس کی عمر زیادہ ہو اور روزی کی کُشایش ہو۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں خدا نے فرمایا ہے کہ «میں رحمان ہوں اور رحم میرے نام سے مشتق ہے۔ جو شخص اِس کو میرے اسم سے ملاوے، میں اُس کو اپنی رحمت سے ملاؤں۔ اور جو کوئی اُس کو کاٹے، میں اُسے اپنی مہربانی سے بُریدہ کروں»۔

روایت: کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ‌السلام کو وحی بھیجی کہ اپنے ناتے والوں سے، جو تیرے اقربا ہیں، نیکی کر۔ موسیٰ نے کہا: الٰہی! حکم کر تو میں اُس موافق عمل میں لاؤں جس میں تیری خوشی ہو۔ خطاب آیا کہ اُن کے ساتھ بھلائی کر، اگر تجھسے جدا ہیں تو نامہ و پیام اور دعا و سلام سے، اور اگر نزدیک ہیں تو داد و دہش اور بخشش و انعام سے، اور اگر دولت مند ہیں تو ملاقات اور صفت و ثنا کے کلام سے۔ بیت:

اپنے اپنوں کا جو حق پہچانے تو دولت بڑھے
مرتبے میں ہو زیادہ اور درجے پر چڑھے

اور حق، استاد اور پڑھانے والے کا بھی بڑا ہوتا ہے۔ جو کوئی حق معلّم اور آخوند کا پہچانے اور اُن کی حرمت کرے، غالب ہے کہ دونو جہاں میں صاحبِ نصیب ہووے۔ کہتے ہیں کہ دل سے خدمت اُستاد کی بجا لانی، خصلت آوتاد کی ہے۔ آوتاد کا ایک گروہ ہے کہ وے خدا کے ولی ہیں کہ قائم رہنا اس جہان کا، اُن کے ہونے کی برکت سے ہے۔ اَبیات:

بُھلا مت تو حق اپنے اُستاد کا — کہ جس کے سبب علم تونے پڑھا
جو تجھکو نہیں مہر اُستاد کی — تو محنت جو کی تونے، برباد کی
جو اُستاد کا حق بجا لاوے گا — تو وہ آپ اُستاد بن جاوے گا

اور ان کا حق جو ہمسایے میں تیرے بستے ہیں، یعنی ان کے گھر تیرے محل یا حویلی کے آس پاس واقع ہوئے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی خدا کی وحدانیت اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور برحق جانتا ہے، اُسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو عزیز رکھے۔ اور حرمت رکھنی ہمسایے کی یہ ہے کہ اپنے مقدور بھر اُن کو کچھ نفع پہنچاوے اور اپنے ضرر سے اور زبردستوں کے زور سے بچاوے اور اُنھیں ہر طرح پناہ دیوے۔ اگر مفلس اور فقیر ہوں تو ہمیشہ اُن کا احوال دریافت کرتا رہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک غریب کسی طالع ور کی دیوار کے تلے رہتا تھا اور فقر و فاقہ سہتا تھا اور کسو سے نہ کہتا تھا۔ ایک دن اُس بختاور کا لڑکا، اُس محتاج کے گھر میں جا نکلا۔ دیکھا تو وہ شخص اپنے بال بچوں کو ساتھ لیے کھانا کھا رہا ہے۔ وہ طفل ایک دم کھڑا رہا، اِس لیے کہ بھوکا تھا، خواہش کھانے کی رکھتا تھا۔ اُنھوں نے اُس کی تواضع نہ کی اور بلا کر، منہ میں ایک نوالہ بھی نہ دیا۔ وہ روتا، اپنا سا منہہ لیے پھرا اور اپنی حویلی میں آیا۔ ما، باپ نے اُن کے ڈبڈبائے آنسو جو دیکھے، کڑھ کر، سبب رونے کا پوچھا۔ وہ کہنے لگا: میں ہمسایے کے گھر میں گیا تھا، وہ سب کھانا کھایا کیے، مجھے نہ دیا۔ باپ نے سن کر وہیں حکم کیا، رنگ بہ رنگ کی نعمتیں آ موجود ہوئیں، ہرگز اُن کو دیکھ کر نہ بہلا، جیسی ہٹیلے لڑکوں کی خُو ہوتی ہے، روتا تھا اور کہتا تھا کہ میرے تئیں وہی کھانا لا دو جو پڑوسی اپنے گھر میں کھا رہا ہے۔ باپ نے بہتیرا پُھسلایا[1] اور منایا، پر وہ ضد سے باز نہ آیا۔ لاچار بیٹے کی ہٹ سے بےبس ہو کر، ہمسایے کے گھر پر گیا اور دستک دے کر، اندر سے باہر بلا کر کہنے لگا کہ اے درویش! یہ تجھے نہ چاہیے کہ تیرے ہاتھ سے مجھے ایذا پہنچے۔ وہ غریب بولا: خدا نہ کرے کہ مجھ سے کسو کو دُکھ یا رنج ہو۔ اُس تونگر نے کہا: اِس سے زیادہ کیا ستم ہوتا ہے کہ میرا بیٹا تیرے مکان میں گیا اور تو اپنے لوگوں کے ساتھ کھایا کیا اور اُس کو نہ دیا، آخر وہ روتا[2] ہوا پھر گیا، اب مچل رہا ہے اور ایڑیاں رگڑتا ہے، ہر ایک

1 مط: بہلایا　　2 مط: روتا ہوا گیا

چیز دیتے ہیں ، بہلتا نہیں اور چُپکا نہیں رہتا ، تمھارا ہی کھانا مانگتا ہے ۔ درویش نے یہ بات سن کر ایک دم سر نیچا کیا ، پھر بولا : اے صاحب : اِس میں ایک بھید ہے ، مجھسے مت پوچھو کہ پردہ میرا پھٹتا ہے ۔ قطعہ :

جلد گھوڑے پہ چڑھا ہے تو ، خبر لے اُس کی
کہ گدھا دبلا ہے درویش کا کیچڑ میں پھنسا
گھر سے ہمسایۂ درویش کے تو آگ نہ مانگ
یہ جو تو دیکھے ہے سو دھواں[1] ہے اس کے دل کا

وہ دولت مند نہایت بجد ہوا کہ خواہ مخواہ اپنے دل کی بات کھول کر کہہ ۔ فقیر نے کہا : وہ کھانا جو ہم کھاتے تھے ، ہم پر حلال تھا اور تمہارے لڑکے پر حرام ؛ میں نے مناسب نہ جانا کہ حرام کا طعام تمھارے فرزند کو کھلاؤں ۔ خواجہ بولا : سُبحان اللہ ! ایسا بھی دنیا میں کوئی کھانا ہے کہ ایک پر حلال اور دوسرے کو حرام ہووے ؟ اُس غریب نے کہا : قرانِ شریف میں یہ آیت کیا تم نے نہیں پڑھی جس کے یہ معنی ہیں کہ جو کوئی ناداری اور لاچاری سے حیران اور عاجز ہو ، تو حرام ، اُس پر حلال ہو جاتا ہے اور جو کچھ میسّر ہوتا ہے ، کھاتا ہے ۔ سو مجپر تین دن صاف گزر گئے تھے کہ بال بچوں نے میرے کچھ نہ کھایا تھا اور میرے ہاتھ ایک دانہ نہ آیا تھا ۔ جب کچھ فکر بن نہ آئی ، حیران ہو کر ، آج فُلانے میدان کی طرف جا نکلا ، ایک گدھا وہاں موا ہوا پایا ، تھوڑا سا گوشت اُس کا کاٹ کر میں لے آیا ، اُس کو خالی پکایا ، وہی مل جل کر کھا رہے تھے ، اِتنے میں تمھارا لڑکا گیا ، میں اُسے اُس میں سے دے نہ سکا ، اصل صورت یہ تھی جو میں نے تم سے کہی ۔ بیت :

رات تیری خوشی سے بیتے ہے
ہم پہ کیا جانے کیونکے بیتے ہے

---

[1] کذا مخ میں — مط : یہ جو تو دیکھی ہی اس کی سو دھواں ہی دل کا ۔

اُس طالع مند نے جب یہ بات سنی، رویا، اور بولا: ہے ہے! اگر خدا تعالا[1] قیامت کے دن مجھ پر غضب فرماوے کہ تیرے ہمسایے میں ایسی صورت ہوئی تھی اور تو غافل رہا، اُس کی خبر نہ لی؛ تب میں کیا جواب دوں گا؟ یہ کہہ کر اُس غریب کا ہاتھ پکڑ کے اپنے مکان میں لے آیا اور نقد و اسباب جتنا اُس کے پاس تھا، آدھوں آدھ حصّۂ برادرانہ برابر کرکے اُسے دیا اور رخصت کیا۔ رات کو حضرت رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ اُس کو فرماتے ہیں: اے خواجہ! اِس مہربانی اور خدا ترسی کے باعث جو تو نے اپنے پڑوسی کے ساتھ کی، تیری تمام عمر کے گناہ بخشے گئے اور تیرے مال متاع میں برکت ظاہر ہوگی اور کل جنّت میں میرے ہی ہمسایے میں تجھے جاگہ ملے گی۔ بیت:

خبر لے بھوکے ہمسایے کی، گر یہ تجھ سے بن آوے
کہ جنّت میں پیمبر کا پڑوسی تو بھی ہو جاوے

اور جو شہر، پاے تخت پادشاہ کا ہوتا ہے، وہ گویا گھر سلطان کا ہے۔ پس جو محتاج اور مفلس اُس نگر کے بسنے والے ہوں، اُن کا حق ہم سایگی کا مِلک پر واجب ہے۔ اور حاکم کو رعیّت کے احوال سے واقف رہنا لائق اور لازم ہے۔ یہ قصّہ مشہور ہے کہ جب مصر میں سات برس کا لگتا تار کال پڑا اور حضرت یوسف علیہ السلام پادشاہ تھے؛ دن بہ دن دبلے اور ضعیف ہونے لگے۔ لوگوں نے اِس صورت کا سبب پوچھا۔ سن کر چُپ ہو رہے، کچھ جواب نہ دیا۔ جب نہایت مِنّت اور زاری کی، تب[2] فرمایا کہ میں ایک آزارِ باطنی رکھتا ہوں۔ سبھوں نے عرض کی کہ اُس مرض کا بیان کیجے تو اُس کے علاج کی تدبیر کریں۔ فرمایا: آج سات برس سے سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہوں اور سارے مُلک کی رعیّت کا اختیار خدا نے میرے ہاتھ میں دیا ہے، سو اِتنی مدّت سے میرا دل اِس آرزو میں ہے کہ جَو کی روٹی پیٹ بھر کھاؤں، لیکن نہیں کھا سکتا۔ تب اُنھوں نے حیران ہو کر التماس

---

۱ مط: خداے تعالی۔ ۲ مط میں ، تب ،، نہیں ہے۔

کیا کہ اِتنی تصدیع کیوں کھینچتے ہو؟ فرمایا کہ محتاجوں اور غریبوں کا ساتھ دیتا ہوں، تس پر بھی ڈرتا ہوں کہ شاید تمام ملک مصر میں رات کو کوئی بھوکا[1] رہ جائے اور میرا پیٹ بھرا ہوا ہو، تو روز حساب کو عتاب میں پڑوں۔ چنانچہ یہی مضمون شیخ سعدی شیرازی بخارا کے قحط کے بیان میں فرماتے ہیں، قطعہ[2]:

تو نے تو ہر اک کھانے سے اب پیٹ بھرا
کــــر یــــاد اُسے جو کہ ہے بھوکا[3] مرتا
تو سوتا ہے ساری رات، وہ روتا ہے
منصف ہو کہ کس دین میں ہے گا یہ روا

حکایت: کہتے ہیں کہ ملکِ شام کے پادشاہوں میں، ملِک صالح نام کوئی پادشاہ تھا۔ اُس کی یہ عادت تھی کہ رات کو اپنے ساتھ ایک غلام کو لے کر باہر نکلتا اور مسجد اور مقبروں اور رستوں میں پھرتا اور احوال ہر ایک شخص کا دریافت کرتا۔ ایک شب پھرتے پھرتے کسو مسجد کی طرف جا نکلا، ایک مسکین فقیر کو دیکھا کہ ننگا مُنگا پڑا ہے اور سُو سُو کر رہا ہے اور بے اختیار مارے جاڑے کے کانپتا ہے اور دانت سے دانت بجتے ہیں اور کہتا ہے: اے پرور دگار! تیری نعمت اور بخشش کو دنیا کے پادشاہوں نے اپنی ذات کی خوشی اور خواہش کا سبب بنایا ہے اور غریب محتاجوں کی احوال پُرسی سے ایسے غافل ہو رہے ہیں کہ ہرگز یاد نہیں کرتے؛ اگر کل حشر کے دن یے بہشت میں جاویں گے، قسم ہے تیری محبّت اور عظمت کی، میں ہرگز جنّت میں قدم نہ رکّھوں گا۔ ملک صالح یہ بات سن کر مسجد کے صحن میں آیا اور رضائی اور ایک بدرہ اشرفیوں کا اُس درویش کے آگے رکّھا اور رو کر کہنے لگا: میں نے سنا ہے کہ عاقبت میں درویشِ

---

۱ مط: بھوکھا۔ ۲ کذا مخ اور مط دونوں میں، یہ در اصل رباعی ہے۔
۳ مط: بھوکھا۔

بے ریا اور فقیرِ بے سر و پا، بہشت کے بادشاہ بنیں گے اور آج میں پادشاہ ہوں، آپ سے صلح کرتا ہوں؛ اِس لیے کہ جب تم وہاں پادشاہ ہو تو دروازہ دشمنی کا مجپر نہ کھولو اور نظر حمایت اور دستگیری کی مجسے موقوف نہ کرو۔ ابیات:

میں نے اب دنیا میں تم سے صلح کی
تم نہ کیجو حشر میں پھر ناخوشی
میں نہیں وہ جو غرور اتنا کروں
اور غریبوں سے منہ اپنا پھیر لوں
تو بھی میرے ساتھ کچھ خفگی نہ کر
تو رہیں جنت میں باہم یکدگر

اور مہمانوں کے حق پہچاننے لازم ہیں، کیونکہ مہمان گویا تحفہ ہے کہ حق تعالا جس پر مہربان ہوتا ہے، اُس کے پاس بھیجتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جو انسان، خدا کو برحق سمجھے اور روزِ قیامت پر ایمان لاوے؛ چاہیے کہ وہ مہمان کو دوست رکھے اور اُس کی خدمت کرے۔ اور مہمان کی بزرگی اور خاطرداری یہ ہے کہ اُس کو پیار کرے اور ایسے سلوک سے پیش آوے کہ جس میں اُس کی آبرو بڑھے۔ جتنا تکلّف اُس کی خاطر کرسکے، بجا ہے۔ قطعہ:

جب کسو کی کرے تو مہمانی
پاس جو کچھ ہو، اُس کے آگے دھر
اور غریبی و آدمیت سے
جس میں اُس کی خوشی ہو، سو تو کر

نصیحت: حکیموں نے کہا ہے کہ مہمان کی شخصیت اور لیاقت کی طرف نگاہ نہ کرو، وہ کیسا ہی ہو، تم اپنے کرم اور ہمت پر نظر رکھو اور موافق اُس کے عمل میں لاؤ۔ یہ حکایت مشہور ہے کہ طلحۂ طلحا[1] کو

---

[1] مط: طلحۃ الطلحات۔

ایک دفعہ یوں اتفاق ہوا کہ اکیلا قبیلۂ قیس میں وارد ہوا۔ سردار اُس قبیلے کا مالک بیٹا عوف کا تھا، اُس نے طلحہ کو نہ پہچانا اور اُس کے درجے اور مرتبے سے واقف نہ ہوا، اِس لیے مہمانداری کی خدمت میں قصور ہو گیا۔ طلحہ نے اُس بے حرمتی کے زہر کے پیالے کو چُپکے پی لیا اور غُصّے اور غیرت کے بوجھ کو، اپنی ذات کی خوبی اور حسَب نسَب کی شرافت کے باعِث، جو اُس میں اصلی[1] تھی، اُٹھا لیا اور دم نہ مارا۔ جب اُس قبیلے سے کوچ کیا، تب مالک پر کُھلا کہ یہ مہمان تو فُلانا شخص تھا؛ نِپٹ شرمندہ ہوا اور معذرت کا رقعہ پیچھے سے لکھ بھیجا۔ اُس کا یہ مضمون تھا کہ «تم کو میں نے نہ پہچانا اور اسباب خدمت گاری کا جیسا لائق آپ کے خادموں کے چاہیے، تیّار نہ کیا۔ اب دل، اِس حرکت سے دوپارہ اور سِر، اِس شرمندگی سے نیچا ہو رہا ہے۔ بیت:

اُٹھاؤں شرم سے سر کیونکے، سخت حیراں ہوں
کہ لائق آپ کے خدمت نہ ہو سکی مجھسے

اُمّید وار ہوں کہ مجھسے یہ جو تقصیر واقع ہوئی ہے، معاف فرمائیے۔ اور تمھارے کرم کا شیوہ، لائق عذر قبول کرنے کے ہے، اِس میری خطا سے در گزریے۔ بیت:

اگر ہوں میں خدمت میں تقصیر وار
پہ تیرے کرم کا ہوں امّید وار»

طلحہ نے جواب لکھا کہ «جو کچھ توقّع اس عذر قبول کرنے کی مجھسے رکھتے ہو، اُس کا خطرہ دل میں مت کرو، بلکہ خاطر جمع رکّھو، میری مروّت یہ چاہتی ہے کہ ہزار ایسے گناہ سے، تمھارے ایک عذر کرنے پر در گزروں۔ بیت:

جہاں عذر کی روشنی منہ دکھائے
اندھیرا گناہوں کا سب مٹ ہی جائے

---

[1] مط: اصل۔

لیکن وہ بات جو تم نے لکھی تھی کہ «میں نے تمھیں[1] نہ پہچانا تھا» یہ عذر نپٹ کچّا ہے اور کرم کی راہ سے دور، اِس لیے کہ مہمانی میں بڑے آدمیوں اور شان داروں کی عزّت اور حرمت کی رسمیں کرنیں[2]، مروّت کی بات اور مرد آدمیّت کا شیوہ نہیں۔ شرط میزبانی کی یہ ہے کہ مانند آفتاب کے یکساں سب پر روشن رہے، اور مینھ کی طرح سب جگہ ایک سا برسے۔ اگر مہمان بزرگ ہے، اُس کی بزرگی کا حق بجا لاتا رہے اور اگر وہ کمینہ ہے، تو اپنا احسان اور کرم ظاہر کرتا رہے؛ اس لیے کہ کمی کرنی بڑوں کی خدمت میں، سبب پشیمانی اور خجالت کا ہے، اور غریب مستحق کی حرمت[3] کرنے سے، بدنامی اور شرمندگی نہیں ہوتی۔ اِسی کے معنی کہہ گئے ہیں، قطعہ:

مہماں کو عزیز چاہیے رکھ
آدمیّت اِسی میں ہے گی تمام
گر وہ لائق ہے ایسی خدمت کے
تو تو، تو نے بجا کیا یہ کام
اور اگر ہے کمینہ، تو بھی کوئی
نہ رکھے گا تواضع کرنے سے نام

چنانچہ ایک گروہ اشرافوں کا ایسا ہوچکا ہے کہ اپنے دشمن کے حق میں بھی رعایت اور مہمان داری کرتے رہے[4] ہیں؛ جیسے تواریخ میں مذکور ہے یہ حکایت کہ کرمان میں کوئی پادشاہ ہوگیا ہے نہایت سخی اور مہماں نواز۔ ہمیشہ اُس کے مہمان خانے کا دروازہ کھلا رہتا اور خوان اُس کے کرم کا ہر خاص و عام کے سامنے دھرا رہتا۔ جو کوئی اُس کے شہر میں آتا، اُسی کے دسترخوانِ احسان پر روٹی کھاتا اور جب تلک اُس بستی میں ٹکتا، فجر اور شام کا کھانا اُس کے باورچی خانے سے پاتا۔ ایک سال عضدالدّولہ نے

---

۱ مط: تم کو۔ ۲ مط: کرنی۔ ۳ مط: خدمت۔ ۴ مط: رہیں ہیں۔

لشکر بہت سا لے کر اُس کی ولایت کو عمل کر لیا۔ وہ بادشاہ اُس کے مقابلے کی قوّت نہ رکھتا تھا، لاچار قلعہ بند ہوا۔ ہر روز فوج عضدالدّولہ کی کوٹ کے دروازے تک آتی، اور لڑ کر، اپنے پڑاو پر پھر جاتی۔ جب رات ہوتی؛ کرمان کا سلطان اتنا کھانا گرما گرم دیگوں میں، جو تمام سپاہ کو عضدالدّولہ کی کفایت کرتا، بھیج دیتا۔ عضدالدّولہ نے کہلا بھیجا کہ دن کو لڑنا، اور رات کو کھانا بھیجنا، اِس کے کیا معنی؟ جواب دیا کہ لڑائی لڑنے سے، مضبوطی اور جواں مردی ظاہر ہوتی ہے اور روٹی کھلانی، شیوہ مرد آدمیّت اور بھل منسائی کا ہے۔ تمھارے نوکر چاکر اگرچہ دشمن جانی ہیں، لیکن مسافر اور میرے ملک میں مہمان ہیں؛ یہ مروّت قبول نہیں کرتی کہ یے میرے مکان میں اپنی روٹی پکا کر کھائیں، یا تصدیع پائیں۔ عضدالدّولہ یہ بات سن کر رویا اور بولا: جس شخص میں یہ خوبی اور مردانگی ذاتی ہو، اُس سے لڑنا، نامردی اور بد ذاتی ہے اور مروّت سے بعید۔ بیت:

دوست دشمن سے کر جواں مردی
کہ مروّت سے ہوتا نہیں نقصان

اور دوسرا قاعدہ مہمان داری کا یہ ہے کہ مہمان سے اگر گناہ ہو جاوے، یا پہلے کوئی اُس سے تقصیر ہوئی ہو؛ جب اپنے دسترخوانِ فیض پر لقمہ کھاوے، اُس کی تقصیر معاف فرماوے۔ چنانچہ نقل ہے کہ تین سو قیدی، جو دشمن معین بن زائد کے تھے، اُن کو اُس کے روبہ رو حاضر کیا۔ دیکھ کر اُس نے چاہا کہ اُن کے حق میں سیاست کا حکم فرماوے؛ ایک لڑکا اُن بندیوں میں سے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا: اے امیر! خدا کے واسطے ایک گھونٹ پانی مجھے پلوا اور پیاسا مت قتل کروا۔ معین نے حکم کیا کہ ایک کٹورا پانی اُس کودک کو دیویں۔ کہنے لگا: اے پادشاہ! میری قوم کی قوم تشنہ ہے، اگر میں ہی پی لوں اور اِن کو نہ دوں، تو مروّت سے بعید ہے، اور اگر پانی نہ پیوں، تو پیاسا مارا جاتا ہوں اور روح بھٹکتی رہے گی؛ آخر تم

سیاست کرو گے ، بھلا سب کو ذرا پانی تو پلوا دو۔ معین نے فرمایا کہ سب کو خوب طرح بھر پیٹ پانی دو۔

جب سب کی پیاس بجھی اور خوب سیراب ہوئے ؛ وہی آمرد اُٹھا اور بولا : جہاں پناہ ! اب ہم سب کے سب آپ کے مہمان ہوئے ، اور مہمان کی خاطر اور حرمت واجب ہے ، اُس کو مارنا ، رسم سرداروں اور مردوں کی نہیں۔ معین اُس کی زبان آوری اور دلاوری سے حیران ہوا ، اور سارے بندیوانوں کو آزاد کیا۔ اِسی طور کی ایک اور حکایت ہے :

حکایت : کہتے ہیں کہ کسو امیر کا بہت سا مال واجبی ایک آدمی کے ذمے تھا ، اور وہ شخص اُس کے ادا کرنے میں لیت لعل کرتا تھا۔ آخر اُس پر محصّل تعیّن کیا کہ روپے اُس سے جلد داخل کروا دے۔ پیادہ اُس کو اپنے گھر لے گیا اور بہت سی سختی اور بدزبانی کی۔ وہ بچارا نہایت گڑگڑا کر اُس محصّل سے کہنے لگا کہ مجھے امیر کے پاس لے چل ، کہ ایک بات کہنی نپٹ ضرور ہے ، اُسے عرض کر لوں۔ اُس سزاول کو ترس آیا ، اور اُس کو خاوند کے رو بہ رو لایا۔ اتّفاقاً اُس وقت دسترخوان بچھا تھا ، وہ محصّل کھانے کو جا بیٹھا ، اور اُس عزیز کو بھی اپنی بغل میں بٹھایا[1] امیر کی نگاہ اُس آدمی پر جا پڑی ؛ محصّل کو کہا : یہ مرد اب ہمارا مہمان اور شریک آب و نان کا ہوا ، ہمارے دسترخوان پر اِس نے کھانا کھایا ، اب اِس کو دکھ دینا ، مرد آدمیّت سے باہر ہے ، وہ تمام مال میں نے اِس کو بخشا ، چھوڑ دو ، تو چلا جاوے۔ قطعہ :

میہمانداری کی یہی ہے رسم کہ رکھے میہمان کی عزّت
میہمانی کی دونگ کے لب پر چھٹ کرم کے ، تو پودھے کچھ بومت

اور سوال کرنے والوں کا حق پہچاننا واجب ہے۔ خواہ وہ پردے میں مانگیں ، یا منہ کھول کر ؛ اُن سے چشم پوشی نہ کرنے کی ، موافق خدا کے

---

۱ مط : بیٹھایا۔

حکم کے، خبر ملتی ہے، جو فرمایا کہ «سائل کو محروم نہ پھیرو»۔ اور پیغمبرِ خدا کی بھی حدیث ہے کہ «سائل کا تم پر حق ہے، اگر وہ گھوڑے پر سوار ہوکر تمھارے پاس آوے»۔ پس یہ تاکید اِس لیے ہے کہ سائل کا حق برباد نہ جاوے۔ اور کلماتِ عیسوی علیہ‌السلام سے خبر ملتی ہے کہ جو کوئی سائل کو نا امید پھیرتا ہے، تو ایک ہفتے تک خدا کی رحمت کے فرشتے اُس کے گھر نہیں جاتے.

حکایت: سلطان ابراہیم ادہم قدّس سرّہ، اپنی سلطنت کے وقت میں فرماتے کہ یہ سوال کرنے والے بڑے دوست ہیں کہ ہمارے دروازے پر آتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ جو کچھ رکھتے ہو، ہمیں دو، تو تمھارے واسطے اٹھا کر آخرت کے گھر میں لے جاویں اور وہاں اُس کا دس گُنا تمھارے حوالے کروادیں۔ قطعه:

جو چاہے تو کہ رہوں خوش میں دین و دنیا میں
تو دل کو سائلوں کے، دے کے کچھ، رکھاکر شاد
اور تجکو چاہیے گر ہر بلا سے چُھٹکارا
تو غم کی قید سے محتاجوں کو تو کر آزاد

اور جو کوئی کسو کا گناہ بخشواویں[1]، اُن کا بھی حق سمجھا چاہیے، اِس لیے کہ مقرّر ہے کہ شفاعت بھی ایک سوال ہے کہ منّت و عاجزی سے کہہ سکتے ہیں۔ اور جو شخص کسو کی شفاعت یا سفارش کرے گا، البتّہ وہ اشراف اور خاندانِ عالی سے ہوگا؛ پس ایسے انسانوں کے کہنے کی خاطر کرنی اور اُن کی بات، گنہ گاروں کی تقصیر معاف کروانے کی خاطر جو کہیں، سُننی، نیک بخت مردوں کی خو اور بزرگ زادوں کا کام ہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک مردِ بزرگ نے، کسو تقصیر وار کے گناہ کی شفاعت، خلیفۂ منصور کے پاس کی۔ خلیفه نے کہا: اِس مردک نے بڑا گناہ

---

۱ مط: بخشواوے، اس کا بھی۔

کیا ہے۔ تب اُس دانا نے کہا: میں بھی بڑے ہی گناہ کے بخشوانے کے لیے تمہارے نزدیک آیا ہوں، اور چھوٹے گناہ تو بغیر شفاعت کے معاف ہوتے ہیں۔ خلیفہ کو یہ نکتہ پسند آیا، اور اُن کی سفارش کو قبول کیا۔ بیت:

جس کا کہ بچانے والا ایسا ہووے   سب جاگہ میں درجہ اُس کا اعلا ہووے

نگارستان میں لکھا ہے کہ صاحبِ قدرت کو، کم زور کے گناہ معاف کرنے سے، علامت زیادتیِ جاہ و جلال کی اور نشان کمالِ عالی ہمتی کا ہے۔ اور شفیع کی شفاعت، ایک بہانہ ہے اُن کی رحمت ظاہر ہونے کا۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو آدمی کو کچھ خیانت کی بہتان لگائی تھی: اُس کا قضیہ کچہری میں اُس ملک کے حاکم کے حضور تک گیا۔ آخر پنڈت خانے[1] میں قید رکھنے کا حکم ہوا۔ ایک مدت تک اُس قیدی کا مذکور سب کے دلوں سے بھول بھال[2] گیا۔ کسو نے اُس کو یاد نہ کیا۔ ایک فرزانہ اُس زمانے میں کہ نہایت حق شناس اور وفاداری میں یگانہ تھا اور اُس بندیوان کے ساتھ دوستی رکھتا تھا، اُس نے حاکم کو رقعہ اِس مضمون کا لکھا کہ در گزرنا گنہ گاروں کی بدی اور چوک سے، صاحب اختیاروں کی رحم دلی کی عادت اور مقدور والوں کی شفقتِ ذاتی کی خصلت ہے، اور وہ قیدی سخت لاچار اور مضیبت میں گرفتار ہے، اب قریب مرنے کے پہنچا ہے، سو میرے خیال میں یوں آیا ہے کہ آپ کا کرم جو عام ہے، قیدیوں کے چھٹکارے کے لیے کچھ بہانہ ڈھونڈھتا ہے؛ پس اگر دامن اُس قیدی کا گناہ کی ناپاکی سے پاک ہے، تو اُس کی مخلصی اور رہائی کے واسطے حکمِ عالی ارشاد ہو۔ اور اگر گرد گناہ کی اُس کی بے گناہی کے گریبان پر بیٹھی ہو، تو بھی بخشش اور مہربانی کے پانی سے دھو دیجیے۔ اور جو سوائے ان دونو باتوں کے کوئی اور صورت ہے، تو گناہ اُس کا شفاعت کرنے والوں کو بخشا چاہیے۔ قطعہ:

سب پہ یکساں ہے تیری بخششِ عام   فیض میں، سورج اور مِنہ کی مثال

---

[1] مط: بندی خانے میں   [2] مط: بھول گیا

بے گناہوں کو فکر میں مت رکھ   عاصیوں کے تو نامے کو دھو ڈال
اور جو تقصیر اُس سے ہے گی زیاد   عذر یاروں کا اُس کو لے گا سنبھال

جب یہ رقعہ حاکم کے پاس پہنچا، اور خوبی مضمون کی، اور لذت شفاعت کی معلوم کی؛ جواب میں لکھا کہ، بیت:

جس کو کہ مہربانی سے تو اپنی بچاوے
بگڑے ہوئے کام اُس کے جو ہوں، سارے بناوے

اُس بزرگ راست گو اور شفیق کے خط کے وسیلے سے کہ اُس کے مطلب کے باغ سے مہر اور محبّت کی خوشبو مہکتی تھی، اور پڑھنے سے اُس کی عبارت کے، راستی اور درستی کی روشنی چمکتی تھی؛ گناہ سے اُس کے، خواہ کیا تھا یا نہیں، دیدۂ و دانستہ میں در گزرا۔ اور لگام عوض لینے کی، اُس کی تقصیر کے میدان کی طرف سے موڑ کر، قید کی ہلاکت سے آزاد کیا۔ بیت:

تمہارے حکم سے جی دے سکوں ہوں
بھلا تقصیر اُس کی کیوں نہ بخشوں

لیکن یہ البتّہ کہ حدودِ شرعی کے جاری کرنے میں شفاعت کا دخل نہیں، بلکہ شرعی گناہ میں جو کوئی صاحبِ ایمان اور دین دار ہے، ہرگز شفاعت نہیں کرتا۔ اِس لیے کہ فُرقانِ مجید میں فرمایا ہے کہ حکمِ الٰہی میں شفقت اور مہربانی تمھیں نہ چاہیے۔ طمغاج خاں کے سیاست نامہ میں یہ حکایت مذکور ہے کہ ایک جوان پر چوری کا طوفان کرکے، اُس کے پاس پکڑ لائے۔ وہ نہایت خوب صورت اور خوش ترکیب خط و خال سے درست، گویا خدا نے اپنے ہاتھ سے سنوارا تھا، جیسے کلام اللہ میں فرمایا ہے کہ «تحقیق بنایا ہے تمھیں اچّھی صورت میں»۔ اور آئینے کی طرح چہرہ اُس کا روشن تھا، اور دستِ قدرت کے مصوّر نے تصویر اُس کے چہرے کی قلمِ صنعت سے کھینچی تھی، موافق اِس آیت کے کہ «تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو نیک ساعت میں»۔ بیت:

قلم خیال کا، کاغذ پہ وہم کے جو لکھے
تو اُس سے خوب یہ تصویر تیری کھینچی ہے

پادشاہ نے فرمایا کہ شہر کے چوراہے پرلے جا کر، اِس کا[1] ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ امرا اور منصب دارِ پادشاہی آبدیدہ ہوئے اور پگڑیاں سر سے اتار، ننگے سر ہوکر عرض کرنے لگے کہ قبلۂ عالم! اِس جوان کی تقصیر معاف ہو، اور سزا دینی اِس کی، قدیم نمک خواروں کی عذر خواہی کی خاطر موقوف فرمائیے۔ سلطان نے کہا: اِس میں میرا اختیار نہیں، خدا تعالا[2] نے حکم کر دیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ سبھوں نے کہا: پادشاہ سلامت! ایسا خوش ڈول ہاتھ جو اِس کا ہے، ہمیں رحم آتا ہے کہ کاٹا جاتا ہے۔ فرمایا کہ دُزد کے کے نازک دست کو، لازم نہیں کہ دیکھ کر ترس کھاؤ، جس کا مال چرایا ہے، اُس کے دِلِ پرخوں کو لحاظ کرو؛ آپ سے آپ اس کے ہاتھ کا افسوس تمھارے جی سے مٹ جائے گا۔

اور اُس شخص کا بھی حق بجا لانا واجب ہے جو تھوڑی سی بھی آشنائی یا روشناسی رکھتا ہو، یا کسو وقت اُس نے ادنا خدمت بھی کی ہو۔ اگرچہ یہ وسیلہ نہایت چھوٹا ہے، پر نگاہ کرم کی اُس کو بڑا کر دیتی ہے، کہ غریبوں کی پرورش اور نوازش کرنے کو ذرا سا کچھ بہانہ چاہیے۔

حکایت: سنا ہے کہ ایک شخص نے کسو کا مکان بھاڑے لیا تھا؛ کئی دن رہ کر، ایک بارگی اُس حویلی سے اُٹھ گیا، بلکہ وہ شہر بھی چھوڑ دیا اور سفر کرکے دوسرے ملک میں جا رہا۔ وہاں قسمت کے زور سے وزیر ہوا۔ یہ غریب گھر والا، جس نے وہ جگہ اُسے کرایے کو دی تھی، یہ احوال سن کر، اُس کی[3] خدمت میں چلا۔ جب اُس نگر میں جا پہنچا، اُسی طرح مسافر کی صورت بنا، گرد میں بھرا ہوا، وزیر کے دربار کی طرف چلا۔ جب جلو خانے میں گیا، دیوان خانے میں جانے کا قصد کیا۔

---

۱ مط: ہاتھ اُس کا۔ ۲ مط: خدائے تعالی۔ ۳ مط میں ,,اس کی،، نہیں ہے۔

چوبداروں نے جو دروازے پر کھڑے تھے، ٹوکا کہ تو کون ہے جو اِس طرح جرأت سے وزیروں کی بارگاہ میں گھسا جاتا ہے؟ وہ بولا کہ میں وزیر کا آشنا ہوں، دوستی کے بھروسے بِدھڑک جاتا ہوں۔ یساول نے پوچھا: کس طرح کی دوستی وزیر الممالک کے ساتھ رکھتے ہو؟ کہا کہ ایک وقت میں میرا گھر کرایے لیا تھا، اور وہاں کوئی دن رہے تھے؛ اِس اُمید پر آنکلا ہوں کہ شاید میرا احوال دیکھ کر، اِس رسوائی اور خرابی کی حالت سے نکال کر، بزرگی اور آبرو کے درجے پر پہنچا دیویں۔ آسے بردار نے ہنس کر کہا کہ اے عزیز! تو سودائی ہوا ہے یا احمق ہے؟ یہ کون سا بڑا وسیلہ ہے کہ میں نے گھر بھاڑے دیا تھا! اِتنی بات پر اپنا حق ثابت کر کے، اُتنی دور سے آیا ہے کہ اُس کے عوض کچھ سلوک کریں گے۔ جا، اپنی راہ لے، اور کہیں کچھ تلاش کر۔

اتفاقاً وزیر نے پردے کے پیچھے سے یہ سوال جواب سن کر دریافت کیا۔ چوبدار کو بلایا اور پوچھا: تو کس سے یہ گفت‌گو کر رہا تھا؟ اُس نے مسکراتے ہوئے تعجب سے التماس کیا کہ ایک آدمی آیا ہے، کہتا ہے کہ میں وزیر کا آشنا ہوں، ایک بار میں نے حویلی اُنھیں کرایے دی تھی؛ سو غلام اُس کو ڈانٹتا تھا کہ یہ بات مت کہ، اور ایسے وسیلے نکمّے سے توقع حضور میں جانے کی اور مہربانی فرمانے اور انعام پانے کی، دل سے اُٹھا ڈال۔ وزیر نے فرمایا: تونے برا کیا، اور اچّھا جواب نہ دیا، جا، اُن کو بلا لا۔ چوبدار باہر نکلا، اور اُن کو لے آیا۔ دیکھتے ہی، وزیر نے اُن کی بڑی لنبی تعظیم کی اور خیروعافیت کے بعد، گھربار اور لڑکے بالوں کی خیر صلاح پوچھی۔ پھر ہر ایک کے واسطے جدا جدا، نام بہ نام، تحفے اور سوغات تیّار کرکے اور اُس کو بہت سا نقد[2] و جنس دے کر، خوش‌وقت اور با مراد بناکر، اُس کے وطن اور گھر کی طرف رخصت کیا۔ ابیات:

---

۱ مط: نقد اور جنس ۲ مط: اور اپنی احتیاج

وفا و مہر سے سینے کو اپنے روشن کر
دھیان اپنـــا رکھا کر قدیم صحبت پر
نہ موڑ منہہ کو تو اپنے رفیقوں سے زنہـار
اور اُن کی خدمتوں کو یاد رکھہ جو ہیں گے یار

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک روز عبداللہ طاہر نے دیوانِ عام کیا تھا، اور محتاج اور مظلوم اپنا احوال عرض کرتے اور اپنی اپنی[1] احتیاج اور آرزو چاہتے تھے۔ اس میں ایک شخص آیا اور بولا کہ اے امیر! میرا ایک حق نعمت کا، اور دوسرا حق خدمت کا تجھ پر ہے؛ امیدوار ہوں کہ اب اُن دونو حق کی رعایت کرکے، مجھے اس گم نامی کی درجے سے، نام آوری کے مرتبے پر پہنچادو۔ عبداللہ نے پوچھا کہ تیری نعمت کا حق مجھ پر کیا ہے؟ بولا کہ فلانے روز بغداد میں مع فوج[2] آپ کی سواری میرے دروازے پر ہوکر نکلی تھی: میں نے اپنے سارے مکان میں پانی چھڑک دیا، تو گرد تمھارے کپڑوں پر نہ بیٹھے، اُسی پانی کا حقِ نعمت ہے کہ خاک پر بیٹھا تھا، سو اُس کا حق مانگتا ہوں۔ بیت:

اگر ہووے تو پیاسا اور کوئی پانی پلا دیوے
کسو حالت میں لازم نہیں کہ حق اُس کا بھلا دیوے

یہ سن کر عبداللہ نے پوچھا کہ دوسری خدمت کا حق کون سا ہے؟ کہنے لگا کہ فلانی جگہ تم سوار ہوتے تھے، میں نے دوڑ کر تمھارا ڈنڈ پکڑا تھا، جو تم سوار ہوئے۔ فرمایا: تو نے سچ کہا، تیرے دونو حق مجھ پر ثابت اور درست ہیں؛ یہ کہہ کر، اُس کو بڑا آدمی کردیا۔ ابیات:

جو کوئی اہلِ دل ہیں اور کچھہ مقدور رکھتے ہیں
غریبوں اور حق داروں کا حق منظور رکھتے ہیں
مےِ غفلت کو پی کر، ہوتے نہیں غافل کبھو ہرگز
بھلاتے ساتھہ والوں کو نہیں عـاقل کبھو ہرگز

---

[1] مط: اور اپنی احتیاج۔ [2] مخ اور مط میں ،، معہ ،،

بزرگی کی بِنا، ہوتی ہے محکم حق شناسی سے
اور صورت نا شناسی کی ملے ہے ناسپاسی سے

اور رعایت کرنی حقِ کرم کی صاحبِ ہمت کے اوپر برابر فرض کے ہے، یعنی اپنی طرف سے کرم کرنا، نہ[1] دوسرے کے کرم کو دیکھنا؛ سوتس کی یہ کیفیت ہے کہ کوئی اجنبی شخص کہ ظاہر میں اُس پر کوئی حق نہیں رکھتا، پر اپنی جان کے بچاو کی خاطر چاہے کہ کوئی ایسا بہانہ بناوے کہ ہلاکت سے مخلصی پاوے، اور یہ اُس کا مکر دریافت کرے، تو اُس کے منہ پر نہ دھرے، بلکہ اپنے کرم کے حق کی رعایت فرما کر، اِس طرح جواب دے کہ گویا اُس کے حیلے کو نہیں سمجھا اور اُس فریب کو معلوم نہیں کیا، یہ حرکت نہایت کرم اور حد مروّت کی ہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو آدمی کو خون کی تہمت سے زیاد بصری کے پاس پکڑ لائے؛ اُس نے قتل کا حکم دیا۔ جلّاد نے جوں کھانڈا کھینچا اور چاہا کہ آنکھیں اُس کی پٹّی سے باندھے: اُس بے چارے نے دیکھا کہ آفت کے دریا نے جوش مارا اور اجل کے مگرمچھ نے منہ پسارا، گڑگڑانا اور رونا شروع کیا، کچھ فائدہ نہ ہوا۔ لاچار ہوکر توبہ تلاّ مچائی، وہ بھی کچھ کام نہ آئی۔ تب حیران ہو کر پکارا: اے امیر! مجھے مت قتل کروا[2]، میرے تمھارے درمیان حق ہم سایگی کا ہے، اور پڑوسی کا حق شرع اور اسلام میں اور مردانگی کے مذہب اور مروّت کی راہ میں بہت ہے، اگر میری طرفداری کی رعایت میں کمی کرو گے، تو تمام دنیا کے عیب جو طعنے کی زبان کھولیں گے اور عیب و اعتراض کرکے بولیں گے کہ دیکھو، امیر نے حق جوار کا نہ رکھا اور پڑوسی کو ظلم و ستم سے پایمال کیا۔ لازم ہے کہ امیر اپنے دل میں غور فرماوے کہ مجھسے غریب، عاجز کا خون کرنا اور اپنے تئیں نشانہ تیرِ ملامت کا بنانا، تم سار کے عمدہ پادشاہ سے کہ تمھارے اخلاق کے باغ میں کانٹا جور کا نہیں اُگا، اور آپ کی خوبیوں کے دامن پر غبار جفا کا نہیں بیٹھا، تعجب اور بعید ہے۔ قطعہ:

---

[1] مط ,, میں ,, نہ ,, نہیں ہے۔ [2] مط: مت قتل کرو۔

سہل ہے مجکو جی سے ہاتھ دھونا　　نہیں پروا جو سو مجسے مرے تو
پہ داناؤں کے آگے کیا کہے گا　　لہو میں آستیں تیری بھرے تو

زیاؔد نے سن کر، دل میں یاد کیا اور ہر طرف دھیان دوڑایا، کسو طرح آشنائی اور روشناسی کا پتا خیال میں نہ آیا اور ہرگز ثابت نہ ہوا؛ تب فرمایا: بھلا بتا تو، کس محلّے میں تو میرے دیوار بہ دیوار رہتا تھا اور کس شہر میں دھوئیں کا شریک تھا؟ کہنے لگا: میرے باپ کا گھر بصرے میں آپ کے مکان کے دروازہ بہ دروازہ تھا، اور میرا والد اکثر امیر سے ہم کلام ہوتا تھا۔ زیاؔد نے پوچھا: تیرے باپ کا کیا نام تھا؟ جواب دیا: اے امیر! جان کی دہشت سے اپنا ہی نام بھول گیا ہوں، باپ کے ناؤں کو کون پوچھے۔ زیاؔد سنتے ہی کھل کھلا کر ہنسا اور اُس کی جان بخشی کی۔

اور باقی حق رعیّت کی رعایت اور اُن کے انصاف و احسان کے، اور حق اولاد اور وزیروں اور اُمراؤں اور نوکروں اور سپاہیوں اور شاگرد پیشہ کے چالیسویں (۴۰) باب میں لکھے جائیں گے۔

اٹھتیسواں باب، صحبتِ اخیار میں:

یعنی نیک مردوں کی صحبت میں بیٹھنا اور داناؤں کی مجلس میں رہنا، ہمیشہ کی نیک نامی کے لیے مانند کیمیا کے ہے اور دولتِ بے زوال کو پہنچاوے ہے۔ ابیات:

دوستی میں اچھّوں کی تو جی لگا
خوش مزاجوں سے تو اپنا دل ملا
نارِ خنداں، باغ کی ہے گی بہار
مرد ہوا چاہے، تو مردوں کا ہو یار
سنگ اگر خارا ہو، یا مر مر ہو وہ
پہنچے صاحب دل کو، تو گوہر ہو وہ

حکایت: پارس کے پادشاہوں کا یہ قاعدہ تھا کہ مجلس اُن کی عالموں اور حکیموں سے ہرگز خالی نہ رہتی تھی اور بدون اُن کی صلاح اور تدبیر کے کچھ حکم نہ کرتے۔ پس جیسے نیو اپنی سلطنت کی، انصاف اور راستی پر رکھی تھی؛ ویسے ہی پادشاہت اُن کی چار ہزار برس تک بے کھٹکے یکساں چلی گئی۔ سلطان سنجر پہلا، خدا کی رحمت اُس پر ہو جیو، حکیم عمر خیّام کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتا[1]۔ اور عبّاسی خلیفے جتنے ہوئے، اگرچہ آپ بھی ہوشیار اور عقل مند تھے، لیکن بندوبست اپنی حکم رانی کا داناؤں اور پارساؤں کے کہنے پر کرتے۔

خلافت نامۂ الہٰی میں مذکور ہے کہ پادشاہ اُس کا نام ہے اور اُس کو کہا چاہیے جو صاحبِ دبدبہ ہو اور حکم اُس کا موافق حکمت کے ہو۔ پس جس کو خدا نے کمال قدرت دی ہے، اُسے لازم ہے کہ پوری دانائی کی صفت پیدا کرے۔ اور یہ وصف مفت ہاتھ نہیں لگتا، مگر اِس طرح حاصل ہوتا ہے کہ کیفیت اور تدبیر عمل کرنے اِس جہان کی سیکھے، اور موافق سیکھنے کے عمل میں لاوے؛ اِس صورت میں صحبت اور دوستی عالموں اور حکیموں کی ضرور ہے۔ اور خدا پرستوں کی خواہش رکھا چاہیے، اور جاہلوں اور غافلوں اور بد خویوں سے پرہیز کیا چاہیے۔ قطعہ:

جو مصاحب ہووے دانا، نکتہ رس   روح تازی، دل خوشی ہو لا کلام
اور اگر غافل ہے یا نادان ہے   صحبت اُس کی سم ہے تجکو لا کلام

حکایت: چنانچہ یونان والوں کی یہ رسم تھی کہ حاکم اپنا ایسے شخص کو بناتے، جس کو علم اور عقل میں سب عالموں اور فاضلوں اور حکیموں سے زیادہ پاتے، یا دانا اور قابل باہم ہو کر اُس کی فرماں برداری کو پسند فرماتے۔ اور رفتہ رفتہ اثر اُن کی صحبت کا[2] اور نور اُن کی بزرگی کا، اُس کی خصلتوں میں ظاہر اور روشن ہوتا، اس لیے کہ صحبت کا بڑا اثر

---

[1] مط: بیٹھاتا۔ [2] مط: میں ,, کا ,, نہیں ہے۔

ہے۔ خبر میں آیا ہے کہ ہم نشینِ نیک ذات، مانند گندھی کے ہے؛ اگر اپنے عطر میں سے تیرے جامے میں نہ لگاوے، تو بھی اُس کی خوشبو کی لپٹ سے تیرا دماغ معطّر ہو جاوے۔ اور بدذات کی مجلس، جیسے لوہار کی بھاتی[1] ہے؛ اگر اُس کی آگ سے تو نہ جلے، تو بھی وہاں کی چنگاری کپڑے جلاوے۔ ابیات:

اوہاروں کی بھاتی[2] سے تو آگے جا
کہ چنگاریاں دیں گی کپڑا جلا
جو بیٹھے گا تو جا کے گندھی کے پاس
تو جامے میں خوشبو کی ہووے گی باس

اور صاحبِ علم و حکمت کے فرقے میں سے، پادشاہ کو اِن کئی قسم کے آدمیوں سے احتیاج اور کام پڑتا ہے: ایک، فقہ کے علم کا عالم، جو موافق اُس علم کے عمل کرے اور دیانت دار اور ایمان دار ہو اور حکم شرع کے خوب یاد رکھتا ہو اور مسئلے اصوٗل و فروع کے تمام جانتا ہو، تو فرصت کے وقت مجلسِ مبارک میں ذکر حلال اور حرام کا اور جو کچھ اُن کے حکم اور سزا ہے، مذکور کیا کرے۔ اور فرض و سنّت اور آدابِ نماز و روزے کے اور شرطیں غسل اور وضو کی مفصّل بیان کرے، تو برکت مسئلوں اور فتوے جاری ہونے کی، پادشاہ کی عمر و دولت کی طرف رجوع ہو اور ثواب ملے۔ بیت:

گر نہ ہووے مسلے اور فتوے کی باتوں کا رواج
شرع اور ملّت کی رسمیں دنیا سے اُٹھ جائیں آج

دوسرے، نصیحت کرنے والے آئین کے اور راہ دکھانے والے صاحب یقین کے، کہ عاقبت کے کام اُن کو یاد دلواوے اور نصیحت دنیا کے کارو بار کی بھی اُن سے باز نہ رکھے۔ اور معقول گفتگو سے اور ایسی اشارتوں سے جو اُنھیں پسند پڑیں، بُرے قول اور بد فعل سے اُن کو بچاوے۔ اور جو

---

۱ مط: بھٹی۔ ۲ ایضاً۔

جو خدا نے منع کیا ہے اور حرام جتا دیا ہے، اُس کے عمل میں لانے سے اور درپے ہونے سے منع کرے۔ پر، ناصح کو لازم ہے کہ پند اور رہنمائی کی باتیں، ملایمت اور مزے کی راہ سے سناوے اور سرِ دربار اور مجلس میں نصیحت نہ کرے، بلکہ خلوت کے وقت جب ایسی فرصت پاوے اور سمجھے کہ اب میری بات اثر کرے گی، تب شیریں زبانی اور نرمی سے کہے، اِس واسطے کہ اُس دم نرم گوئی اور خوش خوئی صلاحِ وقت ہے۔

یہ اگلے زمانے میں رسم تھی کہ پادشاہ یا امرا، عالموں یا مشایخوں سے سخت باتیں سنتے تھے اور خوشی سے قبول کرتے تھے۔ چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ہارون رشید نے، شفیقِ بلخی قدّس سرّہ کو کہا: کچھ مجھے نصحیت کرو۔ شفیق نے کہا: اے خلیفہ! خدا کے یہاں ایک گھر ہے، اُس کا نام دوزخ ہے، تجھے اُس مکان کا دربان بنایا ہے، اور تین چیزیں تجھے[1] عنایت کی ہیں جو تو اُن سے خدا کے بندوں کو جہنّم میں نہ جانے دے: ایک، دولت۔ دوسری، تلوار۔ تیسری، کوڑا۔ لیکن اب تجھ پر واجب ہے کہ محتاجوں کو مال دے کر، فاقہ کشی اور لاچارگی سے بچاوے، تو وہ لاچار ہو کر، اپنی ضروریات کی حیرانی سے، حرام اور مکروہ کی طرف منہ نہ کریں۔ اور ظالموں کو شمشیر سے قتل[2] کر، تو مسلمان اُن کی شرارت سے بے پرواہ رہیں۔ اور بدکاروں اور زانیوں کو تازیانے سے ادب دے، تو فسق و فجور سے باز آویں۔ اگر یہ کام کروگے، تو تم بھی وہاں چھٹکارا پاؤگے اور خلقُ اللہ کو بھی نجات اور مخلصی دلواؤگے۔ اور اگر برعکس اِس کے عمل میں لاؤگے، تو سب سے پہلے تم ہی دوزخ میں جاؤگے اور سب تمھارے پیچھے جاویں گے اور اپنی اپنی سزا پاویں گے۔ ہارون نے سن کر رو دیا اور شفیق کا ہاتھ چوم لیا۔ قطعہ:

نصیحت اگر صدقِ دل سے کریں
وُہیں مانے اُس کو، جو کوئی سنے

---

۱ مط: میں تجھے نہیں ہے۔　۲ مط: کرے۔　۳ مط: وہی۔

ہے صاحب دلوں کے سخن میں اثر
یقیں آوے وہ بات دل میں لگے

اور طبیب دانا اور رحم دل[1] ، کہ قانون علاج کے سمجھ کر اور کُنہیں حکیموں کی اپنے دل میں ذخیرہ کرکے، بیماروں کی شفا کے لیے، اور مرضوں کے دریافت کرنے میں، دانا اور کار آزمودہ سب فن کا ہوا ہو، اور اُس کے کلام سے حضرت عیسیٰ کے دم کا فیض اور اُس کے ہاتھ سے حضرت موسیٰ کا یدِ بیضا ظاہر ہو، اور جہاں دیدہ اور کہنہ ہو۔ اِس لیے کہ داناؤں کا قول ہے، مصرع: پُرانا چاہیے حاکم، حکیم اور حمّام۔ بیت:

جان بیمار کی باتوں سے تسلّی پاوے
جی میں آرام فقط آنے سے اُس کے آوے

جو حکیم ایسے ہوں، تو ہمیشہ مزاجِ مبارک کی پاسداری کرکے، قاعدہ رعایتِ صحّت کا جاری رکھیں۔ اگر[2] خدا نخواستہ طبیعتِ اشرف کسو سبب سے بےمزہ ہوجاوے؛ جلد تجویز کرکے، اُس کی تدبیر میں لگیں۔ اور نجومی ایسا جن نے نجوم کے علم کو خوب تحقیق کیا ہو اور سمجھ کر پڑھا ہو اور کُنہیں زیچ اور تقویم کی کتابوں کی دریافت کی ہوں اور علمِ ہیئت اور ہندسے کے خزانے کی کنجی اپنے ہاتھ میں لایا ہو اور اختیار اور لحاظ کرنے میں اُس علم کی باریکی کی شرطوں اور پوشیدگیوں کے کمال کو پیدا کیا ہو۔ بیت:

آسماں کی زیچ و نقش اور مہر کے دائرے کرے
جوں کی توں شکلیں ستاروں کی قلم اُس کا لکھے

تو طالعِ فرخندہ پادشاہ کے دیکھے اور سیر رجالُ الغیب اور جوگنی کی اور دلیلیں ان کی تحقیق کرکے، ہر ایک طرف کے رہنے اور پھرنے کے سبب کیفیتِ سعد اور نحس سے خبردار ہو، اور دولت و شوکت کا نشان جس وقت ظاہر ہونے پر ہو، اُس گھڑی سلطان کو شکرگزاری اور

---

۱ مط: رحم دل کو۔ ۲ مط: اور اگر۔

منت داری کی راہ میں راہ بری کرے ؛ تو اس صفت کے باعث، موافق اِس حکم کے کہ «جو کوئی شکر کرے گا، ہمیشہ اُس کی نعمتیں زیادہ ہوں گی» نعمتِ سلطنت کو قیام اور پایداری پیدا ہو۔ اور جب علامت خطرے اور محنت کی دیکھے، اُس ساعت میں سعی کرے، تو دعا اور صدقہ اور بہت سی خیرات داواوے، جو اِس وسیلے کے سبب سے معنی اس قول کے کہ «صدقہ دفع کرتا ہے بلا کو اور زیادہ کرے ہے عمر کو» وہ بلا اور مشکل، رد اور دفع ہو جائے۔ قطعہ:

بلا سے جان بچانے کی دُھن ہے تجکو اگر
تو اپنے دل سے اگر ہو سکے تو عاجزی کر
پھر اپنے ہاتھ تو بخشش کے وقت کھولا کر
تو پردہ عشق کا اُٹھ جائے آگے سے یکسر

اور شاعرِ شیریں گو، جو خوش گوئی میں، گوے شیریں سخنی اور استادی کی، سخن کے میدان میں، زبان کی چوگان سے لے گیا ہو اور نظم میں موتیوں کی لڑیاں پروتا ہو[1] اور شاعری کے چمن میں اپنے تروتازہ شعر کے رنگ بہ رنگ خوشبو پودھے بوتا ہو؛ پس وہ پادشاہ کی تعریف کے جواہر، نظم کی لڑی میں گونتھ کر، شہرت کے بازار میں رواج دیوے اور قصیدے اور غزل یا رباعی پر مضمون سے نام ممدوح کا دنیا کے ورق پر یادگار چھوڑے۔ قطعہ:

شاعروں کو عزیز، چاہیے رکھ
نام مشہور اُن سے ہو ہے تمام
شعرِ سلماں سے تازہ ہے اب تک
جیسے سلطاں اویس کا ہے نام

اور مصاحب ہسمُکھ، تازہ رو اور لطیفہ گو کہ رنگین نکتوں سے مجلس کو زیب دے اور میٹھی باتوں سے دروازہ خوشی کا حاضرانِ مجلس کے منہ پر کھولے، بیت:

---

۱ مط میں "ہو" نہیں ہے۔

دل مزا پاوے اُس کے نکتوں سے　　روح کو بھی خوشی ہو باتوں سے

اور سب سے بہتر ہم نشیں اور خوب مُصاحب، کتابیں بزرگوں کی اور رسالے اُستادوں کے ہیں کہ بغیر درماہے اور جاگیر کے مصاحبت کرتے ہیں اور بدون غرور اور چوچلے کے ہم کلام ہوتے ہیں۔ چنانچہ داناؤں نے کہا ہے کہ سب سے بہتر اِس زمانے میں کتاب ہے، کہ نہ پڑھنے والے کے دل کو اس سے رنجیدگی اور نہ سننے والے کی خاطر کو اس سے خفگی آوے، ابیات:

کوئی مصاحب نہیں کتاب سے خوب　　دل کے بہلانے کو ہے وہ محبوب
جی کا آرام اور دل کی خوشی　　جتنی چاہے تو، اس سے ہے ملتی
ایسا ہمدم بھلا کہاں سے ملے　　نہ خفا آپ ہو، نہ کوئی اُس سے

نصیحت: داناؤں نے کہا ہے کہ سارے آدمی عقل کے محتاج ہیں اور عقل، آزمایش سے بڑھتی ہے؛ اِس لیے کہہ گئے ہیں کہ تجربہ، آئینہ شعور کا ہے کہ اُس میں صورت نیک کاموں کی نظر آتی ہے، اور تجربے کو بہت مدّت اور بڑی عمر اور کمال بے فکری لازم ہے۔ یہ سوچ کر حکیموں نے دیکھا کہ انسان کی زندگی کا بھروسا نہیں، یعنی سب باتوں کے تحقیق کرنے کو وفا نہیں کرنے کی؛ تب یہ فکر کی اور مہربانی[1] و دانائی کی راہ سے یہ تدبیر ٹھہرائی کہ اس نقصان کو کمال دیں اور تھوڑے دنوں میں سب تجربے ہر ایک کو معلوم ہو جاویں، اِس واسطے پادشاہوں کے احوال اور امیروں وزیروں کے مذکور اور حکیموں عالموں کے قول و فعل کتابوں میں لکھے، اور اگلوں کے قصّے اور تواریخ حال کے پیدا ہونے والوں کی یاد رکھنے اور فیض پانے کی خاطر قیدِ عبارت میں لائے، تو صاحبِ دولت اور مرتبے والے اُس کو دستوُرالعمل اپنا بناویں اور ہر کوئی موافق اپنی استعداد اور ہمّت کے، اُن قصّوں کے پڑھنے سے اور اُن روایتوں کے دیکھنے سے فائدے اور فیض پاوے، تو موافق مضمون اِس قول کے جو داناؤں کا حکم ہے کہ نیک بخت وہ شخص ہے جو دوسرے سے نصیحت لیوے اور غیروں کے تجربے سے فائدہ پاوے اور اوروں کے ارشاد سے راہِ راست پر آوے، ابیات:

---

[1] مط: اور دانائی۔

شاہوں کے ذکر اور حکایت سے — اور داناؤں کی روایت سے
آنکھ اور دل میں روشنی آوے — علم اور عقل سے خبر پاوے
ہر طرح کی وہ باتیں بولیں ہیں — سچے ہی موتی سارے تولے ہیں
اور زمانے کو آزمایا ہے — ڈھیر سا رنج بھی اُٹھایا ہے
ہے یہ بہتر کہ اُن کی بات سنیں — اور اگلوں کی پیروی میں چلیں
جو درخت اِس جہان میں بوئے — بہت سے میوے اُن میں ہیں پکے
آؤ تو اُن کے باغ میں جاویں — دم بہ دم اچھے اچھے پھل کھاویں

اُنتالیسواں باب، دفعِ اَشرار میں:

یعنی حرام زادے اور شریروں کے دور کرنے میں۔ جیسے کہ نیک مردوں اور حلال خواروں کی صحبت کی خواہش کرنی واجب ہے، ویسے ہی بدذاتوں اور حرام کاروں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کرنا اور دور بھاگنا لازم ہے، اِس لیے کہ صحبت کا خاصہ ہے کہ مقرر اثر کرتی ہے، پس جتنا کہ نیک ہم نشینوں سے فائدۂ کلی حاصل ہوتا ہے، وِتنا ہی بدوں کی صحبت سے نالائق پھل ملتا ہے اچھوں کی محبت، سبب زیادتیِ دولت اور خوشی کا ہے اور بُروں کی دوستی، باعث رنج اور شرمندگی کا۔ ابیات:

پاس عُمدوں کے بیٹھ اے ہُشیار
پھول کے ساتھ کانٹے کی ہے بہار
ساتھ احمق کے بیٹھنے تو نہ جا
سِر کے سے منہ کبھو نہ ہو میٹھا

لیکن جو شریر ہیں، اُن کی دو قسمیں ہیں: ایک کا تو مطلق دفع ہی کرنا واجب ہے، اور دوسرے وہ[1] ہیں، جن کو منع کرنا لازم ہے، پس جن کے دفع کرنے سے مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہے اور اُن کے نیست نابود ہونے میں سب کی بہتری ہے، وے تین گروہ ہیں: پہلے، چوٹٹے، کہ اُن کا قتل کرنا ہمت والوں کے ذمے پر درست ہے،

---

[1] مط: وے۔

نصیحت: ہوشنگ کی تیسری وصیت یہ تھی کہ اے فرزند! چاہیے کہ فاسقوں اور شریروں، مفسدوں کو کم زور اور خراب اور نا پرساں اور عاجز اور خوف زدہ رکھے، اور آفت اور ڈر چوروں اور ڈکیتوں اور قزّاکوں[1] کا ہر ملک کے رستوں سے دور کرے۔ تو جب راہیں صاف اور بے خطرہ ہوئیں؛ آرام سے سوداگر، بیپاری، بنجارے چاروں طرف سے تمھارے ملک میں آویں جاویں اور چین سن کر، ارادہ آنے جانے کا کریں، اور طرح بے طرح کی جنس اور تحفے اور چیزیں پیدا ہوویں، قطعہ:

نہ کرے منصفی، تو ہووے نہ تو ملک اور سلطنت سے ہرگز شاد
راہ کو چوٹٹوں سے کردے صاف جو رعیّت تری رہے آباد

حکایت: عُمر خطّاب، راضی ہووے اللہ اُن سے، اپنی نقل کرتے ہیں، چنانچہ جواہر الامارۃ جو کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ وہ خود کہتے ہیں کہ ایک بار جب میں مسلمان نہ ہوا تھا اور پیغمبرِ آخرُالزّماں کا دین جاری نہ ہوا تھا، مداین کی طرف میں چلا تھا، اور چالیس تھان چادریں یمن کی میرے ساتھ تھیں۔ جب نزدیک مداین کے پہنچا، چوروں نے راہ میں گھیرا اور لوٹ لیا۔ میں ہزار محنت اور خرابی سے شہر میں گیا اور فریاد کرنے کو چلا۔ جب دروازے پر گیا، میری خبر نوشیرواں کے کان میں پہنچی، اور تمام میرا احوال دریافت کیا، چوبدار کو بھیجا، وہ میرا ہاتھ پکڑ کے لے چلا، اور ایک حجرے میں لاکر بولا: اِس مکان میں رہ، جب تک تیرے مال کے چور کو ڈھونڈھیں اور تیرا اسباب اُس سے پھیرلیں۔ میں اُس جگہ میں رہنے لگا۔ ہمیشہ پادشاہی باورچی خانے سے ایک خوانچہ سُتھرے کھانے کا لاتے اور مجھے دے جاتے۔ میں ہر روز نوشیرواں کے دربار میں جاتا اور اُس کی سلطنت کی راہ و رسم و روش کا تماشا دیکھتا، اور رعیّت سے جو کچھ سلوک اور انصاف اُس کا تھا، معلوم کرتا۔ اِسی طرح اُنتالیس دن نبھے، چالیسویں روز جونہیں میں اُس کوٹھری میں آیا، دیکھتا ہوں کہ میرا سب مال دھرا ہے اور ایک ہاتھ کٹا

---

[1] مط: قزاقوں۔

ہوا بھی پڑا ہے اور ایک کاغذ پر چالیس اشرفیاں دھری[1] ہیں اور اُس میں لکھا ہے کہ تو چالیس دن یہاں رہا، آخر چور تیرا پکڑا گیا اور تیرا اسباب تیرے پاس پہنچا، یہ روپے تیرے چالیس دن منتظر رہنے کی مزدوری کے ہیں، جب اپنے ملک میں پہنچے، تو ہمارا گلہ نہ کیجو۔

اِس قصّے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بادشاہ بلند مرتبہ ہوتے ہیں، اُن کی ہمّت اور نیّت، چوروں اور بٹیاروں کے نیست نابود کرنے پر بہت رہتی ہے۔ پس جو کوئی حاکمِ عادل ہو، چاہیے کہ راہیں مسافروں کی، راہ زنوں کے خوف و ترس سے، اپنی سیاست کے دبدبے سے بے خطرہ کر دے۔ اور جو کوئی راہ میں لوگوں کے احوال کا مُزاحم ہو، اُس کو عذاب و رنج سے سزا دے: تو یہ دیکھ کر اوروں کے کان کھڑے ہوں اور ڈریں۔ ابیات:

تو قزّاک[2] اور چور کے کاٹ ہات
چلیں مردوزن راہ میں دن اور رات
نڈر ہووے جب راہ، تب کارواں
تجارت کی خاطر چلیں یاں سے واں
پھر اُس سے بہت سا نفع لوگ پائیں
کریں لین دین اور سب آئیں جائیں
تو آباد ہوں شہر اور بستیاں
خوشی سے پھِریں[3]، چیزیں ہوں سستیاں

دوسری قسم رندوں اور اوباشوں کی ہے کہ آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں اور فتنہ و فساد مچاتے ہیں اور شہروں اور گانوں میں حرامزدگی اور تُند خوئی سے ظلم کا ہاتھ رعیّتوں کے مال اور فرزندوں پر دراز کرتے ہیں، پر[4] کوئی اپنی جان کی دہشت اور بچاو کے لیے اُن کا متعرّض اور مُزاحم نہیں ہوتا پس سوائے حاکم صاحبِ مقدور کے اُن پر ہاتھ ڈالنے کی قدرت کون پاوے۔ مقرّر ایسوں کی جڑ اُکھاڑنی ضرور ہے۔

---

۱ مط: دھریں ہیں۔ ۲ مط: قضاق۔ ۳ مط: بھریں۔ ۴ مط: ہر کوئی۔

حکایت: تواریخ میں لکھا ہے کہ حلب میں مردم آزار اور بد کردار بہت ہوئے تھے، سب رعیّت اور خوش باش اُن کے ہاتھ سے ایذائیں پاتے حیران اور سرگردان ہوگئے۔ آخر سلطانِ مصر کے رو بہ رو سب نے مل کر جا فریاد کی اور دُہائی تہائی مچائی اور اپنا انصاف چاہا۔ پادشاہ نے سن کر مصلح نام ایک حاکم منصف اور مردانہ اُن کے دفع کرنے کو متعیّن فرمایا۔ جب وہ عامل قلعے میں داخل ہوا، مفسدوں کی تلاش کر کے پکڑنے لگا اور سیاست کرنے۔ وے کم بخت اپنے کام سے باز نہ آئے اور اپنی حرمزدگی کی باتیں نہ چھوڑیں۔ رفتہ رفتہ ایسی بد عملی ہو گئی اور اتنی شوخی کرنے لگے کہ جامع مسجد میں، جہاں وہ خود نماز پڑھنے جاتا تھا، محراب میں عین منبر کے رو بہ رو لکھ گئے کہ اے مصلح! تو ناحق اپنے تئیں حیران پریشان مت بنا، کیونکہ ہماری وہ مثل ہے کہ دیو کی مانند اگر ایک کو مارے تو دس پیدا ہوں، ہم بھی اسی طرح سر اُٹھائیں گے اور اپنے کام سے باز نہ آئیں گے، اس لیے کہ ہم مرنے کو اپنا فخر اور نمود سمجھتے ہیں، اِس بات سے ہمیں خوف نہیں آتا۔ رباعی:

ہم عاشقوں کا مرنے ہی سے اعتبار ہے
گویا کہ سان ہمارا ہی سنگِ مزار ہے
جب تک نہ زخم کھاویں نہیں مرتے ہم کبھو
بے زخم کھیت چھوڑنے سے ہم کو عار ہے

غالب یہ ہے کہ تو ہمارے قتل کرنے سے عاجز ہو جائے اور ہمارا کچھ علاج نہ کرسکے۔ مصلح نے جب یہ مضمون پڑھا، دل میں سمجھا کہ اِن سے کچھ حیلہ اور مکر کیا چاہیے، حکم کیا کہ اِس سطر کے نیچے لکھ دو کہ «درست ہے، اب میں نے مردانگی اور دانائی تمھاری دریافت کی اور تمھارے آپس کی یک دلی اور اتفاق معلوم کیا۔ بیت:

مضبوطی، دل چلی میں نہیں تم سا کوئی اور
شاباش ایسے مردوں کو جو ہوویں[1] ایک دل

اب آگے کو میں نے توبہ کی اور اپنے کیے سے پشیماں ہوا، پھر ایسا کام ہرگز نہ کروں گا، بلکہ جس میں تمھاری دل جمعی ہوگی، سو عمل میں لاؤں گا، زیادہ سلام»۔

جتنے اعلا ادنا اُس جگہ حاضر تھے، اِس جواب لکھنے سے حیران ہوئے۔ اُسی روز سے اکثر سرِ دربار اور خلوت میں حاکم نے تعریف اور بڑائی رندوں اور مضبوطوں کی کرنی شروع کی اور اُن کو تلاش کرنا موقوف کیا۔ اتفاقاً اگر کوئی گرفتار ہوتا، تو اُسے چھوڑ دیتا۔ بالکل اُن کی طرف سے دست بردار ہو بیٹھا۔ ایک روز سردار اور رئیس شہر کے کچہری میں آئے اور چاہا کہ اوباشوں کے ظلم اور ستم کی نالش کریں؛ یہ ابھی کہنے نہ پائے تھے کہ پہلے ہی اُس نے فرمایا کہ اے صاحبو! میں ایسے جوانوں اور دلاوروں کے مارنے سے پچتاتا ہوں اور نہایت افسوس کھاتا ہوں، اِس واسطے کہ دل چل اور چالاک آدمیوں کا خون کرنا بہت بے جا ہے اور حاکموں کو مناسب نہیں، کیونکہ ایسے مرد ہر عہد میں بلکہ اس زمانے میں کم پیدا ہوتے ہیں، خصوصاً آج میں ایسے بہادروں کا محتاج ہوں اور نہایت مجھے درکار ہیں، اِس لیے کہ روم کا قلعے دار باغی ہو گیا ہے، مجھے اُس کے فتح کرنے کو جواں مرد اور لڑاکے سپاہی مطلوب ہیں، تم اگر میرے دوست ہو تو کسو طرح اس گروہ کے سرکردوں کو میرے پاس لاؤ، تو میں ان کو نظرِ پرورش سے دیکھوں اور سرفراز کروں اور سب صورت سے اُن کی خاطر جمعی کر دوں اور بیش قرار نوکر رکھوں۔ ابیات:

ایسے مردوں سے جو کہ ہیں دانا
جس کو دیکھوں لڑائی میں یکتا

---

۱ مط: ہوئیں۔

اس کو دوں گھوڑا اور زرہ بگتر[1]
کروں سردار اور رکھوں چاکر

شہر کے باشندوں نے عرض کی کہ سردار اور جمعدار اُن کا ایک بوڑھا ہے، اور اُس کے چار بیٹے ہیں، اب وہی ڈکیتی اور مردم آزاری کرتے ہیں اور اپنے کاروبار میں پھرتے ہیں، پر اُن کا باپ تمھاری سیاست کے دھمکاو[2] سے گوشہ نشیں ہوکر بیٹھا ہے۔ مصلح نے حکم کیا کہ اُن کو بلاؤ اور تسلّی کا بیڑا عنایت کیا۔ جب وہ سردار مع بیٹوں خاطر جمع سے آیا اور ملازمت کی، حاکم نے نہایت مہربانگی اور توّجہ فرمایا اور شہر کی جامداری کا کام اُس پیر مرد کو، اور یساولی اپنے حضور کی اُس کے فرزندوں کو بخشی۔ غرض سب کو خلعتیں سرفرازی کی دے کر، اپنی طرف کا وسواس اور دغدغہ اُن کی خاطر سے بالکل دور کردیا۔

بعد کئی دن کے جب یے نڈر ہوئے اور حاکم کی طرف سے اِن کی دل جمعی ہوئی، مصلح نے فرمایا کہ مجھے بالفعل بہت سے سپاہی مضبوط، خوں خوار اور عیّار پیشہ، چالاک درکار ہیں؛ اگر کہیں میسّر ہوں تو میں اُن کی خدمت کروں اور اُن کی ڈھالیں روپیوں سے بھردوں اور اپنا کام ضروری لوں، اگر ایسے جواں مرد تمھاری نظر میں ہوں اور تمھاری جان پہچان اور بھروسے کے ہوں، تو لائق اِس مہم کے سمجھ کر، جن کے ہاتھوں سے یہ جنگ سرانجام پاوے، لوالاؤ اور مجھسے ملواؤ، تو میں اُنھیں سرے پاو دوں اور اُن کی خواہش کے موافق جاگیر اور منصب عنایت کروں۔ وہ بوڑھا اور اُس کے بیٹے نہایت خوش خوش باہر نکلے، اور چاروں طرف سے تین سو آدمی ہت چل اور پانو بلی[3] اور خوں خوار جمع کیے، اور حاکم کے روبرو لائے۔ حکم ہوا کہ کل اِن کو لاؤ، جو خلعتیں تیّار ہوں اور اِن کو دی جائیں۔ اور اُسی وقت

---

۱ مط: بگتر۔ ۲ مط: دھمکاوے۔ ۳ مط: بانہہ بلی۔

خانسامانی[1] کے کوٹھے میں پروانگی دی کہ درزیوں کو جلد بلاؤ، اور تین سو جوڑے تکلّف کے بینتواکر[2] سلواؤ۔

جتنے نوکر اور کاروباری سرکار کے اور رئیس اور باشندے شہر کے اور ملک کے تھے، سب یہ صورت دیکھ کر اور یہ بات سن کر حیران ہوئے اور آپس میں چرچا کرنے لگے کہ سلطانِ مصر نے اِس کو اُن کے دفع کرنے کے لیے بھیجا تھا، سو یہ برخلاف حکم پادشاہ کے اِن کو اور بھی قوّت اور زور دیتا ہے۔ بیت:

جہاں کانٹے ہیں، وہاں پھول ہے لگاتا
زہَر کے بدلے میٹھا ہے چکھاتا

لیکن جب رات ہوئی، تین سو مرد مردانے، کارآزمودہ، مرنے والے چُن کر تجویز کیے کہ سلاح پہن کر خلعت خانے میں منتظر بیٹھیں، جس وقت وہ رند اُس مکان میں آویں، ہر ایک کو پکڑکر قتل کریں۔ دوسرے روز وہ گروہ کا گروہ آیا اور مجرا کرکے حاکم کی دست بوسی کی۔ مصلح نے اُس مکان کی طرف اشارت کی کہ خلعتیں پہن کر باھر آویں، اور صف باندھ کر، اپنی نوکری اور خیرخواہی میں حاضر رھیں۔ وے سب جونہیں اس جگہ گئے، سب کے سب ایک دم میں مارے پڑے وہ بوڑھا سرگروہ بھی اپنے بیٹوں سمیت فی‌النّار ہوا۔ غرض سب کے سر کاٹ، نیزوں پر چڑھا، سارے شہر کے گرد پھروادیے، اور اُس دغاباز قوم کی سزا اس حکمت سے دی، سہج میں اُس ملک کواُن کی شرارت اور فساد سے صاف کردیا۔ بیت:

جو بُرا چاہے کسوکا، اُس کا سر نیچا بھلا
پیڑ جو ہووے بُرا، وہ جڑ سیتی اُکھڑا بھلا

تیسرے، ظالم مردم آزار کہ اپنے ظلم کے اندھیرے کے باعث روزِ قیامت میں عاجز اور درمانده رہیں گے، اس ایے کہ مسلمانوں کے مال اور

---

1 مط: خانسامانی کو۔ 2 بنتواکر۔

اسباب کے لینے کا قصد رکھتے ہیں۔ اور حق تعالا ڈانٹ کر جو فرماتا ہے کہ «لعنت خدا کی ظالموں پر» اُس کا اندیشہ نہیں کرتے، اور خدا کے عذاب سے نہیں ڈرتے، اور ملک کے حاکم کی سیاست سے نہیں دہشت رکھتے، ایسے شخصوں کا دفع کرنا، پادشاہ پر واجب ہے، تو ضرر اُن کی بدذاتی کا تمام ملک میں نہ پہنچے، اور اثر اُن کی بد انجامی کا اُس ولایت میں ظاہر نہ ہو، کہ انجام ظلم کا بد ہے اور جزاستم کی عذابِ بے حد۔ ابیات:

ملک ویراں کرنا ظالم کا ہے کام
رووے اُس کے ہاتھ سے عالم تمام
تیرِ ظلم اپنے کماں میں جو رکھے
وہ بلا کی تیغ سے کیونکر بچے •

لیکن دوسری قسم کے لوگ جن کا منع کرنا واجب ہے، وہ کئی طائفے ہیں کہ بد خصلت اور زشت خو مشہور ہیں، ہر صورت میں ملاقات اور گفت گو اُن کی صاحبِ دولت کو نقصان رکھتی ہے: ایک اُن گروہوں میں سے سخن چیں ہیں کہ جھوٹی سانچی باتوں سے ہر مجلس میں فتنہ و فساد اُٹھاتے ہیں اور دوستوں کے آپس میں دشمنی کردیتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ «سخن چیں بہشت میں نہ جاوے گا»۔ حق تعالا نے توریت میں حضرت موسیٰ علیہ‌السلام سے خطاب کیا کہ اے کلیم اللہ! روزِ قیامت میں سخن چیں کی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھے گا کہ یہ سخن چیں ہے، اِس لیے خدا کی مہربانی سے نا امید ہے اور اللہ کی رحمت سے بے نصیب ہے۔ اور قرآنِ مجید میں خدا نے سخن چیں کو بدکار کہہ کر یاد کیا ہے، اُس کا یہ ترجمہ ہے کہ «اگر آوے فاسق تمہارے پاس خبر لے کر»۔ اور دانا بھی کہہ گئے کہ[1] جو کوئی تمہارے پاس خبر لاوے کہ فلانا شخص تیرے حق میں ایسی بات کہتا تھا یا تجسے کچھ دغا کیا چاہتا ہے، اُس وقت پر تجپر چھے چیزیں واجب ہیں:

---

[1] مط میں ''کہ'' نہیں ہے۔

پہلے، تو اُس کو راست گو نہ سمجھ، کہ خدا نے اُسے فاسق کہا ہے، اور بدکار کی بات درست نہیں ہوتی۔ دوسرے، اُس کو بد گوئی سے منع کر، کہ بُرے کام سے منع کرنا واجب ہے۔ تیسرے یہ کہ اُس کا دشمن ہوجا، اِس لیے کہ خدا اُس کو دشمن جانتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ بڑا دشمن تمھارا خدا کے نزدیک وہ ہے کہ چُغلی کھانے سے، دوستوں کے درمیاں دشمنی ڈالے۔ چوتھے یہ کہ مسلمان بھائیوں پر گمانِ بد نہ رکھّے، کہ اکثر خیالِ باطل کرنے میں گناہ اور وبال حاصل ہوتا ہے۔ پانچویں، تلاش بدخبر کی نہ کرے، کہ بدی کی جست جو[1] بد ہے۔ چھٹے، جو کچھ چُغل خور کہے، اُس موافق عمل میں نہ لاوے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ سخن چیں کو اپنی صحبت میں آنے نہ دے اور اُس کی بات نہ سنے۔
ابیات:

تو ہرگز لُترے کومت پاس بٹھلا — کہ اک دم میں کرے سو فتنے برپا
سخن چیں پاس تیرے گر رہے گا — تو آخر وہ برا تجکو کہے گا

نقل: ایک اصفہانی سردار ایک غلام کو مول لیتا تھا، بیچنے والے نے کہا: اے مرزا! یہ میرا غلام ایک عیب رکھتا ہے کہ سخن چیں ہے۔ لینے والے نے کہا: غلام کیا سخن چینی کرسکے گا۔ غرض اُس کو خرید کیا۔ کتنے دنوں کے بعد اُس غلام نے گھر کی بی بی کو کہا کہ ہمارا میاں تمھیں نہیں چاہتا، دوسرا قبیلہ کرے گا۔ بی بی یہ سن کر کُڑھی اور گھبرائی۔ غلام نے دیکھا کہ میری بات نے اثر کیا اور یہ بیل منڈھے چڑھی اور میرا منصوبہ پورا پڑا اور فساد کا تیر نشانے پر لگا، تب بولا کہ تم چاہتی ہو کہ تمھیں پیار کرے اور تمھارا ہی سہاگ بڑھے؟ وہ غریب بولی: ہاں، میں یہی آرزو رکھتی ہوں کہ میرے تلوے دیکھ کر، دوسری کا منہ نہ دیکھے۔ غلام نے کہا: میں ایک طلسم جانتاہوں اور حُب کا منتر بھی مجھے یاد ہے؛ جب خواجہ آوے اور خوب طرح سوجاوے، ایک تیز اُسترا لے کر، اُس کی داڑھی کے نیچے کے بال تھوڑے مونڈلے اور مجھے دے،

---

1 مط: جست وجو۔

تو اُن پر افسوں پھونکوں، اور تمھاری محبت اُس کے دل میں پیدا کروں، عورت نے قبول کیا اور اُس کام کی دُھن باندھی، اور بولی کہ آج مقرر میں یہ بات کروں گی۔

یہ سن کر، غلام میاں کے پاس گیا اور کہا: اے خواجہ! تمھارے لُون پانی کا حق مجھ پر ہے، میں نے سنا ہے، اِس لیے تمھیں خبردار کر دیتا ہوں کہ تم غافل نہ رہو۔ صاحب نے گھبراکر پوچھا: وہ کون سا ماجرا ہے؟ غلام نے کہا: تمھاری بی بی نے کوئی یار پیدا کیا ہے، سو تمھارے مارنے کے ارادے میں رہتی ہے؛ اگر میرے کہنے کو آزمایا چاہو، تو اپنے تئیں جان بوجھ کر نیند میں ڈالو اور جھوٹ موٹ خرّاٹے بھرنے لگو، تب دیکھو کہ کیا صورت پیش آتی ہے۔

گھر کا مالک یہ سن کر گھر میں آیا اور صبح کا ناشتہ کر کے لیٹ گیا اور اپنے تئیں خواب میں ڈالا اور منتظر اس حرکت کا رہا۔ عورت نے جب خوب معلوم کیا کہ میاں غافل سوتا ہے، اُسترہ ہاتھ میں لے کر، ڈاڑھی خاوند کی اٹھاکر پکڑی اور چاہا کہ کئی بال مونڈ لے۔ خواجہ نے آنکھیں کھول دیں، اور بی بی کو اس طرح مستعد دیکھ کر، مقرّر خیال کیا کہ میرے سِر کاٹنے کے ارادے میں ہے، ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا اور قبیلے کا ہاتھ پکڑ کر چُھری چھین لی اور سر اُس کا کاٹ لیا۔ جورو کے وارثوں کو خبر ہوئی؛ خواجہ کو پکڑ کر، اُس کے خون کے عوض مار ڈالا۔ غرض اس سخن چیں کی شامت کے سبب سے گھر اُن بے چاروں کا بات کی بات میں اُجڑ گیا، ابیات:

لڑائی، آگ دو کے درمیاں ہے — اور اُس میں لکڑی، لُترے کی زباں ہے
اندھیرے کوئیں میں وہ قید ہو گر — تو گھر گھر چغلی کھانے سے ہے بہتر

اور غمّاز بھی ایسے ہی بُرے ہوتے ہیں کہ اُن کا منھ نہ دیکھیے اور اُن کی بات نہ سنیے۔ بیت:

چغل خور سے زیادہ کوئی بد نہیں — کہ بد بختی کی اُس کی کچھ حد نہیں

خبر میں آیا ہے کہ غمّاز، حلال زادہ نہیں[1] ہوتا۔

---

۱ مط: نہیں ہوتا ہے۔

روایت: کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی قوم میں ایک سال مینھ نہ برسا اور اناج مہنگا ہو چلا۔ حضرت موسیٰ، سلام خدا کا اُن پر، اکابروں اور اشرافوں کو اپنے ساتھ لے کر نمازِ باراں کے واسطے میدان میں نکلے اور چار روز تک رات دن دعا کیا کیے، کچھ فائدہ ظاہر نہ ہوا۔ تب بے اختیار موسیٰ پیغمبر رونے لگے کہ الٰہی! آج چار روز ہوئے کہ تیرے بندے تیری درگاہ میں عاجزی سے دعا مانگتے ہیں، کیوں قبول نہیں ہوتی۔ خطاب آیا کہ اگر چالیس دن رات تلک پیہم دعا کروگے، تو بھی مستجاب نہ ہوگی، اس لیے کہ تیری قوم میں ایک غمّاز ہے کہ اُس کی بد ذاتی، دعا کو اثر نہیں بخشنے دیتی۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ بار خدایا! مجھسے فرما کہ وہ غمّاز کون سا ہے، تو اُسے معلوم کروں اور اپنے ساتھ سے نکال دوں۔ آواز آئی کہ کیا خوب! میں تو خود غمّاز کا دشمن ہوں، سو میں ہی غمّازی کروں؟ تو اپنی ساری قوم کو کہہ کہ توبہ کرے، وہ بھی اُس میں استغفار کرے گا۔ حضرت موسیٰ نے سب قوم کو فرمایا کہ غمز سے توبہ کرو۔ وُہیں کریم نے مینھ کو حکم کیا اور ملک کو آباد کردیا۔

اِسی خاطر، جو پادشاہ نامور اور باخبر ہیں، ہرگز غمّاز کی بات پر کان نہیں رکھتے، بلکہ اِس گروہ کو دشمن جانتے ہیں۔

حکایت: حکایات میں لکھا ہے کہ کسو پادشاہ نے ایک شخص کو پرورش کیا، اور سمجھایا[1] کہ اگر تو چاہتا ہے کہ روز بہ روز اور ساعت بہ ساعت تیرا درجہ زیادہ ہو اور مرتبہ بڑھے اور سب نوکروں سے زیادہ سرفرازی پاوے اور قربت حاصل کرے، تو تین کام نہ کریو: ایک تو، جھوٹ نہ بولیو، کہ جھوٹ بولنے والا میری نظروں میں اوچھا اور ہلکا ہوجاتا ہے۔ دوسرے، لوگوں کے رو بہ رو میری تعریف اور بڑائی نہ کریو، کہ میں اپنے تئیں جتنا سمجھتا ہوں، تو نہیں سمجھتا۔ تیسرے، بدی نہ کیجو[2]، اور چغل خوری سے ڈریو،

---

1 مط میں ,, کہ،، نہیں ہے۔ 2 مط: نہ کیجیو۔

اور بد گوئی فوج اور رعیت کی میرے حضور نہ کریو۔ اِس لیے کہ جب میں اُن کی بُرائی سنوں تو میں بھی اُن سے بد ہوجاؤں : پس جب میری بدی سپاہ پر ظاہر ہو، تو وہ ڈریں اور بے دل ہوکر مجھسے پھریں اور دوسرے کی نوکری کریں، اور یہ بھی چاہیں کہ دوسرا پادشاہ ہو تو بہتر ہے، اس سبب سے بڑا خلل ملک میں پڑجائے۔ ابیات :

چغل خور سے سلطنت ہو تباہ
اداس ہوں امیر، اور بے دل سپاہ
اُلٹ جائے لُترے کے باعث جہاں
جہاں وہ ہے، وہاں خیریت پھر کہاں
جو غمّاز کو دیکھے اے خوش خصال
توجیب اُس کی گُدّی سے وُوہیں نکال

حکایت : کہتے ہیں کہ نوشیرواں کے نوکروں میں سے ایک شخص نے پادشاہ کے رو بہ رو چُغلی کھائی۔ کسریٰ[1] نے فرمایا کہ اِس بات کو میں تحقیق کرتا ہوں، اگر سچ ہوئی تو غمّازی کے لیے تیرا دشمن ہوں گا، اور جو جھوٹ ہے تو دروغ گوئی کی سزا دوں گا۔ اب اگر توبہ کرے اور پھر ایسی بات نہ کہے، تو تیری تقصیر معاف کروں۔ وہ بولا کہ میں نے توبہ کی۔ نوشیرواں نے فرمایا کہ میں نے بھی تیرا گناہ عفو کیا۔ ابیات :

شاہوں کے پاس جو کہ چُغلی کھائے
اُنھیں کے آگے رو سیاہ ہو جائے
جیسا عالم کو وہ جلاتا ہے
ویسا اپنے کیے کو پاتا ہے

حکایت : کہتے ہیں کہ کسو نے بہ طور بدی اور چغل خوری کے خلیفہ معتصم کو عرضی کی کہ فلانا شخص جو سردار تھا، اُس نے رحلت کی، ایک بیٹا خُرد[1] سال اور بہت سا مال چھوڑ گیا ہے؛ اگر حکم حضور کا ہو

---

[1] مخ : خورد۔

تو اُس لڑکے کی پرورش کے موافق دے کر، ساری دولت بہ طریق قرضِ حسنہ کے خزانۂ پادشاہی میں داخل کروں، جب وہ بڑا ہوگا، حوالے کی جائے گی؛ بالفعل خزانۂ عامرہ کی رونق اور زیادتی ہوتی ہے۔ معتصم نے مطالعہ کرکے رقعے کی پیٹھ پر لکھا کہ مرنے والے کو خدا بخشے، اور میراث کے مال کو برکت دے، اور یتیم کو نیّتِ خیر دے کر پرورش کرے، اور غمّاز خدا کی لعنت اور خلق اللہ کی ملامت میں گرفتار ہو۔ ابیات:

شاہوں سے چغلی تو کسو کی نہ کر
بے گناہوں کی آہ سے ٹک ڈر
بے گناہوں کی آہ ہے گی بری
بہتوں پر بجلی کی طرح ہے پڑی

اور گروہ صاحب غرضوں کا بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو بات کہیں یا کام کریں، اُس میں اپنی ہی غرض منظور رکھیں، ہرگز اخلاص اور نمک حلالی کی راہ سے ایک بات عرض نہ کریں۔

نصیحت: ہوشنگ ملک نے اپنی وصیّتوں میں فرمایا ہے کہ صحبت اور دوستی سے صاحب غرض کی، پرہیز اور احتراز کیا چاہیے، اِس لیے کہ غرضو آدمی جھوٹ موٹ خیرخواہی کے دعوے کرتے ہیں، اور جواہر نیکی کے بدی کے تاگے میں پروتے ہیں، اور نیک فعلوں اور اچھے کاموں کو، بھونڈے اور بُرے لباس میں ظاہر کرنے کو تیّار ہوتے ہیں۔ ابیات:

نہ دے صاحب غرض کو پاس آنے
جلاتا ہے وہ دل کو بے ٹھکانے
بھرے ہیں اُس میں سارے مکر اور فن
ہے ظاہر دوست اور باطن میں دشمن

جب احوال صاحب غرضوں کا دریافت ہوا کہ وے مکر کا نام، تدبیر رکھتے ہیں اور بدی کو، نیکی کے پردے میں چھپاتے ہیں اور سختی کو نرمی کے لباس میں دکھاتے ہیں اور ہر طرح کی باتیں بناتے ہیں؛ پس بغیر خوب اثبات

کرنے کے، فقط اُن کے ظاہر کرنے پر حکم نہ دے بیٹھا چاہیے، بلکہ ایسے
لوگوں کی بات کو نہایت تحقیق کرنا لازم ہے۔ ابیات:

که صاحب غرض جب کہنے پر آویں
بھلائی کو بُرائی کر دکھاویں
نہ ہووے جب تلک سب بات ظاہر
فقط کہنے پر اُن کے کام مت کر

نصیحت: سکندر نے ارسطو سے سوال کیا کہ پادشاہ کی ملازمت کے
واسطے کیسے انسان لائق ہیں، اور کیسے لوگ نالائق ہیں؟ حکیم نے جواب
دیا کہ سلاطینوں کی خدمت کے مناسب[1] وہ شخص ہیں جو ایمان دار ہوں،
کچھ خیانت نہ کریں؛ اِس لیے کہ امانت کے سبب سے عزّت و آبرو
بڑھتی ہے اور خیانت سے ذلّت اور خواری میں پڑتے ہیں۔ اور قانع و صابر
ہو، نہ لالچی اور طامع؛ کیونکہ قناعت، گنجِ بے شمار ہے اور طمع، نرا
رنج و آزار۔ بیت:

آدمی سب میں قناعت سے بڑا ہوتا ہے
لالچی، آبرو کو اپنی پڑا کھوتا ہے

اور ضرور ہے کہ خوش گو ہوں، نہ عیب جو؛ چونکہ آدمی جو خوش گفتار
ہے، اُس کا ہر کوئی خریدار ہے اور سب کو پسند اور درکار ہے۔ اور عیب بیں
سے ہر ایک ناخوش اور بیزار ہے، بلکہ وہ سب کے نزدیک ناکارہ اور شرمسار
ہے۔ اور لازم ہے کہ کار کردہ ہوں، نہ بَت بنے اور ڈینگ مارنے والے،
کہ میدان کے مرد کی حرمت و عزّت ہے اور جھوٹی شیخی کرنے والے
بدنام اور رسوا۔ اور چاہیے کہ دوست ہوں، نہ بیری؛ اِس خاطر کہ فائدہ
دوستی کا، محبّت اور اُلفت ہے اور ثمرہ دشمنی کا، بدی اور بے وفائی۔ اور
صاحبِ سنّت ہوں یعنی نیک چلن، نہ گمراہ اور بدکار؛ اِس لیے کہ قوّت
شرع کی بہشت میں لے جاتی ہے اور نیا ظلم جو اپنی طرف سے ایجاد کرے،
وہ گمراہی اور بدنامی میں پڑتا ہے اور آخر یہ چال دوزخ میں پہنچاتی ہے۔

---

۱ مط: وو

اور چاہیے کہ پادشاہ اپنے حضور میں اِن سات فرقوں کو دخل نہ دیں:
پہلے حاسد کو، کہ حسد کا زہر کسو تریاک سے علاج پذیر نہیں ہوتا اور حاسد کے دل کا دکھ، کوئی جوشاندہ نہیں کھوتا۔ بیت:

حسد بھی آگ ہے ایسی کہ جس سے جان جلے
اور رفتہ رفتہ اُسی آگ سے جہان جلے

اور بدی حسد کی، سب فسادوں میں مزاجی ہے، اِس سبب سے کہ حاسد کا دل نہایت بد ہوتا ہے؛ اور وہم اُن لوگوں کا جن کا دل خبیث اور کھوٹا ہے، دوسرے کے زوال نعمت کے حق میں بڑا اثر رکھتا ہے۔ اِس باعث خداتعالا فرماتا ہے کہ «پناہ خدا کی مانگو حاسدوں سے»۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ حسد، بندے کی نیکیوں کو کھا جاتا ہے یعنی نا چیز کر دیتا ہے، جیسے لکڑی کو آگ تمام کر دیتی ہے۔ سچ ہے، حسد، بُری خو اور زبوں خصلت ہے۔ مقرر جو کم حوصلہ ہے وہ حسد دوسرے کا کرتا ہے، نہ کہ عالی ہمت سے ظہور میں آتا ہے، کہ یہ نشان نادانی کا ہے، اِس سبب کہ ظاہر ہونا اِس صفت کا، عقل کے نقصان پر دلالت کرتا ہے، سب جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حاسد، ہمیشہ غیر کی خوشی اور فراغت سے غم اور رنج میں رہتا ہے، اور پرایے کے سُکھ کو دیکھ کر، آپ دُکھ سہتا ہے۔ بیت:

اِسی غم میں دیتا ہے وہ اپنی جان
کہ کیوں کھاتا پیتا ہے سارا جہان

اِسی طرح ہر دم ہزار رنگ کے شربت غم و غصّے کے زہر سے ملے ہوئے پیتا ہے اور لعنت بہ ہیچ جیتا ہے، اور جب کوئی پاؤں خوشی کا زمین پر رکھتا ہے، وہ ہاتھ غم کا اپنے سر پر مارتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ حاسد کو اُس کا حسد ہی کفایت کرتا ہے۔ ابیات:

حاسد کی سزا، اس کا حسد کرتا ہے
جو رنج میں اور دکھ میں سدا مرتا ہے
اوروں کے لیے آگ وہ سلگاتا ہے
جو غور کرو تو آپ ہی جل جاتا ہے

چنانچہ حاسد کے اپنے حسد میں ہلاک ہونے کی یہ نقل لکھی ہے:

حکایت : ہے کہ سکندر کے وقت میں کوئی جانور پیدا ہوا، اس کی یہ خاصیت تھی کہ جس پر اُس کی نظر پڑتی، تُرت مر جاتا۔ پادشاہ نے ہر چند حکیموں سے اس کے دفعیے کا علاج پوچھا، کسو نے کوئی تدبیر اُس بلا کے دور ہونے کی نہ بتلائی، اور اُس ہلاک کرنے والی آفت کے دفع کرنے کی کچھ فکر کسو کے دھیان میں نہ آئی، آخر ارسطو نے نہایت غور کر کے التماس کیا کہ میرے خیال میں ایک منصوبہ آیا ہے، خدا چاہے تو یہ بلا دفع ہو، اور خلق اللہ اِس آفت سے چھٹکارا پاوے۔ حکم کیا کہ ایک آئینہ قدِ آدم تیار کریں، اتنے[1] عرض کا کہ آدمی اُس کے پیچھے چھپ سکے۔ جب بن چکا، ایک چھکڑے کے آگے اُس شیشے کو باندھا، اور آپ اُس کے پیچھے، رہڑو[2] پر بیٹھا، اور جس جگہ وہ جانور رہتا تھا، آئینے کا رخ اُدھر کر کے چلا۔ اُس نے انسان کی بو معلوم کی، اور اِس کی طرف آیا؛ جوہیں نگاہ آئینے پر پڑی اور اپنی شکل دیکھی، نزدیک پہنچتے پہنچتے گر پڑا اور مر گیا۔ سکندر کو یہ خوشخبری پہنچی؛ حیران ہو کر حکیم سے پوچھا کہ یہ کام جو تم نے کیا، اِس میں کیا حکمت تھی؟ بولا: اے شہنشاہ زمین و زمان کے! بدبو بخار جو زمین کے نیچے بند ہو رہے تھے، اُن کے باعث، بعد کتنی مدّت کے خدا کی قدرت سے یہ جانور پیدا ہوا، اُس کی آنکھوں میں زہرِ قاتل تھا، جس پر اُس کی نظر پڑتی تھی، مر جاتا تھا۔ میں آرسی اُس کے منہ کے مقابل رکھ کر لے گیا، اِس لیے کہ جب وہ اپنی پرچھائیں اِس میں دیکھے گا، نظر اُس کی وہیں سے پلٹ کر، اثر اُس کا اُسی کے اوپر پڑے گا اور مر جاوے گا۔ سکندر نے ارسطو کو دعا دے کر آفریں کی۔

سو یہی بات ٹھیک احوال حاسد کا ہے، کہ بدی حاسد کی، حاسد ہی کی طرف پھرتی ہے؛ جیسے آگ جب لکڑی نہیں پاتی، تب اپنے ہی تئیں آپ کھاتی ہے، یہاں تلک کہ آخر جل بل کر راکھ ہو جاتی ہے۔

دوسرے، وہ لوگ جو لائق بادشاہوں کے حضور کے نہیں، سو بخیل اور ممسک ہیں۔ کیونکہ منحوس اور مکھی چوس، دشمن خدا کے بندوں کا

---

[1] مط: اتنے طول عرض کا۔ [2] مط: آپ اس کے رہڑو پر بیٹھا۔

ہے۔ جیسے سخاوت سب عیبوں کو چھپاتی ہے ویسے ہی بُخل سارے ہنروں کو پوشیدہ کردیتا ہے۔ ابیات:

آدمی میں ہنر ہزار ہوں گو پر بخیلی چھپاتی ہے سب کو
تو لئیموں کے پاس ٹک بھی نہ جا اور کریموں کے ساتھ دل کو لگا

جامع الحکایات میں لکھا ہے کہ سلاطینوں کو چاہیے کہ سُوم اور کنجوس کو اپنی سرکار میں نوکر نہ رکھیں، کہ اُن کے باعث شرمندگی ہوتی ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ عمر بن لیث کا ایک خانساماں تھا نہایت بخیل۔ ایک سال میووں کو پالے نے مارا؛ عمر نے اُس کو حکم کیا کہ جہاں کہیں میوہ ملے، خرید کر، اور احتیاط و صرفے سے خرچ میں لا۔ ایک دن عمر نے مجلس جشن کی بنائی اور بڑی تیاری فرمائی ایلچی ہر ایک ملک کے جو آئے تھے، اُس وقت سب حاضر تھے اور اسباب ضیافت کا موجود تھا، مگر میوہ، کہ نہایت کم معلوم ہوا۔ پادشاہ نے خانساماں کو فرمایا کہ میوہ بہت سا حاضر کر۔ اُس نے عرض کی کہ اب سڑا اور داغدار میوہ باقی رہا ہے، حکم ہو تو لاؤں۔ سلطان حد شرمندہ ہوا اور اُس کو اُس کام سے تغیّر کیا، تو بھی اکثر فرماتا کہ اُس کم بخت بخیل نے مجھے ایسا خجل کیا کہ ہرگز اُس کا عوض نہیں کرسکتا۔ بیت:

داناؤں سے تو نے کیا سنا نہیں
کوئی عیب بخیلی سے بڑا نہیں

تیسرے، وہ لوگ جن کو حضور میں رکھنا مناسب نہیں، وے کم ہمّت اور اور سفلہ مزاج ہیں۔ ایسے آدمی بھی پادشاہوں کی خدمت جوگے نہیں ہوتے۔ دانا کہہ گئے ہیں کہ سفلے[1] آدمی، بخیل اور ممسک سے بھی بدتر ہیں[2]۔ اِس واسطے کہ سوم وہ ہے کہ کسو کو کچھ نہ دیوے، لیکن سفلہ نہ آپ کھاوے، نہ اور کو دیوے، بلکہ دوسرے کا بھی لینا دینا اُسے بُرا معلوم ہو۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کوئی پادشاہ بڑا جواں مرد اور سخی تھا۔ ایک دن اپنے کسو مصاحب سے فرمانے لگا: میں چاہتا ہوں کہ لاکھ درم ایک نوکر کو بخشوں، تو کیا صلاح دیتا ہے؟ وہ بولا: اِس قدر بہت ہے، اِتنے میں سو شخص کو عنایت کرکے راضی کیجے[1]۔ پادشاہ نے کہا: بھلا اگر اِس کا آدھا بخشوں تو مناسب ہے؟ جواب دیا: تد بھی ڈھیر ہے۔ پھر پوچھا: تہائی دوں؟ کہنے لگا: یہ بھی زیادہ ہے۔ فرمایا: چوتھائی انعام کروں تو بس ہے؟ اُس نے عرض کی کہ اب بھی سرس ہے۔ غرض اِسی طرح گھٹاتے گھٹاتے دسویں حصے پر نوبت آئی، تب پادشاہ نے کہا: اب کیا کہتا ہے؟ بولا: اگرچہ یہ بھی بہت ہے، پر ایک انسان کو بخشنا مضایقہ نہیں۔ سلطان نے کہا: اے کم بخت، بے نصیب! میں چاہتا تھا کہ اِتنا تجکو ہی عنایت کروں، پر تونے ایسی کفایت بتاتی کہ اپنے تئیں محروم کیا اور مجکو بھی سخاوت کے درجے سے باز رکھا۔ جب اُس نے یہ سنا[2]، گڑگڑانے لگا کہ جہاں پناہ! مجسے گناہ ہوا، تم اپنی ہمت اور سخاوت کو نہ چھوڑو۔ ملک نے حکم کیا: تو سفلہ ہے، لائق تنبیہ کے، نہ سزاوار مرتبے کے؛ تونے اپنا بھی ضرر کیا اور مجھے بھی نقصان دیا۔ میرا تو نقصان یہ ہوا کہ اگر اتنا مال میں تجکو دیتا، تو سخاوت میں میرا نام ہر کوئی لیتا، اور جب تلک زمین آسمان قائم ہے، میری بخشش اور مروّت کا شور باقی رہتا۔ اور تیرا ضرر تو ظاہر ہے کہ اِتنے مال سے بے نصیب ہوا۔ اب جا، لاکھ درم، جو میں نے بخشنے کے لیے دل میں ٹھہرائے تھے، لے۔ اور بارِ دیگر ہمارے دربار میں ایسا سفلہ پن نہ کرنا۔ ابیات:

کمینہ دیکھ نہیں سکتا دوسرے کا بھلا
پیالے پر سے اُڑاوے ہے مکھی کو تنکا
جو سفلہ ہے گا، وہ بد ذات سب سے بدتر ہے
جو کوئی کمینہ ہے، خاک اُس کے سر پہ بہتر ہے

چوتھے اُن میں سے، عیب جُو اور بدگو ہیں، کہ اگر کسو کا ذکر درمیان آوے، تو وہ چاہیں کہ خواہ نخواہ برعکس اُس کے کچھ بولیے۔ اور یہ سخت

---

[1] مط: کیجئے۔ [2] مط: تو گڑ گڑانے لگا۔

گناہ ہے، کیونکہ اگر وہ بات سچ ہے، تو غیبت ہوگی۔ اور اگر جھوٹھ ہے، تو تہمت اور غیبت بھی ہوئی۔ حدیث ہے کہ غیبت، بدتر ہے زِنا سے۔ اور غیبت کی سزا، حرام کاری کی تنبیہہ سے زیادہ ہے۔ حق تعالا قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ «اے بندو! آپس میں ایک ایک کی غیبت نہ کرو۔ اگر کروگے، تو جیسے اپنے موئے بھائی کا گوشت کھایا»۔ پس یہ نہایت سرزنش اور عتاب ہے۔ اِس فرمانے سے سمجھا جاتا ہے کہ بدگوئی کرنے والا، مُردار خوار ہوتا ہے۔ اور جو کوئی انسان ہے، حرام خوری سے پرہیز کرتا ہے اور مُردار سے بھاگتا ہے۔ بیت:

پیٹھ پیچھے بدی کسو کی نہ کر   عیب جو آدمی سے بھاگا کر

حکایت: کہتے ہیں کہ کوئی پیغمبر جو صاحب کتاب نہ تھے، مگر خواب میں حکم خدا کا دیکھتے اور آواز غیب کی سنتے، اُنھوں نے ایک دن رات کو معلوم کیا کہ فرمانِ الٰہی ہوا کہ صبح تڑکے ہی اُٹھ کر فُلانے میدان میں جائیو، پہلے جو چیز تیرے آگے آوے، اُسے نگل جائیو۔ دوسری چیز جو نظر پڑے، اُسے چھپا دیجو[1]۔ تیسری چیز جو ملے، اُس کو رکھیو۔ چوتھی کو نِراس مت پھیرنا۔ پانچویں چیز جو دیکھے، اُس سے بھاگیو۔ یہ سب سمجھ کر، جب فجر ہوئی، اُٹھے اور جس طرف کا اشارہ ہوا تھا، چلے۔ پہلے ایک پہاڑ بڑا اور اونچا کالے رنگ کا ملا۔ یہ پیغمبر حیران ہوئے کہ ایسے نوالے کو کیونکر کھاؤں! لیکن امرِ الٰہی سے لاچار ہوں، یہ سوچ کر اُس کوہ کی طرف چلے تو اُسے کھاویں، جب پاس پہنچے، اتنا بڑا پہاڑ چھوٹے لقمے کے برابر ہوگیا، اُنھوں نے اُٹھاکر منھ میں دھر لیا اور نگل گئے، مزے میں شہد سے میٹھا اور مُشک سے نہایت خوش بو تھا۔ خدا کا شکر بجا لائے اور وہاں سے آگے چلے۔ ایک لگن دیکھا راہ میں پڑا ہوا۔ دل میں کہا کہ حکم یوں ہے کہ اِس کو پوشیدہ کریو، تب زمین میں گڑھا کھودا اور اُس میں داب کر، بہت سی مٹّی اُس پر ڈال کر چھوڑ دیا اور چلے۔

---

1 مط: دیجیو۔

دو قدم بھی نہ بڑھے تھے کہ وہ طشت زمین کے اوپر ویسا ہی دھرا دیکھا۔ پھر مُڑ کر آئے، اور گہرا گڑھا کھودا اور چھپا دیا۔ ابھی فارغ نہ ہوئے تھے کہ پھر وہ طاس اوپر کا اوپر ہی نظر پڑا۔ تیسری بار پھر اُس کے الوپ کرنے میں محنت کی، لیکن وہ باہر کا باہر ہی رہا۔ پھر اندیشہ کیا کہ مجھے چھپانے کا حکم ہوا تھا، سو میں بجا لایا۔

جب وہاں سے بڑھے، ایک مرغ دیکھا کہ سر کے اوپر گھبرایا ہوا شتابی اُڑا جاتا ہے۔ اِن کو دیکھ کر بولا: اے خدا کے نبی! میرے حریف نے میرا پیچھا کیا ہے۔ پیغمبر نے اُس کو اپنے گریبان میں چھپا لیا۔ وُہیں باز، بھوک[1] سے جھنجھلایا ہوا پہنچا، کہنے لگا: اے پیغمبر خدا کے! آج میں نے شکار کے پیچھے بڑی محنت کی ہے، اب وہ آکر تیری پناہ میں گھسا ہے، میں بھوکا جھکالا ہو رہا ہوں، مجھے میرے طعمے سے محروم مت کر۔ اُنھوں نے جی میں کہا کہ مجھے فرمان ہوا ہے کہ اِس کو رکھیو اور دوسرے کو ناامید مت پھیریو، اب کیا کروں! جلد چھری نکال کر، تھوڑا سا گوشت اپنی ران سے کاٹ کر اُس باز کے روبرو پھینکا۔ اُس نے گوشت کا لوتھڑا اٹھالیا، اور شکار سے وہ باز، باز آیا۔ جب اُس مکان سے وہ نبی آگے چلے، ایک مری کو دیکھا کہ سڑی ہوئی پڑی ہے، اُس سے بھاگے۔

جب یہ سب سیر کرکے پھرے، پیغمبر نے رات کو خدا کی درگاہ میں مناجات مانگی کہ بار خدایا! جو کچھ فرمان حضور کا تھا، میں بجا لایا، لیکن کچھ میرے دھیان میں نہیں آیا کہ اِس میں کیا حکمتِ الٰہی تھی؛ اِس کے سبب سے مجھے آگاہ اور خبردار فرما۔ غیب سے آواز آئی کہ وہ بلند پہاڑ جو تونے دیکھا اور لقمے کے برابر ہوگیا اور تونے کھالیا، وہ غصّہ ہے کہ پہلے بڑا دکھائی دیتا ہے اور جب تونے اُسے نِگلا، تو سب لذّتوں سے زیادہ لذّت پائی، اور ساری مٹھائیوں[2] سے بہت مٹھائی[3]۔ دوسرے، وہ طشت سونے کا جسے تو بہتیرا چھپاتا تھا اور وہ ظاہر ہوتا تھا، خیر ہے؛ کہ ہر چند انسان نیکی کو پوشیدہ کرے، البتّہ وہ علانیہ ہوا چاہے۔ اور تیسرے کے معنی یہ ہیں

---

۱ طہ: بھوکھ۔ ۲ مط: میٹھائیوں۔ ۳ مط: میٹھائی۔

که جو کوئی تیرے آسرے میں آوے، اُسے پناہ دے۔ اور جو کوئی تجھے امین جان کر اپنی امانت سونپے، چاہیے تو اُس میں خیانت نہ کرے۔ چوتھی بات کا یہ فائدہ[1] ہے کہ اگر کوئی تجھسے کچھ چیز مانگے، تو سعی کر جو اُس کی احتیاج برلاوے۔ پانچویں، وہ مردار گندی جو پڑی تونے دیکھی، وہ غیبت تھی۔ خبردار! ہر کسو کی بدی کرنے سے بھاگیو کہ غیبت، آدمی کے نیک فعلوں کو باطل کرتی ہے۔ ابیات:

نہ کر غیبت کسو کی، ہوسکے تو　　کہ طاعت کا ہے نقصان اُس سے تجکو
ہر اک غیبت میں، طاعت ہوتی ہے کم　　اور غیبت کرنے سے، ہوں کام برہم

خصوصاً دربار اور سرکار پادشاہوں کی، لازم ہے کہ غیبت اور بہتان کی ناپاکی سے پاک رہے۔ اِس لیے کہ جیسے بدی کا کرنا حرام ہے، ویسے ہی سننا بھی درست نہیں، کہ عذاب کرنے میں، بدی گو[2] کو اور سننے[3] والے کو برابر گناہ ہے۔ بیت:

زبان و گوش رہِ حق میں تو لگائے رکھ
بدی سے کان کو اور جیب کو بچائے رکھ

پانچویں، وے لوگ جو لائق حضور سلاطینوں کے نہیں، سو ناحق شناس اور بے وفا اور ناشکر ہیں، کہ حق ولی نعمت اور محسن کا نہیں پہچانتے، بلکہ شکرانِ نعمت کا عوض، کُفرانِ نعمت میں جانتے ہیں۔ ایسا گروہ ہمیشہ ذلیل اور خوار، اپنے اور بےگانوں کے دلوں سے دور اور اُترا رہتا ہے۔ نہ اُن کی قسمت یاور اور نہ دولت سے بختاور۔ اور اُن کی زندگی یکساں فراغت سے نہیں کٹتی۔ قطعہ:

جو بُھلاوے کسو کی نعمت کو　　بھول جانا اُسے، نپٹ ہے صواب
حق نہ جانے جو کوئی، اُس سے نہ مل　　اُس کی صحبت سے روح کو ہے عذاب

نصیحت: خلیفہ معتقد کا مقولہ ہے کہ جس کی زبان کی تلوار حق گزاری میں کُند ہو، اُس کو شمشیرِ تیز کی زبان سے سزا دیا چاہیے۔ ابیات:

۱　مط: فائدہ یہ ہے　　۲　مط: بدگو اور سنے والے کو　　۳　مخ: سنے والے کو۔

اون روٹی کا حق جو کوئی بھولے ویسے کی گردن اور سر ٹوٹے
جو کہ خاوند کی کرے خدمت پاوے دونو جہاں میں وہ حرمت
حق شناسی سے مرد ہو ہے بڑا اور نا شکری جلد دے ہے سزا

چھٹے، دروغ گو ہیں۔ کیونکہ جھوٹ ایسی بُری چیز ہے کہ کسو آدمی کو پسند نہیں آتا۔ اور جھوٹ بولنے والے، پادشاہوں کے رو بہ رو بے آبرو اور بے قدر ہوجاتے ہیں۔ اخلاق[1] جو کتاب ہے، اُس میں یہ حکایت لکھی ہے کہ فُضیل وزیر کی مجلس میں دو مصاحب تھے، ایک کا نام نصر تھا اور دوسرے کا اسم ثاقب۔ ان دونو میں دوستی کے سبب خوش طبعی ہوا کرتی، آخر ٹھٹھے مزاخ کی نوبت پہنچی، نہایت کو ہتھا بانہیں ہونے لگی۔ ایک دن نصر کے ہات کے دھکے سے، ثاقب کے سر پر سے پگڑی گر پڑی۔ ثاقب نہایت شرمندہ ہوا اور مارے کھسیان[2] پنے کے چہرہ لال ہوگیا۔ وزیر نے فرمایا کہ تو کون سی بات پر اِتنا دق ہوا؟ ایسی باتیں یاروں میں ڈھیر ہوتی ہیں۔ ثاقب بولا: واہ واہ! کیونکر غصے میں نہ آؤں کہ بھری مجلس میں تمھارے رو بہ رو میری حرمت جاتی رہی اور آبرو کی ٹوکری گر پڑی۔ فُضیل نے کہا: بس، اپنا غصہ ٹھنڈا کر، اِس حرکت کو خاطر میں نہ لا؛ تیری آبرو اور حرمت میرے نزدیک اُسی روز سے گئی گزری ہے، جس دن تونے کہا تھا کہ میرے خچر نے مجھے ایک رات میں مرو سے نیشاپور میں پہنچایا۔ ابیات:

جھوٹ کا مت چراغ روشن کر روشنی اُس میں ہووے گی کیونکر
جھوٹ سے حرمت اپنی تو مت کھو آبرو اس سے ہو ہے آبِ جو

ساتویں، وے لوگ جو واہی بولیں اور بہت سی باتیں بناویں، وے بھی لائق خدمت کے نہیں۔ اِس لیے کہ جو کوئی بہت بکتا ہے، آخر اُس کی بات کی قدر نہیں رہتی۔ حدیث میں فرمایا ہے کہ بہت بولنے میں، جھوٹ اور بناوٹ ان گنتی ہوتی ہے۔

---

۱ مط: اخلاق کی جو کتاب ہے۔ ۲ مخ: کھسیان پنے۔

نصیحت : حکیم بوزر جمہر کا قول ہے کہ جس انسان کو بہت کہنے کی خو ہووے ، یقین سمجھو کہ اُسے مالیخولیے کا آزار اور جنون ہے ۔ مثلِ خراسان ہے کہ " بسیار گو ، بیہودہ گو می شود " ۔

نصیحت : نقل ہے[1] کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حواریوں نے کہا کہ ہمیں کچھ ایسی پند دو کہ جس پر عمل کرنے سے بہشت میں جاویں ۔ فرمایا کہ ہرگز مت بولو ۔ اُنھوں نے عرض کی کہ یہ بات تو ہو نہیں سکتی ۔ حکم کیا کہ جو کلام کرو ، سوائے اچّھی اور نیک بات کے نہ کہو ، کیونکہ بہت بولنا ، دل کو سیاہ کر ڈالتا ہے ۔ ابیات :

صرفہ زر کا کرے ، سو احمق ہے   صرفہ باتوں کا کرنا لائق ہے
زر کی خاطر نہ کھینچ اِتنا رنج   بات اندیشے سے ہے کہنا ، گنج
زیادہ بکنا ، ہے بے حیا کی صفت   بولنا سچ ، ہے انبیا کی صفت
بولنے سے بھلا ہے چُپ ہو رہے   وقت کہنے کے ، خوب گر نہ کہے
بات انسان کی ہے کیا سب خوب ؟   وقت پر خوب بولے ، ہے تب خوب

حکایت : لکھتے[2] ہیں کہ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ تین پادشاہ ، نوشیرواں کے دولت خانے میں جمع ہوئے : ایک ، قیصر روم ۔ دوسرا ، خاقانِ چین ۔ تیسرا ، شحنۂ ہند ۔ نوشیرواں نے فرمایا کہ بہت قرن چاہییں اور کئی جُگ بیتیں جو ایسی صحبت میسّر آوے ؛ لائق ہے کہ ہم میں سے ہر ایک[3] ، ایک بات کہے ۔ کیونکہ پادشاہوں کی بات ، باتوں کی پادشاہ ہوتی ہے ۔ نہیں تو افسوس رہ جاوے گا کہ ایسا مجمع تمام ہوجاوے ، اور ہم سے کوئی نشان زمانے کے ورق پر یادگار[4] رہنے نہ پاوے ۔ بیت :

بول تو[5] اِس جہاں میں میٹھے بول   بات ہی ، پیچھے یاد رہتی ہے

سبھوں نے کسریٰ سے کہا کہ پہلے آپ ہی شروع کیجیے ۔ نوشیرواں نے اپنے دل کے جواہر خانے سے ، یہ ان مول موتی ، بیان کی تھالی پر رکھ کر فرمایا

---

۱ مط : میں ،، کہ ،، نہیں ہے ۔   ۲ مط : کہتے ہیں ۔   ۳ مط : ہر ایک بات کہے ۔
۴ مط : یاد رہنے نہ پاوے ۔   ۵ مط : میں ،، تو ،، نہیں ہے ۔

کہ «میں کبھو نہ کہی ہوئی بات پر پشیمان نہیں ہوا۔ اور بعضے سخن جو کہہ چکا ہوں، آخر اُس کی ندامت کھینچی ہے»۔

پھر قیصرِ روم نے اپنے خیال کے خزانے کو دیکھ کر، یہ[1] زر خالص بادشاہ کی مجلس میں نچھاور کیا کہ «جو بات میں نے نہیں کہی، اُسے کہہ سکتا ہوں۔ اور جو کہہ چکا، وہ میرے قابو سے نکل گئی۔ یعنی، جو تیر سخن کا کہ بیان کی کمان سے نہیں چھوڑتا، اُس پر حاکم ہوں کہ جب چاہوں چھوڑوں۔ لیکن جب اختیار کے قبضے سے نکل گیا، یعنی، بیان کرچکا، پھر اُسے پھیر نہیں سکتا»۔

تب خاقانِ چین نے یہ نافۂ سر بہ مہر کھولا اور اُس کی خوش بوئی سے، دماغ بادشاہوں کا جو اُس مجلس میں بیٹھے تھے، مُعطّر کیا کہ «جب تلک میں نے بات نہیں کہی، وہ میرے تابع ہے اور میں اُس پر غالب ہوں۔ اور جب کہہ چکا، وہ زبردست ہوئی، اور میں اُس پر حاکم نہیں بن سکتا۔ یعنی جب تلک سخن کی دُلھن فکر کے پردے میں پوشیدہ ہے، تب تک اختیار کی مشّاطہ کا اختیار باقی ہے؛ اگر چاہے، گویائی کے تخت پر بٹھا کر[2] اُس کو جلوہ دے، اور اگر چاہے، چھپرکھٹ کے پردے میں چھپا رکھے۔ لیکن جب اوٹ سے باہر نکلی، اور اپنے چہرے سے گھونگھٹ اُٹھایا؛ پھر اُسے پوشیدگی کے خلوت خانے میں الوپ نہیں کرسکتی».

آخر ہندوستان کے راجہ نے اپنی گویائی کے باغ سے یہ خوش بو پھول اور تر و تازہ گلدستہ بیان کے چمن سے نکالا کہ «جو بات کہنے میں آتی ہے، دو صورت سے خالی نہیں: یا نیک ہے، یا بد۔ اگر خوب ہے، تو کہنے والا اُس کے کہنے میں سمجھتا ہے کہ یہ کرسکوں گا یا نہیں۔ اگر بد ہے، تو کچھ حاصل نہیں۔ پس اِن دونو حالتوں میں چُپ رہنا ہی سب سے بہتر ہے»۔ قطعہ:

ملا ایک بوڑھے سے یونان میں میں یہ پوچھا کہ سن، اے زمانے کے دانا!
ہے انساں کو کیا خوب ہر وقت؟ بولا کہ چُپ رہنا، چُپ رہنا، اب تو نے جانا

---

۱ مط: میں ''یہ'' نہیں ہے۔ ۲ مط: بیٹھا کر

اور قدیم حکیموں نے فرمایا ہے کہ چپ رہنا، بہتر ہے بُری بات بولنے سے۔ اور اچھّی بات، خوب ہے چُپ رہنے سے۔ قطعہ:

جو دیکھا عقل کی آنکھوں سے میں نے
نہ دیکھی چپ سے بہتر کوئی خصلت
نہ تو منہ بند کر، نہ آنکھ سی لے
و لیکن بات بے موقع کی، کہہ مت

چالیسواں باب، حشم و خدم کی تربیت میں:

یعنی، اپنے لواحقوں اور نوکروں کی پرورش اور قدردانی میں۔ اِس باب میں دو قسمیں ہیں: پہلی قسم میں، پادشاہوں کو متعلّقوں اور ملازموں کی سرفرازی اور خبرگیری جو کرنی لازم ہے، لکھی۔ اور دوسری قسم میں، نوکروں کو سلاطین کی خدمت گزاری میں جو آداب بجا لانے واجب ہیں، بیان کیے۔

لیکن پہلی قسم کے بیان میں حکیموں کا قول ہے کہ پادشاہوں کو امیروں اور وزیروں اور کارباریوں اور ملازموں سے لاچاری ہے۔ یعنی، اُن کے بغیر کام سلطنت کا جاری ہونا مشکل ہے۔ اِس لیے کہ جس کے حکم میں خدا نے اپنے بندے اور ملک کردیا ہو، اُسے البتّہ ضرور ہے کہ ادنا اعلا جتنے کاربار بادشاہت کے ہیں، موافق قاعدے کے اُن کی احتیاط کرے۔ اور خوب غور تامّل کر کے، کام میں رعیّت اور زیر دستوں کے مشغول رہے۔ اور اپنے ملک کے بڑے چھوٹوں کے احوال سے، جتنا چاہیے، خبردار رہے۔ پر، ایسی باتوں کے تحقیق کرنے میں یہی دو کان اور دو آنکھیں انسان کی کفایت نہیں کرتیں، بلکہ بہت سے کان اور ڈھیر سی آنکھیں چاہییں۔ پس، اِس خاطر لازم ہے کہ کتنے ایک آدمی دانا اور صاحب ہوش، نیک باطن، بے طمع، عالی ہمّت نوکر رکھّیں! تب گویا اُن کی بھی آنکھوں اور کانوں کا یہی مالک ہوا، تب گوشِ ہوش سے سب ملکوں کی خبریں[1] سنے اور دیدۂ تحقیق سے حقیقت میں سب مہمّوں کی نظر کرے۔ اور ہر طرح اس گروہ سے نوع بہ نوع کی خبریں سننے میں اور رنگ بہ رنگ کے چلن دیکھنے میں،

---

۱ مط: خبر سنے۔

کہ برابر اپنی آنکھوں اور کانوں کے ہیں، رعایتِ کُلّی بجا لاوے، تو وہ اپنے کام سے باز نہ رہیں، اور ہمیشہ تلاش کر کے تحقیق خبریں نئی نئی کہیں، اور احوال جا بجا کے پہچانے میں مستعد رہیں۔ کیونکہ کوئی چیز پادشاہ کو نقصان کرنے والی اِس سے زیادہ نہیں کہ خبریں چاروں طرف کے ملکوں کی اور رعیّتوں کا نیک و بد، جوں کا توں والیِ ملک تک نہ پہنچے۔

اور کتاب سراج الملوک میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ نوشیرواں نے داناؤں سے پوچھا کہ مضرّت سلطنت کی کون سی حرکت سے ہوتی ہے؟ اُنھوں نے کہا: تین کام سے۔ پہلے، پادشاہوں سے خبروں کا پوشیدہ رہنا۔ دوسرے، کمین آدمیوں کو پرورش کرنا۔ تیسرے، عاملِ ظالم کو خدمت پر بھیجنا۔ کسریٰ نے پوچھا: یہ بات کس دلیل سے کہتے ہو؟ جواب دیا کہ جب خبر اپنے ملک کی پادشاہ کو ملنی موقوف ہوئی، تو دوست دشمن سے بے فکر اور غافل رہے، پھر جو کوئی جو کچھ چاہے سو کرے۔ بادشاہ کی بے خبری اور غفلت سے ہزار طرح کے فتنے ہر طرف سے پیدا ہوا چاہیں۔ اور پادشاہت کو اہلِ فتنہ و فساد خراب کرتے ہیں۔

دوسرے، کمینے اور رزالے لوگ جب مرتبے پر چڑھیں، تو اپنی کم ظرفی اور بے ہمتی سے سب طرح کے مال پر لالچ کریں، اور ہر شخص سے طمع رکھیں، اور قدر و منزلت اکابر و اشراف کی نہ پہچانیں، اور حرمت اور ادب بزرگوں کا چھوڑ دیں؛ لاچار دل خلق اللہ کا اِن سلوکوں کے سبب سے بیزار ہوجاوے، کہ صاحبِ غیرت ایسوں کے منّت دار نہیں ہوتے اور اپنی آبرو نہیں کھوتے۔ بیت:

جو اُوچھے کے تو دسترخواں پہ دیکھے، دو چپاتی ہے
نہ کھا ہر گز، کہ اُن کے کھانے سے دل کو چُپ آتی ہے

لاچار ہو کر، مقرّر دل چلاویں اور ہمّت کو کام فرماویں کہ کسو تدبیر سے اُن کی بدی کے آسیب سے مخلصی پاویں۔ اِسی[1] سبب سے کہہ گئے ہیں کہ زوال دولت کا، سِفلوں کے بڑھانے کے سبب سے ہوتا ہے، جب کمینے

---

۱ مط: اس سبب سے

کو ترقی اور مرتبہ دیا، تب دولت اور اقبال نے اپنا منہہ کمی کی طرف کیا۔ ابیات:

مرتبہ، گر کمینہ ٹک پاوے — سلطنت میں بڑا خلل لاوے
سفلہ، لائق نہیں بڑھانے کے — بلکہ لائق ہے بندی خانے کے

تیسرے، عامل جب رعیّت پر ظلم کریں، تو نیّت اُن کی پادشاہ سے بدبر ہووے، اور بسنے اور کھیتی کرنے سے دل اُچاٹ ہوں، اور بھاگتے پھریں؛ پس آمدنی خزانے میں کم آوے، لشکر در ماہہ ماہ در ماہ نہ پاوے، یہ دیر طابی دیکھہ کر فوج گھبراوے اور روزگار سے ہاتھہ اُٹھاوے۔ ایسے وقت میں اگر حریف کسو طرف سے پیدا ہوجاوے اور ان کے رفیق اور مددگار تھوڑے رہ جائیں، تو کیا جانیں[1] کیا آفت آوے، آخر ملک قبضے سے نکل جاوے۔ ابیات:

ظلم عامل کا، کرے عالم خراب — اور مظلوموں کا دل کر دے کباب
کارِ ملکی میں خلل لاتا رہے — چین سارے ملک سے جاتا رہے

نوشیرواں نے دانا کی تعریف کی اور فرمایا کہ ان کلموں کو سونے کے پانی سے لکھیں۔ اور خوب سمجھا چاہیے کہ سلطنت کے محل کے چار ستون ہیں، اگر ان میں سے ایک نہ ہو، تو کام ملک کا جاری نہ ہوسکے: پہلے ایسا امیر کہ سرحدِ سلطنت کے جو ملک ہوں، اُن کی کمال محافظت کرے، اور بدی دشمنوں کی، پادشاہ اور رعیّت سے باز رکھے۔ دوسرے، ایسا وزیر کہ بادشاہ اور ملازموں کو فراغت اور آرام سے رکھے۔ اور مال جس جگہ سے لائق لینے کے ہو، لیوے، اور خرچ کرنے کی جگہ خرچ کرے۔ اور ایسا بھاری بوجھہ جس[1] کے عہدہ برآ نہ ہوسکیں، زیردستوں اور ضعیفوں پر نہ رکھے۔ تیسرے، جو حاکم کہ[2] پادشاہ کی طرف سے مقرر ہو، ضرور ہے کہ احوال خلق اللہ کا استفسار کرتا رہے۔ اور انصاف زیردست کا، زبردست سے لیوے۔ اور فاسقوں اور بدکاروں کو ذلیل و خوار رکھے اور سزا دیوے۔ چوتھے، واقعہ نویس ایمان دار ہو، جو روز مرّہ خبریں دارالسلطنت کی اور نزدیک و دور کے صوبوں کی اور احوال غریبوں اور عمدوں کا پادشاہ کے حضور میں عرض کیا کرے۔

۱ کیا جانیے۔ ۲ ط میں ،، کہ ،، نہیں ہے۔

حاصل کلام، جن لوگوں سے کہ بادشاہ اور تمام سلطنت کو رونق ہے، وے صاحب سیف ہیں، جیسے امرا اور ایلچی اور سپاہی اور مانند اِن کے جو ہوں۔ یا اہلِ قلم، چنانچہ وزیر اور مستوفی اور نویسندے اور عامل ہیں۔ پس، تربیت اور پرورش ان دونو فرقوں کی مُجمل کی رُو سے اِس ڈھب سے کرے کہ سب کو لطف و عنایت کی نظروں سے دیکھے، اور جو کچھ ہر ایک کو ضرور ہو اور وہ اُس کے محتاج ہوں، اُن سے دریغ نہ رکھے۔ اور جو کوئی اُس کام کو جو اُس کے ذمے میں سپرد ہے، بہ خوبی انجام دے اور حضور کی خدمت بہ آئینِ شایستہ، جیسی منظور ہو، بجا لاوے؛ تو وہ نوازش اور سرفرازی پاوے۔ اور جو شخص کام کرنے میں غفلت اور سستی بجاوے، اُس کو نصیحت سے شرمندہ اور ہوشیار[1] فرماوے۔ اگر اِس پر بھی باز نہ آوے اور بدخصلتی نہ چھوڑے؛ خوب طرح گوشمالی دے۔

دوسرے، عیب اور بدیاں ملازموں کی ظاہر کرنے کے درپے نہ رہے۔ اور اُن کے خوش رہنے سے، آپ بھی خوشی اور شادی کرے۔ اور اُن کی مصیبت اور الم سے، خود بھی رنج و غم ظاہر کرے۔ اور ہر ایک کو قُوّت اور رتبہ اُس کے درجے اور لیاقت کے موافق بخشے، اور اِس انداز سے بڑھاوے کہ دوسرے کو اُس درجے میں اُس کے ساتھ شریک نہ بناوے، تو آپس میں اُن کے دشمنی اور حسد پیدا نہ ہو۔ اور اگر کسو سبب سے ملازموں میں جھگڑے اور فساد کی نوبت آئے، تو جلد فیصل کردے، جو مادہ خصومت اور مخالفت کا اُن کے دل میں مضبوط نہ ہونے پاوے، کہ تھوڑے سے تغافل سے بڑی بڑی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ امیروں اور وزیروں کے اختلاف سے سرِشتہ[2] سلطنت کا برہم ہو جاتا ہے، اور اُن کے اتفاق سے کار و بار ملک گیری اور ملک داری کا انجام پاتا ہے۔ ابیات:

جو اک دل نہ ہوں سلطنت کے امیر تو ہو شاہ حیراں، رعیّت فقیر
امیروں کو نہیں خوب آپس میں بیر کہ ہرگز نہیں پھوٹ میں ہوتی خیر
کہ جھگڑے سے ہوتا ہے یاں تک بگاڑ پرانے گھروں کو وہ دے ہے اجاڑ

---

۱ مط: ہشیار۔ ۲ مط: سررشتہ۔

نصیحت : ایک حکیم سے سوال کیا کہ بنیاد ملازموں کی تربیت اور تعلیم کی کس طور پر رکھنا چاہیے ؟ جواب دیا کہ دو صورت پر : ایک ، مہربانگی پر۔ دوسرے ، چشم نمائی پر۔ لازم ہے کہ ہمیشہ نگاہ قہر اور نظرِ لطف سے خادموں کو دیکھا کرے اور عنایات سے سر بلند کرتا اور بچاتا رہے اور غضب کی ہیبت سے ڈراتا رہے ، تو نہ بہت نڈر ہوجاویں اور نہ ناامیدی مزاج میں لاویں۔

نگارستان جو کتاب ہے ، اُس میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ راہ ، دانائی سے تربیت کرنے کی یہ ہے کہ جب تلک نرمی اور سہولیت[1] سے کام چلے ، تب تک سختی اور گرمی کو کام نہ فرماوے۔ اور جہاں درشتی اور سختی ضرور ہو ، وہاں نرمی اور ملایمت نہ کرے۔ اِس لیے کہ پھوڑے کو پہلے نشتر کی احتیاج پڑتی ہے ، بعد اُس کے مرہم کی۔ قطعہ :

ہمیشہ نہ چل مہربانی کی راہ　　جو غصے کا ہو وقت ، تیوری چڑھا
جو دیکھے کہ مرہم نہیں آتا کام　　تو اُس گھاو پر جلد نشتر لگا

نصیحت : حکیموں کا حکم ہے کہ جس کو پادشا چاہے کہ سرفراز کرے اور اُس کو درجے میں بڑھاوے ، اوّل ضرور ہے کہ اُس کی خصلت کے سونے کو امتحان کی کسوٹی پر کئی بار کسے ؛ جب تئیں احوال اُس کی بانی کا خوب دریافت نہ کرے ، ہرگز مہربانگی کی نظر سے اُس کی طرف نہ دیکھے ، کیونکہ اکثر ایسا اتّفاق ہوا ہے کہ کمینے بد ذات کو رتبہ دے کر چڑھایا ہے ، پر جب اُس کے قول و فعل سے خبردار ہوئے ہیں ، لاچار اُسی وقت اُس کو نظروں سے گرایا ہے۔ پس جلدی بڑھانا اور شتابی گھٹانا ، سلطنت کے دبدبے کو نقصان کرتا ہے۔ قطعہ :

جس کو تو چاہے مرتبہ دیوے
آزما اُس کو پہلے ، ہے کیسا
گر وہ لائق ہے اُس لیاقت کے
تو سمجھ بوجھ کر تو اُس کو بڑھا

---

[1] مط : سہولت۔

جیسے کہ سرفراز کیے ہوئے کو ترت گرانا مناسب نہیں، ویسے ہی جلد خوش ہوجانا، اُس شخص سے جس پر خفگی کی ہو، لائق نہیں، کہ یہ حرکت بھی سبب سبکی کا ہے؛ اِس واسطے کہ غصّہ فرمانے کے بعد مہربان ہونے میں، چاہیے کہ ایک مدّت گزرے، تو عزم اور پختہ مزاجی پادشاہ کی عالم پر ظاہر ہو۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک خلیفہ کسو اپنے مصاحب کے ساتھ کچھ بات فرما رہا تھا۔ عین گفتگو میں اُس سے ایک کلمہ سنا کہ مناسب نہ تھا، فرمایا کہ اُس کو مجلس سے باہر نکال دیں۔ وہ بے چارہ زندگانی سے ناامید ہوکر اپنے گھر جا بیٹھا اور گوشہ گیری اختیار کی اور لاچار شربت تلخ، صبر اور تحمّل کا پیتا اور اپنے دل میں کہتا، بیت:

اے دل! اپنے حالِ بد سے تو نہ گھبرا، صبر کر
دیکھ تو آخــــر بھلا ہوگا، خدا پر رکھ نظر

لیکن جب مدّت جدائی اور بے کاری کی بہت ہوئی اور نوبت جان تلک اور چُھری استخوان تک پہونچی، تب اپنا احوال عرضی میں لکھ کر کسو پادشاہی خواص کے ہاتھ میں دی کہ فرصت کے وقت حضور میں جہاں پناہ کے گزرانے۔ خلیفہ پڑھ کر مسکرایا اور فرمایا: اُس کا کچھ اِتنا بڑا گناہ نہیں کہ سبب دربار کے آنے سے منع کرنے کا ہووے۔ یہ سن کر اُس امیر نے عرض کی کہ جب آپ یوں فرماتے ہیں، اور فی الوقع یوں ہے، تو امیدوار ہوں کہ اُس بے تقصیر کو حضورِ پُرنور میں آنے کا حکم ہو۔ پادشاہ نے فرمایا کہ جو کام ہے، اپنے وقت پر موقوف ہے، اور ہر ایک بات اپنے موقع کے لائق ہے؛ جب تک وقت اُس کام کا نہ آوے اور ساعت اُس بات کی نہ پہنچے، سعی اور کوشش کچھ کام نہیں آتی اور کوئی صورت انجام نہیں پاتی۔ بیت:

کام کا جب تک نہ پہنچے وقت، کام آتا نہیں
یاروں کی یاری سے کوئی کچھ نفع پاتا نہیں

آخر ایک برس کے بعد اُس کو بلوایا اور خلعت دے کر سرفراز فرمایا۔

نصیحت : دانا کہتے ہیں کہ اگر کسو کو مرتبے پر چڑھاوے، تو جس نظر سے اُس کو پہلے دیکھتے تھے[1]، اب نہ دیکھے؛ اِس خاطر کہ جب مال اور اسباب اور اختیار اور مقدور پایا، تو اُس کو اوّل کے درجے پر لے جانا مشکل ہے۔ اور اگر چاہے کہ اُس کا درجہ گھٹاوے، تو اُس کی فکر میں رہے، اور سہج سہج میں وہ خیال جو دل میں ہے، عمل میں لاوے، نہیں تو بہت سے خلل پیدا ہوئیں گے۔ بیت :

نہ غیرت کی آتش میں اُس کو جلا
کہ لاچار ہو کر وہ جی دیوے گا

نصیحت : نوشیرواں نے حکیم بزرجمہر سے پوچھا کہ لائق تربیت کرنے کے کون سے شخص ہیں؟ التماس کیا کہ اُن کو تربیت کیا چاہیے اور مرتبہ دیا چاہیے جو ادب رکھتے ہوں، یا نسب اُن کا عالی ہو؛ کیونکہ جو کوئی نسب ادنا رکھتا ہے، تو موافق حدیث شریف کے کہ «جو چیز ہے، رجوع کرتی ہے اپنی اصل کی طرف» تو وہ اپنے خاندان پر جائے گا۔

حکایت : حکایات میں لائے ہیں کہ ایک مرد تھا ذکی نام، خاندان بھی اُس کا بزرگ اور نسب عالی اور نہایت صاحبِ ادب۔ اُس نے ایک کنیزک رومی نوشاد نام خرید کی۔ وہ حد بد خو اور نہایت ترش رو تھی۔ ذکی نے بہ سبب مِلکِ یمین کے، کہ مملوکہ مالک کو حلال ہے، اُس پر تصرّف کیا۔ اُس سے بیٹا تولّد ہوا۔ ایک روز کوئی حکیم ذکی کی صحبت میں بیٹھا تھا کہ وہی لڑکا آگیا۔ ذکی نے اُس کو کچھ کام فرمایا، وہ فرزند جلدی اُٹھا اور چلا، جب کتنے ایک قدم گیا، پھر آیا اور مجلس میں بیٹھ گیا۔ اہلِ مجلس متعجب ہوئے کہ پہلے کام کرنے کا کیا سبب تھا، اور پھر مُڑ آنے اور کام نہ کرنے کا کیا باعث پیش آیا۔ حکیم[2] ہنسا اور بولا: ذکی نے چاہا

---

۱ مط : دیکھتا تھا۔ ۲ مط میں "حکیم" نہیں ہے۔

کہ حکم بجا لاوے، پر نوشاد نے نہ کرنے دیا۔ اثر دونو جوہر کا اِس میں معلوم ہوا۔

جیسا کہ گورے اور سانولے رنگ میں بیٹا، ما باپ سے مشابہ ہوتا ہے، ویسا ہی نجابت اور رذالت[1] میں بھی یوں ہی قیاس کیا چاہیے، چنانچہ حکیم فردوسی فرماتا ہے، ابیات:

کڑوا پھل جس درخت کا ہووے باغِ جنّت میں اُس کو گر بووے

اور کوثر کے پانی سے دے پٹا[2] جڑ میں شہد اور شیر دیوے بِٹا[3]

پر وہ آخر کو پھول کر جو پھلے وہی میوہ جو تلخ ہے سو لگے

کہتے ہیں کہ کمینی ذات والے کو پالنا، اپنی آبرو بِٹانی ہے، اِس سبب سے کہ جس کی اصل میں خلل ہے اور نطفۂ بد سے پیدا ہوا ہے، حرام ہے اُس پر کہ بدون بدی کیے اُس کے ساتھ، جس نے اُس کے حق میں نیکی کی ہو، دنیا سے رحلت کرے۔ قطعہ:

کوئی پاجی کو تربیت کیا کرے گا
گریباں میں کس طرح کوئی مار پالے
نہیں ہوتا پھل اندراین کا میٹھا
چُنے پھول کیونکر جو کوئی خار پالے

اور دوسرا نکتہ نوکروں کی تربیت کرنے میں یہ ہے کہ ایک شخص کو دو کام نہ دے کہ جب اُس کے دل میں غرور آوے اور دو خدمتوں میں شراکت ہو جاوے تو وہ کام موافق مطالب کے سر انجام نہ پاوے۔ قطعہ:

نہ اک شخص سے بن سکیں کام دو
بھلا اُس کو نہیں کہتے جن میں ہے ہوش
نہ دے ایک خدمت بھی دو شخص کو
کہ ہانڈی بھی شرکت کی نہیں کھاتی جوش

---

۱ مخ: رزالت ۲ مط: بٹا۔ ۳ مط: پٹا۔

اب تربیت کی مجمل بات سے فراغت ہوئی، لیکن تین نکتے اُس کی تفصیل کے باقی ہیں، سو لکھنے میں آتے ہیں کہ پہلے سب پر مقدّم تربیت اولاد کی ہے۔ ذخیرۃالملوک میں لکھا ہے کہ فرزند، خدا کی امانت ہے جو ما باپ کو سپرد فرمائی ہے، کل میدانِ قیامت میں اِس امانت کے حق میں پرسش ہوگی، اس لیے کہ یہ امانت سب نقصان اور کمال کی لیاقت رکھتی ہے۔ اور جوہر اس کی حقیقت کا ایسا ہے کہ جس طرف اُس کو چاہیں، مائل ہوسکتا ہے؛ پس اس کی تربیت میں خواہ مخواہ سعی کمال کیا چاہیے، تو صفتِ پسندیدہ سے آراستہ ہو اور بدخصلتوں سے دل برخاستہ اور روگرداں رہے۔

اوّل، یہ ضرور ہے کہ اسم اُس کا خوب رکھے۔ اگر نامعقول نام دھرے گا، تو وہ ساری عمر اُس کے باعث خجالت اور کراہت میں رہے گا۔ دوسرے اُس کی خاطر دائی دودھ پلانی نہایت معتدل مزاج اور خوش خو اور پاکیزہ سرشت لازم ہے، کیونکہ خبر میں آیا ہے کہ دودھ کا اثر، مزاج اور طبیعت کو تبدیل کردیتا ہے۔ اور جب دودھ بڑھاوے، تو ستھرے آدمی، نیک خو راست گو اُس کی خدمت کے لیے مقرّر کرے، تو اُس کی طبیعت اور چال ڈھال میں خادموں اور اتالیقوں کے مزاج کی خوبیوں کے سبب الفت اور محبّت اور بوجھ بھار پیدا ہو۔ اِس لیے کہ اکثر دل لڑکوں کا ہنسی کھیل اور کھانے پینے کی طرف مائل رہتا ہے، تو اُسی وقت سے روش اعتدال کی اور قاعدے ہموارگی کی رعایت کیا چاہیے۔ اور استاد پرہیزگار، دین دار، صاحبِ لیاقت تجویز کرکے تعیّن کرنا واجب ہے، تو اُس کو قرآنِ مجید باقرأت پڑھاوے اور احکام شرعِ شریف کے سکھاوے اور جو علم کہ اُس کو دین و دنیا میں فائدہ بخشے، بتانے اور جتانے میں کمی نہ کرے۔

اور سب سے بہتر صورت ادب دینے کی یہ ہے کہ اُس کو صحبت سے اُس جماعت کی کہ مفسد اور بدخو اور کج فہم ہو، باز رکھے۔ اور لوگ خوش ذہن، لطیف طبع، صلاح و تقویٰ والوں کی مجالس میں بٹھاوے،

تو وہ ہمیشہ اُس کے رو بہ رو عالموں اور خدا پرستوں اور صاحب کمالوں کی تعریفیں کیا کریں اور اُن کی خوبیاں سناویں، تو سنتے سنتے محبّت اُن کی اُس کے دل میں جگہ پکڑے۔ اور بدکاروں اور بدمعاشوں کی مذمّتیں کریں، تو اُن کی طرف سے اُس کے جی میں نفرت پیدا ہو۔ اور جب سنِ تمیز کو پہنچے، اک مردِ بزرگ، عالی ہمّت، آزمودہ کار، جس نے خدمت بادشاہوں یا امیروں کی کی ہو، مقرّر کریں؛ تو آداب نشست و برخاست اور آمد و رفت کے اُسے سکھاوے۔ اور اِس کوشش میں رہیں کہ باتیں ادب و حیا اور بلند ہمّتی کی اور خصلتیں اخلاقِ ملوک کی اُس سے ظاہر ہوں۔ اور جب وقت آوے، سپاہی جلد دست اور ہنرمند اور استاد کارِ جہاں دیدہ اور گرم و سرد چشیدہ کو اُس کے لیے پروانگی دیں، تو آئین سواری اور سلاح پوشی کی اور جو کچھ سلاطینوں کو لائق اور درکار ہو، تعلیم کریں۔ جب جوان ہو، مشایخ کی خدمت اور علما کی صحبت میں لے جاویں، بزرگانِ دین کی نظر فیض سے بہرہ مند ہو، کہ اُن کی توجہ کی نگاہ کو اثرِ کُلّی ہوتا ہے۔

ابیات:

جس کے گھر میں کہ دولت آتی ہے دل سے صاحب نظر کے پاتی ہے

قصد مردوں کا کام آتا ہے کانٹے سے پھول پھول جاتا ہے

جو نظر، صدق اور صفا سے ہو کرے وہ کچھ جو کیمیا سے ہو

اور اُمرا اور سپاہی کہ وہ[1] ستون سلطنت کے اور بنیاد دولت کے ہیں، اُن کی تربیت اِس صورت سے لائق ہے کہ ان کی حرمت کے قاعدوں میں سُبکی اور خفّت راہ نہ پاوے، اور ہاتھ اُن کا تمام ملکی اور مالی کاموں میں قوی اور مختار رہے۔ اور سارے امور کہ تحقیق کرنا اُن کا واجب ہے، البتّہ اُن سب میں اُن کو دخل دیں، تو کوئی مہم بغیر صلاح و تدبیر اُن کی جاری نہ ہو سکے اور وے جو صلاح کہ ملک اور مال کی بہتری کے حق میں عرض کریں، اُسے دل دے کے سنیں۔ اور اُن خدمتوں کو جو اُن سے تعلّق رکھتی ہیں، مثلاً کام

---

۱ مط: وے۔

حضور کی قور کا اور ایلچی کا اور لشکر اور نوکروں کاان کاموں کے زور ، دینے اور جاری کرنے کے لیے جو کہیں ، نہایت لطف و عنایت سے قبول کریں ، خصوصاً ایلچی کے حق میں ، کیونکہ وہ زبان سلاطین کی ہوتا ہے ، اور احوال پادشاہ کا ایلچی کے اطوار و گفتار سے معلوم ہوسکتا ہے ، اِس لیے ایلچی چاہیے کہ مردِ دانا اور خوش تقریر ، کاٹے جبہے والا اور سخی اور عالی ہمت ہووے ، تو آبرو اور دباو اپنے بھیجنے والے کا نہ کھووے ۔ اور ضرور ہے کہ جس کے پاس ایلچی بھیجیں ، اُس کی شخصیت کے موافق رسول کو بھی تجویز کرکے روانہ کریں ۔ چنانچہ حکیم فردوسی نے فرمایا ہے ، بیت :

توانا کے یاں ایلچی بھیج گاڑھا
اور دانا کے یاں بھیج ویسا ہی دانا

حکایت: کہتے ہیں کہ جب مہلب نے خوارج کو شکست دی اور اُوٹ کا مال و اسباب بہت سا ہاتھ لگا ، ایک رسول جس کا نام مالک تھا ، حجاج کے پاس بھیجا ۔ حجاج نے پوچھا : مہلب کو کس حالت میں تو نے چھوڑا ؟ بولا : اِس احوال میں کہ دوست اُس کے شاداں ہیں اور دشمن پشیماں ۔ پھر سوال کیا کہ سپاہ کے حق میں شفقت اُس کی کس قدر ہے ؟ جواب دیا : جیسے باپ کی فرزندوں کے اوپر ۔ پھر کہا کہ اُس کے لڑکوں کا احوال کیونکر ہے ؟ بولا : سب خورسند اور خوش دل ہیں ۔ پوچھا کہ جنگ میں کیسے ہیں ؟ کہا : جان کا اُن کو خطرہ نہیں ۔ تب سوال کیا : مجلس میں کیسے ہیں ؟ جواب دیا : مال کو اُن کے حضور کچھ قدر نہیں ۔ پھر پوچھا : عقل و فضل میں کس طرح ہیں ؟ کہا : مانند دائرے کے ، کہ سر اور پانو اُس کا نہیں ملتا اور اوّل و آخر اُس کا سمجھ میں نہیں آتا ۔ حجاج نے کہا : اِس مرد نے سارے سوالوں کا جواب پورا اُتارا ، اور مہلب کا میرے دل میں وقار اور میری نظروں میں اعتبار بڑھایا ، اور اِس ایلچی کے سوال جواب کے ادب سے اور

اِس کی عقلمند اور ہوشیاری[1] کے باعث، اِس کے بھیجنے والے کے ادب اور عقل کو میں نے دریافت کیا۔ قطعہ:

ایلچی بھیجے، تو حکیم کو بھیج   کہ ترے کام سب سنوار آوے
ہیں جو دانا، سو کہہ گئے ہیں یہ   اُس کو مت بھیج، جو بگاڑ آوے

اور تربیت تمام لشکر کی بھی اور ضروریات کے برابر ہے، کیونکہ سپاہیوں کے سبب سے چار طرح کا فائدہ خاوند کو ملتا ہے: ایک تو قوّت اور ہیبت پادشاہ کی زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرے، دشمن بھاگتے ہیں۔ تیسرے، رعیّت چین سے رہتی ہے۔ چوتھے، چور ملک میں نہیں بچنے پاتے اور رستوں میں مسافر بے خطرہ آتے جاتے ہیں۔ لیکن اُن کو بھی چار شرطیں بجا لانیں ضرور ہیں: پہلی یہ کہ جس کے نوکر ہیں، اُس کے حکم سے باہر نہ نکلیں اور سوائے اُس کے فرمانے کے، کوئی کام نہ کریں۔ دوسری یہ ہے کہ پادشاہ کی خدمت میں یک دل و یک زبان رہیں۔ تیسری یہ کہ آپس میں اتّفاق کریں اور ملے رہیں۔ چوتھی یہ کہ لڑائی کے وقت مردانگی اور دانائی کا خیال رکّھیں۔

اور پادشاہ کو بھی اُن کے ساتھ چار کام کرنے لائق ہیں: پہلے یہ کہ ہتھیار اور گھوڑا ان کا درست اور تیّار رکّھے۔ دوسرے، ہر ایک کا مرتبہ اور درجہ سمجھے اور اُس کو اُس کے رتبے موافق رکّھے۔ تیسرے، دِلچل مُنہیے[2] جواں مردوں کو تمام فوج میں سے چُن کر نگاہ میں رکّھے، اور اُن کو خوب طرح سے جاگیر اور منصب دے کر سرفراز کرے۔ چوتھے، غنیم کی طرف سے جو ضبطی اور لُوٹ ہاتھ آوے، اُس میں سے اُن کو بھی حصّہ رسد عنایت فرماوے۔

نصیحت: قباد بادشاہ فرماتا ہے کہ میں نے ایک دانا سے سوال کیا کہ لشکر کے ساتھ کس طرح زندگی کروں؟ جواب دیا کہ ہر ایک کے احوال

---

۱ مط: ہشیاری۔   ۲ مط: منگرے۔

کی غم خوارگی اور اُس کی خاطرداری کیا کرو، جیسے باغبان بوستاں کے احوال سے خبردار رہتا ہے اور پھر چل کے دیکھتا بھالتا ہے، جو گھاس کام نہیں آتی، بلکہ دوسرے جھاڑ بوٹوں کو پنپنے اور روہت گرے ہونے نہیں دیتی، اُس کو کاٹ ڈالتا ہے اور دور کرتا ہے۔ اور جس سے نفع یا فائدہ منظور ہوتا ہے، اُس کو رکھتا ہے اور مرمّت کرتا ہے۔ ایسے ہی لشکریوں میں بھی ایک جماعت ہے کہ اُن سے کچھ کام نہیں نکلتا، مقرّر اُن کو بر طرف کردیا چاہیے، اور میدان کے مردوں کی تربیت میں مشغول رہیے۔ تب قباد نے پوچھا: اُن کو مواجب اور منصب کتنا دیا چاہیے؟ بولا: موافق اُن کی گزران کے۔ اِس واسطے کہ اگر معیشت اُن کی فراخ ہووے اور مالدار ہو جاویں، تو نوکری اور خدمت میں کاہلی شروع کریں اور جی چھپاویں۔ اور اگر معاش کی تنگی ہو، تو رنجیدہ ہوکر بے دلی مچاویں اور متفرّق ہوجاویں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسری جگہ چلے جاویں۔ اِس مضمون کو حکیم نظامی نے نظم کیا ہے: ابیات:

سپاہی کو مقدور اتنا تو دے
خوشی سے وہ گزران اپنی کرے
کہ پیٹو کا جب پیٹ ہو جاوے سیر
چھپاوے وہ جی، گرچہ ہووے دلیر
نہ کر سیر اِتنا کہ ہو جاوے مست
نہ رکھ کھانے اور پینے سے تنگ دست
نہ ہو شہ سے گر خوش سپاہی کا دل
تو سب ملک جاوے عمل سے نکل

اور وزیر جو ہیں، گویا زیور ملک اور خزانے اور مال کے ہیں۔ کیونکہ اگر کاربار بادشاہوں کا بدون وزیروں کے جاری ہوتا، تو حضرت موسیٰ علیہ‌السّلام خدا تعالا سے نہ درخواست کرتے کہ «میری خاطر وزیر میرے اہل بیت سے مقرّر فرما جو میرا بھائی ہارون ہے، اور اُس کے ہونے کے سبب سے میری

پُشت قوی کردے » پس معلوم ہوتا ہے کہ وزیر، بنیاد مضبوط بنانے والے سلطنت کے اور آراستہ کرنے والے امور مملکت کے ہیں، لیکن بہ شرطیکہ نیک نیّت اور عالی ہمّت ہوویں - بیت :

نیک خصلت وزیر سے ہر دم   ملک آباد، راضی ہے عالم

اور اُن کی تربیت اور قدردانی یہ ہے کہ پادشاہ کے الطاف وعنایات سے حرمت و آبرو پاتے اور توجّہ اور مرحمت سے شہنشاہ کی سر بلند ہوتے رہیں۔ تو خاص و عام کی نظروں میں معزّز و مکرّم دکھلائی دیں اور سب پر حکم اُن کا جاری رہے، کوئی سرتابی نہ کر سکے، اس میں اُن کی بات کو اعتبار ہوتا ہے، اور دوسرا شخص معاملاتِ ملکی و مالی میں بغیر اُن کی صلاح کے دخل نہ کرے۔ اور اُن کی تدبیر کو سب عمدہ کاموں میں بہتر اور مناسب جانا چاہیے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ جو کام قلم سے درست پڑیں، شمشیر سے نہ بن آویں - بیت :

پہنچ سکتا ہے جس جگہ پر قلم   نہیں پڑتا شمشیر کا واں قدم

ایک روز کسو میر بخشی اور وزیر کے درمیان درجے کی کمی زیادتی پر تکرار ہوگئی - امیرالامرا نے کہا : میں مالک شمشیرِ آبدار کا ہوں، اور تو صاحب قلمِ بے وقار کا، اور ملک گیری شمشیر سے ہوسکتی ہے، نہ قلم کے نیزے سے۔ مصرع : مارے جو تلوار، اُس کے نام کا سکّہ پڑھیں - وزیر نے جواب دیا کہ تمام ملک کا کام قلم سے راست ہوتا ہے، نہ شمشیر کج سے - اس گفتگو کا احوال سلطان کے گوش گزار ہوا - دونو کو حضورِ اعلا میں طلب فرما کر، وزیر سے ارشاد کیا کہ قدیم سے اہلِ قلم۔ خدمت گار صاحب شمشیر کے ہوتے چلے آئے ہیں، توکیوں نویسندے کو سپاہی پر فوقیت دیتا ہے؟ وزیر نے التماس کیا : اے خداوندِ جہاں! سیف واسطے مدّعیوں کے کام آتی ہے، نہ دوستوں کے۔ اور قلم دوستوں کے بھی نفع کے خاطر ہے اور دشمنوں کے دفع کرنے کو بھی حاضر ہے - اور صاحبِ شمشیر کو دعویٰ ملک گیری کا دل میں آتا ہے، آخر اپنے خاوند ولی نعمت سے سرکشی کرنے کو موجود ہو جاتا ہے - اور اہلِ قلم سے ہرگز ایسی حرکتِ بد ظہور میں نہیں آتی - اور دوسرے یہ کہ سپاہی پادشاہی خزانے کو خالی کرتے ہیں، اور اہل قلم خزانے کو اور بھی بھرتے ہیں،

پس جو کوئی مال جمع کرتا ہے، وہ خاوند کے نزدیک بہت پیارا ٹھہرتا ہے، خرچ کرنے والے سے۔ قطعہ:

حرمت سے تو قلم میں وزیروں کی کر نظر
باغِ جہاں میں ایک وہ پودھا ہے معتبر
جو احتیاط کیجیے، لائق ہے اور بجا
اُس شاخ کی کہ میوے کے بدلے دے سیم و زر

لیکن تربیت مقرّبوں اور ایلچیوں اور خلوت کے محرموں کی یہ ہے کہ ہر ایک کو ایک خدمتِ خاص پر نامزد فرماویں۔ اور جس کام میں کہ ایک کو مقرّر کریں، اُس میں دوسرے کو دخل نہ دیں۔ اور ہر ایک کی نمک حلالی اور خدمت گزاری کی قدر سمجھیں، اور لائق اُس کے کام کے انعام دیں، اور موافق اُس کی خدمت کے اُس کی غور و پرداخت منظور رکھیں۔ اور اُن کو اتنا دلیر نہ کردیں کہ جو کچھ چاہیں، وقت بے وقت کہہ بیٹھیں، اور حجاب اور دبدبہ دل سے اُٹھادیں۔ سب کو ادب کے مقام میں اور حیا کے مرتبے میں رکھا چاہیے۔ اگر کوئی اُن میں سے بے محل سخن کہے، اُس کو نہ سنیں، جب تک اُس کو خوب امین اور صاحبِ دین نہ معلوم کریں۔ اور جسے کئی بار نہ آزمایا ہو، اُسے معتمد نہ جانیے اور اپنے دل کا بھید اُس کے ساتھ نہ کہا چاہیے، کیونکہ البتّہ پادشاہ کے ملازموں میں ایک کو دوسرے سے رشک اور حسد ہوتا ہے، اِس لیے کسو کی بات کسو کے حق میں نہ سننی مناسب ہے، بلکہ سب کو دوستی اور موافقت پر ایک دوسرے کی ترغیب فرمائیے اور دشمنی اور مخالفت کرنے سے خوب ڈرائیے، کہ ملے جلے رہنا اور متّفق ہونا امیروں کا سلطنت کے قیام میں اور خلقت کے آرام میں اثر تمام رکھتا ہے، چنانچہ تھوڑا سا مذکور اِس مقدّمے کا آگے کہہ چکا ہوں۔ قطعہ:

جو بادشاہ کے سب نوکر ایک دل ہوویں تو کام ملک کا جتنا ہے، پختگی پاوے
وگر نفاق سے آپس میں مکر و حیلہ کریں تمام کاموں کی بنیاد بودی ہو جاوے

لیکن غلام اور بندے زر خریدہ خاوند کے گویا بجائے ہاتھ پانو کے ہوتے ہیں، بلکہ بمنزلہ تمام اعضا کے، اِس سبب کہ جو کام اپنے ہاتھ سے کرنا پڑے

تو البتہ محنت لگے۔ اور وہی کام اگر دوسرے کی مدد سے نکلے تو گویا قائم مقام اپنے ہاتھ کے غیر کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور جو کوئی ایسے کام کی سعی کرے کہ اُس میں اپنے پانو ہلانے پڑیں، تو گویا مشقت قدم کی کفایت ہوئی۔ اور جس چیز میں کہ آپ نظر کیا چاہیے اور دوسرے شخص کی آنکھ کے سبب سر انجام پاوے، تو فی الحقیقت زحمت سے نگاہ کرنے کی بچاو ہوا۔ اور باقی بھی اِسی قیاس پر سمجھا چاہیے۔ پس جن کے باعث اپنے تئیں آرام ملے، اُن رفیقوں کے ہونے سے شکرگزاری کرنی لازم ہے، اور سب طرح سے ملایمت اور دلاسا اور مہربانگی اور تسلّی اُن کے حق میں ضرور ہے، اِس لیے کہ اُن کو بھی تکلیف اور تصدیع اور محنت اور ماندگی خدمت کرنے میں ہوتی ہے، پس کام فرمانے میں اُن کی خاطر داری اور رعایت کرنی ضرور ہے، جو اُن کی ضروریات میں اور کھانے پینے میں خلل نہ آوے اور تکلیف نہ پاویں۔

اور اصل یوں ہے کہ اُن کو شفقت کی نظر سے خوش رکھیں، کہ جو خدمت اُن کو سپرد کیجیے، وہ خوش دلی اور چالاکی اور دل دہی سے بجا لاویں، اور کاہلی، سُستی اور بے دلی نہ بجاویں۔ اور اکثر حکمت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خاوند کو مناسب نہیں کہ ہر گناہ کے سبب اپنے نوکر یا خادم کو مارے یا نکال دے، کہ وہ اِس خاطر شرط نمک حلالی اور وفاداری کی بجا لاتا ہے کہ اپنے تئیں صاحب کے غُصّے سے پناہ میں رکھے۔ اور غلام کو ہر ایک سہو و خطا پر ہانک نہ دیا چاہیے، تو وہ بھی جو خدمت کرتا ہے، اُسے عاریتی نہ سمجھے اور مسافروں اور اجنبیوں کی طرح گُزران کرے اور دل میں یہ بوجھے کہ میں آج ہوں کل نہیں، جس صورت سے نبھے، کوئی دن کاٹوں۔ تو جب اُس کا دل اُچاٹ رہا، پھر کسو کام میں جی نہ لگاوے گا اور نہ کسو خدمت میں شرط نمک حلالی کی بجا لاوے گا، اِس لیے کہ بندوں میں صفت حیا اور وفا کی نادر ہے، اور انھیں صفتوں سے وے پیارے لگتے ہیں، اور میاں کے بھی کام آتے ہیں۔

اور اگر غلام سے اثر مکر اور بہانے یا چوری کا دریافت میں آوے، تو جلدی اُسے دریافت کرنا صلاح ہے۔ اور جو بندہ خیانت اور گناہِ بد سے

بدنام ہوجاوے اور ڈانٹنے اور مارنے سے اور ادب دینے اور عذاب کرنے سے اپنی خُو نہ چھوڑے، تو یہی بہتر ہے کہ تُرت اُس کو قتل کر ڈالیے، تو اور بندے اُس کی ریس کرکے وہ چلن نہ سیکھیں اور اُس کی صحبت سے خراب نہ ہوں اور اُس کی بدی اوروں میں اثر نہ کرے اور بے لحاظ نہ ہوجاویں۔ قطعہ:

نیک ہر چند آدمی ہو، پر صحبتِ بد نے اُس کا گھر گھالا
جو کوئی بیٹھتا ہے دیگ کے پاس کپڑوں کو اپنے کرتا ہے کالا

اور اگر ایک بندہ کسی صاحبِ دولت کا، کہ وہ ملازم پادشاہ کا ہو، اپنے خاوند کا گلہ پادشاہ کے حضور میں آکر کرے، اور اُس کے مالک کا ایسا گناہ نہ ہو جس میں حکم شرع کا جاری ہو، تو سنتے ہی پادشاہ کو لازم ہے کہ اُس کو خوب ادب دے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی کی سیاسیات میں یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک روز نماز کے واسطے سوار ہوئے تھے، ایک ترکی غلام کہ نہایت صاحب حسن و جمال تھا، سلطان کے سرِ راہ آکر کھڑا ہوا۔ جب پادشاہ اُس جگہ پہنچے، غلام نے زمین کو بوسہ دیا۔ سلطان نے مہربانی اور کرم کی رو سے لگام گھوڑے کی تھانبی اور حد لطف و مرحمت سے پوچھا کہ تیری کیا حاجت ہے؟ بولا: اے شہنشاہ! جو شخص اِس غلام کو ترکستان سے لاتا تھا، تمام راہ مجھسے یہی کہتا آتا تھا کہ تجھے سلطان کی خدمت کے لیے لیے جاتا ہوں، وہاں تو بادشاہ کی عنایت اور شفقت کے سایے میں پرورش پاوے گا۔ اِس خوش خبری اور اپنی خوش نصیبی کی اُمّید پر، سختی اتنے بڑے سفر کی اور محنت اُس کی خدمت کی برداشت کرتا تھا اور ہمیشہ دل میں اِس بات پر خوش رہتا تھا۔ بیت:

اگر ہزار مجھے غم زمانے سے پہنچے
جو بادشاہ کا منہ دیکھوں، دل میں چین آوے

اب جو اِس شہر میں آیا، خواجہ حسن نے مجھے دیکھا اور ہزار دینار پر خرید کیا۔ مدّت گزری کہ مجھے اپنے گھر میں چھپائے رکھتا ہے، باہر نکلنے

نہیں دیتا۔ اس وقت فرصت پاکر خانہ زاد نے اپنے تئیں پادشاہ کی راہ پر کھڑا کیا، بارے قسمت نے مدد کی اور خوش طالعی نے منہہ دکھایا جو حضور کی دولتِ ملازمت میں حاضر ہوا اور جو آرزو دل میں رکھتا تھا عرض کی، آگے قبلۂ عالم حاکم ہیں، جیسا حکم ہو۔ سلطان نے فرمایا کہ اِس کو خوب سزا دیں، پھر نَسَقچی کے حوالے کیا کہ اس کو خواجہ حسن کے پاس لے جا، اور کہہ کہ ہزار دینار کو تو نے غلام خریدا، کیوں سو دینار دربان کو نہیں دیتا جو تیرے گھر کے دروازے پر بیٹھے اور تیرے غلام کو بغیر پروانگی گھر سے باہر پانو نہ رکھنے دے۔ ایک خواص نے التماس کیا کہ اِس یتیم کے حق میں عجب طرح کے ادب دینے کا حکم ہوا۔ فرمایا: اگر ایسا نہ کرتا، تو ہزار دینار حسن کی ضائع ہوتیں اور مفت جاتیں، اگر اُس کا نقصان منظور نہ ہوتا تو فرماتا کہ اس کو قتل کریں، کیونکہ جو کوئی غلام کو فرصت دے، تو وہ اپنے خواجہ سے رنجیدہ ہوکر یہی شیوہ سیکھے اور نا معقول شکایت کیا کرے، پس کام خاوندی اور بندگی کا خلل پاوے اور سبک ہو جاوے۔ ابیات:

جو خاوند سے اپنے روٹھے غلام
کہے سب سے اُس کی برائی تمام
اور کچھ جھوٹ بھی وہ ملا کر کہے
کہ تو خواجہ بدنام سب میں رہے
ہو جس بندے کی ایسی ناپاک خُو
نہ ہو وہ کسو کا، نہ کوئی اُس کا ہو

دوسری قسم اِسی باب[1] سے، ادب دینے میں اُس جماعت کے جو پادشاہوں کے حضور کی خدمت سے سرفراز ہوئے ہیں، یعنی ارکان دولت کے اور امرا سلطنت کے اور خواص بارگاہِ شاہی کے اور چوبدار درگاہِ شہنشاہی کے اور جتنے گُماشتے اور علاقہ مند سرکار کے ہیں۔ جانا چاہیے کہ جو شخص بادشاہی خدمت اُٹھایا

---

۱ مط: بات۔

چاہیے اور کارِ بارِ سلطنت میں دخل پایا چاہیے، تو لازم ہے کہ خصلت اُس کی ایسے قانون پر ہووے کہ سبب نیک نامی اور آبادیِ مملکت کا ہو[1]، اور یہ بات اُس وقت میسّر ہوتی ہے کہ رعایت چار دفع کی اپنے اوپر واجب جانے: پہلے، رعایت خدا کے حکم کی۔ دوسرے، پادشاہ کی خاوندی اور نمک کی رعایت۔ تیسرے، اپنی ذات کی رعایت۔ چوتھے، رعیّت کے حق کی رعایت کرنی۔ لیکن خدا کے امر کی رعایت بجا لانے میں پانچ شرطیں ہیں: پہلی یہ کہ شکر خدا کی نعمت اور اُس کے فضلِ بے نہایت کا، جو اُس کے حق میں عنایت کی ہے، بجالاوے، تو نعمت اور دولت اُس کی روز بہ روز زیادہ ہوتی جاوے۔ بیت:

شکرِ نعمت سے تری دولت بڑھے مفلسوں کو گنج قاروں کا ملے

دوسری یہ کہ عبادت اور بندگی کرنی نہ چھوڑے، بلکہ اُس کو پادشاہ کی خدمت پر مقدّم جانے، تو سب کی آنکھوں میں حرمت پاوے اور ہر ایک کے دل کا مقبول ہو جاوے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ابومنصور، وزیر سلطان طغرل کا، نہایت مردِ دانا اور صاحبِ تدبیر تھا۔ اُس کی عادت یہ تھی کہ جب نماز صبح کی پڑھتا، بعد اُس کے جب تلک آفتاب نہ نکلتا، وِرد اور وظیفے میں مشغول رہتا، جب بالکل فراغت کرتا، تب سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ایک دن کچھ کام ضروری[2] پیش آیا، پادشاہ نے اُسے جلدی یاد فرمایا۔ حضور سے خواص ایک کے بعد ایک پیہم چلے آتے تھے اور یہ جانماز سے نہ اُٹھتا تھا۔ دیر جو لگی، چغل خور اور حاسدوں نے وقت چغلی اور غیبت کا پاکر زبان بد گوئی کی کھولی اور سلطان کے رو بہ رو اُس کو بدی سے یاد کیا اور کہا کہ اب بہت غرور کو کام فرماتا ہے، دوڑا نہیں آتا، اور شہریاروں کے غضبِ سلطانی اور نا مہربانی سے خوف نہیں کھاتا، اور بھی ایسے ہی گلہ آمیز کلمے کلام بہت سے درمیان لائے؛ یہاں تک کہ سنتے سنتے، نشان غضب اور بد مزاجی کا پادشاہ کے چہرے پر ظاہر ہوا۔ لیکن خواجہ جب روز مرّہ کے اوراد سے

---

۱ مط: ہووے۔ ۲ مخ: ضرور۔

فارغ ہو چکا، تب دربار میں آیا۔ سلطان نے خفگی کرکے اُسے ڈانٹا اور فرمایا: اتنی دیر کیوں لگائی، تجھے دہشت نہ آئی؟ وہ بولا: پادشاہ سلامت! میں بندہ خدا کا ہوں، اور چاکر آپ کا؛ جب تک خالق کی بندگی سے فارغ نہ ہوں گا، تمھاری نوکری میں حاضر نہ ہوسکوں گا۔ سلطان یہ جواب صاف سن کر آبدیدہ ہوا، اور اُس کو سراہا، اور نہایت تعریف کی۔ ابیات:

جس طرح ہو، بندگی حق کی نہ چھوڑ　　اُس خدا کی بندگی سے منہ نہ موڑ
جس کے در پر جو شہنشہ ہیں بڑے　　عاجزی سے ناک گھستے ہیں پڑے

تیسری شرط یہ کہ رضا پروردگار کی پادشاہ کی رضامندی پر مقدّم رکھے، کیونکہ جب حق سبحانہ تعالیٰ بندے سے خوش رہے، تو اوروں کے خشم سے اُسے زیان نہ آوے۔ اور پناہ خدا کی، اگر خالق کسی مخلوق پر عتاب فرماوے، تو تمام خلق خوش ہونے سے ہرگز نفع نہ پاوے اور اُس کے کچھ کام نہ آوے۔ مثل ہے: خدا مہربان، تو کُل مہربان۔ بیت:

جو خدا تجسے خوش ہے، تو خوش رہ　　اوروں کی خفگی سے ہے کیا نقصان

حکایت: کوئی بزرگ کسو خلیفہ کی صحبت میں بیٹھے تھے، اور خلیفہ کسو کام میں ایسا مشغول ہوا کہ نماز اُس کی خاطر سے فراموش ہوگئی۔ وہ بزرگ اُٹھا، تو نماز پڑھے۔ ایک شخص بولا کہ اتنا صبر کیوں نہیں کرتے کہ پادشاہ نماز کو اُٹھیں۔ جواب دیا کہ حکم خداوندِ عالم کا، دوسرے کے حکم پر موقوف نہیں رکھا جاتا۔ پھر وہ بولا کہ بیٹھو، خلیفہ دیکھ کر غضب ہوگا۔ کہا کہ جب خوشی خالق کی میسّر ہوئی، مخلوق کے خشم کا کیا اندیشہ ہے۔ خلیفہ نے یہ سوال جواب سُنے؛ اُس بزرگ کو بہت سی نوازش کرکے رتبے پر چڑھایا، اور مانعُ الخیر شیطان خصلت کو مرتبے سے گرادیا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ خدا سے زیادہ ڈرے، اور پادشاہ سے کم خوف کرے۔ خبر میں آیا ہے کہ جو کوئی خدا سے نہیں ڈرتا، اُس سے کوئی خوف نہیں کرتا۔ پانچویں شرط یہ کہ جتنا پادشاہ سے متوقع ہو، اُس سے زیادہ خدا سے

اُمیدوار رہے، اِس خاطر کہ جو کچھ دیتا ہے، وہ دیتا ہے؛ پس اُمید اس کے کرم کی رکّھا چاہیے جس کی لاوبالی درگاہ سے کوئی محروم نہیں پھرتا۔ بیت:

خدا کی جو چوکھٹ پہ تو سر دھرے ؎ تو مشکل ہے جو ہاتھ خالی پھرے

اور پادشاہ کی طرف کی رعایت میں پچّیس شرطیں لازم ہیں: پہلے، ڈر سے کانپتے رہنا اور غریبی و عاجزی ظاہر کرنا اور خدمت بخوبی بجا لانا۔ اِس لیے کہ پادشاہوں کی ایسی بلند ہمت اور اتنا بڑا درجہ ہے کہ اُس میں کوئی اُن کا شریک نہیں، اسی باعث ساری خلقت میں وہ یکتا ہیں، اور اِس کا یہ سبب ہے کہ خدا کی سلطنت نے اُن کی ذات میں ظہور کیا ہے، اِسی لیے خدا کا سایہ اُن کو کہنا، درست اور بجا ہے، اِن معنوں سے مختاری کی صورت اُن میں سمائی ہے جو تمام خدا کے بندوں سے اپنی خدمت گزاری اور بندگی چاہتے ہیں اور اپنے تئیں لائق اس بزرگی کے سمجھتے ہیں اور جو حرکت کرتے ہیں، اُس میں اپنی بلندی اور بے ہمتائی منظور رکھتے ہیں۔ جتنی شان اور شوکت سلطنت کی زیادہ ہو، وتنی ہی صفت جلال کی بہت ہوتی ہے، اِس قدرت پر بے پرواہی اُن کی یہ چاہتی ہے کہ ساری خلقت حق تعالیٰ کی، محتاج اُن کی ہے؛ پس ضرور ہے کہ ہر ایک آدمی اپنی احتیاج اور غریبی اُن کی خدمت میں عرض کیا کرے۔ بیت:

جو کچھ ہے، سب وہ ترے پاس ہے، میں کیا لاؤں
مگر غریبی و عجز اور التجا لاؤں

دوسرے، محنت اور مشقّت اور حاضر باشی کی برداشت کرنا اور خفگی پر صبر فرمانا، کیونکہ پادشاہوں کی خدمت کی بنیاد رنج و زحمت پر دھری گئی ہے، چنانچہ مثل خراساں کی ہے: تا رنج نکشی، گنج نبری۔ حکیموں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سلاطین کی ملازمت کو بجائے دیوار کے سمجھا چاہیے کہ درمیان آدمیوں کے اور آرام اور آسایش اور لذّت کے بنی ہے، پس پادشاہوں کی خدمت کو بھی از جملہ محالات[1] سے گنا چاہیے۔ تیسرے

---

۱ مط: از جملہ محالات گنا چاہیے۔

یہ کہ جو کچھ اندیشہ دل میں لاوے، ضرور ہے کہ اُس میں مرضی سلطان کی لحاظ رکھے؛ ہم دنیا کے فائدے کے واسطے، اور ہم عاقبت کی بھلائی کے لیے، لیکن آخرت کی طرف کو سب پر مقدم سمجھے۔ چوتھے، ملایمت اور خوش گوئی کی راہ سے ظلم کے نتیجوں کو پادشاہ کی نظر میں بد دکھاوے۔ اور عدل کی تعریف اور خوبی بیان کرکے، سلطان کے دل میں شیریں بناوے۔ یعنی جس طرح مصلحت جانے، حکمتِ عملی کرکے اُن کو ظلم سے باز رکھے۔ اِس لیے کہ اگر بادشاہ ظلم کرے اور یہ اُس پر راضی ہو، تو خواہ نخواہ یہ بھی اُس ظلم میں شریک ہوگا، اور میدانِ قیامت میں جس وقت پکار ہوگی کہ «جدا کرو اُن کو جو ستم گار ہیں اور جو اُن کے ساتھ روادار تھے ظلم کرنے میں» تو اِس شخص کو بھی ساتھ ظالم کے غضب اور پرسش کے مقام میں لاویں گے۔

حکایت: تواریخ میں یہ مرقوم ہے کہ یحییٰ واسطی بڑا خطاط اور خوش نویس اور شہر اُستاد تھا، چنانچہ بادشاہ زادے اور امرا زادے[2] شاگرد تھے، خط لکھتے اور اصلاح لیتے۔ ایک روز کسو نے وزیر کے رو برو اُس کی تعریف کی کہ یحییٰ خوب قلم تراشے ہے۔ وزیرالممالک نے اُسے طلب فرمایا اور کہا کہ میرے واسطے قلم تراشو۔ اُس نے قلم کو لےکر بڑی احتیاط اور ہنرمندی سے تراشا۔ وزیر نے اُس قلم سے فرمانِ شاہی لکھا، اُس کی نظروں میں اپنا خط آگے سے بہت شان دار معلوم ہوا۔ ایک خلعت عنایت کی اور ہزار روپے انعام فرمائے۔ یحییٰ جوڑا پہن کر اور توڑا لے کر دربار سے باہر نکلا، اپنے گھر کے دروازے تک نہ پہنچا تھا کہ وہیں اُلٹے پانو پھر آیا اور وزیر سے کہنے لگا کہ ایک نکتہ اُس قلم کے تراشنے میں بھول گیا ہوں، اگر حکم ہو تو اب بنا دوں۔ وزیر نے قلم اُس کے ہاتھ میں حوالے کیا۔ اُس نے قلم تراش لے کر نوک قلم کی کاٹ ڈالی اور خلعت اور تھیلی

---

۱ مط: سب شاگرد تھے۔

روپیوں کی وزیر کے آگے دھر دی۔ وزیر نے کہا تجھے کچھ خبط ہوگیا، یہ کیا حرکت کی؟ جواب دیا کہ جب میں غریب خانے کے نزدیک پہنچا، یہ آیت میرے گوشِ دل میں سنائی دی[1]، جس کے یہ معنی ہیں کہ «حاضر کرو ظالموں کو اُن کے شریک اور مددگاروں کے ساتھ» اس خاطر مجھے خوف آیا کہ شاید آپ اِس قلم سے بہ طور ظلم و ستم کے کوئی حکم کسو پر لکھیں، اور میں نے یہ قلم تراشا ہے، کہیں اُس دن اُس کام میں تمھارے شریک نہ ہوجاؤں اور عتاب و خطاب میں گرفتار ہوکر سزا پاؤں۔ بیت:

مت ہو بھائی! ظالموں کا آشنا

تو نہ جاوے تو بھی اُن سب میں گِنا

پانچویں یہ کہ پادشاہ کے مزاج کو خیر کی طرف مائل رکھے، اور ایسا کرے کہ نفع اُس خیر و نیکی کا سب کو پہنچے۔ اور سب سے بہتر وہی بخشش کہلاتی ہے کہ یکساں اور عام ہو، جیسے دھوپ آفتاب کی، کہ سب کو لگتی ہے۔ اور مانند مینھ کی بوندوں کے، کہ سب جگہ پڑتی ہیں۔ ایک بزرگ سے پوچھا کہ خیر کس طرح کیا چاہیے، اور سب میں بہترخیر[2] کون ہے؟ فرمایا کہ جو خاص و عام اور ہر کدام کو پہنچے۔ اور خیرات کرنے کا مزا یہ ہے کہ خندہ رو رہے اور احسان کسو پر نہ رکھے اور منّت دار نہ بناوے۔

نکتہ: کہتے ہیں کہ معین بن‌زایدہ کرمِ عام رکھتا تھا، اور بخشش کے وقت خنداں اور تازہ رو رہتا۔ کسو دانا سے ایک عزیز نے سوال کیا کہ برسنے والا بادل بڑا سخی ہے، یا معین بن زائدہ؟ جواب دیا کہ سخاوت معین کی، ابر سے بالا اور برتر ہے۔ پوچھا: کس دلیل اور حجّت سے کہتے ہو؟ بولا: ابر جو دیتا ہے رو کر دیتا ہے؛ اور معین جو بخشتا ہے، ہنس کر بخشتا ہے۔ قطعہ:

سخی[3] جو کوئی ہے، اُس کو دینے وقت

خندہ رو ہونا سب سے بہتر ہے

---

۱ مخ: سنائی۔ ۲ مط: سب میں بہتر کون ہے۔ ۳ مط: جو سخی کوئی ہے اس کو دیتے وقت۔

ہنستا چہرہ، کُشادہ پیشانی
اِس سخاوت میں زیادہ خوشتر ہے

چھٹے، یہ چاہیے کہ جب تلک کسو پر اعتماد خوب نہ رکھتا ہو اور اُس کی خو بو کو بار ہا نہ آزمایا ہو، تب تک اُس کی تعریف اور تقریب پادشاہ کے رو بہ رو نہ کرے، کہ آخر آزمایش کے وقت شرمندگی نہ کھینچے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کوئی مکّار اور عیّار، حاجی کی سی صورت بنا، گیسو چھوڑے، اور تھوڑا سا کپڑا کعبۃ اللہ کے غلاف کا لیے، سلطان سنجر کے عرض بیگی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں سیّد ہوں اہل بیت رسالت کی اولاد سے، اِس سال حج کو گیا تھا، سلطان کے واسطے حج کر آیا ہوں، اور پیغمبرِ خدا کے روضے میں پادشاہ کے حق میں اور ارکانِ دولت کے لیے تمام حاجیوں کے رو بہ رو دعا مانگی ہے؛ اگر مجھکو[1] سلطان کے حضور پہنچادو تو منّت دار ہوں گا، اور احسان مند رہوں گا اور یہ خوش خبری جو لایا ہوں اور اتنا بڑا کام کر آیا ہوں، پادشاہ سن کر تم کو بھی نوازش فرماوے گا۔ اُس نے یہ بات خوب تحقیق نہ کی اور سلطان کے سامنے جاکر اُس حاجیِ علوی کی بہت سی تعریف کی، یہاں تک کہ سلطان مشتاق ہوا اور اُس کے حضور لے آنے کا حکم دیا۔ جب اُس شخص کو حاضر کیا، پادشاہ نے دست بوسی کی اور کنارے پر مسند کے بیٹھایا۔ سلطان نے پوچھا: وطن تمہارا کہاں ہے؟ بولا اصفہان۔ پھر فرمایا کہ بیت اللہ کی طرف کد گئے تھے؟ کہنے لگا: امسال۔ خدا کا کرنا، ایلچی ایران کا جو آیا تھا کھڑا تھا، اُس نے یہ بات چیت سُنی اور اُس کو دیکھ کر التماس کیا کہ قبلۂ عالم! میں اِس بھلے آدمی کو خوب پہچانتا ہوں، یہ سیّد نہیں، بلکہ اُس ولایت کی اولیوں کے قرمساقوں میں ہے، اکثر یہ لوگ سر پر بال رکھتے ہیں، اور تمام سال میں اِس کو سپاہان میں دیکھتا رہا ہوں، بلکہ بقرعید کے روز فدوی کے

---

1. مط میں ،، مجھکو،، نہیں ہے۔

دروازے پر قربانی کا گوشت مانگنے آیا تھا۔ سلطان نے جب یہ کیفیت سُنی، خفا ہوکر خواص کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ خوب سیّدِ نام آور اور حاجیِ بزرگ تر میری خدمت میں تو لایا۔ وہ شرمندہ ہوا اور خجالت پاکر دربار سے نکلا۔ جب تلک جیتا رہا، پھر پادشاہ کے رو بہ رو نہ آیا۔ پس اگر پہلے ہی اُس کا احوال تحقیق کرتا اور اُس کی زبان آوری اور لیاقت کو خوب سمجھ لیتا، تو غبار انفعال کا اُس کے چہرۂ حال پر نہ بیٹھتا، اور نظر سے ایسے پادشاہ کی گر نہ پڑتا۔ قطعہ:

نہ کر تعریف سلطاں سے کسو کی ۔۔۔ مگر جب تک اُسے خوب آزماوے
نہ ہو وہ وصف، جو تونے کیا ہے ۔۔۔ تو تو شرمندگی کہنے سے پاوے

ساتویں یہ ہے کہ جب تو واقف ہووے کہ پادشاہ کو فلانی چیز پسند ہے یا خواہش رکھتے ہیں، خواہ گھوڑا یا غلام اور نوکر یا اسباب یا باغ یا بنات اور جو کچھ ہو، تو اُس کو اپنے واسطے نہ رکھے، بلکہ یہ خواہش اور آرزو دل میں رکھے کہ کسو طرح سے پادشاہ کی نظرِ قبول تک پہنچاوے اور حضور تک گزرانے۔ آٹھویں یہ کہ جس وقت پادشاہ کوئی بات فرماوے، دل اور جان، عقل و ہوش و گوش، بلکہ تمام اعضا سے دھیان لگائے رہے۔ ایسا نہ کرے کہ ایک کلمہ اُس کلام سے فوت ہونے پاوے۔ کسو فکر یا کام کی طرف نہ مشغول ہو، نہ نظر دوسری جگہ ڈالے، اور نہ کسو کی بات کے اوپر دھیان اور کان لگاوے، اگرچہ وہ بات کیسی ہی ضرور کی ہو اِس لیے کہ سلطان نہایت صاحبِ غیرت ہوتے ہیں، جب دیکھیں کہ کوئی شخص اُن کی توجّہ کے وقت کسو اور جگہ نظر یا خواہش سخن کی رکھتا ہے، وُہیں غیرت کی رو سے اُس پر غضب ہوجاویں۔ اگر اُس دم غصّے کو پی لیں، اور ظاہر نہ کریں، پر اثر اُس کا بعد مدّت کے کدھو نہ کدھو کُھلا چاہیے اور وہ شخص آفت میں پڑے ہی پڑے۔

نویں، قاعدہ ہے کہ پادشاہوں کے دربار میں کانا پھوسی نہ کرے، یعنی چُپکے چُپکے آپس نہ بتیائیں، کیونکہ اُن کے حضور جو دو شخص اہم

اپنا اپنا بھید کہیں کہ اُسے پادشاہ نہ سمجھے اور نہ سُنے، اور نہ کچھ اُس نے فرمایا ہو، تو سلطان کے دل میں بہت سے خیال آویں اور ڈھیر سے گمان جی میں سماویں، غالب ہے کہ اُن کو قید فرماویں۔ پس پادشاہوں کے دربار میں ایسی حرکتوں سے بڑی قباحت پیش آتی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکے ہے کہ حاسد، جن کو فساد منظور ہے، کہنے کی جگہ پا کر، پادشاہ کے خاطر نشان کریں اور صاف صاف کہیں کہ فلانے فلانے کا دل آپ کی طرف سے برگشت[1] ہو رہا ہے اور اُن کی نمک حلالی میں کچھ خلل معلوم ہوتا ہے، شاید ارادۂ بد دل میں رکھتے ہیں؛ تس پر جب سلطان بھی دیکھے کہ میرے رو بہ رو بھی وہ دونو سر جوڑ کر کچھ کہتے سنتے ہیں۔ خدا نہ کرے، جب اُن کو یہ یقین ہوا، تو اِس صورت میں کلام اُس چغل خور کا درست پڑا اور کرسی نشیں ہوا اور اُس کے کہنے نے اثر کیا اور یہ دونو آدمی غضبِ سلطانی میں پڑے، بلکہ دریاے ہلاکت میں ڈوبے۔ ابیات:

بیٹھ کر مجلس میں، باتیں چُپکے آپس میں نہ کر
عیب کرتے ہیں اِسے دانا جو ہیں صاحب نظر
اِس لیے جو ہے ادب کی راہ سے یہ بات دور
بلکہ ہے گا یہ نشانِ غفلت و مکر و غرور

دسویں، انسان کو ضرور ہے کہ جب پادشاہ کسو اور سے سوال کرے، یہ سبقت نہ کرے اور جواب نہ دے بیٹھے، جب تلک کہ وہ شخص جس سے پوچھا ہے، جواب ادا کرے؛ اِس واسے کہ جواب دینا اُس بات کا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر پوچھی ہے، اِس کی کم عقلی اور ہلکا پن پر دلالت کرتا ہے۔

نصیحت: کسو عزیز نے ایک حکیم سے پوچھا کہ اگر میں بادشاہ کی مجلس میں رہوں اور وہ دوسرے سے سوال کریں، درست ہے کہ میں جواب کہوں؟ فرمایا: نہیں، تو جواب نہ دے کہ یہ نشان بے وقوفی کا ہے؛ اِس لیے کہ

---

[1] مط: برگشتہ۔

تو نے سوال کرنے والے کو بے شعور بنایا، یعنی اُس کو اِتنا فہم نہ تھا کہ کس سے سوال کیا چاہیے۔ اور جواب دینے والے کو بھی تو نے نادان ٹھہرایا، کہ وہ لیاقت اُس سوال کے جواب کی نہ رکھتا تھا، جو تو بیچ میں ٹپ دے سی بول اُٹھا۔ اور سوائے اِس حماقت کے، اِس حرکت میں اور بھی ایک وسواس ہے کہ اگر سلطان سرِ دربار ڈانٹ کر فرماوے کہ تجسے تو میں نے نہیں پوچھا، اُس وقت کیا جواب تجسے بن آوے گا؟ مگر ہونٹھ چاٹ کر رہ جاوے گا۔ ناحق کی شرمندگی بات کی بات میں اُٹھاوے گا، ایسا کون سا حیلہ لاوے گا جو آنکھیں سامنھے کرکے عرض کرے گا۔ اور اگر کئی آدمیوں سے مخاطب ہوکر پوچھیں کہ ایک اُن کے درمیان تو بھی ہووے، تو بھی جواب دینے میں پہل مت کر، کیونکہ وہی ساتھ والے تیرے مدّعی بن جاویں گے اور تیرے سخن کو عیب لگاویں گے۔ بلکہ تاخیر کر، جب تک وہ سب جواب دے لیں، اور تو اُن کے کلام کا عیب و ہنر دریافت کرلے؛ سب سے پیچھے جو بات تیرے خیال میں آوے، اور اُن کے سخن سے بہتر پاوے تو شوق سے کہہ، نہیں تو چُپکا بیٹھا رہ۔ ابیات:

نہ کر جواب میں تو بات کے پہل سب سے
ضرور ہے کہ نشیب و فراز کو دیکھے
اگر جواب ترا خوب ہے، تو شوق سے بول
کہ تیری بات جواہر کے ساتھ لیویں تول
نہیں تو، عیب کو اپنے نہ سب میں ظاہر کر
کہ چُپکے رہنا ترا، بولنے سے ہے بہتر

گیارھویں، یہ چاہیے کہ جب تک سلطان کچھ احوال نہ پوچھے، آپ سے آپ بات شروع نہ کرے۔ اور جب پوچھے، خاموش نہ رہے، مناسب جو جانے، کہے۔ مگر جس وقت پادشاہ سُننے کی خواہش رکھتا ہو، تب مرضی پہچان کر سخن کو طول کرے اور آب و تاب سے بات کو بڑھا کر عرض کرے۔ بارھویں، اگر سلطان اُس کو کسو راز سے واقف نہ کرے، تو ہرگز اُس کا

تفحص مناسب نہیں اور اُس کے کھوج میں نہ رہے ؛ اِس لیے کہ اگر اُس کو قابل محرم کرنے کے جانتے، تو البتّہ اُس کے ساتھ کہتے، جب بادشاہ نے اُسے لائق نہ سمجھا اور نہ کہا، اور یہ واقف ہونے کی تلاش میں رہا، تو خواہ مخواہ ایک نہ ایک روز عتابِ پادشاہی میں پڑا چاہیے - بیت :

تجسے سِر اپنا نہیں کہتے ہیں نا محرم سمجھ
اوپری کو بھید سے سلطان کے کیا کام ہے

تیرھویں، یہ کام کرے کہ کسو تحفے اور ہدیے اور انعام میں کہ اُس کو عنایت فرماویں، بے پرواہی[1] نہ کرے، بلکہ سر آنکھوں پر رکھ لے، اگرچہ کم ہو ؛ اِس خاطر کہ سلطان کی بخشش تھوڑی سی بھی، بہت ہے - اور لینے میں دماغ کرنے سے یہ دریافت ہوتا ہے کہ عنایتِ پادشاہی کو حقیر سمجھا - کوئی عاقل یہ نہیں کرتا کہ سایہ خدا کے فیض کا اُس کی طرف متوجہ ہو اور وہ اُسے اپنے اوپر سے دور کرے، اور دولت آتی ہوئی دیکھ کر لینے میں قصور کرے - بیت :

تھوڑا اور بہت اُس کا بہتر ہے — ہے وہی خوب جو مقدّر ہے

چودھویں، ایمان داری کی راہ سے قدم باہر نہ رکھے، اِس خاطر کہ امانت ایسی صفتِ نیک ہے کہ ادنا آدمی کو اعلا کر دے ہے اور حرمت بخشے ہے - اور خیانت ایسی خصلتِ بد ہے کہ نام آور انسان کو بدنام بناکر ذلیل اور خوار کردے ہے - خلیفہ مامون کا قول ہے کہ میں ایمان دار آدمی کو دوست رکھتا ہوں، ہر چند وہ کمینہ ہو - اور جو کوئی دغاباز ہے، اُس سے دشمنی کرتا ہوں، اگرچہ اشراف اور عالی خاندان ہو - اِس لیے کہ امانت، نشان ایمان کا ہے - اور حدیث میں بھی فرمایا ہے کہ جو شخص ایمان نہیں رکھتا، اُس کو امانت نہیں ہوتی - اور حق سبحانہ تعالا نے خائن کو اپنی محبّت سے بے نصیب بنایا ہے، چنانچہ آپ فرمایا ہے کہ « تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا سارے خائن نا شکروں کو » -

---

[1] مط : بے پروائی -

پندرھویں، جو کچھ بادشاہ کی سرکار سے اس کا مدد خرچ مقرّر ہو، اُس پر قناعت کرے اور راضی رہے، زیادہ طلبی کا خیال دل میں نہ لائے اور لالچی نہ بن جائے، کہ مقرّر حرص کو بے نصیبی لازم ہے۔ ابیات:

حرص سے بے نصیب رہتے ہیں حرص کو سب بُرا ہی کہتے ہیں
حرص سے آدمی ذلیل بنـا اور قناعت سے سب کہیں ہیں بڑا

سولھویں، رو بہ رو یا پیٹھ پیچھے، یعنی دربار میں یا اپنے گھر میں جب بادشاہ کا ذکر آوے، بہ خوبی و نیکی زبان پر لاوے، بلکہ اِس بات کی عادت اور خُو بنـاوے کہ نہ بدی خاوند کی کسو سے سُنے نہ آپ سناوے۔ اور اگر کسی غیر سے ایسا کلمۂ نالائق سنے جو بادشاہ کے ترکِ ادب پر دلالت کرتا ہو، تو اُس شخص کو اِس خـاطر جھڑکے اور لعنت ملامت کرے۔ اگر باز نہ آوے، سخت کہے اور زبردستی بچاوے۔ جو اِس پر بھی نہ چھوڑے، تو اُس کی صحبت اور دوستی یک قلم ترک کرنی مناسب اور بہتر ہے، پھر اُس سے کسو طرح تمام عمر ہم کلام نہ ہو اور صاحب سلامت نہ کرے۔

سترھویں، جو کام اُس کے سپرد ہو، اُس میں رات دن لگا رہے، اور جو خدمت کہ اُس کے ذمّے ہو، اُس کے سر انجام دینے میں ایک دم غفلت نہ کرے، بلکہ اِس سعی اور کوشش میں رہے کہ ہر وقت حاضر رہوں، تو جس گھڑی سلطـان یاد فرماویں، جلد خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔

اٹّھارھویں، مہربانی اور رضامندی پر پادشاہ کی اعتماد اور بھروسا نہ رکّھے اور مغرور نہ ہو بیٹھے اور اپنی خدمت گزاری اور حاضر باشی پر غافل اور بے پرواہ[1] نہ بنے، کیونکہ غرور دولت اور مرتبے کا، محبّت اور خدمت کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور کسو سبب سے پادشاہ کے حضور میں ظاہر نہ کرے کہ آپ کی سرکار میں میرا بڑا حق ہے، یا میں نے بہت خدمت کی ہے، بلکہ اپنی نوکری کو ہمیشہ نیا سمجھے اور روز بہ روز نئی نئی جاں فشانی اور دعا گوئی کرنے سے، آداب فرماں برداری کے اور حق نمک

---

۱ مط: بے پروا۔

خوارگی کے پادشاہ کے دل میں تازہ رکھے۔ اِس صورت کی خدمتیں آخر کی، پہلی محنتوں اور نمک حلالیوں کو یاد دلاتی رہتی ہیں، کیونکہ سلاطین اُس حق کو کہ انجام اُس کا ابتدا سے علاقہ نہ رکھتا ہو، بھول جاتے ہیں، اور کسی کی خدمت کرنے کا احسان نہیں مانتے، اِس لیے کہ یہ اپنے تئیں لائق خدمت کروانے کے جانتے ہیں۔

اُنّیسویں، جس وقت کچھ حاجت عرض کرنی ضرور ہو تو فرصت کا وقت نظر میں رکھے، کہ پادشاہوں سے کچھ کہنا، حکم نماز کا رکھتا ہے، کہ اگر بر وقت ادا کرے، قبول ہو، اسی طرح اپنی احتیاج بھی جو بر وقت التماس کرے، روا ہو۔ اِسی واسطے دانا کہہ گئے ہیں۔ بیت:

حرام اُس کو ہے پادشاہوں کا مال
جو فرصت کے دم کا نہ رکھے خیال

اور چاہیے کہ اِتنا مطلب اپنا عرض نہ کرے کہ نشان خفگی کا پادشاہ کی پیشانی پر ظاہر ہو۔ بیسویں، اگرچہ پادشاہ اُس کو عزیز رکھے اور حرمت بخشے، لیکن لازم ہے کہ اُس فرقے پر جو نزدیک اُس کے آگے سے معتمد اور معتبر ہیں یا قدیم خدمتوں کا حق رکھتے ہیں، سبقت نہ ڈھونڈے اور اپنے تئیں اُن سے زیادہ نہ سمجھے، کہ اس حرکت سے حماقت اور سفلہ پن اور نادانی اُس کی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ شاید پادشاہ کو اُس شخص سے جس سے یہ پیش دستی چاہتا ہے، اُنس اور الفت ہو یا اُس نے کچھ ایسی خدمتیں کی ہوں یا وہ شرطیں نوکری کی ایسی بجا لایا ہو کہ سلطان کے دل میں نقش ہوں اور اُس کا حق ضائع کرنا خوب نہ سمجھے، تو اُس کی حرکت پسند نہ پڑے۔ اور اگر وہ عزیز اُس کم ظرف شیخی باز کی جڑ کاٹنے کی فکر میں مستعد ہو اور پادشاہ اُس کی طرفداری کرے، تو البتّہ وہ اس کی پیٹھ زمین پر لگا سکتا ہے۔ پس یہ ساری عمر شرمندگی اور خجالت میں رہے گا۔ قطعہ:

جو پادشاہ کے نزدیک سب سے ہووے عزیز
تو اُس سے زیادتی، داناؤں کا نہیں پیشہ

اگرچہ تیرے تئیں مرتبہ ملا لیکن

تو اُس کے درجے سے رکھ دل میں اپنے اندیشہ

اکتیسویں، لازم ہے کہ پادشاہ کے غصّہ کرنے اور برہم ہونے سے رنجیدہ نہ ہووے، بلکہ خفگی اور غضبی اُن کی دل کی خوشی سے قبول کرے اور اپنی سعادت جانے۔ اس خاطر کہ دانا کہتے ہیں کہ ہیبت فرماندہی کی اور دبدبہ شہنشاہی کا، بے سبب بھی لوگوں کی روگردانی پر اُن کی زبان کھول دے ہے، یہ سمجھ کر، اُن کے حضور اِتنی ملایمت کیا چاہیے .کہ اگر باعث غرور کے کہ سلطنت کو لازم ہے، کسو کو گالی دے بیٹھیں، تو بھی وہ اپنے دونو ہاتھ دعا کے لیے اُٹھاوے۔ مصرع: گالی نہ کہو، یہ ہیں دعائیں۔ اور اگر جھنجلاویں، اُس کو مہربانی گنے۔ مصرع: -

ہر چند جفا دیکھی، پر میں نے وفا سمجھی۔

بائیسویں، اگر غصّے اور غضب سلطانی میں پڑے، تو ہرگز کسو اپنے بیگانے سے گلہ[1] نہ کرے اور دشمنی اور کینے کو اپنے دل میں راہ نہ دے، اُس گناہ کو اپنی طرف سمجھے، اور دل میں قائل ہو کہ میری ہی تقصیر ہے۔ بیت:

جتنی کہ جفا کرے، شکایت نہ کروں

بلکہ یہ کہوں کہ ہاں، گنہ میرا ہے

اور بعد اُس کے اتنی محنت اور غریبی بجا لاوے کہ جس کے سبب سے اُس خشم کو دور کرسکے۔ تیئیسویں، اگر کوئی پادشاہ کی خفگی میں پڑے، یا کسو تہمت میں گرفتار ہو جاوے اور پادشاہ کے دل میں اُس کی طرف سے کینہ بیٹھے، تو واجب ہے کہ اُس گنہ گار سے کنارہ پکڑے، اور اُس مرد سے جو مُتّہم ہوا ہے، دوستی چھوڑ دے، اُس وقت تک کہ غضبِ سلطانی اُس پر سے کم ہو جاوے اور مہربانگی اور رحمت کی توقّع ظاہر ہو، تب ایسے عذر جو معقول اور پسندیدہ ہوں، درمیان لا کر اُسے راضی اور خوش کرے، جس میں اُس کی تسلّی ہو۔

---

[1] مخ اور مط میں ,, گلا،،۔

چوبیسویں، یہ کہ پادشاہ کی رضامندی اور خاطرداری کے یہاں تک درپے رہے کہ روز بہ روز اُن کو اپنے اوپر زیادہ مہربان رکّھے اور مزاج اُن کا اُس سے خوش رہے۔ لیکن یہ بات، یعنی دل میں جگہ پیدا کرنی، چار طرح سے ہوسکے ہے: ایک اُن میں سے یہ ہے کہ جو کچھ پادشاہ زبانِ مبارک سے فرماویں، اُس کی بہت سی تعریف کرے اور کہے: درست ہے، بہ شرطیکہ وہ بات خلاف دین اور شرع کے نہ ہو۔ دوسرے، عقل و تدبیر کو اُن کی سرا ہے۔ تیسرے، خوبیاں اُن کی ظاہر کرے۔ چوتھے، برائیاں اور بدحرکتیں اُن کی پوشیدہ رکّھے۔

پچیّسویں، بھیدوں کا چھپانا ضرور ہے اور یہ کام، سب شرطوں میں بڑی شرط ہے اور جڑ تمام ادبوں کی ہے۔ پس مقتضیٰ عقل کا یہ ہے کہ رازہاے پادشاہی کے پوشیدہ رکھنے میں کمال کوشش بجا لاوے، اور اِس بات میں خبرداری اور ہوش مندی کی راہ یہ ہے کہ پادشاہ کا ظاہری احوال، جس سے سارے نوکر چاکر واقف ہیں، اُس کو بھی اپنے مقدور موافق چھپائے رکّھے اور اپنے منھ سے نہ کہے، تو اِس عادت سے خود بہ خود راز پوشی کی صفت پیدا ہوگی، آخر سب بھید چھپانے اُس کو آسان معلوم ہونے لگیں گے۔ اور ایک فائدہ یہ ہے کہ جب سلطان نے اُس کی خصلت سے اطلاع پائی اور اُن کے گوش گزار ہوئی، تو اگر کوئی سِر ظاہر بھی ہو، پر اُس پر بہتان نہ لگے گی۔ اِس لیے کہ رازِ پوشیدہ اگر کوئی فاش نہ کرے، تو بھی اُس کی ظاہری چال ڈھال پر گمان کرکے معلوم کرسکیے، یہ احوال بعضی دلیلوں سے دریافت ہو جاتا ہے، اِس صورت میں وہ لوگ جو ہم راز اور محل اعتماد کے ہیں، وے بھی متّہم ہوتے ہیں اور گمانِ بد اُن پر لے جاتے ہیں۔ پس جب کوئی اِس صفت سے مشہور ہوا کہ یہ محرم اسرار کا ہے اور کوئی سِر اِس سے آشکارا نہیں ہوتا، تو وہ اِس گمان اور بہتان سے بچ رہتا ہے۔ اگر، پناہ خدا کی، کوئی پیٹ کا ہلکا ہو اور اُس کے پیٹ میں پانی نہ پچ سکے، تو وہ راز کو سن کر کب پچا سکے گا،

آخر ایک نہ ایک دن اپنا سر بھی نہ بچا سکے گا۔ اُس سر کے ساتھ اِس کا سر خوف و خطرے کے مقام میں ہے۔ بیت:

کہا دانا نے جو ہے نیک خصلت — کہ گر سر چاہیے، تو سر کو کہہ مت

نصیحت: کہتے ہیں کہ کسو شہنشاہ اولوالعزم نے ایک حکیم نام آور اور عالی قدر سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کرو۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اے ملک! ساری وصیتیں اِن دو کلموں میں تمام ہیں: ایک تو یہ کہ حکم خدا کا سب پر بالا سمجھے۔ اور دوسرے، شفقت اور رحم دلی خدا کے بندوں پر رکھے۔ اِسی معنی میں کہہ گئے ہیں، قطعہ:

جو بات سب میں خوب ہے گر تجھ کو چاہیے
تو اے جوان! بوڑھوں سے یہ نکتہ یاد رکھ
پہلے خدا کی بندگی کر اور ادب سے رہ
اور بعد اس کے بندوں کو نیکی سے شاد رکھ

پھر پادشاہ نے پوچھا: اب سیاست کے حق میں کوئی بات کہو۔ بولا کہ انسان کے قتل کرنے میں سعی کرنی خوب نہیں، کہ آدمی کے بدن کی عمارت کو ڈھانا اور خدا کے باغ کے اِس درخت کو کاٹ کر گرانا، سہج کام نہیں۔ مگر تین قسم کے شخصوں کو ذوق سے ماریے کہ اِس حرکت کو سن کر، دانا تمھیں معذور رکھیں گے: ایک اُن میں سے دشمن ہے جو تمھارے ملک کے لینے کا ارادہ کرے۔ دوسرا وہ اہلِ خدمت جو سرکار کا مال چُراوے۔ تیسرا لُترا، جو بھید سنے اور سب سے کہتا پھرے۔ ایسے حرام زادوں کو جلد زمین کا پیوند کیجیے، یعنی خاک کے تلے چھپا دیجیے، تو تمھارا بھی راز چھپا رہے۔ قطعہ:

بھید سلطاں کا جو کوئی ظاہر کرے
اُس کو مٹّی کے تلے تو دے چھپا
سر چھپا رکھ، جو ترا بھی سر بچے
سر چھپایا جس نے، اُس کا سر بچا

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو پادشاہ نے اپنے ایک ملازم سے ارشاد کیا کہ میں جو بات تیرے ساتھ کہوں، خبردار! تو کسو سے نہ کہیو۔ اُس نے کہا: میری کیا طاقت جو میں کہیں ظاہر کروں۔ تب فرمایا کہ میں اپنے بھائی کی طرف سے اندیشمند ہوں، پس آگے اِس سے کہ وہ قابو پاکر دغا کا قصد کر بیٹھے، میں اُس کے دفع کرنے کی فکر میں رہتا ہوں، اب تجھے لازم ہے کہ ہمیشہ میری محافظت اور خبرداری میں رہے، اور میرے بھائی سے جو کچھ دریافت کرے، مجھ سے وہ بات ٹھیک کی ٹھیک آکر کہے۔ اُس نے حضور میں پادشاہ کے تو قبول کیا، لیکن فرصت پاکر، یہ تمام احوال اُس کے بھائی کے گوش گزار کردیا۔ وہ اُس کا نپٹ منّت دار اور شکرگزار ہوا اور بولا کہ تو نے اپنا حق مجھپر ثابت کیا جو مجھے اِس دغا سے خبردار کیا۔ اِس کا عوض، خدا چاہے تو بہ شرط مقدور تجسے کروں گا۔ اُس روز سے ہوشیار ہوگیا اور اپنی احتیاط اور نگہ بانی کرنے لگا۔

اتّفاقاً پادشاہ نے رحلت کی اور سلطنت اُس کو پہنچی۔ جوں تخت پر بیٹھا اور چھتر پھیرا گیا؛ وُہیں بھائی کے اس نوکر کے حق میں حکم کیا کہ اُس کا سر کاٹ ڈالیں۔ وہ بولا: اے پادشاہ! ایسا میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ میں امّیدوار انعام کا ہوں۔ فرمایا: یہ کیسی تقصیر ہے کہ میرے بھائی کا راز تو نے آشکارا کیا، باوجود اتنی بخشش اور نوازش کے تیرے حق میں فرماتا تھا اور تجھے محرم سمجھ کر ہم راز اپنا بنایا تھا؛ ہر گاہ تو اس کا بھید دل میں نہ رکھ سکا، مجھے تجپر کیا اعتماد باقی رہا۔ آخر اس کی گردن ماری۔ فقط اِس باعث کہ سر نہ چھپایا، اپنا سر گنوایا۔ بیت:

میں پیرِ میکدے سے پوچھی مخلصی کی راہ
پیالا مانگا اور بولا: چھپانا بھیدوں کا

لیکن اپنی خودداری کی رعایت میں سات[7] شرطوں کو عمل میں لانا ضرور ہے: پہلی یہ کہ جس جگہ سے نہ لیا چاہیے، نہ لیوے اور جس جگہ نہ دیا چاہیے، نہ دیوے، تو دنیا میں بدنام اور بے قدر نہ ہووے اور نہ عاقبت میں رسوا اور

شرمندہ بنے۔ دوسرے، تا مقدور سب کی طرف کی بدی کو دل سے دور کرے اور سب سے نیکی تا مقدور کرے اور ہر ایک کو فیض پہنچاوے۔ تیسرے، بلند ہمّت ہو، کہ اعتبار ہر کسو کا موافق اس کی ہمّت کے ہوتا ہے۔ اور یہ مقرّر ہے کہ جو کوئی صفت عالی ہمّتی کی رکھتا ہے، وہ ہرگز اپنے دم کو کہ پاک ہے، دنیا کے مال کی طمع میں کہ وہ نہایت حقیر ہے، ذلیل اور خوار نہیں کرتا اور تھوڑے جاہ یا مال کے فائدے کے لیے اپنی ذاتِ شریف کو برباد نہیں دیتا، اِس واسطے کہ دولت و حشمت پایدار نہیں رہتی، پر وہ ساری عمر خفّت اور خواری کی قید میں گرفتار رہ جاتا ہے۔ چوتھے، نہ بہت سختی اپنے اوپر روا رکھے نہ اوروں پر۔ چنانچہ حُجّت الاسلام نے فرمایا ہے کہ وہ شخص عجب بدبخت ہوگا جو بندے کی رضامندی کے لیے اپنے تئیں خدا کے خشم میں گرفتار کرے گا اور سلطان کی مہربانگی کے واسطے اتنا مظلمہ اپنی گردن پر بارکرے گا اور اپنے بدن کو دوزخ کا کندا بنا تیارکرے گا۔ قطعہ:

آدمی کی خوشی کی خاطر تو اپنے تئیں قہر میں خدا کے نہ ڈال
حیف ہے اوروں کی خوشی کے لیے کھینچے بے فائدہ تو رنج و ملال

پانچویں، قدر اپنے اختیار اور سرداری کی جانے اور قیمت اپنے قابو اور قدرت کی پہچانے اور کچھ ایسا کام کرے کہ آگے موت کے بھونچال کے صدمے سے اور پیش از غلبۂ لشکرِ مرگ کے، کہ وہ ڈھانے والا لذّتوں کا ہے، بیت:

اُس سے آگے کہ اجل آکے اچانک پہنچے
سورج اِس زندگی کا کوہِ فنا تک پہنچے

ذکر نیک اور نشانِ خوب اُس سے یادگار رہے۔ چھٹے، جتنا اختیار اور مرتبہ پاوے، مغرور نہ ہو جاوے اور بھروسا مصاحبت اور شان و شوکت پر نہ کرے کہ زمانہ بے وفا مشہور ہے کہ عداوت کی عادت رکھتا ہے، اور فلک کا پاجی پنا سب کو معلوم ہے کہ مخالفت کی خصلت سے بدنام ہورہا ہے۔ تھوڑے عرصے میں فرمان دولت کا (جیسے لپیٹتے ہیں کاغذ کو واسطے کتابوں کے) لپیٹا جاتا ہے اور طغرا ناامیدی کا طالع مندی اور مقصدوری کے صفحے کے اوپر کھینچا جاتا ہے، یعنی دنیا کے کارخانے کو جلد زوال آتا ہے۔ ابیات:

نہ ہو تو مال پر دنیا کے مغرور کہاں ہے آج دارا اور فغفور
تو مرتے وقت سب کچھ چھوڑ دے گا جو ہے تجھ پاس، دشمن سارا لے گا

ساتویں، جتنا مقدور ہو اور ہو سکے، خلق اللہ سے نیکی کرے، کہ فائدہ پادشاہوں کی خدمت میں اختیار پانے کا اور سلاطینوں کے حضور میں اعتبار پیدا کرنے کا یہی ہے کہ آپ بھی بخشش کے فائدے اور احسان کے انعام خاص و عام کو پہنچاوے اور خرد و بزرگ کو اپنے جاہ و مرتبے کے نفع سے نوالہ فیض کا چکھاوے۔ یقین سمجھا چاہیے کہ جو کوئی نیکی کرتا ہے، اپنے ساتھ کرتا ہے۔

پند: ایک بزرگِ دین دار کا قول ہے کہ میں نے اپنی ساری عمر میں کسو کے ساتھ نیکی نہیں کی۔ ایک مصاحب نے پوچھا کہ ہمیشہ فیض تمھارے انعام اور احسان کا عام ہے اور بہت سے رودار اور نام آور آپ کی نعمتوں سے کھاتے ہیں اور تمھارے کرم کے خوان سے حصّہ پاتے ہیں، پس یہ کیا کلام ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کسو سے بھلائی نہیں کی، اِس کے کیا معنی، زبانِ مبارک سے بیان کیجیے اور میرے دل کا دبدھا مٹا دیجیے۔ جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں، حق سبحانہ تعالا اِس صورت سے کلامِ مجید میں فرماتا ہے کہ «اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی ذات سے نیکی کروگے» تو اِس سے معلوم ہوا کہ ثواب میرے احسان کا میری ذات کی طرف رجوع کرے گا، پس میں نے جتنی نیکی کی ہے، اپنے ساتھ کی ہے۔

اور درجے بدی کے بھی ایسے ہی ہیں کہ اگر بدی کروگے تو اپنے دم سے کروگے، کیونکہ عذاب اُس کا بھی تمھاری ہی طرف باز گشت ہوگا۔ ابیات:

تو نیکی کر، جو اب ہے تجکو قدرت بدی کو چھوڑ دے، گر ہے گی ہمّت
بھلا کرنے سے، پیش آوے بھلائی بُرا کرنے سے، ملتی ہے برائی

لیکن رعیّت کی طرف کی رعایت میں غور کیا چاہیے کہ اصل غرض جاہ و دولت سے کچھ رضامندی پادشاہ اور امیروں کی نہیں، بلکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ قدرت اور دستگاہ پاکر، رعایت میرے بندوں کی اور آبادی ملک کی

---

۱ مخ میں ,, ثنگری تعالا ،، لکھا ہوا ہے۔ یہ بہ ظاہر لغزش قلم ہے۔ مط کے مطابق لکھا گیا ہے۔

کرو۔ پس رعیّت کے حق میں رعایت رکھنی، سب کاموں میں بڑا کام ہے۔ پر یہ رعایت دو شرطوں سے ہو سکتی ہے: پہلے یہ کہ اُن کی حالت کی محافظت میں کوشش بجالاوے، تقاوی اور تسلّی دے کر ایسا کرے کہ اپنے کام سے باز نہ رہیں اور اپنی بستی سے جلاوطن نہ ہونے پائیں۔ دوسرے، ظلم ظالموں کا اُن سے دور رکھے، کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ رعیّت مانند بکری کے ہیں، اور عامل جیسے چرواہا، اور پادشاہ گویا مالک اُن کا؛ جس طرح خاوند ایوڑ کا، ایوڑ چرانے والے کو سونپ دیتا ہے کہ وہ باگ بھیڑیے سے جو اُن کو پھاڑ کھائیں، نگاہ بانی کرکے بچاوے اور اچھے ٹارے پر جہاں خوب سبز[1] گھاس ہو، چراوے تو خوب فربہ بناوے اور اُن کی نسل بڑھاوے اور دودھ[2] اُن کا حاصل کرے؛ ایسے ہی ارکانِ دولت کو لائق ہے کہ رعیّت کو ظالم حاکموں سے کہ وہ بجائے بھیڑیوں کے ہیں، پناہ میں رکھے اور جس صورت میں اُن کی بہتری دین و دنیا کی ہو، اُس طرح بساوے، اور اگر اُن کے احوال سے غافل ہو تو ظالم جو کچھ چاہیں اُن کے ساتھ سلوک کریں۔ ابیات:

تو ہے رکھوالا، شکر کر اِس کا بھیڑوں کو، بھیڑیوں سے رکھ تو بچا

نہیں دانائی یہ کہ تو سووے بھیڑیا بھیڑیوں میں جب ہووے

اب یہ کئی کلمے امیروں کے ادب میں مجمل لکھے گئے، لیکن تین نکتے، امرا اور وزیروں اور نویسندوں اور مصاحبوں کو جو آداب اور احتیاط واجب ہے، سو کہتا ہوں؛ وہ یہ ہیں کہ امیروں میں ہر ایک کو چاہیے کہ بارہ قاعدے یاد رکھے اور اُن پر عمل کرے: پہلے، فرماں برداری خدائے بزرگ کی، لیکن اِس شرط سے کہ جس قدر اپنے دل میں خواہش رکھے کہ خدا کے بندے ہماری خدمت کریں، آپ بھی نہ چاہیے کہ خدا کی بندگی اُس سے کم کرے، کیونکہ یہ نیت نہایت بری ہے کہ اپنی سرداری کا مرتبہ خلق اللہ سے زیادہ چاہیے اُس درجے سے کہ حق خدا کی خاوندی کا آپ ادا کرے۔ پناہ مانگتا ہوں خدا سے اِس بات میں۔ بیت:

---

۱ مط: ہری گھاس۔ ۲ مط: دودھ حاصل کرے۔

تو خدا کی طرف جو آوے گا تو خدا بھی تجھے بچاوے گا

دوسرے ، یاد رکھنا نعمت کے حق کا۔ واجب ہے کہ حق اپنے ولی نعمت کا نہ بھولے اور راہ مخالفت کی نہ چلے ، کہ کفرانِ نعمت کا نتیجہ بہت بد ہے۔ ایک بُرائی اُن میں سے یہ ہے کہ کسو پادشاہ کو ایسے پر اعتماد نہیں رہتا اور سب کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی مقرّر ہے کہ کوئی ناشکر ، نمک حرام اپنے دل کے مطالب کو نہیں پہنچتا بلکہ آخر کم بختی اور شرمندگی میں گرفتار ہوتا ہے۔ ابیات :

حقِ انعام پادشاہوں کا اور ادب اُن کا چاہیے رکھنا

بخت اور دولت اُس سے منہ موڑے جو ولی نعمت اپنے کو چھوڑے

اور کہتے ہیں کہ نشان مردمی اور مردانگی کا یہ ہے کہ اڑ کچھ بدی یا نقصان خداوندِ نعمت کی طرف سے پہنچے تو اُس کو ، عوض اُس نیکی اور فائدے کے جو اُس سے ملا ہے ، ناچیز سمجھے اور دل میں نہ لاوے۔ یہ بھی شکرِ نعمت کے ادا کرنے کا حق ہے ، گویا شکر اُس کی نعمت کا بجا لایا۔ بیت :

گلی سے تیری جوروں کے سبب ہم کیونکے اٹھ جاویں

کہ مردوں کو نہیں لائق ہے ٹلنا ، زخم گو کھاویں

حکایت : لکھتے ہیں کہ کسو خواجہ کے ایک خانہ زاد تھا ، بڑا ہوشیار اور عقل مند۔ ایک روز وہ عزیز اُس غلام کو ساتھ لے کر باغ میں گیا ، سیر کرتے کرتے فالیز کی طرف جا نکلا ، وہاں سے ایک کھیرا توڑ کر غلام کے ہاتھ میں دیا کہ کھا۔ غلام نے چھلکا چھیلا اور بڑے مزے سے کھانے لگا۔ یہ دیکھ کر ، خواجہ[1] کو بھی ہونس ہوئی ، ایک پھانک اُس سے مانگی جو آپ بھی کھاوے۔ جب چکّھا تو نہایت کڑوا معلوم ہوا۔ بولا : اے غلام! ایسے کڑوے کھیرے کو تو نے خوشی سے کس طرح کھایا ، یہ کیا تیرے جی میں آیا؟ کہا میاں صاحب! اِس کو تم نے مجھے عنایت کیا ، اور میں تمھارے

---

۱ مط : خواجے کو ہوس ہوئی۔

ہاتھ سے ترنوالے، سلونے، میٹھے، مزے مزے کے بہت سے کھاتا رہتا ہوں، اب میرے تئیں شرم آئی کہ ایک کڑوے گھونٹ سے منھ بناؤں اور اُسے اُگل دوں۔ بیت:

سو بار تیرے ہاتھ سے گر کھائی ہو شکر جو ایک بار تلخ بھی چکھا تو نہیں ہے ڈر

خواجہ کو یہ بات خوش آئی اور کہا: میرا شکرِ نعمت تو نے ادا کیا، اب تجھے اپنی خدمت میں نہ رکھوں گا، وہیں اُس کو آزاد کیا اور ڈھیر سا انعام دیا۔ تیسرے، امیروں کے آداب میں یہ ہے کہ جتنا جاہ و جلال پادشاہ نے اُن کو عنایت کیا ہے، اُسی کے وسیلے سے کوشش کرکے مال پیدا کریں، نہ کہ پادشاہ کی ذات سے لینے کا ارادہ رکھیں، یعنی خدمت اور قدرت کے ہونے سے یہ دُھن دوڑاویں کہ آپ کماویں، نہ کہ خاوند کے مال پر دل کو لبھاویں اور جس طرح بنے، کھا جاویں اور آخر اُس حرکت کی سزا پاویں، کیونکہ مال ہر ایک انسان کا محبوب ہے اور سب کی نظروں میں پسند اور اور خوب ہے؛ پس جو کوئی دوسرے کے معشوق پر دل دوڑائے یا طمع کو کام فرمائے، آپ سے آپ سبب دشمنی کا پیدا ہوجائے[1]

داناؤں کا قول و فعل ہے کہ سلاطین سے اسباب روپے پیدا کرنے کے مانگا چاہیے، نہ روپے طلب کریے[2]۔ مثلاً، خدمت کی درخواست کیجے[3] کہ جس کے باعث مال پیدا ہو اور خاطر جمع ہو جاوے، سوال کرنا نہ پڑے اور دولت خود بہ خود ہات آوے۔ بادشاہوں کی سرکار سے اِسی طور سے نفع ملتا ہے، کچھ نقد تھیلی حوالے نہیں کردیتے۔ چوتھے، لازم ہے کہ جتنا اسباب اُمرائی کا اور نقد خزانہ پیدا کرے، وِتنا ہی تجمّل پادشاہ کا اور بندوبست بارگاہ کا منظور رکھے، نہ زیب و زینت اپنی ذات کی لحاظ کرے، اِس لیے کہ یہ حرکت اور یہ نیّت، نمک حلالی کے آداب سے بہت مناسب اور حق شناسی کی مرتبے سے نہایت لائق ہے، بلکہ اگر اسی صورت سے خیر خواہی اور جاں فشانی میں مستعد رہے گا تو عنایاتِ بادشاہی میں بھی خلل نہ آوے گا، اور اگر اپنی خود داری خیال میں لاوے گا، تو آخر پچتاوے گا۔

---

۱ مط: ہو جاوے۔ ۲ مط: کرنے۔ ۳ مط: کیجئے۔

پانچویں، پادشاہوں کی ریس کرنے سے ڈرتا رہے، کیونکہ اُن کی ذات لاثانی ہے، کھانے پینے اور رہنے پہنّے میں سواے اُن کے کوئی اُن کی برابری نہیں کر سکتا، اور بہت سی باتیں ہیں کہ وہ فقط اُنھیں کو لائق ہیں، دوسرے کو نہیں پھبتیں۔ اور اگر ازراہ نادانی کے یہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے کہ مشابہ بادشاہ کے چال سے ہو اور یہ خبر حضور تک پہنچے، تو یہ اُس کے باعث ہلاکت کے دریاو میں ایسا غوطہ کھائے کہ پھر نہ ترے۔ چھٹے، جو قول یا فعل کہ پادشاہ سے ظہور میں آوے اور وہ خلاف شروع کے نہ ہو اور خود پادشاہ ہی اُس کی تعریف کرے، تو لائق ہے کہ یہ بھی سرا ہے اور آمنّا و صد قنا کہے۔ بیت:

جو شاہ دن کو کہے رات، تو نہ دم مارے
کہے یہ بلکہ: اُگا چاند، چھٹکے ہیں تارے

اور یہ سب[1] صاحب شعوروں کو معلوم ہے کہ دنیا میں کوئی کام ایسا نہیں جو دو صورت سے باہر ہو، یا نیک عمل ہے یا بد؛ پس اِس سعی اور کوشش میں رہے کہ اچّھی بات جو ہاتھ لگے، اُس کو پادشاہ کی طرف سے سمجھے اور اگر وہ کام خوب نہ ہو، تو دانائی کی تدبیروں سے عرض کر کے دل نشیں کر دے۔ ساتویں، اگر سلطان ایسی صلاح فرماوے کہ بر عکس اُس کی سمجھ کے ہو، یا کوئی بات ارشاد کرے کہ نا پسند اس کے مزاج کے ہو، تو راضی رہے اور موافقت کرے اور ویسی ہی دلیل گزران کر اُس کی پالایش کرے اور دل میں خوب سوچے کہ وہ پادشاہ ہے اور میں چاکر، واجب ہے کہ متابعت اور فرماں برداری اُس کی ہر دم منظور رکّھوں۔

آٹھویں، چاہیے کہ رتبہ[2] پانے اور مُنھ لگوے[3] ہوجانے سے مغرور نہ ہوجاوے اور عزت و حرمت دینے سے پادشاہ کے، اپنے درجے کی حد سے قدم آگے نہ بڑھاوے۔ آدابِ ابن المقفع[4] میں یہ نصیحت مذکور ہے کہ اگر سلطان تجھے بھائی کہے تو اُس کو خاوند جان، اور اگر فرزندی کا نام تجھ پر رکّھے تو اپنے تئیں غلام پہچان۔ ہر چند وہ تیری تعریف میں مبالغہ فرماوے، تو خدمت گاری اور عاجزی میں کمی نہ کر۔ بیت:

شاہ جتنا کہ لطف فرماوے اُتنی یہ بندگی بجا لاوے

---

[1] مط: میں ,, سب ,, موجود نہیں۔ [2] مط: رتبے۔ [3] مط: منھ لگے۔
[4] مط: آداب ابن المقنع۔

اور یہ بھی سمجھنا ضرور ہے کہ جو بڑا امیر ہو کہ نہایت اختیار اور بہت مقدور رکھتا ہو اور اُس سے کوئی حرکت ایسی واقع ہو کہ پادشاہ کی حکم رانی اور سیاست فرمانے سے مشابہت رکھتی ہو، تو البتّہ پادشاہ کے مزاجِ مبارک کے ناگوار اور نا پسندیدہ ہو گی، اگرچہ ظاہر میں منہہ پر لا کر شرمندہ نہ کریں، پر دل میں کُنہہ رکھیں گے اور جلد اُس کی کسر نکالیں گے۔ بیت:

نہ کر تو ملک میں شہ کے حکومتِ بے جا
کہ پادشاہ، مقابل کو دیکھہ نہیں سکتا

حکایت: کہتے ہیں کہ سلطان محمود غزنیں[1] کے بھائی نے اپنے زر خرید غلام کو کہ اُس سے کچھہ بڑا گناہ صادر ہوا تھا، باندھہ کر لٹکا دیا اور حکم کیا کہ کف پائیاں لگاؤ۔ وہ غلام بعد مار کھانے کے، سلطان کے رو بہ رو فریاد کرنے کو آیا۔ سلطان نے حقیقت سن کر فرمایا کہ جھنڈا اور نقارہ اور چھتر اور تخت بلکہ تمام اسباب سلطنت کا بھائی کے دروازے پر لے جاویں۔ اُس نے جب یہ احوال دیکھا، خوف کے مارے ڈرتا کانپتا بے تامّل سلطان کے حضور دوڑا آیا اور عاجزی اور غریبی سے زمین پر ناک گھسی اور ہاتھہ جوڑکر عرض کرنے لگا کہ بندے سے ایسا کون سا گناہ عمل میں آیا اور کیا جرم واقع ہوا جس کے سبب خاطر اشرف پر ملال گزرا اور جہاں پناہ نے سارا لوازمہ پادشاہت کا اِس عاجز کے مکان پر بھجوا دیا۔ سلطان نے فرمایا کہ اگر سلطنت میرا حق ہے اور میں صاحبِ حکم ہوں، تو تجھے لٹکانے اور باندھنے سے غلاموں کے کیا علاقہ؟ تجھے لازم تھا کہ وہ احوال حضور میں ظاہر کرتا، میں تحقیق فرماتا، اور مالک کا ظلم مملوک پر اور مملوک کی شوخی مالک کے ساتھہ نہ ہونے دیتا۔ حق تعالیٰ نے اپنے بندے میرے سپرد کیے ہیں، اُن کا جواب مجھے دینا پڑے گا، نہ تجھے۔ آخر بہت شفاعت کرنے سے گناہ اپنے بھائی کا معاف کیا۔ ابیات:

---

[1] ط: غازی۔

سیاست پادشاہوں کو ہے لائق کرے گر دوسرا، تو ہے وہ احمق
دلیری حکم میں شاہوں کے مت کر جو کام اُن کا ہے، رکھ موقوف اُن پر

نویں، کار بار سپاہ کا امیروں کے سپرد ہے، چاہیے کہ اُمرا پادشاہ کو اِس بات کی رغبت دیں اور مزاج اُن کا اس پر لاویں کہ ہمیشہ لشکر تیّار اور آراستہ رہے اور لڑائی پر مستعد اور موجود بنا رہے، اِس واسطے کہ دنیا جگہ فتنے اور فساد کی ہے، اور کسو کو معلوم نہیں کہ کس وقت کیا حادثۂ ناگہانی پیش[1] آوے گا اور کس طرف سے پیدا ہوگا، پس اگر سلطان مال ہی اکٹّھا کرنے میں مشغول رہے اور فوج جمع نہ کرے تو ضرور کے وقت لاچار ہو جائے اور عاجز بنے، کیوں کہ جمع کرنا آدمیوں کا مال سے مّیسر ہوتا ہے، اور سارا ملک مردوں کی نمک حلالی اور جانفشانی کے باعث عمل میں آتا ہے اور فرماں بردار بن جاتا ہے۔ اِسی مطلب میں قول بزرگوں کا ہے کہ نہیں ملک ہاتھ لگتا مگر فوج سے، اور نہیں فوج اکٹّھی ہوتی مگر مال سے۔ بیت:

تمام ملک مسیّر ہو زورِ لشکر سے
یہ فوج ہو ہے اکٹّھی خزانۂ[2] و زر سے

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو پادشاہ نے اپنے ایک امیر سے صلاح پوچھی کہ مال اور لشکر کے قضیے[3] میں حیران ہو رہا ہوں، اگر مال جمع کرنے کا خیال کرتا ہوں تو لشکر تباہ ہو جاتا ہے اور اگر فوج کو تیار رکھّا چاہتا ہوں تو خزانہ خالی نظر آتا ہے۔ امیر نے مصلحت دی کہ روپے جمع کیجیے۔ سلطان نے جواب دیا کہ سپاہی پریشان ہو جائیں گے۔ تب اُس نے التماس کیا کہ اگرچہ اب چلے جائیں گے، پر جس وقت اُن کا کام پڑے گا اور خزانے کا منہ کھول دیجیے گا، سب دوڑے آئیں گے۔ فرمایا: اِس بات کی کچھ دلیل ہو تو عرض کر۔ اُس نے کہا: ایک یہ حجّت تو ظاہر ہے کہ اِس گھڑی

---

۱ مخ: آوے۔ یہاں مط کو ترجیح دی گئی ہے۔ ۲ مط: خزانۂ زر۔
۳ مط: قصے میں۔

اِس مکان میں ایک مکّھی دیکھنے کو بھی نہیں ، حکم کیجیے کہ ایک باسن شہد کا لاویں ۔ پادشاہ نے فرمایا کہ ہاں[1] جلد حاضر کریں ۔ شہد کے آتے ہی ڈھیر سی مکّھیاں بھنکنے لگیں ۔ تب وہ بولا : میں نے جو کچھ کہا تھا ، اُس کا یہ نمونہ موجود ہے ۔ سلطان بھی دیکھ کر بہت سی شاباشی دینے لگے اور بولے : تو نے سچ کہا تھا ۔ پھر اِسی بات کی دوسرے امیر سے مشورت کی ۔ اُس نے کہا : لشکرکو بنائیے اور اُس کو اپنے پاس سے علاحدہ نہ فرمائیے ۔ اِس واسطے کہ جس وقت آپ چاہیں گے ، تُرت کام کے لوگ جمع نہ ہو سکیں گے ۔ پادشاہ نے اُس سے بھی پوچھا کہ تیری اِس بات کی کچھ حُجّت ہے ؟ عرض کی کہ قبلہ عالم ! ہے ، پر رات کو التماس کروں گا ۔ جب رات ہوئی ، بولا کہ شہد کا باسن منگوائیے ۔ جب آیا ، ایک مگس بھی اُس پر نہ آ بیٹھی ۔ تب وہ کہنے لگا : جہاں پناہ ! جب انسان کا دل کسو سے ٹوٹ جاتا ہے اور علاحدہ ہوجاتے ہیں ، پھر ہر چند اُن کو مال کا لالچ دیجیے اور خاطرداری کیجیے لیکن گرد نہیں پھرتے ۔ اگر حکم ہو تو میں اس بات میں ایک حکایت کہوں ۔ پاشاہ نے فرمایا : بیان کر ۔

اُس نے یہ حکایت کہی کہ مصر میں کوئی پادشاہ تھا کہ مال کے جمع کرنے میں کوشش کرتا اور سپاہیوں کے احوال کی نہ پرسش کرتا ۔ تمام ملک سے جو خزانہ آتا ، صندوقوں میں رکھتا جاتا اور نہایت خبرداری اور نگہبانی اس کی کرتا رہتا ۔ اتّفاقاً شام کا حاکم لشکر جمع کرنے لگا کہ جنگ کے ارادے پر مصر کی طرف متوجّہ ہووے یہ خبر مصر میں آپہنچی ۔ ایک امیر نے مصر کے سلطان سے کہا کہ یوں سنّنے میں آیا ہے کہ امیر شام کا تمھاری لڑائی کے واسطے لشکر لیے چلا آتا ہے ، روپے دیتا ہے ، اور نگاہداشت پر حکم[2] جاری کیا ہے ، اب آپ کی فوج اور رفیق کہاں ہیں ۔ پادشاہ نے خزانے کے صندوقوں کی طرف اشارت کی اور کہا : لڑائی کے جوان تھیلوں میں ہیں اور میرا سارا لشکر صندوقوں میں چھپا بیٹھا ہے ، جب چاہوں گا ، باہر نکل کر کام آوے گا ۔ اس عرصے میں حریف

---

۱ مط میں ،، ہاں ،، موجود نہیں ۔ ۲ مط : قلم جاری کیا ہے ۔

کوچ در کوچ آہی پہنچا اور بے لڑائی غالب ہوکر سارے صندوق اپنے تصرف میں لایا اور بولا : اگر تو اِس مال سے سپاہی جاں باز اور لڑنے مرنے والے جمع کرتا تو اِس حیرانی اور بے بسی میں نہ پڑتا ۔ بیت :

جو مال خرچ کرو تو سپاہی ہاتھ آوے
نہ دو تو جلد وہ میداں سے بھاگ ہی جاوے

دسویں ، اپنے ملک کی آبادی اور چین اگر چاہے تو لازم ہے کہ جاسوس اور خبردار باہوش متعیّن کرے کہ وہ چاروں طرف سے روز مرّہ کی بُری بھلی خبریں جیسی کہ تیسی لگاوے ، تو جس طرف[1] سے کہ فتنے کے سر اُٹھانے کی سن گن پاوے ، جلد اُس کے تدارک کی کوشش فرماوے ۔

حکایت : کہتے ہیں کہ حاجب ابن عباد نوکر فخرالدولہ دیلمی کا تھا ، جو اکثر اوقات شیراز میں مقام رکھتا ۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ تین روز پیہم حضور میں نہ گیا ، چوتھے دن صبح کے[2] دربار میں آکر حاضر ہوا ۔ فخرالدولہ نے پوچھا کہ تین شبانہ روز غیر حاضری کا کیا باعث تھا ؟ حاجب نے کہا : پرسوں ہرکارہ میرا ملکِ خطا کی طرف سے پہنچا ، اُس نے کہا کہ خطا کا حاکم جس وقت فراش خانے کو جاتا تھا ، ایک اپنے امیرِ معتبر سے گوش بہ گوش کچھ بات کہنے لگا ؛ اس روز سے مجھے اندیشہ اور فکر تھی کہ کیا جانے کیا کہا ہوگا ! اس خیال پر لشکر کی موجودات لیتا تھا اور اُس کے دفع کرنے کا اور اپنے ملک کے محفوظ رہنے کا منصوبہ کر رہا تھا ۔ آخر آج صبح کو دوسرا خبردار آیا اور یہ خبر لایا کہ وہ تیّاری فوج کی کرکے اپنی ہی سلطنت میں کسو سمت بھیجتا ہے ۔ اب میری خاطر جمع ہوئی ، مجرے میں آکر حاضر ہوا ۔

اس نقل سے دھیان کیجیے کہ امیروں اور وزیروں کو بادشاہوں کے کام کی اِس مرتبہ سعی اور جستجو ضرور ہے ۔ با وجودیکہ خطا کہاں اور شیراز کہاں ، لیکن از بس کہ ہوشیار تھا ، ذراسی بات سن کر چوکنّا ہوا ۔ چنانچہ

---

۱ مط : جس طرف کہ ۔ ۲ مط : کو ۔

میں نے آگے بھی اخبار نویسوں اور جاسوسوں کے حق میں دو تین کلمے لکھے ہیں۔ بیت :

جو ملک کا ہوا مختار تو، تو کوشش کر
کہ چاروں طرف سے تو با خبر رہے ہر وقت

گیارھویں، لازم ہے کہ فقیروں اور محتاجوں کا وسیلہ بنے اور اُن کو سلطان تک پہنچاوے اور مظلوموں اور داد خواہوں کا پادشاہ کے حضور تک لے جانے کا مربی ٹھہرے، تو وے اپنا دردِ دل عدالت کے دارالشفا کے حکیم سے بیان کر کر مراد کی شفا کا شربت نوش کریں۔ اور جو ایسا امیرِ مختار ہو کہ رعیت اُس کی دہشت سے پادشاہ کی خدمت تلک[1] نہ پہنچ سکیں، اُس کی یہ مثل ہے کہ دریا کا پانی خوب نتھرا اور میٹھا ہے لیکن مگرمچھ اس میں رہتا ہے کہ پیاسے اور تونسے ہوئے آدمی پینے کو چاہتے ہیں، پر اُس کے ڈر سے اُس پانی کے گرد پھر نہیں سکتے۔ بیت :

جو اختیار ملا تجکو، تو تو ایسا کر
کہ تجسے ملک کے درویش پاویں سب آرام

بارھویں، زیردستوں کے ساتھ ایسی زندگی کرے کہ زیر دست بھی اُس کے ساتھ خوشی سے اپنی زندگانی کاٹیں۔ چنانچہ حدیث میں لکھا ہے کہ جو کوئی خلق اللہ پر رحم نہ کرے گا، اُس پر بھی رحم نہ کریں گے۔ اور اخبار میں آیا ہے کہ جو کوئی تم سے زیردست ہو، اُس پر کرم اور بخشش کرو، تو تم پر بھی عنایت و بخشش کرے جو تم سے زبردست ہے۔ ابیات :

زیر دستوں کا غم تو کھایا کر — اور زبر دستی سے فلک کی ڈر
کر سلوک ایسا خلق سے جیسا — چاہے تو مجسے بھی کریں ویسا

لیکن وزیروں کو ادب پادشاہوں کے بجا لانے اور دوسرے امیروں کی نسبت زیادہ لحاظ رکھنا لازم ہے، اس لیے کہ کوئی کام سلاطین کے دربار میں وزارت سے سخت اور مشکل نہیں، کیونکہ اس کے حاسد بہت ہوتے ہیں اور اس کا رشک سب بادشاہی نوکروں کو رہتا ہے، خصوصاً اُن عمدوں کو جو منصب

---

۱ مط : تک

اور مرتبے میں اُس کے ہم چشم اور دو بدو ہیں، ایسے امیر مقرر اُس کے رتبے پر ریس اور ہوس کرتے ہیں اور جال مکر و حیلے کا بچھا کر امیدوار اس قابو کے رہتے ہیں کہ اُس کو کسو نہ کسو پیچ سے اُس میں ایسا پھنساویں کہ پھر کسو طرح مخلصی نہ پاوے۔ اس صورت کی صحبت میں وزیر کو کوئی تدبیر بچاو اور سرخ رو رہنے کی راستی اور کم طمعی سے بہتر نہیں۔ اور لازم ہے کہ ہوشیاری سے کوئی نکتہ آدابِ سلطنت میں اور وزارت کی شرطوں میں چوک نہ جائے اور اپنے عہدے کی خدمت کو راستی و درستی سے سر انجام دے تو اُس کے حرف پر کوئی انگلی نہ رکھ سکے اور انگشت نما نہ بناوے۔ چنانچہ داناؤں کا قول ہے کہ جو شخص اُس کام کو جو اُس کے ذمّے مقرّر ہے، دین و دیانت اور عقل و امانت سے بجا لاوے تو ہرگز عیب جو اور چغل خور کی مجال اور طاقت نہیں پڑتی جو زبان ہلاوے یا کچھ بات بناوے، جس میں اس پر ٹک الزام آوے۔ بیت:

مجال کس کی، کرے عیب پاکبازوں کا
کہ برگِ گل پہ جو شبنم پڑی تو کیا نقصاں

نصیحت: حکیم بوذرجمہر سے پوچھا کہ لائق وزارت کے کون شخص ہے اور یہ کام کیسے انسان سے بخوبی سر انجام پاوے۔ بولا کہ جس کسو میں چار اور تین اور دو اور ایک ہوں۔ پوچھنے والوں نے کہا: ہم اِس پہیلی کو بوجھے نہیں اور اِس معمّے کو سمجھے نہیں، کھول کر مفصّل بیان فرماؤ۔ تب کہنے لگا: چار میں سے ایک یہ ہے کہ انجام ہر ایک کام کا پہلے دریافت کرے۔ دوسرے، ہوشیار اور خبردار رہے جو اپنے تئیں اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالے۔ تیسرے، ہر ایک بڑے کام میں دلچل اور دلیر ہو۔ چوتھے، جوانمرد اور صاحب جرأت ہو۔ اور تین میں سے پہلے یہ کہ جب معلوم کرے کہ فلانے شخص نے یہ خدمت خیرخواہی اور نمک حلالی سے کی تو جلد اُس کے عوض تسلیّ اور دلاسا دیوے۔ دوسرے، جو لوگ اُس کے حکم سے سر کشی کریں اور گردن موڑیں، تُرت اُس کی سزا دے اور گوشمالی کرے۔

تیسرے، زمانے کی اُونچ نیچ پر حاضر اور موجود رہے۔ اور اُن دو میں سے ایک یہ ہے کہ پادشاہ کے نمک کی رعایت منظور رکھے۔ دوسرے، رعیّت[1] کے حق کی طرف سے بھی غافل نہ ہو جائے۔ اور ایک جو کہا سو یہ ہے کہ کسو وقت کسو کام میں اپنے خالق اور رازق کو نہ بھولے، چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ جب خدا تعالا کسو صاحبِ حکم اور خداوندِ فرمان کی بہتری اور بھلائی چاہتا ہے تو اُس کو وزیر نیک کردار اور راست گفتار عطا کرتا ہے، اس خاطر کہ اگر پادشاہ کوئی نکتہ عدالت کے قانون کا فراموش کرے تو وزیر اُس کو ہر وقت یاد دلاوے، اور جو یاد ہو تو وہ اس کی پالایش کرے۔ اور اللہ جس حاکم کو بگاڑا چاہے، اور دوسرے کو اُس کی جگہ پر قائم مقام کیا چاہے تو اُس کو وزیر ایسا بدکار اور مردم آزار دیوے کہ مطلقِ انصاف کے قاعدوں سے واقف نہ ہو تو پادشاہ کو کیا یاد دلاوے گا، اور اگر خود بدولت کو معلوم بھی ہوں تو صلاحِ نیک نہ دے بلکہ بری ہی بات سمجھاوے۔ پس جو وزیر کہ راستی اور دیانت کی صفت سے موصوف ہو، گویا[2] مددگار پادشاہ کا ہے کہ اُس کے سبب سے ستون عدل اور احسان کے قائم رہتے ہیں۔ ابیات:

وزیر ایسے ہی ملکوں کو کرتے ہیں آباد
جو کہا کے رحم غریبوں کا حال رکھیں یاد
جو سمجھیں وہ کہ کریں ظلم تو یہ کام رہے
تو پادشاہ کا کب اُن سے نیک نام رہے

اب وزارت کے آداب کی تمام شرطوں میں سے اُنّیس نکتے لکھنے میں آتے ہیں: اوّل، رعایت خدا کے حکم کی بجا لاوے اور یہ بات سب کاموں پر مقدّم ہے، اس لیے کہ جب انسان خدا کا خوف جی میں رکھے تو البتّہ اپنے احوال کا ملاحظہ کرتا رہے گا اور نالائق حرکت سے احتراز اور پہلو تہی کرے گا۔ دوسرے، پادشاہ اور سپاہ اور رعیّت کے درمیان انداز ہر ایک کے حق اور درجے کا لحاظ میں رکھے، خاطرداری کسو طرف کی نہ کرے،

---

۱ مخ: ''اور رعیت کے حق کی طرف سے بھی''۔ یہاں مط کے مطابق عبارت لکھی گئی ہے۔
۲ مط: تو گویا وہ۔

تو کسو کا حق تلف نہ ہو۔ یہ بات وزارت کے بندوبست میں نہایت مشکل اور یہ کام نپٹ نازک ہے۔ تیسرے، جو کام شروع کیا چاہیے، پہلے اُس کے انجام کو خوب دریافت کرلے، کیونکہ اگر بگڑ جانے سے اُس کے اوّل اندیشہ کرے تو آخر کو پشیمانی نہ کھینچے اور افسوس کی انگلی حسرت کے دانتوں سے نہ کاٹے۔ ابیات:

تو[1] نے ہے کیا قبول جو کام   پہلے تو سمجھ لے اُس کا انجام
گر نیک ہے وہ تو اُس کے تئیں کر   ور بد ہے تو ترک کر مقرّر

چوتھے، واجب ہے کہ نیک قاعدوں کو رواج دے اور بد رسموں کو موقوف کرے، اِس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی نیک راہ اور اچّھے قاعدے جاری کرے گا، اُس کو ثواب اُس کے عوض ملے گا۔ اور جو شخص نالائق بدعتوں کا حکم دے گا یا آپ عمل میں لاوے گا، اُس کو عذاب ہوگا اور اُس کے بدلے سزا پاوے گا۔ ابیات[2]:

خدمت میں جو شاہوں کی کرے اُن کا کام   اور چاہیے نہ ہو اہلِ جہاں میں بدنام
تو رسم زمانے میں وہ ایسی رکّھے   جو خوش ہو خدا، خلق بھی پاوے آرام

پانچویں، کاربارِ سلطنت میں اپنی کفایت ظاہر کرے، کیونکہ کفایت وزیروں کی ملک کی کارروائی اور آبادی میں اتنی ضرور ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ عضدالدّولہ، ابوعلی حفری سے جو وزیر کسو آلِ بویہ کا تھا، رنجیدہ ہوا۔ اُس کے پاس ایک ایلچی بھیجا اور اُس کے ساتھ ننگی تلوار کردی اور کہہ دیا کہ اُس کے آگے اِسے رکھ دیجو۔ رسول نے ویسا ہی کیا اور منہہ سے کچھ نہ بولا[3]۔ وزیر نے قلم اُس کے آگے ڈال دیا اور کہا: جا، تیرا جواب یہی ہے اور اُسی وقت سے عضدالدّولہ کی فکر میں لگا اور فرمان لکھنے میں مشغول ہوا اور سب امیروں اور صاحب لشکروں کو جمع کرکے باہر نکالا، اُس کو پکڑ کر قید کر لیا اور جلدی سے تمام ملک اُس کا اپنے بادشاہ کی سلطنت میں شامل کیا۔ بیت:

---

۱ مخ: کیا ہے قبول تو نے جو کام۔ وزن کے لحاظ سے یہاں مط کو ترجیح دی گئی ہے۔
۲ مخ اور مط میں یہی۔ یہ دراصل رباعی ہے۔   ۳ مط: نہ کہا۔

شہنشاہوں کے جو در پیش مشکل کام آتے ہیں
وزیروں کی ہی تدبیروں سے وہ انجام پاتے ہیں

چھٹے، اگر سلطان کوئی ایسا منصوبہ دل میں لاوے کہ ملک کی یا مال کی بہتری کے کام نہ آوے، تو دیوانِ اعلا کو لائق ہے کہ راضی نہ ہو لیکن سرِ دربار پسند کرے، سب کے روبہ رو اُس کی قباحت بیان نہ کرے، اور خوب سمجھے کہ ملوک مانند جھجھے کے ہیں جو پہاڑ کے اوپر سے جاری ہوتا ہے، اُس کو اگر کوئی تُرت چاہے کہ ایک طرف سے دوسری سمت بہاوے تو یہ نہیں ہوسکتا، ناحق آپ ہلکان ہوگا اور سب کے نزدیک نادان ہوگا اور جو یہ تدبیر کرے کہ پہلے اُس کا زور گھٹنے دے، پھر اہستہ آہستہ احتیاط سے ایک طرف مٹّی اور کوڑے سے بلند بناوے، تب جیدھر چاہے اُس طرف ذوق سے لے جاوے۔ اسی طرح مرضی اور تدبیر پادشاہ کی جو فتنے اور فساد سے ملی ہوئی ہو، اُس کو بھی نرمی اور ملایمت سے راہ پر لاوے، نہ کہ پند و نصیحت مچاوے، بلکہ دونو ہاتھ جوڑ کر نہایت عاجزی سے جو صلاحِ نیک اُس کے خیال میں آوے، اگرچہ خلاف اُن کی سمجھ کے ہو، پر کہہ سناوے، اور سہج میں خلوت کے وقت فرصت پاکر مثلیں اور حکایتیں اُس مطلب کے موافق کہہ کر پادشاہ کی خاطر نشان کرے اور وہ دُھن جو اُن کے دل میں سمائی ہے اور اُن کے مزاج کو بھائی ہے، کسو خوش آیند تدبیر اور حیلے سے اُن کی طبیعت سے باہر نکالے اور جو جو قباحتیں اور خلل اُس بات میں ہیں، ندھڑک جتاوے۔ ابیات:

جو چاہے تو نرمیؔ و دانائی سے — تو سلطان کی رائے کو پھیر دے
وگر تو درشتی سے ٹک بول اُٹھے — تو مشکل ہے جو بات اُن کی ٹلے
تو پہلے یہ بہتر ہے حکم اُن کا مان — جو فرصت ملے، فکر کر جو تو جان

ساتویں، منصب اور رتبے اور مصاحبت پر بادشاہوں کی اور اپنی مختاری پر مغز بیا لا نہ کرے اور غرور میں نہ آجاوے، کیونکہ مزاج سلاطین کا کبھو مانند پانی کے نرم ہے اور کدھو آگ کی طرح گرم ہو جاتا ہے، اُن پر

اعتماد نہ رکھے، اور یہ بھی یقین جانے کہ جو خدمت یا عمل ہے، ایک نہ ایک روز اُس کو تغیری کا خلل ہے اور مال کو زوال لگا ہوا ہے۔

نکتہ: ایک دانا سے کسو نے پوچھا کہ تم گھر کیوں نہیں بناتے؟ جواب دیا کہ اس شہر میں دو گھر ہیں: ایک تو مکان کچہری کا؛ جب خدمت پر جاتا ہوں، وہاں رہتا ہوں۔ اور دوسرا گھر پنڈت خانے کی کوٹھری ہے، جب بیکار ہو آتا ہوں، وہاں گزران[1] کرتا ہوں۔ بیت:

غرور اور فکر نہیں اقبال اور ادبار میں لازم
کہ جب تک تو پلک مارے، نہ یہ دیکھے نہ وہ دیکھے

آٹھویں، جب تک ہو سکے، نیکی اور احسان کرے اور یہ یاد رکھے کہ یہ زمانہ یکساں نہیں رہتا اور کسو سے وفا نہیں کرتا۔ ابیات:

اُس سے پہلے جب کہ ساقی دہر کا زہر دے دولت کے شربت میں ملا
ٹوپی اور پگڑی کو تو سر سے اُتار دل کسو کا کر خوشی اے میرے یار
سر سے تیرے تاج کو ہوگا زوال چاند سا مکھڑا بنے گا جوں ہلال

نویں، بے کسوں اور امیدواروں کی حاجت روا کرنے میں کوشش دل و جان سے کرے کہ پادشاہوں کی ملازمت اور خدمت کرنے کے گناہ سے اگر پاک ہوا چاہے تو محتاجوں کی احتیاج اور آرزو بر لاوے۔

روایت: امیر المومنین امام حسین علیہ السّلام اکثر یہ فرماتے کہ اگر کسو ایمان دار مسلمان کی حاجت کو میں روا کروں تو میرے نزدیک ستّر برس تک مسجد میں بیٹھ کر خدا کی بندگی کرنے سے بہتر ہے۔ اور حضرت دانیال پیغمبر علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ اکثر فرماتے کہ کتنے برس تک رکاب پادشاہ کی جب وہ سوار ہوتا، میں تھامتا، اِس حرکت سے میرے دل کا یہ مطلب تھا کہ کسو طرح خلقُ اللہ کی احتیاج میرے ہاتھ سے بر آوے۔ چنانچہ اکثر ولیوں اور حکیموں نے یہی بات سوچ کر خدمتیں سلاطین کی اختیار فرمائی ہیں۔

[1] مخ اور مط: گذران۔

نصحیت: شیخ کبیر، پاک کرے اللہ اُن کی جان کو، آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں کسو مسلمان کے کام کی خاطر ستّر دفعہ عضدالدّولہ کے رو بہ رو گیا، پر وہ کام نہ بن آیا۔ آخر عضدالدّولہ نے کہا: اے شیخ! تم عجب آدمی ہو، اتنی بار ایک بات کے واسطے تم آئے گئے، پر وہ پوری نہ پڑی، تس پر بھی تم دوڑے آتے ہو اور خالی پھر جاتے ہو، اب تو باز آؤ اور میرا مغز نہ پھراؤ۔ شیخ بولے: اے خلیفہ! میرا کام پورا ہو چکا، کیونکہ میری نیّت فقط رضاے خدا پر ہے اور میں یقین جانتا ہوں کہ اللہ اس میری آمد و شد سے راضی ہوا، لیکن تو اپنے جی میں سوچ کہ تیرا کام ادھورا رہا جو ایک کام مسلمان کا تو نے نہ سنوارا اور محتاج کو نا اُمید رکھّا، اور یہ بھی تو خوب جانتا ہے کہ جب تک اہلِ دولت اور صاحبِ قدرت خدا کے بندوں کے کام نہ بناویں گے، اُن کے بھی کام نہ بنیں گے۔ بیت:

کر فقیروں کے کام کو انجام کہ تجھے بھی بہت سے ہیں گے کام

عضدالدّولہ پشیمان ہوا اور سر دھنا اور بہت سا رویا، وہیں جس کام کے واسطے شیخ سعی کرتے تھے، دستخط کردیا اور روا کیا۔ بیت:

کام میں اوروں کے تو کوشش کر کہ ترے کام بھی ہوں سب بہتر

دسویں، پادشاہ کے مزاج کو نیک کاموں کی طرف لاوے اور اچھی اچھی باتوں کی چونپ دلاوے، یہاں تک کہ اُن کے سبب سے خیر ایک عالم کو پہنچے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ وزیر اتابک کا مردِ نیک اور مخیّر تھا، بہت سا مال پادشاہ کے خزانے سے ہر روز خیرات کرتا۔ آخر اور کارباریوں نے ایک روز حضور میں یہ احوال عرض کیا کہ جہاں پناہ کا روپیا وزیر تمام برباد دیتا ہے اور جا بے جا صرف کیا کرتا ہے، کوئی اُس کے منہ پر نہیں رکھ[1] سکتا۔ اتابک نے سن کر خزانچی کو بلایا اور فرمایا کہ خبردار! اب اُس کے حکم سے کسو کو کچھ نہ دیجو، نہیں تو تیرے پِتّے نکلوا ڈالوں گا یا ہاتھ کٹوا دوں گا۔

---

۱ مط: کہہ نہیں سکتا۔

اتفاقاً اُسی روز کسو درویش نے وزیر سے سوال کیا۔ مستوفی کو فرمایا
کہ فلانی چیز اور اتنا نقد اس کے نام خیرات میں لکھ۔ مُتصدّی نے ذرا
تامّل کیا۔ دیوانِ اعلا نے ٹوکا کہ کیوں تامّل کرتا ہے، شاید ڈرتا ہے کہ
تیرے ہاتھ قلم ہوں گے، کیا اِس سے نہیں خوف کھاتا کہ ابھی فرماتا ہوں
کہ اُلٹا لٹکا دیں اور مارے بانسوں کے فرش کر ڈالیں۔
یہ خبر حضور تک بہ جنس پہنچی، وزیر کو یاد فرمایا اور خفگی سے کہا:
تو مشرف کو کس واسطے لٹکواتا تھا؟ عرض کی کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ
پادشاہ کے سرا پردۂ دولت کی طناب کو پایداری کی میخ سے مضبوط باندھوں،
پر وہ نہیں چھوڑتا اور نہیں سمجھتا، آپ غور فرمائیے کہ لائق تنبیہ اور تعذیر
کے ہے یا نہیں؟ پادشاہ، وزیر سے یہ نکتہ سن کر رویا اور وزیر کا مرتبہ بلند کیا۔

اور یہ بھی تواریخ میں حکایت لکھی ہے کہ سلطان ملک شاہ سے لوگوں
نے عرض کی کہ نظام الملک ہر سال لاکھ دینار خزانۂ عامرہ سے عالموں
اور صالحوں اور متوکّلوں اور گوشہ نشینوں کو بانٹتا ہے، اس صورت میں
آپ کے فیض کا نام نہیں ہوتا، اتنے روپیوں سے بہت سا لشکر جمع ہوسکتا
ہے جو ایک وقت کام بھی آوے۔ سلطان نے یہ بات خواجہ[1] کے منہ پر رکھی۔
اُس نے جواب دیا کہ راست ہے، اگر اتنے روپے کو دیں تو البتّہ دن کی
ایسی فوج تیّار ہو سکتی ہے کہ دشمنوں کو شمشیر سے کہ طول اُس کا ڈیڑھ
ہاتھ ہے، اور تیر سے کہ میدان اُس کا تین سو قدم ہے، آپ کی ذات سے دفع
کریں گے؛ لیکن فدوی، جہاں پناہ کی خاطر شب کا لشکر اس ڈول کا تہیّا
کرتا ہے کہ شام سے صبح تک خدا کی بارگاہ کے دروازے پر راستی اور
درستی کے قدم سے کھڑے رہتے ہیں اور تمھارے واسطے زبانِ دعا کی اور ہات
حاجت کے مانگنے کے لیے کھولے ہوئے، شمشیر سے ہمّت کی ابر کے
چلتے پر وار اور تیرآہ کا ساتوں سپر سے آسمان کی پار کرتے ہیں، اور
سرکار کا تمام لشکر اور ہم سارے خانہ زاد اُن کی پناہ میں امن چین سے
خوش و محفوظ[2] رہتے ہیں۔ بیت:

نہ کہہ تو یہ کہ کسو کی پناہ میں ہے فقیر
کہ پادشاہ بھی درویش کی پناہ میں ہے

---

۱ مط: خواجے۔ ۲ مط: اور۔

ملک شاہ سن کر بے اختیار زار زار رویا اور بولا : شاباش ! تو میری حفاظت کے لیے ایسا ہی لشکر دعاگویوں کا اور بھی جمع کر۔

گیارھویں، جب کچھ خدمت یا حکومت پاوے تو اُس درجے کی قدر سمجھے اور اُس سے کچھ فائدہ اُٹھاوے اور دوستوں اور آشناؤں سے رعایت اور مروّت کرنے کی کوشش بچاوے، بلکہ سب سے موافقت کرے، کسو کو آزار نہ پہنچاوے، نہیں تو جس روز اُس خدمت سے تغیّر ہو جاوے، سوائے افسوس اور شرمندگی کے کچھ اور ہاتھ نہ آوے۔ مصرع: کیا فائدہ مقدور کو گر تونے نہ سمجھا۔

حکایت : سنا ہے کہ کوئی امیر خدمت سے بیکار ہوا، اکثر پچتاتا بلکہ آنکھوں میں آنسو بھر لاتا۔ آشناؤں نے کہاکہ تجسا عزیز پختہ مزاج معزول ہونے کا غم کرے اور ایسا پھوٹ بہے۔ بولاکہ میں تغیری سے نہیں کڑھتا اور نہیں روتا، کیونکہ یہ یقین جانتا ہوں کہ عمل کو عزل اور خدمت کو تغیری لگ رہی ہے، پر اتنی میری بے قراری اور نالہ و زاری فقط اس خاطر ہے کہ اگر اُس وقت میں مینے کسو کے ساتھ نیکی کی ہے تو دل میں پچتاتا ہوں کہ کاشکے زیادہ بھلائی کرتا، اور اگر[1] کسو سے بدی کی ہے تو اُس کا اندیشہ دل میں آتا ہے کہ میں جانتا تو بدی نہ کرتا۔ بیت :

آخر تو ملے گا نیک و بد کا بدلا   اے کاش میں سب سے زیادہ نیکی کرتا

بارھویں، خلقت کے رجوع سے اور غرض مند آدمیوں کے آنے سے تنگ نہ آوے اور اُن سے ملنے کے وقت نہ کُھنساوے، اور اگر وہ کچھ کہیں تو تیوری نہ چڑھاوے اور یہ یقین سمجھے کہ جو شخص خدمت یا اختیار پاتے ہیں، اُن کے دروازے پر لوگ بے اختیار چلے آتے ہیں اور اپنے دل کا مدّعا کہہ سناتے ہیں اور خوشی بہ خوشی دعائیں دیتے چلے جاتے ہیں، پس خدا نے اپنے فضل سے جس کو مختار بنایا، خلقُ اللہ کے ہجوم اور بھیڑ سے اُسے چھٹکارا نہیں۔

---

[1] مط: اور کسو سے۔

نصیحت: کہتے ہیں کہ فضیل بیٹا سہیل کا اپنی وزارت کے دنوں میں ایک روز کسو صاحبِ ہوش سے کہنے لگا کہ میں آمد و شد سے آدمیوں کی نہایت بہ تنگ آیا ہوں اور فریادیوں اور داد خواہوں کے ساتھ ضق ضق بق بق کرتے کرتے ناک میں دم آیا ہے، اس کا کیا علاج کروں؟ اُس نے جواب دیا کہ اے وزیرالممالک! تکیہ عزّت اور رتبے کا اپنی پیٹھ کے پیچھے سے اُٹھا ڈالو اور مسند وزارت اور حکم رانی کی تہ کر رکھو، آج سے میں اپنا ذمّہ کرتا ہوں اگر پھر کوئی تمھیں ستاوے یا کسو کے لیے ایک چڑیا بھی تمھارے پاس آوے۔ قطعہ:

جس کو ہے اختیار، اُس کے پاس لوگ بے اختیار آتے ہیں
جب کہ وہ اختیار جاتا رہا وُہیں سب اُس کو چھوڑ جاتے ہیں

تیرھویں، اچّھے اچّھے دوستِ جانی پیدا کرے جو ظاہر و باطن[1] یکساں ہوں، کیونکہ دنیا کی ساری نعمتوں میں یہ بڑی نعمت ہے کہ یکدل اور یکرو آشنا ہاتھ لگیں، چنانچہ بزرگوں کا قول ہے کہ ایک دوستِ با اخلاص، بہتر ہے زرِ خالص کے گنج سے۔ چودھویں، جو عامل پیشہ اور حاکمِ بے اندیشہ ظالم ہوں یا کچھ اُن کی خیانت ظاہر ہوئی ہو تو ایسوں سے غفلت نہ کرے، بلکہ ہمیشہ اُن کے احوال کی تلاش اور خبر گیری میں مشغول رہے اور دُکھ دہندے موذیوں کو رعیّت اور غریبوں پر حاکم نہ بناوے، اور جس وقت دغابازی یا چوری اور بدعت اُن کی معلوم ہو، وہیں ایسی سزا دے کہ اُن کے گناہ سے بھی زیادہ ہو، تو دیکھ کر سب کے کان کھڑے ہوں اور کانپ جائیں، پس ایسی جگہ سیاست کرنے میں دیر نہ کرے۔

پندرھویں، عاملوں اور اہلِ خدمات سے رشوت نہ لے، اس واسطے کہ جب تک کوئی دوسرے سے گھوس نہ لیوے، ممکن نہیں کہ وہ اور کو رشوت دیوے، پس دیوانِ اعلا خود رشوتی ہوا توگویا اُس نے گھوس لے کر، سب کو پروانگی رشوت کھانے کی دی۔ اور دیانت داروں کے نزدیک رشوت لینی اور دینی

---

۱ مط: ظاہر و باطن میں۔

دونو حرام ہیں، اور ظاہر میں یہ قباحت ہے کہ رشوت لینے والا، رشوت دینے والے کا کنونڈا ہو جاتا ہے، پس کنونڈا ہونا وزیر کا بڑا خلل رکھتا ہے، پھر یہی[1] مثل اُس پر ٹھیک ہوتی ہے کہ جیب کی کہوں یا تلوے کی۔ مختار کو لالچ مناسب نہیں۔

سولھویں، اگر حاسد اور مفسد کے مکر وحیلے سے یا مخالف اور دشمن کی دغا اور بدی سے مطلع ہو، اس[2] طرح ظاہر نہ کرے کہ سننے والا سمجھے کہ اس کے دل میں کچھ خوف آیا، اور پادشاہ کے رو بہ رو دشمنی اور فساد منہ پر نہ لاوے کہ یہ حرکت بھی شاہد اور موافق اُن کی بات کے ہووے گی۔ اور اگر وقت سوال جواب کے تکرار اور قضیہ بڑھ جاوے تو بوجھ بھار اور ہوش مندی سے قائل کرے اور جلدی، ہلکا پن کو کام نہ فرماوے، کیونکہ یہ مقرّر ہے کہ جس کے مزاج میں حلم اور بردباری ہے، وہ ہر طرح غالب رہتا ہے، اور جو کچھ کہنا ضرور پڑتا ہے، سمجھ بوجھ کر کہتا ہے۔

سترھویں، اپنے تئیں سلطان کی نظر میں ایسا دکھلاوے اور اُن کے گوشۂ خاطر میں گھر بناوے کہ وہ اُس کو اپنا خاص خادم سمجھیں اور یہ بھروسا رکھیں کہ جب ہم ٹک حکم کریں گے یا اشارت فرماویں گے تو یہ اپنا تمام مال اور گھر بار بلکہ جان تک نثار کردے گا۔ جس وقت یہ درجہ پیدا کیا تو مال و اسباب اس کا پادشاہ کی طمع سے محفوظ رہا اور جو کچھ اس کے پاس ہے، پادشاہ نے معلوم کیا کہ یہ سب سرکار کا مال ہے اور گویا اپنے ہی تصرّف میں ہے۔ اٹھارھویں، جس آدمی کو خدمت دیوے، چاہیے کہ خوب تامّل اور غور سے پہلے اُس کی چال ڈھال رو بہ رو اور غائبانہ دریافت کرلے، تب جو کام اُس کے لائق ہو، دے[3]۔ اور جب تک بارہا نہ آزماوے، ہرگز اُس پر اعتماد نہ فرماوے جو آخر کو اپنی حرکت سے نہ افسوس کھاوے اور نہ پچتاوے۔ ابیات:

اُسے پہلے دانائی میں آزما ۔۔۔ وہ جتنا ہو، اُتنا[4] ہی درجہ بڑھا
بہت دن تلک جو نہ جانچے اُسے ۔۔۔ نہیں چاہیے غور اُس کی کرے

---

۱ مط: وہی۔ ۲ مط: تو اس طرح۔ ۳ مط: دیوے۔ ۴ مط: وتنا ہی۔

اُنیسویں، جس کام کو دیکھے کہ اُس میں دخل کرنا اور درآنا آسان ہے لیکن اُس سے عہدہ برا ہونا اور بے لم رہنا اور اُس میں سے اپنا قدم نکالنا مشکل نظر آتا ہے، تو اُس میں ہرگز ہاتھ نہ ڈالے کہ داناؤں نے کہا ہے، بیت:

یو نہیں پر اک کام میں تو گھس نہ جا　　راہ نکلنے کی تو پہلے بنا

اور صاحبِ قلم، مُتصدّی کے فرقے کو کہتے ہیں جو بادشاہوں کی سرکار میں علاقہ دفتر کا اور نوشت خواند کا رکھتے ہیں، اُن لوگوں کو خواہ مخواہ ضرور ہے کہ دیانت دار اور خوش مزاج ہوں جو خاوند کی کوڑی پر نظر نہ رکھیں اور سارا عملہ فعلہ اُن سے راضی اور شاکر رہے اور قابل اور ہوشیار ہوں اور محاورے اور اصطلاحوں سے خبردار۔

نصیحت: ارسطو حکیم سے کسو نے سوال کیا کہ عرض بیگی پادشاہ کا بہتر یا متصدّی؟ جواب دیا کہ ناظر، فقط خبر دینے والا ہے اور دیوان، مختارِ کل سلطنت کا۔ اور اگر دبیر لطیف طبع اور بے طمع ہو، تو بہت سی کفایتیں اُس کے ہاتھوں سے ہو سکتی ہیں۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایران کے پادشاہ کی عادت تھی کہ جب حریف سے لڑائی روبکار ہوتی تب اپنے لشکر میں سے ایک غول کو سیاہ جامے پہنواتا، جوں صفیں مُقابل ہوتیں تو اُن کو فرماتا، وہ بلاّ کرتے اور لڑائی کو اُٹھالیتے۔ ایک دفعہ یوں اتّفاق ہوا کہ توران کے پادشاہ نے پچاس ہزار سوار سے قصد اُس کا کیا۔ جب دونو فوجیں سنمکھ ہوئیں اور پرے آراستہ ہوئے، اُس وقت شاہ ایران تھوڑے سے خواصوں کو ساتھ لے کے ایک ٹیکرے پر کھڑا تھا، حریف کے لشکر کی بھیڑ اور بہتایت دیکھ کر خیال میں آیا کہ آج کے روز جنگ کو موقوف رکھوں تو بہتر ہے، قلمدان یاد فرمایا اور وہیں دستخطِ خاص سے ایک شقّہ میر بخشی کو لکھا کہ سیاہوں[1] کو کہو کہ پیچھے کھڑے ہوں۔ منشی دانا تھا، دل میں سوچا کہ اگر لشکر منہ موڑے گا اور کھیت چھوڑے

---

[1] مط: سیاہ داروں کو کہو۔

گا، حریف کی فوج بھی اور منگری ہوگی، شاید ہماری طرف شکست پڑے:
جلد ایک نقطہ سیاہوں[1] کے نیچے دھر دیا «سپاہوں[2]» ہوگیا۔ جب یہ حکم نامہ
سپہ سالار کو پہنچا، جتنے سردار لشکر کے تھے سمجھے کہ مدد آئی، اس
بھروسے پر سب کے دل چوگنے ہوگئے، قدم[3] آگے بڑھائے اور دشمن کی
سپاہ پر جا گرے اور تلواروں کے نیچے دھر لیا۔ طرف ثانی کے لشکر نے
ایدھر کی فوج کی یہ جرأت اور دلاوری جو دیکھی، گھونگھٹ کھایا اور منہ
پر سے ٹل گئے[4]۔ غرض ایک نقطے[5] کی مدد سے جو اُس فہمیدہ مُحرّر نے
اُس رقعے پر زیادہ کیا، پچاس ہزار مردِ جنگی شکست فاش کھا گئے۔ اور
نو پسندوں کی دانائی کے حق میں ایک نقل اور ہے:

حکایت: لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے دوسرے بادشاہ کو یہ عبارت لکھی
تھی کہ پیشتر اُس سے کہ تو مجپر گرے، میں اپنے تئیں تجپر گراؤں گا۔ جب
یہ نامہ پڑھا گیا، سب امیر و دبیر سن کر حیران رہ گئے کہ اس کے جواب
میں کون سا نکتہ لکھا چاہیے۔ اسی غور و فکر میں سب سر جھکائے کھڑے
تھے، ایک متصدّی ہوش مند بھی بادشاہ کے دربار میں حاضر تھا، آداب بجا
لاکر عرض کرنے لگا: اگر حکم ہو تو میں اس بات کا جواب ایسا لکھوں
کہ سب کو پسند آوے۔ بادشاہ نے فرمایا: اس سے کیا بھتر۔ تب اُس نے اپنے
بادشاہ کی طرف سے لکھا کہ میں مانند پتّھر کے ہوں اور تم بجائے شیشے کے،
خواہ تم مجپر گرو یا میں تم پر گروں، ظاہر ہے کہ کون شکست پاوے گا۔
سب ارکانِ دولت نے اِس جوابِ معقول کو سراہا اور پسند کیا۔ بادشاہ نے
اُس کو بڑا کام دیا۔ بیت:

عقل مندی سے بات جو لکّھیں عاقلوں کو پسند آتی ہے

اور ایک گروہ عملداروں کا ہے جن کو خدمت پیشہ کہتے ہیں، یہ بھی وزیروں
سے علاقہ رکھتے ہیں، پس جو کوئی عامل کہلاوے اور خدمت کماوے، ضرور
ہے کہ نیک ذات اور خوش مزاج ہو اور لالچ اور رشوت سے پاک ہووے۔

---

[1] مط. سیاہ داروں کے۔ [2] مط: سپاہ داروں۔ [3] مط: لشکر آگے بڑھایا اور آپ
پیچھے ہوکر دشمن کی سپاہ پر جا گرے۔ [4] مط: ٹل گیا۔ [5] مخ: نکتہ۔ یہاں مط کو
ترجیح دی گئی ہے۔

نصیحت: نوشیرواں اکثر فرماتا کہ عامل پیشہ کو لازم ہے کہ اپنا ہاتھ کھلا بھی رکھے اور بند بھی، یعنی ظلم میں بستہ اور بخشش میں کشادہ رکھے اور کوئی نئی رسم یا قانون ایسا جاری نہ کرے جس میں رعیت دکھ پاوے اور قاضی کی مونج ہو جاوے کہ ایسی بدعت سے پادشاہ کو بھی بدنامی آوے اور اُس کی بھی گردن میں طوق لعنت ملامت کا پڑے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کسو وزیر نے ایک عامل کو خدمت پر بھیجا، اُس نے پرگنے پر سے عرضی کی کہ اگر فلانا کام کروں تو روپیا بہت ساتھ لگتا ہے۔ وزیر الممالک نے جواب میں لکھا کہ رعیت اور خوش باش بے چارے غریب اور عاجز ہوتے ہیں، چنانچہ زبان اُن کی گونگی اور ہات اُن کے نہایت کوتاہ ہیں، چار دن کے واسطے جو تو اس کام پر گیا ہے، غنیمت جان اور ایسی چال مت چل اور ایسا خیال مت کر کہ باعث تیری بدنامی کا اور موجب لعنت اور خواری[1] کا ہووے۔

اور لازم ہے کہ انسان خوب اپنے دل میں غور کرے کہ اگر بادشاہ یا وزیر یا امیروں کو اپنی طرف سے راضی رکھا چاہے تو طرف داری رعیت کی منظور رکھے اور اُس کی ناخوشی کو اپنی نا خوشی سمجھے، کیونکہ یہ یقین ہے کہ جس کسو کی اِتنی ہزار خلقت دشمن ہو، وہ کیونکر سلامت رہے گا اور آفت سے بچے گا، اور برعکس اِس کے اگر رعیت پرجا خوش وقت ہو تو خفگی اور بے مزگی پادشاہ کی سہج ہے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ خلیفہ نے ایک شخص کو خدمت پر متعین کیا، اُس کم بخت نے وہاں پہنچتے ہی جتنی نیک رسمیں قدیم سے چلی آتی تھیں، یک قلم اُٹھادیں اور ظلم کے نئے نئے قاعدے اور قانون جاری کیے، اِس باعث سے بہت خزانہ تحصیل کر کے حضور میں روانہ کیا، لیکن جب آپ خلیفہ کے رو بہ رو آیا، نہایت خفگی میں پڑا اور محاسبے میں گرفتار ہوا،

---

1 مط: اور خواری کا میری۔

یہاں تک کہ ایک مدت پنڈت[1] خانے میں قید رہا، بعد اس کے پادشاہ کا حکم ہوا کہ فلانا پھر اُسی کام پر جاوے اور دس پندرہ سال کا مال حضور میں لاوے۔ وہ شخص حیران ہوا اور کسو بزرگ سے اِس بات کی مصلحت کی۔ شیخ نے اُسے صلاح دی کہ اب تو[2] شوق سے قبول کر، کچھ خوف نہیں، لیکن اِس مرتبہ محال پر جاکر انصاف کی رسموں کو رواج دیجیو اور بدعتوں کو مطلق اُٹھا ڈالیو اور رعیت کا دل ہاتھ میں لائیو اور درویشوں اور مستحقوں کا روز روزینہ اور ملکِ ائمہ بالکل چھوڑ دیجیو[3]، میرا ذمہ جو کچھ آفت یا ملامت تجھے پہنچے۔ وہ سرفراز ہوکر گیا اور جو جو کچھ اُس مردِ خدا نے فرمایا تھا اُسے عمل میں لایا۔ جب پھر حضور میں آیا تو جتنا خزانہ سالِ گذشتہ میں لایا تھا، وِتنا نہ لایا، باوجود اِس کمی کے، مہربانی اور سرفرازی خلیفہ نے اُس پر بہت سی فرمائی۔ اُس عامل نے اِس صورت کے سبب کا شیخ سے سوال کیا کہ اگلے برس مینے نہایت کفایت کی تھی اور خزانہ بہت داخل کیا، تس پر غضبِ سلطانی میں گرفتار ہوا اور بڑے بڑے[4] عذاب دیکھے، اور اِس سال نقد خزانہ کم آیا اور مرتبہ بڑا پایا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اگلی دفعہ کئی ہزار بندے خدا کے تیرے مُدعی تھے، اُس کا وہ نتیجہ ملا اور اِس بار سب خلق اللہ تیری شفیع اور دوست ہے، جس کا یہ پھل پایا۔ بیت:

بدی نہ کر کہ یہ دنیا کی کھیتی جب پکے   درانتی سے تو زمانے کی کاٹے جو بووے

اور مصاحب اور ندیم جو پادشاہ کے حضور کی صحبت میں سرفراز ہوئے ہوں اُن کو بھی سلاطینوں کے آداب کی رعایت اور اُن کی حرمت کے قاعدوں کو لحاظ میں رکھنا واجب ہے۔ پس شرط ہوش مندی کی یہ ہے کہ جو چیز پادشاہ کے مزاج کے پسند ہو اور جو بات اُن کے نزدیک ناپسند اور مکروہ ہو، دریافت کرے لیکن ظاہر نہ کرے۔ اِس لیے کہ اگرچہ وہی ایک چیز ہے کہ اوروں کے نزدیک بد ہے لیکن بادشاہ کی ریجھ ہے۔ اور یہ بھی پادشاہ کے

---

[1] مط: بندی خانے میں۔   [2] مط: اب شوق سے۔   [3] مخ: چھوڑ دے۔ مط کو ترجیح دی گئی۔   [4] مط: اور بڑے عذاب۔

ہم صحبتوں کو واجب ہے کہ اپنے دل پر نقش کا لحجر کریں کہ خدا کی عبادت میں اور بندوں کی خدمت میں کوئی چیز فائدہ مند نہیں مگر اپنے دل کی خواہش اور تن کی آسایش کو مطلق اُٹھادے ؛ جب اِس بات پر اُس نے عمل کیا تو جو بات یا کام کہ اُس کے اور پادشاہ کے درمیان آجاوے ، اپنی خوشی کو ترک کردے اور رضامندی سلطان کی سب پر بالا رکّھے تو اِس حرکت کا جو فائدہ ہوگا سو اِسی کو ملے گا ، اور اگر پہلے اپنے ہی فائدے کو دوڑے گا اور اپنی ہی بہتری میں مشغول رہے گا تو ایک نہ ایک دن اُس کام میں خلل آوے گا۔

اور اگر سلطان[1] سے کوئی نالائق حرکت نظر پڑے ، ہر گز کسو صورت سے ظاہر نہ کرے اِس لیے کہ یہ حضور میں منھ لگوا اور گستاخ ہو رہا ہے ، پس لحاظ رکّھے کہ جو بات ایسی ہو کہ حق اِسی کی طرف ہو ایکن ادب کی شرط یہ ہے کہ اپنے قصور کو قبول کرے اور اگر کوئی بات بھول گیا ہو تو اپنی تقصیر سمجھے اور اگر اُس میں اور پادشاہ میں کچھ تکرار کی سی بات آوے تو واجب ہے کہ ہر طرح اپنی ہی چوک بتاوے۔ اور ایک دستور پادشاہ کی خدمت کے ادب کا یہ ہے اُن کے حضور میں آنکھ اور دل اور ہاتھ اور زبان سے رجوع رہے اور انھیں کی طرف خیال رکّھے۔ ابیات[2] :

لازم ہے ، رکھے بات پہ شاہوں کی کان
اور اُن کی طرف لگا رکھے آنکھ اور دھیان

---

۱ مط میں یہ عبارت اس طرح ہے :
،،اس لیے کہ یہ حضور میں منھ لگا اور گستاخ ہو رہا ہے ، لحاظ رکھے کہ کسی وجہ سے کسی کام میں پادشاہ پر قصور نہ ٹھہراوے اگرچہ حق بہ جانب اُس کے ہو۔ اور اگر سلطان سے کوئی نالائق حرکت دیکھے ، کسی صورت ظاہر نہ کرے ، اور اگر اتفاقاً بھول کر کہہ دے تو اقرار نہ کرے اگرچہ پادشاہ سن چکا ہو ، اس لیے کہ اقرار اور انکار میں بہت فرق ہے۔ اور اگر اس میں اور بادشاہ میں کچھ ایسا حال واقع ہوکہ بدی اس کی اس پر یا پادشاہ پر پھرے ، تو اس کو اپنے سر لے۔ اور ضرور ہے کہ پادشاہ کے حضور میں آنکھ اور دل اور ہاتھ اور زبان سے رجوع رہے اور انھیں کی طرف خیال رکھے ،،۔

۲ مط اور مخ میں یہی۔ یہ دردصل رباعی ہے۔

جو بات ہو نیک، اُس کو البتّہ کہے
جو ذکر ہو بد، اُس سے بچاوے دل و جان

حکایت: اصمعی کہتا ہے کہ ایک روز میں ہارون رشید کے پاس گیا، دیکھتا ہوں کہ تخت پر بیٹھا ہے اور ایک لڑکی برس پانچ ایک کی نزدیک اُس کے کھیلتی ہے - مجھے دیکھ کر بولا کہ تو جانتا ہے یہ کس کی بیٹی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ تب فرمانے لگا کہ میرے بیٹے کی بیٹی یعنی پوتی ہے، آگے آ، اِس کا ماتھا چوم۔ یہ سن کر میں گھبرایا اور حیران ہوا اور دل میں غور کی کہ اگر حکم اِس کا نہیں بجا لاتا تو خفگی میں پڑتا ہوں اور اگر اِس کا کہنا کرتا ہوں تو شاید غیرت کو کام فرماوے اور مجکو قتل کروائے[1]؛ لاچار ہو کر، اپنی آستین اُس لڑکی کے سر کو چھوائی اور آستین کے سرے کو بوسہ دیا۔ خلیفہ نے یہ حرکت جو دیکھی، میرا ادب کرنا اُسے خوش آیا، بولا کہ اگر یہ دانائی تو نہ کرتا تو بے اجل مرتا، میں تیرے قتل کا حکم کرتا۔ یہ بات کہہ کر ریجھا اور دس ہزار دینار بہ طریق انعام کے عنایت کیں۔ مینے وہ سب کی سب اپنے سلامت رہنے کہ شکرانے میں فقیروں اور بے کسو کو تصدّق کیں اور بانٹ دیں۔

یہ حکایت آدابِ ندما میں لکھی ہے کہ کسو بادشاہ کی سرکار میں ایک جوان نوکر تھا نہایت صاحب جمال اور خوش خصال۔ بیت:

چاند سورج سے چہرہ بہتر تھا ٭ مشک سے اُس کا خط معطّر تھا

ایک روز سلطان اپنے ایک مصاحب سے فرمانے لگے کہ یہ جوان خوب صورت اور خوش سیرت ہے۔ اُس نے عرض کی کہ درست ہے، حسن اِس کا بھبوکا اور نمکین، مزاج بھی پاکیزہ، خوش گوئی اور خوش روئی کی دونو صفتیں رکھتا ہے۔ تب پادشاہ نے کہا: تو اِس کو چاہتا ہے؟ بولا: نہیں۔ پوچھا: کیا سبب؟ التماس کیا کہ جو شخص جہاں پناہ کو دوست رکھے، فدوی بھی اُس کو دوست سمجھے؛ لیکن جس کسو کو قبلۂ عالم پیار کریں، غلام کی

---

[1] مط: کروادے۔

کیا طاقت کہ اُس سے دوستی کا دم مارے۔ سلطان کو یہ لحاظ اور ادب اُس کاخوش آیا اوراُس کی بات کو پسند فرمایا اور رتبہ اُس کا بڑھایا۔ قطعہ:

جس کو دولت ادب کی دیوے خدا مرتبے پر چڑھے تو دور نہیں
جو ادب ہے، حسب کی کیا ہے کمی گر ادب ہے، حسب ضرور نہیں

اگرچہ یہ رسالہ نہایت طول ہوا، پر اب ادب یہ چاہتا ہے کہ بس زیادہ اِس سے لنبے فرش پر قدم نہ رکّھوں، یعنی دعا دولتِ روزافزوں کے قائم رہنے کی کرکے تمام کروں۔ ابیات:

جو مختصر کیا اِس بات کو تو یہ ہے بھلا
لپیٹوں نامے کو، وقت اب دعا کا آپہنچا

الٰہی آسماں جب تک کھڑا ہے بڑوں کو مرتبہ تو نے دیا ہے

چمک نیزوں کی جو آسمان تک پہنچے ہیں اور جھلک نشانوں کی جو فلک کی مانند بلند ہیں، اِس پادشاہ زادۂ صاحبِ عقل اور جہاں کے آباد کرنے والے کے۔ ابیات:

چمکتا برجِ شاہی کا ستارا خدا نے اپنے ہاتھوں سے سنوارا
ابوالمحسن ہے وہ شاہِ جواں بخت مبارک ہووے اُس کو تاج اور تخت

جب تلک یہ چرخ، چرخ میں ہے یعنی روزِ قیامت تک، چمکتی اور جھمکتی رہے اور شان بزرگی کی اور دبدبہ سرداری اور بختیاری کا اُس کی پیشانی نورانی سے ظاہر ہوتا رہے اور دشمنوں پر غالب اور دوستوں کا طالب ہو کر، صد و بیست سال کی عمر[1] ہو۔ مصرع: یہ[2] دعا مجسے اور سب خلق سے آمیں ہو جو۔

ختم ہوا یہ رسالہ، جس میں بہت سے بھید دانائی کے اور حقیقتیں جو صاحبانِ دولت و اقبال کی کارروائی اور حکمرانی کو لائق[3] ہیں، اور نام اِس

---

۱ : عمر پاوے۔ ۲ مط : یہ دعا مجھ سے ہو اور سب خلق سے آمین ہو۔
مط : لائق تھیں، ہیں۔

کتاب کا کہ اسم مبارک پر اُس بزرگ کے ہے، اُسی سے تاریخ اِس کے تمام ہونے کی معلوم ہوتی ہے، تاریخ:

میں نے کہا قلم سے: کیا تو نے سر کو پانو
تیرے قدم سے چشمِ سخن کو ہے روشنی
اخلاقِ محسنی تو تمام اب لکھی گئی
تاریخ اِس کی لکھ لے تو «اخلاقِ محسنی»

فضلِ الٰہی سے اِس ترجمے نے بہ خوبی انجام پایا۔ اب دعا پر اُس والیِ ملک اور صاحبِ جاہ و جلال کی، جس کی نیّت خلق اللہ کی رفاہیّت پر مصروف ہے، تمام کرتا ہوں۔ قطعہ:

جب تلک آسماں کو ہے گردش اور پانی پہ ہے زمیں کو قرار
لاڈ [1] صاحب ہوں اور دنیا ہو رہے اقبال و بخت [2] و دولت یار

اب امّید ہے کہ جو منصفِ پُرمغز ہیں، دیکھ کر محظوظ ہوویں اور اگر کہیں [3] چوک ہوگئی ہو، پردہ پوشی کریں۔ اور جو خود پسند بے مغز ہیں [4]، اُن کی نگاہِ بد سے محفوظ اور پوشیدہ رہے۔ قطعہ:

گنجِ خوبی یہ جب ہوا معمور تب دعا مانگی میں نے: یا اللہ!
دوستوں کے تئیں مبارک ہو نہ پڑے حاسدوں کی اس پہ نگاہ [5]

تاریخِ گنجِ خوبی:

گنجِ خوبی جب کیا میں نے تمام کہنی اک تاریخ ہوئی مجکو ضرور
تب کہا دل سے کہ کر میری مدد وہ لگا کہنے بہ شادیؔ و سرور
«گنجِ خوبی لطف سے معمور ہے» لیک کر «بدگو» کو اس مصرع سے دور

میراماؔن لطفؔ

---

۱ مط: لارڈصاحب۔ ۲ مط: تخت۔ ۳ مط: اور اگر کہیں چوک پاویں، پردہ پوشی فرماویں۔ ۴ مط: ہوں۔ ۵ مخ میں اس قطعے کے بعد یہ عبارت ہے: ,, تمام شد نسخۂ گنج خوبی برائے سرکار جان رومر صاحب دام اقبالہ۔ ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم،،۔ اور اس کے بعد قطعۂ تاریخ ہے۔ مطبوعہ نسخے میں اس قطعے کے بعد خاتمۃالطبع کی عبارت اور ابواب کی فہرست ہے، ,, تاریخ گنج خوبی،، والا قطعہ اس میں موجود نہیں۔

فرهنگ

فرہنگ

آدینہ :	جمعہ
آسا بردار :	(عصا بردار) چوبدار
آش :	شوربا، وہ پکّی ہوئی غذا جسے آسانی سے پی سکیں
آلتمغا :	جاگیر جو بادشاہ کی طرف سے عطا کی جائے اور وہ اس شخص کے بعد اُس کی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ ملتی رہے ، اُس کے فرمان اور سند کو آلتمغا کہتے ہیں
ابواب :	لگان سے زائد رقم۔ تاوان۔ وہ روپیہ جو مالگزاری کے ساتھ سڑک ، مدرسے وغیرہ کے چندے میں زمینداروں سے وصول کیا جائے
اپڈر :	خوف۔ شک و شبہ
اخوند :	اُستاد
اخیار :	اشرار کی ضد ، اچھے آدمی
اڑوار :	(اڑواڑ) وہ لکڑی جو چھت وغیرہ کے نیچے گر پڑنے کے اندیشے سے لگادیتے ہیں۔ ٹیکن ، روک
اشرار :	بُرے لوگ
اعرابی :	عرب کے صحرا نشیں ، جنھیں بدّو کہتے ہیں
اغتنام :	غنیمت جاننا
الوپ کرنا :	چھپانا
امنّیت :	امن ہونا
اُمّی :	ان پڑھ۔ رسول‌اللہ کا لقب (کیونکہ آپ نے ظاہری تعلیم حاصل نہیں کی تھی)
انجاح :	مطلب پورا کرنا ، مراد بر لانا
باری دار :	پہرے چوکی والے

بانی :	آواز ، بول چال ، قول ، فقیروں کی صدا
بانی کا حال دریافت کرے :	کسی کے پورے حالات معلوم کرے
باو :	ہَوا
باور :	یقین
بِت :	طاقت ، بساط ، عمر
بت باہرا :	اپنی بساط سے زیادہ کرنے والا
بت بنا :	جھوٹی باتیں گڑھنے والا، باتونی ، چرب زبان
بتیانا :	باتیں کرنا
بٹپار :	(بٹ مار) لُٹیرا ، ڈکیت
بجد ہوا :	ضد کی۔ اصرار کیا
بخت بلی :	خوش نصیب
بختیاری :	خوش نصیبی ۔ دولت مندی
بدبر :	بدباطن ، بدگمان
بدرہ :	تھیلی ، توڑا
برایا :	مخلوق
بردہ :	وہ لڑکے اور لڑکیاں جو لڑائی میں ہاتھ آئیں ۔ غلام ۔ قیدی
بکاول :	باورچی ، باورچی خانے کا داروغہ
بلنا :	سلگنا ، جلنا ، شعلہ اُٹھنا
بہا :	قیمت
بھاتی :	بھٹی
بہبہی ہوگی :	ہمت بڑھ جائے گی ۔ بہادر ہو جائے گی
بھچک :	حیران
بھٹیاری سرائے :	مراد ہے دنیا سے
بھس تکے :	بھنے ہوئے گوشت کے پارچے
بہلہ :	وثیقہ

بہلہ بردار : وہ شخص جو روپوں ، اشرفیوں کی تھیلی لیے ہوئے شاہی سواری کے ساتھ ہو

بہیر بنگاہ : ڈیرہ خیمہ ، سفری لشکر کے ساتھ کے لوگ

بھینٹا : سامنا

بیالا نہ کرے : مغرور نہ ہو جائے

بے بہا : ان مول

بیچوبہ : ایک قسم کا خیمہ جس میں چوبیں نہیں لگائی جاتیں

بیخ : جڑ

بیہن : بیج

پادر ہوا : خیالی ، وہمی

پاکھر : ایک قسم کی لوہے کی پوشاک زرہ کی مانند جو اکثر جنگ کے موقع پر گھوڑے ، ہاتھی کو پہنا دیتے تھے۔

پال : چھوٹا خیمہ ، جس میں اکثر سپاہی رہتے ہیں۔ یا دکان دار میلے ٹھیلے میں لے جا کر اس میں یا دکان کا اسباب سجاتے ہیں

پال پرتل : سپاہی کا سامان ، اسباب ، خیمہ

پالایش کرے : بات کو مناسب اور درست ثابت کرے

پانو بلی : بہادر۔ لڑائی کے میدان میں مضبوطی سے قدم جمانے والا

پایان : انجام ، آخرکار

پُرانا : بوڑھا ، تجربہ کار

پروانگی : اجازت

پڑتی : خالی پڑی ہوئی زمین

پُشتی : مدد

پلاس : ٹاٹ ، موٹا کپڑا

پنڈت خانہ : جیل خانہ

پوڑھا : مالدار

پھرانا : جھنڈے کے پھریرے کا لہرانا
پیدا : آمدنی ۔ ظاہر
پین : چشمہ ، تالاب
تاک : انگور کی بیل
تَآنی : دیر کرنا
تُـتّھی : ٹونٹی‌دار ُلٹیا ۔ چھوٹا لوٹا
تد : تب
تُرت : فوراً
تریاک : (تریاق) زہرمہرہ
تصدیع : دردِ سر ، تکلیف
تفاوت : فرق
تقویم : جنتری
تقیّد : تاکید
تلی ماردو : کشتی کے پیندے میں‌سوراخ کردو
تم سارکے : تم جیسے
تَوأم : جڑواں ، وہ بچہ جو دوسرے بچّے کے ساتھ پیدا ہوا ہو
تودہ : ڈھیر ۔ وہ مٹّی کا ڈھیلا یا کچّی دیوار جس پر تیر انداز ، تیروں کی مشق کرتے ہیں
تھم : کھمبا
تھیلی مار : قاتل ۔ ٹھگ
تھیوا : انگوٹھی کا گھر جس میں نگینہ جڑا جاتا ہے تانبے یا پیتل کی تھگلی جس پر مُہر کندہ کی جائے
تَیقّظ : بیداری ، ہوشیاری
جامدار : داروغۂ ملبوسات ۔ مراد ہے شہر کے ناظم سے
جس : ثواب ، نیکی ، شہرت
جس گانا : نیکی کے ساتھ یاد کرنا

جُفتِ طاقِ نوشیرواں : نوشیرواں کے محل کا مقابل
جُگ : زمانہ ، مدت
جلوخانہ : ڈیوڑھی ۔ صحن جو امرا یا بادشاہوں کے درِ دولت کے سامنے ہو
جوار : پڑوس
جوتکھی : جوتشی
جوگنی : وہ روحیں جن کے اختیار میں اچھے اور بُرے وقت ہوتے ہیں ۔ بُھتنی
جوگا : لائق
جونرا بھونرا : قلعے یا محلوں کا تہ خانہ
جھجھّا : بارش لیے ہوئے تیز طوفان
چارے لگانا : پودے لگانا
چتیرا : مصوّر
چِلتہ : ایک قسم کا زرہ بکتر
چونپ : شوق ، خواہش ، بڑھاوا
چھاپ : مُہر ، ٹھپّا
چھوٹ : عکس ، چمک
حد : وہ سزا جو اسلامی شریعت کے مطابق دی جائے
حرف آنا : الزام آنا ، عیب لگنا
حواری : حضرت عیسیٰ کے اصحاب ۔ مجازاً : مدد دینے والا ، دلی دوست
حیوانِ ناطق : انسان
خاص پز : شاہی باورچی
خاوند : آقا ، مالک
خُتکا : سونٹا ، بھنگ گھوٹنے کا ڈنڈا
خِدم : خادم کی جمع ، نوکر چاکر

خُزادہ : خواجہ زادہ کا مخفّف ، صاحبزادہ ، سردار

خَوَرنق : مشہور بادشاہ بہرام گور کے محل کا نام

خوش طالعی : خوش نصیبی

دارالشّفا : شفاخانہ

دُرج : زیور یا جواہر رکھنے کا ڈبّا

درماہہ : تنخواہ

دل چل : بہادر ، نڈر

دلچلی : بہادری - رغبت

دم مارنا : بات کرنا ، منہہ سے اُف نکالنا ، دعوا کرنا

دودلا : جس کے دل میں کسی بات کے متعلق شک و شبہہ ہو - پس و پیش میں پھنسا ہوا

دوسار ہونا : تیر یا نیزے کا بدن کے پار ہو جانا

دہیکی : دس فی صدی محصول

ڈبرا : چھوٹا تالاب - پانی جمع ہونے کی جگہ

ڈِگنا : ڈگمگانا ، لغزش کرنا ، جگہ سے سرکنا

ڈنڈیوں سمیت : سپاہیوں کے ساتھہ

ڈہڈہا : تروتازہ ، سرسبز - شوخ رنگ

رجالُ الغیب : مردانِ غیب - آسمان کے وہ نشان کہ جس طرف وہ واقع ہوں ، اُدھر اُن دنوں میں احکامِ نجوم کے مطابق سفر کرنا منحوس خیال کیا جاتا ہے

رستگاری : رہائی ، نجات

رسوم : رسمیں - دستور - سرکاری حق - چندہ یا محصول زمینداری کے کسی حصّے سے رواج کے مطابق واجب الوصول ہو - اسٹامپ کی فیس -

رِفق : نرمی

راتب: روزمرہ کی خوراک، وظیفہ، روزینہ

روز روزینہ: روزانہ وظیفہ

روہت: تازگی، چہرے کی رونق

روہت گرے: سرسبز

رِہڑی: بنجر زمین۔ کھیتی کے ناقابل زمین

زمین شور: بنجر زمین

سادہ کار: وہ سنار جو سونے چاندی پر عمدہ اور نفیس کام بنائے

سبھتا: اطمینان

سبھتا جانتا ہے: نجات کی صورت سمجھتا ہے

سُرت: ہوش، سُدھ

سرس: زیادہ

سرے پاو: خلعت

سزاول: روپیہ وصول کرنے والا، محصّل

سکچتا ہے: ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے

سنمکھ: مقابل، منہ در منہ

سورج مکھی: ایک زرد رنگ کا پھول جو آفتاب کے ساتھ ساتھ اپنا رخ بھی بدلتا جاتا ہے۔ ایک قسم کی چھوٹی سی پنکھیا طاؤس کی کھلی ہوئی دم سے مشابہ، جس سے چہرے کی دھوپ بچاتے ہیں اور کبھی پنکھے کی طرح جھلتے ہیں

سوڑا موڑی: سامان۔ کپڑے۔ رضائی، کمبل وغیرہ

سومپنا: کنجوسی

سُہاونے: سُہانے

سیاست گاہ: وہ جگہ جہاں مجرم کو سزا دی جائے

سیر میں رکھیں: مطالعے میں رکھیں

شلیتہ : ٹاٹ کا بڑا تھیلا

شہ کانسہ : بڑا پیالہ

طاقیہ : ایک قسم کی ٹوپی

طُعمہ : لقمہ ، رزق ، شکاری پرندوں کا کھانا

طناب : رسّی

عجوزہ : بوڑھی عورت

عُشر : دسواں حصّہ

عُمدہ : سردار

عُہدے سے بر آنا : ذمّے داری کو پورا کرنا ۔ حق ادا کرنا

غُرفہ : دریچہ ، جھروکا ۔ بالا خانے کا برامدہ

غوری : تانبے کی کنگورے دار رکابی ۔ ایک قسم کی چینی رکابی جو زہر پڑنے سے ٹوٹ جاتی ہے

فرّاش : فرش بچھانے والا ۔ وہ شخص جس کے سپرد فرش فروش اور روشنی کی خدمت ہو ۔ جس کے اہتمام میں خیموں کا گاڑنا اور کھڑا کرنا ہو

فروتنی : عاجزی

فقرّو ہو جانا : غائب ہو جانا ، رفو چکّر ہو جانا

فہمید : سمجھ

فیمابین : درمیان ۔ دو آدمیوں کے درمیان

قاکی ضی مونج : اس موقع پر بولتے ہیں جب کسی شخص کے ذمّے ناحق کی مصیبت لگ جائے ۔ ایک قاضی صاحب کو مونج کی ضرورت پڑی ۔ ان کے کسی دوست نے بھجوادی ۔ متصدّی نے دفتر میں لکھ دیا کہ فلاں کے یہاں سے اتنی مونج آئی ۔ جب دوسرا قاضی آیا اور اس کو سرکاری کام کے لیے مونج کی ضرورت پڑی تو دفتر سے معلوم ہوا فلاں شخص سے مونج لی گئی تھی ، اس نے بھی انہیں کے یہاں سے منگوائی

قبائل : بیوی بچے

قبیلہ : بی بی

قرمساق : بھڑوا۔ پاجی، کمینہ

قرن : لمبی مدّت

قوت : خوراک

قوت بسری : بُرا بھلا کھا کر زندگی بسر کرنا

قوتِ لایموت : اس قدر خوراک جو زندگی قائم رکھنے کے لیے کافی ہو

قور : فیتا جو کپڑوں کے حاشیے پر لگاتے ہیں۔ خاصے کا ہاتھی۔ ہتھیار

کابین : مہر

کاٹھرا : کاٹھی

کارکردہ : تجربہ کار

کاہلی پڑا : بیمار ہوا

کپوت : نالائق بیٹا

کتمان : چھپانا

کٹھالی : چاندی سونا گلانے کی پیالی۔ وہ پتّھر کا گڑھا جس میں دھان کوٹتے ہیں

کٹھراپا : شرارت، بدذاتی

کد : کب، کیونکر

کدھو : کبھی

کرّوبیاں : فرشتے

کُریال کرنا : پرندوں کا خوش ہوکر اپنے بازوؤں کو کھجانا، پر پھڑپھڑانا

کڑوڑا : وہ شخص جو عاملوں اور محصّلوں پر خیانت کی نگرانی کے واسطے مقرر کیا جائے

کژدم : بچّھو

کسیرا : تانبے اور پیتل کے برتن بنانے والا اور بیچنے والا

کِشت کاری : کھیتی

کفِ پائیاں : کف پائی کی جمع ، ایک قسم کی پتلی ایڑی کی جوتی جسے سلیپر یا زیر پائی کہتے ہیں

کفِ دست میدان : وہ لق دق چٹیل میدان جس میں دور تک درخت اور آبادی کا نام نشان نہ ہو

کن کوت : کھڑے کھیت کا تخمینہ لگانے والا۔ کھڑے اناج کو کُوتنے اور اس کے دام لگانے والا

کنو نڈا : شرمندہ ، ذلیل و خوار ، احسان مند

کُنہہ : کسی چیز کی انتہا ، تہہ ، حقیقت ، نکتہ ، باریکی

کوٹ : قلعہ

کودک : لڑکا ، بچہ

کومھل : نقب

کھاتی : بڑھئی

کھم : کھمبا

کِھنڈ گئے : پھیل گئے

کُھنسانا : ناراض ہونا ، حسد کرنا ، منہ بنانا ، تیوری چڑھانا

کیا پدری اور کیا پدری کا پلیو : بے حقیت چیز کی نسبت بولتے ہیں

کیری آنکھ : کرنجی آنکھ۔ نیلی نیلی آنکھیں

کیش : مذہب

کیفی : متوالا۔ نشے میں چور

گولی : مٹکا

گھر گھالنا : گھر برباد کرنا ، لوٹنا ، گھر اُجاڑنا

گھونگھٹ کھانا : فوج کا مُڑ جانا یا شکست کھاجانا۔ فوج کا بھاگنے کے ارادے سے منہہ پھیرنا

لاف : خود ستائی ، شیخی ، ڈینگ

اُچ فارسی :	سادہ فارسی
اُترا:	چغل خور
لوتھ :	لاش
لَوز :	بادام۔ ایک قسم کی محرّف تراشی ہوئی بادام کی مٹھائی
لولی :	ناچنے گانے والی عورت ، رنڈی
لونی زمین :	بنجر زمین
مبالغ کلی :	بہت روپیہ
متابعت :	پیروی ، فرماں برداری
کُشایش :	وسعت ، کشادگی
کنج و کاوش :	غور و فکر ، تحقیقات
مبرّات :	پاک اور بے عیب چیزیں
متصدّی :	پیشکار ۔ گماشتہ ۔ جمع خرچ کا حساب رکھنے والا
مجمل :	مختصر
محبوس :	قیدی
مُحصّل :	محصول وصول کرنے والا
محلّہ دیکھنے کی خاطر :	فوج کا معائنہ کرنے کی غرض سے
مخلصی :	رہائی ، چھٹکارا ، آزادی
مردک :	ڈھنگنا آدمی ، حقیر آدمی ۔ کلمۂ حقارت
مرکب :	گھوڑا
مُزیّب	سجا سجایا ، آراستہ کیا گیا
مسببُ الاسباب :	کسی کام کے بننے کا سبب پیدا کرنے والا خدائے تعالا،
مُستوفی :	وہ عہدے دار جو اپنے ماتحت محاسبوں کے حساب کی جانچ پرتال کرے ، محکمہ حساب کا حاکم ، تنخواہ تقسیم کرنے والا
مشایعت :	پیروی، تقلید، کسی کو رخصت کرنے کے واسطے کچھ دور تک جانا

مُشرِف : نگراں، صدر محرر، میر منشی
مصلحت کرنا : مشورہ کرنا
مطہرہ : چھا گل
مظلمہ : بے انصافی، اندھیر، ظلم و ستم
مقرّر : یقیناً ، ضرور
ملازمت کی : باریاب ہوا ، حاضر ہوا ، ملاقات کی
منگری ہوگی : شیر ہو جائے گی ، ہمت بڑھ جائے گی
منھے : بہادر ، ہمت والے
منہیّات : منع کی گئی باتیں ۔ خلافِ شرع کام
موتھا : ایک قسم کی گھاس جس کی جڑ میں دانے سے نکلتے ہیں
موجب : سبب
موجودات لینا : حاضری لینا ، معائنہ کرنا
مورچہ : زنگ
ِنبڑی : ختم ہوئی
نپٹ : محض ، بالکل ، سراسر
نجھا کر دیکھا : غور سے دیکھا
ندان : آخر کار
ندھڑک : بے دھڑک
ِنراس : نا امید ، مایوسی
نزدات : دفتری اصلاح ہے : مدِّ امانت، بقایا ، روپیہ جمع کرنا
َنسق بٹھانا : انتظام کرنا
َنسقچی : چوبدار ، شہر کا منتظم
ِنسوت : خالص، صاف ، نتھرا ہوا
نفسِ امّارہ : تصوّف کی اصطلاح ہے، وہ انسانی خواہش جو آدمی کو خلاف شریعت کاموں کی طرف سختی کے ساتھ متوجہ کرے

نمہا : بے زبان

نیش : ڈنک

نیگ لگنا : صحیح جگہ صرف ہونا، خوشی کے موقع پر کام میں آنا

وابست : متعلقین

وافر : بہت

وجہ معیشت : وہ چیز جو گذارے کا ذریعہ ہو جیسے تنخواہ، وظیفہ، جاگیر وغیرہ

ہاڑ : ہڈی

ہت چل : وہ شخص جسے مار بیٹھنے کی عادت ہو، معمولی بات پر ہاتھ چھوڑ دینے والا

ہراول : وہ تھوڑی فوج جو لشکر کے آگے آگے چلے

ہرا ہونا : سرسبز ہونا، زخم کا تازہ ہونا

ہر کدام : ہر شخص

ہرنا : زین کا اگلا اُٹھا ہوا حصہ

ہفت اقلیم : ساری دنیا

ہم چشم : برابر والا، ہمرتبہ

ہندسہ : علمِ ریاضی کی ایک شاخ، اقلیدس، عدد کی شکل، رقم

ہولدلہ : ڈرپوک، بزدل

ہونس ہونا : حرص ہونا، لالچ ہونا

ہیئت : شکل، صورت، چہرہ مہرہ، بناوٹ۔ ایک علم کا نام جس میں اجرامِ فلکی، زمین کی گردش اور کشش وغیرہ کا بیان ہوتا ہے

یاوہ گوئی : بیہودہ باتیں بکنا، بکواس

یتیم : جس کا باپ مرچکا ہو، غلام

یساول : چوبدار، نقیب

غلط نامه

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱	۲۰	مُملِکت	تَمَلُکت
۱	۲۱	مُلکِ	مُلک
۵	۲	امراء	امراو
۷	۲۰	حُسَینِ	حُسَین
۱۳	٦	که دنیا میں	دنیا میں
۱۵	۱٦	مُنفَعَت	مَنفَعَت
۲۳	۹	طوفان	طوفاں
۲٦	۳	فجُر	فجْر
۲۸	۱٦	حُدا	خُدا
۵۰	۱۹	اُمرا	اُمراو
٦۴	۵	متـّتفق	متـّفق
٦۴	حاشیه	کیو	کیونکر
٦۵	۱۵	تالا	نالا
٦٦	۸	بُردا	بردا
٦۷	۴	۲	۱
٦۷	۱۴	۳	۲
٦۷	۱۵	پُھسلایا	پُھسلایا[۳]
٦۹	۱۲	مصلحت	مصلَحت
٦۹	۲۲	تعفوْ	عَفوْ
۷۹	۱۸	پُز	پَز
۹۰	۷	پُز	پَز
۹۱	حاشیه	وه	اور
۱۱۸	۱۱	(کذا) کوساقط سمجها جائے۔	

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۱۹	۱۸	بروے بیٹھاتا	اور بروے بیٹھاتا
۱۲۲	۱۸	چاہتا	چاہتا ہے
۱۲۲	۲۳	اس سے	اس نے
۱۳۵	۲۱	نڈھڑک	ندھڑک
۱۳۸	۲۲	قیصیر	قیصر
۱۴۴	حاشیه	حرامزدگی	حرامزادگی
۱۴۹	۲۱	ازدحام	اژدہام
۱۵۰	حاشیه	بگتر	بکتر
۱۵۱	۱	بالڑائی	لڑائی
۱۵۶	۱۴	بوڑھا	پوڑھا
۱۷۴	۲۱	۳	۴
۲۰۳	۱	دم ت پخ	دمُ پخت
۲۲۴	۲۲	۲	۱
۲۲۴	حاشیه	حاشیه ۲ ساقط سمجھا جائے۔	
۲۲۹	۱۵	آداب	آداب
۲۳۹	حاشیه	بگتر	بکتر
۲۶۰	۲۱	۱	اس کو ختم سمجھا جائے
۲۶۳	۱۹	حصورِ	حضورِ
۲۶۸	۱۱	داما	دانا
۲۷۹	۷	بادشاده	بادشاه
۲۹۵	۱۰	اڑ	اگر
۳۰۹	۱۹	تیسّا	تیسا
۳۱۱	۱۲	نعمتِ	نعمت
۳۱۷	حاشیه	دردصل	دراصل
۳۱۸	۱۵	بے کسو	بے کسوں

فرہنگ

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۵	یاد کان کا	دکان کا
۸	۲۰	قاکی ضی	قاضی کی
۱۰	۳	کف	کف
۱۲	۳	چھا ٓگل	چھاگل